حیاتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

(واقعاتِ عظیمہ کی ترتیبِ زمانی)





مولفہ

راجہ محمدؐ شریف





حیاتِ رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم

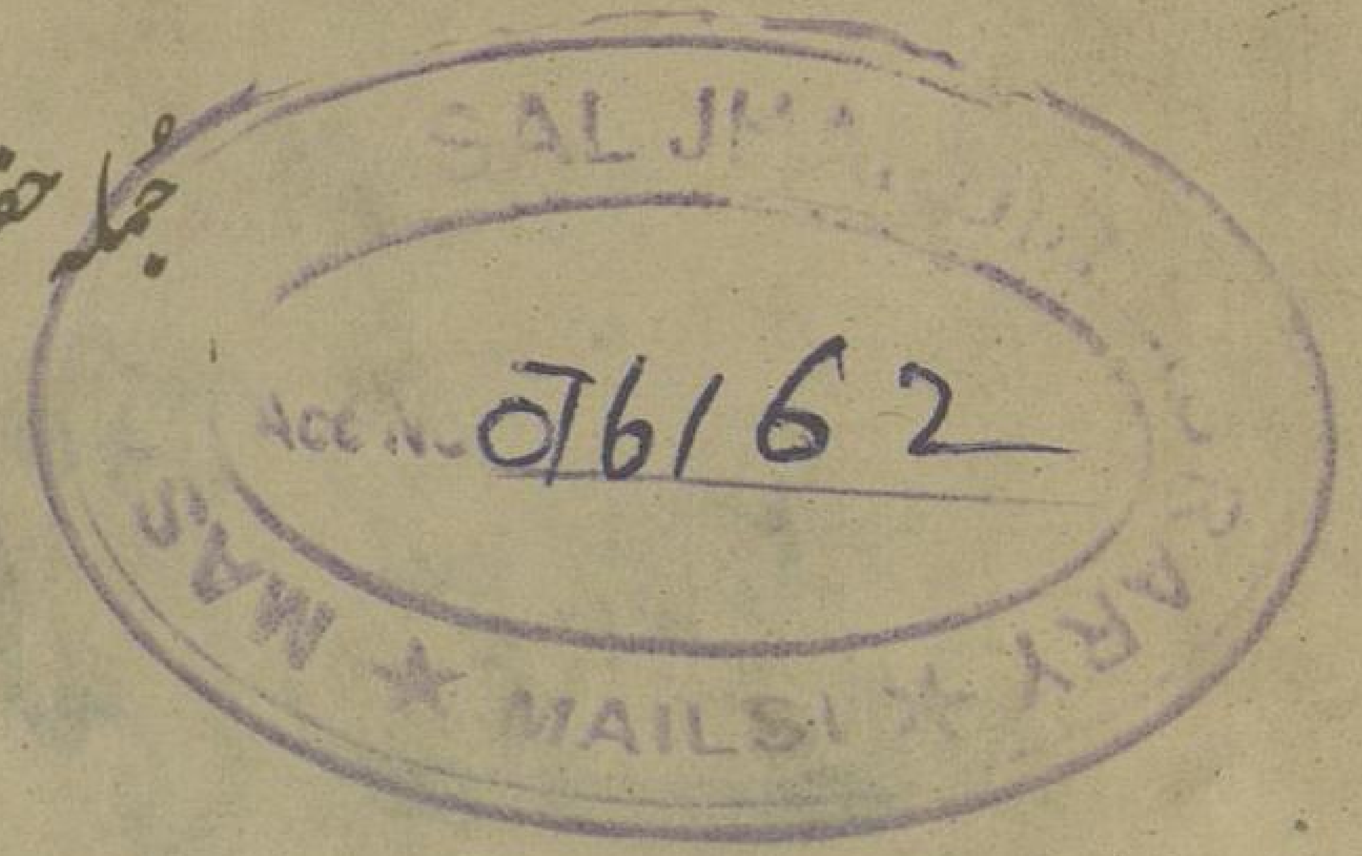
(واقعاتِ عظیمہ کی ترتیبِ زمانی)

مؤلفہ

راجہ محمد شریف

زاہد اکیڈمی

۷۰ اے کوہِ نور شوگر ملز کالونی، جوہر آباد





طبع اوّل ——— دو ہزار

تاریخِ اشاعت ——— مارچ ۱۹۷۲ء

مطبع ——— انصار آرٹ پریس اردو بازار، سرگودھا

ناشر ——— زاہد اکیڈیمی، ۷ اے کوہِ نور شوگر ملز کالونی جوہر آباد

کاتب ——— قمر الدین لائلپوری

طریقۂ طباعت ——— آفسٹ

قیمت

[redacted] روپے /-



سول ایجنٹس

انصار بک سٹال، اردو بازار سرگودھا

انتساب

شمعِ رسالت ﷺ کے پروانوں کے نام

مآخذ

قرآنِ حکیم	
ارض القرآن	علامہ سید سلیمان ندوی
سیرۃ النبی ﷺ کامل	ابنِ ہشام
تاریخ ابنِ خلدون	ابنِ خلدون
سیرۃ النبی ﷺ	علامہ شبلیؒ
رحمۃ للعالمین ﷺ	قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
سیرۃ المصطفےٰ ﷺ	مولانا محمد ادریس کاندھلوی
اصح السیر	حکیم عبدالرؤف داناپوری
محسنِ انسانیت ﷺ	نعیم صدیقی
حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ	مُلّا واحدی دہلوی
قصص القرآن	مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی
رسولِ اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی	ڈاکٹر محمد حمید اللہ
اصحابؓ بدر	قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
سیر الصحابہؓ	مولوی شاہ معین الدین احمد ندوی
سیر انصارؓ	مولانا سعید صاحب انصاری
شانِ حبیب الرحمن من آیات القرآن	مولوی مفتی احمد یار خان
صحابیات	نیاز فتح پوری
مسلمانوں کی مائیں	رازق الخیری
حدیثِ دفاع	(سابق) میجر جنرل محمد اکبر خان
تقویمِ تاریخی	عبدالقدوس ہاشمی

اعتذار

کتاب کے دیباچہ میں اگرچہ تالیف ہٰذا کی ترتیب و تدوین میں ہر ممکن احتیاط برتنے اور تحقیق و جستجو کے ضمن میں امکانی حد تک تعمیری و اصلاحی کوششوں کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ پھر بھی اس حقیقت کو بار بار تسلیم کرنے میں احقر کوئی باک محسوس نہیں کرتا کہ حیاتِ رسالتمآبؐ جیسے وسیع، مقدس اور عظیم کام کو مدوّن و مرتّب کرنے کے لئے جس تبحّرِ علمی، تحقیقی عرق ریزی اور حزم و احتیاط کی ضرورت ہے۔ وہ مجھ جیسے ہیچمدان کی دسترس سے باہر رہی ہے۔ تاہم

سپردم بتو مایۂ خویش را　　　　تو دانی حسابِ کم و بیش را

چنانچہ اپنی اپنی علمی و تحقیقی فرو گذاشتوں کی بناء پر قارئین کرام سے ملتجی ہوں کہ خاکسار نے جس طرزِ نَو کی بنیاد رکھ کر اہلِ تحقیق کے لئے فکر و نظر کا سامان مہیا کیا اور جریانِ حقائق کو صلائے عام دی ہے۔ اُس کا تقاضا ہے کہ اربابِ علم و فضل اس میدان میں اپنی اپنی تحقیقاتِ علمی کی جولانیاں دکھائیں۔ اور کتاب کو ہدفِ تنقید و تعریض بنانے کی بجائے اپنے تعمیری اقدامات سے ہر دل میں حُبّ رسولؐ کی شمع روشن کرنے والے اس طریقِ کار کو آگے بڑھانے کی کوشش کریں تاکہ یہ سلسلہ دراز سے دراز عمر ہوتا چلا جائے۔ اور اس سلسلہ کی ہر کڑی

نقّاشِ نقشِ ثانی بہتر کشد ز اوّل

کی مصداق ثابت ہو۔

ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

(مؤلف)



مَیں فرشِ زمیں ہُوں تُو سقفِ سما ہے
مَیں سانسوں کا مہماں تُو موجِ ہوا ہے

شہنشاہِ لولاک و مولائے سدرہ
تُو میرے تخیّل سے بھی ماورا ہے

تری ذات فخرِ بنی نوعِ انساں
تُو صلِّ علیٰ، خیرِ خلقِ خدا ہے

ترا چہرہ ــــ مصحف کا زر کار ورقہ
تُو قرآنِ ناطق نہیں ہے تو کیا ہے؟

طلوعِ سحر کی طرح تیرا رُویا
تُو بدر الدُّجیٰ ہے، تو شمس الضحیٰ ہے

تُو حاشر بھی عاقب بھی شاہِ زمن بھی
ترے گرد سارا جہاں گھومتا ہے

تُو فقر و قناعت کا روشن منارہ
محمدؐ ہے، احمدؐ ہے تُو مصطفےٰؐ ہے

تُو دلجوئی و غم گساری کا پیکر،
تُو خیر البشرؐ اشرف الانبیاؐ ہے

مزّمل، مدّثر ہیں القاب تیرے
تُو یٰسین و طٰہٰ میں طلعت نما ہے

وقارِ سکوت اور حُسنِ تکلّم،
تجھے دینے والے نے کیا کیا دیا ہے

(عبدالعزیز خالد ــــ "فارقلیط")



وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے

(سورۃ الانبیاء - آیت ۱۰۷)



عناوینِ کتاب

فہرست ہذا میں تعداد

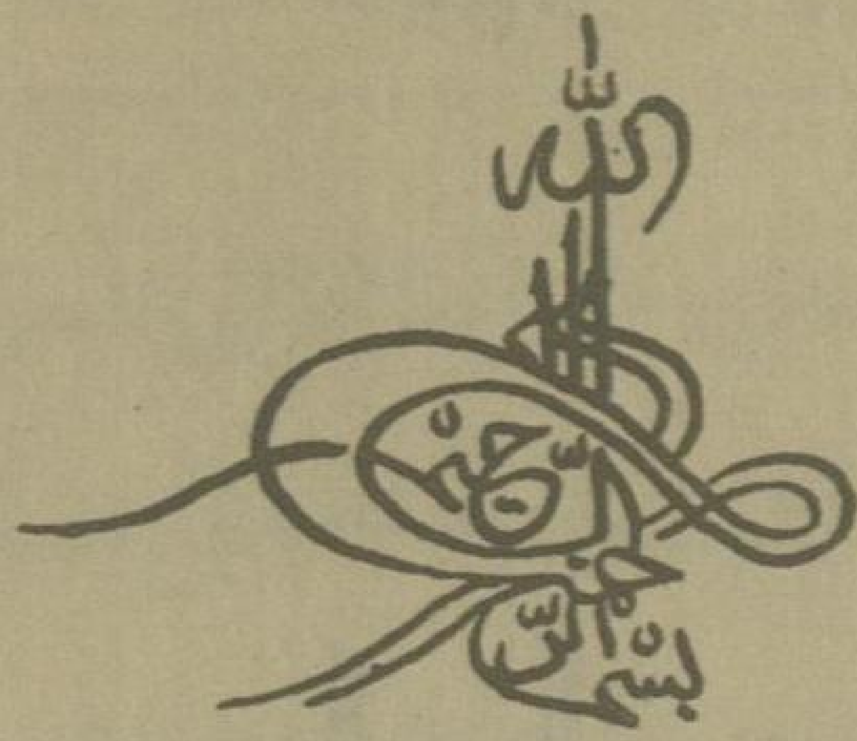
غزوات ———— ۲۸

سرایا ———— ۴۶

ازواج مطہرات ———— ۱۱

اولاد ———— ۴ چار لڑکیاں اور ۳ تین لڑکے

وفود ———— ۲۶



وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ

اور خدا اور اُس کے رسولؐ کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحمت کی جائے

(آلِ عمران۔ آیت ۱۳۲)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہزار بار بشویم دہن زمشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ۔ والسلام علی المرسلین ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ عبدہ ورسولہ محمدن المصطفیٰ امام الانبیاء خاتم النبین وعلیٰ آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین رضوان اللہ علیہم اجمعین ؕ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

میں پھر اپنی ایک عظیم تالیف کے ساتھ آپ کی مجالسِ علمی ومذہبی میں حاضر ہو رہا ہوں ۔ یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم اور آپ جیسے علم دوست حضرات کی قدردانی کا نتیجہ ہے ۔ کہ اس دفعہ پہلے سے بھی زیادہ اعتماد کے ساتھ میں نے آپ تک پہنچنے کی جسارت کی ۔ اور مجھے یقین ہے ۔ کہ اگر آپ نے آئندہ بھی میری ہمت افزائی میں ایسی ہی فراخدلی اور علم پروری کا ثبوت دیا ۔ تو میرا شکر گزار دل بھی آپ کی مجالسِ علمی کے طواف سے کبھی باز نہیں آئے گا ۔ انشاءاللہ !

گزشتہ سال جبکہ میں اپنی پہلی کتاب "آئینۂ حجاز" کی تصنیف میں مصروف تھا ۔ اور اس سلسلہ میں بار بار مجھے کتابوں کی ورق گردانی کرنی پڑتی تھی ۔ تو یہ بات جان کر مجھے الجھن ہوتی کہ حج کی اکثر متداول کتابیں نہ صرف فرضیّتِ حج کے متعلق مستند مواد بلکہ صحیح تاریخ وسن کے ذکر تک سے خالی ہیں ۔ اسی طرح کتنے ہی دیگر سنین معلوم کرنے کے لئے مجھے کافی دقّت کا سامنا کرنا پڑا ۔ میری پہلی تصنیف اگرچہ زیورِ طباعت سے آراستہ ہو کر آپ کے ہاتھوں تک پہنچ گئی ۔ تاہم اہم اسلامی کتب میں تاریخ وسنین کی عدم موجودگی اور اس کی اہمیت سے عدم توجہی میرے دل میں کھٹکتی رہی ۔ حتّٰی کہ "آہ میں اثر ہونے تک" ایک عمر تو نہیں البتہ چند ماہ ضرور گزر گئے ۔

"آئینۂ حجاز" کے بعد "جہانِ ابوالکلام" کی ترتیب کی طرف توجہ دی ۔ اور میں اگرچہ بظاہر مولانا

ابوالکلام آزاد کے چمنستانِ علم و اَدب سے رنگا رنگ پھول چُن چُن کر ایک گلدستہ تیار کرتا رہا۔ پھر بھی میرا دل ادھر سے غافل نہیں رہا۔ چنانچہ "جہانِ ابوالکلام" کی ترتیب سے فارغ ہوتے ہی "حیاتِ رسالتمآبؐ" کی ترتیبِ زمانی میں مشغول ہو گیا۔ اَور شب و روز کی محنتِ شاقہ سے مَیں جو کچھ مختصراً جلیل القدر سیرت نگاروں اَور مشہور و مستند مورّخینِ اسلام کی جامع کاوشوں سے اَخذ کر سکا۔ وہ بفضلِ تعالیٰ اَب کتابی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

آپ اس حقیقت کا اعتراف کریں گے۔ کہ میرے سلسلۂ تالیف کی یہ تیسری کڑی نہ صرف اہم ترین ہے۔ بلکہ عظیم ترین بھی ہے۔ کیونکہ اس کا تعلق حیاتِ سرورِ کونینؐ سے ہے۔ جسے بتوفیق الٰہی احقر نے ایک اَچھوتے انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ اَور یہ خدائے عزّ و جلّ کا بے پایاں فضل و کرم ہے۔ کہ اس نے اتنے مقدّس کام کی تکمیل کے لئے مجھ جیسے کم علم و کم سواد کو حوصلہ بھی بخشا اَور شوق بھی۔ اَور پھر ایسی حالت میں جبکہ مجھے علم ہے۔ کہ مَیں فنِ سیرت نگاری کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ اَور اس ضمن میں جو قواعد و ضوابط اہلِ سیر و تاریخ نے مقرر کئے ہیں۔ وہ بھی ہر لحاظ سے میری علمی حیثیت سے بلند تر ہیں۔ اُس ربِّ علیم و بصیر کی عنایات کریمانہ کا اَور زیادہ احساس ہونے لگتا ہے۔ بہر حال یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم اَور حیاتِ رسولِ مقبولؐ صلعم کا اعجاز ہے۔ کہ ایک حقیر و پست انسان نے پہاڑ جیسی ذمّہ داری کو اُٹھانے کی ہمّت کی۔ اَور بلا شُبہ ؎

عشق کی اِک جست نے طے کر دیے قصّے تمام

ورنہ اس کام کی وُسعت اَور بیکرانی سے کیسے انکار ہو سکتا ہے؟

بلا ریب! جب مَیں نے اس عظیم کام کی تکمیل کا ارادہ کیا۔ تو اُس وقت "حُبِّ رسولؐ" کے علاوہ نہ کوئی میرا رہبر تھا۔ اَور نہ ہی اس ذمّہ داری کو نبھانے کے لئے اِک جذبۂ بے اختیار کے علاوہ کوئی واضح لائحہ عمل میرے سامنے تھا۔ ہاں! ربِّ علیم و خبیر سے یہ دُعا ضرور تھی۔ کہ وہ مجھے اپنی اس خواہش کی تکمیل میں کسی ایسے راستے پر ڈالے۔ جو رہنمائی تو اُسی منزل کی طرف کرتا ہو۔ جہاں لاکھوں شاہراہیں ملتیں اَور آفتابِ رسالتؐ

کا پتہ دیتی ہیں۔ مگر یہ راستہ اپنی طرز اور اٹھان کے لحاظ سے اتنا کشادہ اور سلجھا ہوا ہو۔ کہ آفتاب رسالت ﷺ کو دیکھنے والی پیاسی آنکھیں راستے میں کوئی رکاوٹ محسوس نہ کریں۔ اور اس منزلِ شوق کا ہر راہی اس پر چل کر بآسانی منزل تک پہنچ جائے۔ اور راستے کا ہر نشان اُس کے لیئے اتنا عام فہم ہو۔ کہ تازیست اس کے حافظہ میں ایک روشن نقطہ بن کر جگمگاتا رہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں ہے۔ کہ اُس نے ایک ایسے راستے کی طرف میری رہنمائی فرمائی۔ جو دیکھنے میں اگرچہ نہایت دشوار گزار اور کٹھن تھا۔ تاہم حیاتِ اقدس ﷺ کے اعجاز سے مشکلات و موانعات کی گرہیں خود بخود کھلتی چلی گئیں۔ اور راستے کے پیچ و خم سلجھتے اور نشیب و فراز ہموار ہوتے چلے گئے۔ اس طرح بفضلِ تعالےٰ ایک واضح اور ٹھوس لائحہ عمل مرتب ہو گیا۔

یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ حیاتِ طیبہ ﷺ پر قلم اٹھانے کا کام صدیوں سے جاری ہے جس کے نتیجے میں سیرتِ اقدس ﷺ پر لاتعداد چھوٹی سے چھوٹی اور ضخیم سے ضخیم کتابیں شائع ہو کر مسلمانوں کے قلوب روشن کر چکی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اتنے جامع اور بیش بہا کام کے سامنے میری اس کوشش کی کوئی وقعت نہیں۔ پھر بھی مجھے اُمید ہے کہ اس تالیف کی حُسنِ ترتیب بفضلِ تعالیٰ ہر قاری کے دل کو اپنی طرف ضرور متوجہ کرے گی۔

یہ اللہ تعالےٰ کا احسانِ عظیم ہے۔ کہ اب تک جن جن علماء کرام اور فاضلینِ علم و ادب کی نظروں سے یہ تالیف گزری ہے۔ اُنہوں نے نہایت فراخ دلی سے اس کی ترتیب کی انفرادیت اور افادیت کا اعتراف کیا ہے۔ اور سیرت نگاری کے باب میں اسے ایک دلکش اور اچھوتی کوشش قرار دیا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے آپ انشاء اللہ محسوس کریں گے۔ کہ مَیں نے صرف حیاتِ رسول اللہ صلعم کی ترتیب میں سیرت و تاریخ کی مشہور و مستند کتابوں سے ہی استفادہ کیا ہے۔ اور ان پاک نفس لوگوں کی پُرخلوص مساعی سے اپنی علمی بساط کے مطابق کافی خوشہ چینی کی ہے۔ پھر بھی مجھے اس حقیقت کا اعتراف ہے۔ کہ ان علمی خزینوں سے جی بھر کے موتی سمیٹنے کے باوجود

"ابھی اس بحر میں باقی ہیں لاکھوں لولوئے لالا"

حقیقت یہ ہے۔ کہ حیاتِ رسولِ کریم صلعم کا ایک ایک دقیقہ بلکہ عشرِ دقیقہ بیش قیمت اور نایاب موتیوں کا ایک ایسا گنجینہ ہے۔ جن کو ایک نظر دیکھنے سے قلب و نگاہ کی سیرابی کا علاج تو کیا جا سکتا ہے۔ مگر ان کی صحیح تعداد کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ حیاتِ پیغمبرِ خاتم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بحرِ بے پایاں کے ہر قطرہ میں "دجلہ" اور واقعاتِ عظیمہ کے ایک ایک جزو میں "کُل" کی کیفیت ایسے موجزن ہے جیسے پھولوں میں خوشبو، چاند میں نور اور سورج کی تابانی میں لاتعداد کرنوں کا اجتماعِ عظیم —— بہرحال جتنے کچھ موتی میں اپنے دامن میں سمیٹ سکا ہوں۔ وہ حاضر ہیں۔ اور جو کچھ حالات و واقعات میں نے اخذ کر کے اپنی اس تالیف کو مکمل کیا۔ وہ انشاء اللہ ہر اختلاف سے صاف اور تقریباً سب سیرت نگاروں کا ان پر اتفاق ہے البتہ تاریخ و سنین کے تعین میں قاضی سلمان منصور پوری کی تالیف "رحمۃ للعالمین" سے میں نے کافی استفادہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ سیرۃ النبیؐ، اصح السیر اور سیرۃ المصطفویؐ جیسی مستند کتب سیر کو بھی پیش نظر رکھا اور اختلاف کی صورت میں ان کے مجموعی بیان سے صحیح رائے قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔

آخر میں اللہ تبارک و تعالیٰ سے عاجزانہ دعا ہے۔ کہ وہ میری اس ناچیز محنت و عمل کو قبول فرمائے۔ اور جو کچھ علمی کوتاہیاں اور تاریخی غلطیاں بتقاضائے بشری مجھ سے سرزد ہو گئی ہیں۔ انہیں معاف فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی رحمتوں کے سائے میں لے۔ اور ہمارے قلوب ایمان باللہ اور عشقِ رسولؐ کے نور سے منور فرما دے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط

العاصی

محمد شریف

۷۔ اے کوہ نور شوگر ملز کالونی۔ جوہر آباد

(۳۱ مارچ ۱۹۷۱ء)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

رسالتمآبؐ

حضرت

محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے ظہورِ قدسی

کا

↓

ملک ——— عرب

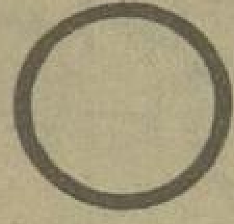
شہر ——— مکہ معظمہ

قبیلہ ——— قریش

خاندان ——— ہاشمی

تاریخ کی

روشنی میں



عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا
جہاں سے الگ اِک جزیرہ نُما تھا
زمانہ سے پیوند جس کا جُدا تھا
نہ کِشورستاں تھا نہ کِشور کُشا تھا

تمدّن کا اس پر پڑا تھا نہ سایہ
ترقّی کا تھا واں قدم تک نہ آیا

زمین سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں
لوؤں کی لپٹ بادِ صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں
کھجوروں کے جُھنڈ اور خارِ مُغیلاں

نہ کھیتوں میں غلّہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کُل کائنات اس کی یہ تھی

کہیں آگ پُجتی تھی واں بے محابا
کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا
بُتوں کا عمل سُو بسُو جا بجا تھا

کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

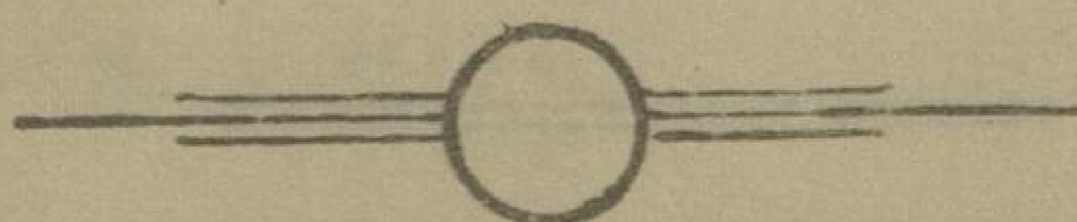
قبیلے قبیلے کا بُت اِک جُدا تھا
کسی کا ہُبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عُزّا پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اِک خُدا تھا

نہاں اَبرِ ظُلمت میں تھا مہرِ انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

جُوا اُن کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب اُن کی گھُٹّی میں گویا پڑی تھی
تعیّش تھا، غفلت تھی، دیوانگی تھی
غرض ہر طرح اُن کی حالت بُری تھی

بہت اس طرح ان کو گزری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہُوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

(حالیؔ)



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

خداوندِ عالم کے آخری نبیؐ اور سلسلۂ قدسی کے دُرِّ شہوار حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حیاتِ اقدس کے تفصیلی بیان سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس مُلک، مقام اور خاندان کی اہمیت پر تاریخی روشنی ڈالی جائے۔ جہاں سلسلۂ نبوّت و رسالت کے آخری تاجدارؐ پیدا ہوئے۔ اور قیامت تک کے لئے دُنیا میں رُشد و ہدایت کی روشنی پھیلا گئے۔ کہ بھٹکی ہوئی انسانیّت نے راہِ فلاح پائی۔ اور صدیوں سے راہ گُم کردہ انسان نے اپنی راہِ حیات متعیّن کی۔

مُلک عرب لفظ اعراب سے مشتق ہے جس کے معانی زبان آوری اور اظہارِ مافی الضمیر کے ہیں۔ عرب کی قوم چونکہ فصیح اللسان تھی۔ اس لئے اس نے اپنا نام عرب پسند کیا۔ اور باقی دُنیا کو "عجم" یعنی بے زبان کے نام سے پُکارا۔

اہلِ جغرافیہ کے نزدیک عرب کا پہلا نام "عربۃ" تھا۔ جو بعد میں عرب بولا جانے لگا۔ اور اس کے بعد ملک کا نام خُود قوم کا نام قرار پایا۔ قُرآنِ حکیم نے حضرت اسمٰعیلؑ کی سکُونت کے ذکر میں "وادِ غیرِ ذِی ذرعٍ" یعنی "وادیٔ ناقابلِ کاشت" اس کو کہا ہے۔ اکثر لوگ اس نام کو عرب کی حالتِ طبعی کا بیان سمجھتے ہیں۔ چونکہ اُس زمانہ میں اس غیر آباد ملک کا کوئی نام نہ تھا، اس لئے لفظ "غیر آباد مُلک" اس کا نام پڑ گیا۔

لفظ عرب سب سے پہلے ۱۰۰۰ قبل مسیح حضرت سلیمانؑ کے عہد میں سُننے میں آتا ہے اور اس کے بعد عام طور پر اس کا استعمال عبرانی، یُونانی اور رُومانی تاریخوں میں نظر آتا ہے۔ بہرحال اسلام سے پہلے ہی یہ لفظ پُورے مُلک کو جو یمن سے شام تک پھیلا ہوا ہے۔ محیط تھا۔ عرب کا ملک اس وُسعت کے باوجُود زیادہ تر بے آب وگیاہ، شور اور ریگستان

ہے۔ تمام ملک میں پہاڑوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ جا بجا بے آب وگیاہ صحرا ہیں۔ حقیقی دریا کا وجود نہیں۔ عموماً پہاڑوں کے چشموں، وادیوں کے تالابوں اور میدانوں کے کنوؤں پر گزر ہے۔ آب وہوا کے لحاظ سے یہ نہایت گرم ہے۔ میدانوں میں جب بادِ سموم چلتی ہے۔ تو کوسوں تک زندگی دشوار ہو جاتی ہے۔ اور جب کبھی ہوا کے دوش پر ریگ کا طوفان اُٹھتا ہے۔ تو پورا قافلے کا قافلہ اور آبادی کی آبادی ریگ کے ڈھیر کے نیچے دب جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ملک عرب میں موسم وہوا کے کسی واقف کار اور آبادی وصحرا کے کسی رہنما کے بغیر سفر نہایت خطرناک ہے۔

عرب کی پیداوار زیادہ تر کھجور، سیب اور ہر قسم کے فواکہ ہیں۔ اقوام قدیمہ میں عرب کی شہرت اس کے طلائی ونقرئی معادن اور خوشبودار اشیاء کی جائے پیدائش ہونے کی بنا پر تھی۔ عمان اور بحرین کے سواحل موتیوں کی کانیں ہیں۔ جہاں ہر سال ہزاروں غوّاص موتی نکالنے میں مشغول رہتے ہیں۔ حیوانات کے لحاظ سے عرب بہترین ملک ہے۔ دنیا بھر میں عرب کے گھوڑے خوبصورتی اور بادرفتاری میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ اونٹ عرب کی خاص چیز اور ایک عرب کی زندگی کا حقیقی رفیق ہے۔ ان کے علاوہ ہرن، شیر اور دیگر حیوانات بھی عرب میں بکثرت پائے جاتے ہیں۔

عرب جغرافیہ نویسوں نے ملک کو اس کے حدودِ طبعی کی بنا پر تقسیم کیا ہے۔ عربِ عراق اور عربِ شام کو چھوڑ کر باقی ملک حسب ذیل چار صوبوں پر منقسم ہے۔ یعنی:۔

نجد۔ یمن۔ عروض اور حجاز

نجد وسطِ عرب میں ایک سرسبز و شاداب اور بلند و فراز قطعۂ ملک ہے۔ سطحِ آب سے ۱۲۰۰ میٹر بلند اور تین اطراف سے بے آب وگیاہ صحراؤں پر محیط ہے۔ اور اسی لئے وہ اجنبی اثر و اقتدار اور بیرونی آمد و رفت سے محفوظ ہے۔ اس کے شمال میں صحرائے دینا اور جنوب میں صوبہ یمامہ ہے۔

نجد عرب کے مشہور قبیلہ بکر بن وائل کا مسکن تھا۔ کلیب جس سے بڑھ کر عرب جاہلیت

کے نزدیک کوئی معزز نہیں ہوا۔ اسی قبیلہ کا سردار تھا جس کے قتل کے بعد انتقام کے لئے بکر اور تغلب میں چالیس سال تک خونریز جنگ جاری رہی یہیں کندہ کے نام سے ایک چھوٹی سی عربی حکومت قائم ہوئی۔ جو ملوکِ حیرہ کی ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھی۔

عربی زبان کو آب و ہوا سے عجیب و غریب مناسبت ہے۔ کلیب کا حقیقی بھائی مہلہل جو عربی شاعری کا آدم کہلاتا ہے۔ اسی نجد کی خاک سے پیدا ہوا تھا۔ امراء القیس جو عرب کا ملک الشعراء تھا۔ اسی نجد کی حکومت کندہ کا آخری شہزادہ تھا۔

نجد۔ عہدِ قدیم سے قبائل عدنانیہ کا مسکن تھا۔ آخری عہد میں کہلانی قبیلہ کی مشہور و معروف شاخ طے، آجاد سلمیٰ کی پہاڑیوں میں آباد ہوگئی تھی۔ چھٹی صدی عیسوی میں جو ظہورِ اسلام کا زمانہ ہے۔ نجد میں غطفان کا قبیلہ بستا تھا۔

نجد کے پھول، گھوڑے اور اونٹ مشہور ہیں۔ ہر قسم کے میوے یہاں کثرت سے پیدا ہوتے ہیں۔ وادیوں اور پہاڑوں کے دامن میں زراعت بھی ہوتی ہے۔

یمن عرب کا سب سے زیادہ سرسبز و شاداب، وسیع اور متمدن صوبہ ہے۔ یہ اسلام سے پہلے اور بعد علم کا مرکز رہا ہے۔ یمن کی حدودِ حکومت اگرچہ مختلف زمانوں میں مختلف رہی ہیں۔ تاہم اس کے طبعی حدود یہ ہیں۔ جنوب میں بحرِ عرب، مغرب میں بحرِ احمر، شمال میں حجاز، نجد اور یمامہ اور مشرق میں عمان و بحرین۔ اس سرزمین کے مختلف اقطاع ہیں۔ وقتاً فوقتاً یہاں عمالیق، اہلِ معین، عاد، سبا اور حمیر نے عظیم الشان سلطنتیں اور بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کیں۔ جن کی عظمت کے آثار اب تک باقی ہیں۔ زراعت کی ترقی کے لئے بڑے بڑے بند باندھے گئے۔ جن میں سب سے زیادہ مشہور "سدِ مآرب" ہے۔ جس کا ذکر قرآنِ حکیم میں بھی ہے۔

یمن کی بڑی بڑی قسمیں حضرموت، احقاف، صنعاء، نجران اور عسیر ہیں۔ جن کی مشرقی اور جنوبی حدود حجاز کے سواحل بحرِ احمر پر واقع ہیں۔

(ا) حضرموت:۔ ساحلِ بحرِ ہند پر واقع ہے۔ اس کے شمال میں بحرِ ہند، جنوب

میں الرّبع الخالی اَور الاحقاف اَور مغرب میں صنعار ہے۔ حضر موت ایک قدیم آبادی ہے۔ قحطان یا یقطان جو یمن کا پدرِ اوّل تھا۔ اس کے بارہ[12] بیٹوں میں سے ایک کا نام توراۃ میں حضر ماؤت مذکور ہے۔ اس بنا پر اہلِ تاریخ کا خیال ہے۔ کہ یہ قطعۂ ملک اپنے باشندۂ اوّل حضر ماؤت ابن قحطان کے نام سے منسوب ہے۔ عاد و ثمود کے قبائل کا اصلی مسکن بھی یہی تھا۔

(ب) بلاد الاحقاف: ۔ یمامہ، عمّان، بحرین، حضر موت اَور مغربی یمن کے بیچ میں جو صحرائے اعظم ربع خالی کے نام سے واقع ہے۔ بلاد الاحقاف کہلاتا ہے۔ گو وہ آبادی کے قابل نہیں۔ لیکن اس کے اطراف میں کہیں کہیں آبادی کے لائق تھوڑی تھوڑی زمین ہے۔ خصوصًا اس حصّہ میں جو حضر موت سے نجران تک پھیلا ہُوا ہے۔ عہدِ قدیم میں اسی کے درمیانی حصّہ میں عادِ ارم کا مشہور قبیلہ آباد تھا جس کو خدا نے اس کی نافرمانی کی پاداش میں نیست و نابُود کر دیا تھا۔

(ج) صنعائے یمن: ۔ مُلکِ یمن کا قلب اَور یمن کے قدیم تمدّن کی تماشہ گاہ درحقیقت یہی قطعۂ زمین ہے۔ یہ بحرِ ہند اَور بحرِ احمر کے سواحل پر عرب کے شمال مغربی گوشہ میں واقع ہے۔ معین، سبا اَور حمیر کی عظیم الشّان سلطنتیں اسی قطعۂ زمین پر قائم ہُوئی تھیں۔ سدِّ مآرب یا سدِّ ارم اسی کی وادیوں میں تعمیر ہُوا تھا۔ ملکہ سبا اسی سرزمین کی شہزادی تھی۔ صنعار جو اَب یمن کا پایۂ تخت ہے۔ قدیم شہر اوزالِ کے پاس اسلام سے ایک مدّت پہلے آباد ہوا تھا۔ یمن کی نباتات میں قہوہ خصُوصیّت سے مشہور ہے۔

(د) نجران: ۔ بلادِ احقاف اَور عسیر کے درمیان ایک مختصر سی آبادی تھی۔ عہدِ قدیم میں یہاں بنو اسمٰعیلؑ میں سے بجیلہ بن نزار آباد ہُوا تھا۔ اسلام سے کچھ پہلے یہاں رُوم و حبش کی کوششوں سے عیسائیت پھیل گئی تھی۔ نجران میں ایک شاندار کلیسا بھی تعمیر ہُوا تھا۔ جو عربوں میں کعبۂ نجران کے نام سے مشہور تھا۔

(س) عسیر: ۔ بحرِ احمر کے ساحل پر حجاز اَور صنعار کے مابین واقع ہے۔

عُروض

یہ وہ قطعۂ ملک ہے۔ جو مشرقی نجد اَور حدُودِ عراق سے سواحلِ فارس تک پھیلا ہُوا ہے۔ اس صُوبہ میں یمامہ، بحرین اَور عمّان تین اقطاع ہیں۔ بحرین اَور عمّان ساحلِ بحرِ فارس پر واقع ہیں۔ یہ قطعۂ ملک بحرین اَور عمّان کے اُدھر نجد، حجاز اَور یمن کے وسط میں واقع ہے۔

(ا) یمامہ:۔ یمامہ کے حدُودِ اَربعہ یہ ہیں:۔

مشرق میں عمّان اَور بحرین، مغرب میں حجاز اَور بعض حصّۂ یمن، جنوب میں الرّبع الخالی اَور شمال میں نجد۔ یمامہ کا وہ حصّہ جو نجد سے متّصل ہے۔ آباد و سر سبز ہے۔ زمانۂ قدیم میں یمامہ قبائل طسم اَور جدیس کا مسکن تھا۔ ان قبائل کے عہد میں حجر یا قریہ یمامہ کا مشہور شہر تھا۔ یمامہ میں طسم اَور جدیس کی بعض عمارات اَور قلعوں کے آثار زمانۂ اسلام تک باقی تھے۔ شہر حجر جس کا نام القریہ ہے۔ اِن قبائل کی حکومتوں کا صدر مقام تھا۔ زرقاء جس کی نسبت مشہور ہے۔ کہ وہ اتنی تیز نگاہ تھی۔ کہ دشمن کی فوج کو تین دنوں کی مسافت سے دیکھ سکتی تھی۔ اسی یمامہ کی رہنے والی تھی۔ مشہور قبیلہ ربیعہ کی بعض شاخیں عہدِ قدیم سے یہاں آباد تھیں۔ ابنِ خلدون کے نزدیک بنو عجل کی آبادی بھی یہیں تھی۔

(ب) بحرین:۔ اس کا دُوسرا نام الاحساء ہے۔ یہ ایک ساحلی مقام ہے۔ اس کے اُوپر عراق اَور نیچے عمّان ہے۔ اس کے مغربی پہلُو پر یمامہ اَور مشرقی جانب خلیج فارس واقع ہے۔ بحرین موتیوں کے لئے مشہور ہے۔ اس کے جزائر اَور سواحل موتیوں کے معادن ہیں۔ جہاں ہر سال ہزاروں کشتیاں اَور غوّاص موتی نکالنے میں مشغول رہتے ہیں۔ قبیلہ جدیس جو طسم کو مٹا کر حکمران ہوا تھا۔ غسّان شاہِ یمن کے حملوں سے بھاگ کر یہاں ہی آباد ہُوا تھا۔ اَزاں بعد قبیلہ عبد القیس کا مسکن بنا۔ جو عدنانی قبائل میں سے تھا۔ ربیعہ کی بعض شاخیں بھی یہاں آباد تھیں۔ طُرفہ جو عرب کا ایک مشہور شاعر تھا۔ آلِ منذر کی ایماء پر یہیں قتل ہُوا تھا۔

(ج) عمّان:۔ بحرین کے بعد ساحلِ فارس سے ہٹ کر بحرِ عمّان کے ساحل پر واقع

ہے۔ مشرق کی جانب بحرِ عمّان، مغرب کو الرّبع الخالی، جانب جنوب بحرین اور جانبِ شمال یمن۔ ساحلی مقامات نہایت سرسبز و آباد ہیں۔ یہاں کے سب سے بڑے پہاڑ کا نام جبلِ اخضر ہے۔ جس کی بلندی تین ہزار میٹر تک ہے۔ عمّان کے پہاڑ معدنیات سے اور اُس کے دریا موتیوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ عمّان کی وادیوں میں غلّہ، فواکہ اور خوشبودار لکڑی کی بہتات ہے۔ اس کے علاوہ یہاں کے گھوڑے، بکریاں اور گائیں بھی مشہور ہیں۔

مؤرخین کا خیال ہے۔ کہ عمّان —— عمّان بن قحطان کی طرف منسوب ہے۔ لیکن توراۃ کی روایت کے مطابق یہ عمّان بن لُوط کی طرف منسوب ہونا چاہیئے۔ قبیلہ ازد جس کو اسد بھی کہتے ہیں۔ قبلِ اسلام اس کی ایک شاخ یہاں آباد تھی۔ آجکل یہ مُلک ایک مستقل ریاست ہے۔ جس کا پایۂ تخت مسقط اور رقبہ کم از کم ۸۰ ہزار مربع میل اندازہ کیا جاتا ہے۔

حجاز بحرِ احمر کے ساحل پر ایک مستطیل صُوبہ ہے۔ اس حصّہ کو تہامہ اور نجد کے درمیان ایک حاجز اور پردہ ہونے کی بنا پر حجاز کہا جاتا ہے۔ توراۃ میں اس کا نام فاران بتلایا گیا ہے۔ اور اسی قطعہ زمین سے تجلّیٔ ربانی کے ظہور کی بشارت دی گئی تھی۔ اس کے مشرقی جانب نجد، مغربی جانب بحرِ احمر شمال میں عربِ شام یا عرب الحجر جنُوب میں عسیر اور شمالاً جنوباً کوہِ سرات کا سلسلہ پھیلا ہُوا ہے۔ جس کی بلند ترین چوٹی آٹھ ہزار فٹ ہے۔ سلسلۂ کوہ میں بہت سے چشمے جاری ہیں۔ جہاں گاؤں آباد ہیں۔ باغ لگے ہیں۔ اور کھیتی باڑی ہوتی ہے کہیں کہیں جنگل ہیں۔ دامنِ کوہ سرسبز ہے۔ اور وہاں بھی آبادی ہے۔ لیکن زیادہ سرسبز اور آباد حصّہ وہ ہے۔ جو بحرِ احمر کے ساحل پر واقع ہے۔ اِن مقامات کے علاوہ تمام حصّہ ریگستان ہے۔ جہاں کسی قسم کی زراعت نہیں ہوسکتی۔

حجاز کا سب سے بڑا ساحلی شہر جدّہ ہے۔ جو مکّہ معظّمہ کی بندرگاہ ہے اس کے بعد دوسرا ساحلی مقام ینبع ہے۔ جو مدینہ منوّرہ کی بندرگاہ ہے۔ اندرون ملک بڑے بڑے

شہر مکّہ معظّمہ، مدینہ منوّرہ اور طائف ہیں۔ (مدینہ منوّرہ اور طائف کا ذکر کتاب میں مناسب مقام پر کیا جائے گا)

مکّہ معظّمہ:۔ مکّہ یا بکّہ جس کا تیسرا نام اُمّ القُریٰ ہے۔ حجاز کا دارالحکومت تھا۔ یہ شہر حضرت ابراہیمؑ کی بناء، حضرت اسمٰعیلؑ کی ہجرت گاہ اور نبیٔ آخرالزماں صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا مولد ہے۔ شہر عرض البلد ۲۱ درجہ ۳۸ دقیقہ اور طول بلد ۴۰ درجہ ۹ دقیقہ پر واقع ہے۔ اور تقریباً ۳۳۰ میٹر سطح آب سے بلند ہے۔ چاروں طرف پہاڑوں نے قدرتی دیواریں کھینچ دی ہیں۔

مکّہ معظّمہ حضرت مسیح سے ڈھائی ہزار برس پہلے کاروانِ تجارت کی محض ایک منزل گاہ تھا۔ اور یہاں کسی قسم کی آبادی نہیں تھی۔ تقریباً دو ہزار قبل مسیح حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فرزندِ عزیز حضرت اسمٰعیلؑ کو یہاں آباد کیا۔ یہ پہلی آبادی تھی۔ جس نے اس بے آب و گیاہ وادی کو رونق بخشی اور قیامت تک اہلِ اسلام کے لئے ایک مرکزی حیثیت حاصل کی۔ اس آبادی کی تفصیل میں مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ واقعہ نمرود اور اپنی قوم کی شرک و بت پرستی سے دِل برداشتہ ہوکر حضرت ابراہیمؑ اپنے والد آذر، دیگر اہلِ خاندان اور اپنے مومنین کو ہمراہ لے کر بابل سے ہجرت کر کے حران چلے گئے۔ حران کے متعلق مؤرخین کی رائے ہے۔ کہ صفحۂ ارضی پر یہی وہ پہلا شہر ہے۔ جو طوفانِ نوحؑ کے بعد آباد کیا گیا۔ یہاں پہنچ کر آپؑ نے حضرت سارہ سے نکاح کیا۔ پچھتّر برس کی عُمر میں اللہ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ حران سے کنعان چلے گئے۔ اور پھر تھوڑے دنوں کے بعد آپؑ بیت المقدّس سے مصر تشریف لے گئے۔

مصر میں حضرت ابراہیمؑ کی حیثیت اگرچہ اجنبی کی تھی۔ مگر سارہ کا حُسن و جمال اس کی غمّازی کر گیا۔ اور بات رفتہ رفتہ فرعونِ مصر تک پہنچ گئی۔ اُس نے حضرت سارہ کو محل میں طلب کیا۔ مگر حضرت سارہ کو چھونے سے پہلے ہی پتّھر کی طرح ہوگیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے مرگی کا دورہ پڑنا شروع ہوگیا۔ بہرحال اُس نے اپنے ارادہ سے توبہ کی۔ اور اپنی بیٹی ہاجرہ کو حضرت ابراہیمؑ کی خدمت میں پیش کیا۔ توراۃ کا ایک مصنّف تکوین (۱۰۱۴)

کی تفسیر میں لکھتا ہے:۔

"ہاجرہ فرعون کی بیٹی تھی۔ فرعون نے جب سارہ کی کرامات دیکھی۔ تو کہا کہ اس کے گھر میں (میری بیٹی کا) لونڈی بن کر رہنا دُوسرے کے گھر میں بی بی بن کر رہنے سے بہتر ہے۔"

حضرت ہاجرہ کا عبرانی نام "ہاغار" ہے۔ آپ رقیون شاہِ مصر کی بیٹی تھیں۔ رقیون شہر بابل کا رہنے والا تھا۔ جو افلاس و تنگدستی کے ہاتھوں مجبور ہو کر بابل سے مصر آیا تھا۔ یہاں اپنی دانشمندی اور ذاتی قابلیت سے ارکین سلطنت میں شامل ہو گیا۔ پھر رفتہ رفتہ مصر کا بادشاہ بن بیٹھا۔ اور فرعون کا لقب اختیار کیا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت ابراہیمؑ مصر سے ہجرت کر کے کنعان چلے آئے۔ اور مقامِ حبرون میں قیام کیا۔ مصر سے ہجرت کے دسویں سال سارہ نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنی خوشی سے ہاجرہ سے نکاح کی اجازت دے دی۔

سارہ حضرت ابراہیمؑ کی پہلی بیوی تھیں۔ مگر ان سے کوئی اولاد نہ تھی حضرت ابراہیمؑ نے فرزند کے لئے خدا سے دُعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے دُعا قبول فرمائی۔ ہاجرہ حاملہ ہوئیں۔ سارہ کو یہ دیکھ کر رشک ہوا۔ اور ہاجرہ کو ستانے لگیں۔ ہاجرہ نے گھر چھوڑ کر کہیں اور جانے کا ارادہ کیا۔ وہ ایک چشمہ تک جو شور کے راہ میں واقع ہے۔ آ کر ٹھہر گئیں۔ اس وقت ایک فرشتہ نے ہاجرہ کے سامنے آ کر کہا۔

"ہاجرہ اپنی بی بی کے گھر واپس جا۔ میں تیری نسل کو اتنا بڑھاؤں گا۔ کہ وہ کثرت سے گِنی نہ جائے گی۔ تو حاملہ ہے۔ تُو ایک بیٹا جنے گی۔ تو اس کا نام اسمٰعیلؑ رکھنا۔ کہ خدا نے تیرا دُکھ سُنا۔ وہ ایک وحشی (بدوی) آدمی ہو گا۔ اس کا ہاتھ سب کے خلاف اور سب کا ہاتھ اس کے خلاف ہو گا۔ وہ اپنے سب بھائیوں کے سامنے سکونت کرے گا۔"

(تکوین)

یہ مقام جہاں کنواں واقع تھا۔ قادش اور بیر کے درمیان ہے۔ ہاجرہ نے اس کنوئیں کا نام "زندہ نظر آنے والا کنواں" رکھا۔ گھر واپس آکر ہاجرہ کے ہاں بیٹا ہوا۔ اور حسب تعلیم الٰہی اس کا نام اسمٰعیلؑ رکھا۔ اس وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر چھیاسی ۸۶ سال تھی۔ اسمٰعیلؑ عبرانی میں "شماع ایل" ہے۔ شماع (سماع) سننا اور "ایل" (اللہ) لفظی مطلب خدا کا سننا ہے۔ خدا نے چونکہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور ہاجرہ کی فریاد سنی۔ اس لئے بچے کا نام "شماعیل" پڑا۔ ننانوے برس کی عمر میں حضرت ابراہیمؑ کو سارہ کے بطن سے بھی ایک فرزند کے تولّد کی بشارت ملی۔ لیکن حضرت ابراہیمؑ کو اس سے کوئی خوشی نہ ہوئی۔ اس خوشخبری کے جواب میں آپ نے خدا سے دعا کی۔

"اے کاش اسمٰعیلؑ تیرے حضور زندہ رہے۔" (تکوین ۱۸-۱۸)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

"اسمٰعیلؑ کے حق میں۔ میں نے تیری سنی۔ دیکھ میں اسے برکت دوں گا۔ اور اسے برومند کروں گا۔ اور اس کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور اس سے بارہ ۱۲ سردار پیدا ہوں گے۔ اور میں اس کو بڑی قوم بناؤں گا۔"

حضرت اسمٰعیلؑ جب تیرہ ۱۳ برس کے ہوئے۔ تو باپ نے ان کا ختنہ کیا۔ اسی سال حضرت اسحاقؑ پیدا ہوئے۔ آٹھویں دن ان کا ختنہ ہوا۔ حضرت اسحاقؑ جب کچھ بڑے ہوئے تو سارہ نے اس ڈر سے کہ باپ کی جائیداد کا اسمٰعیلؑ بھی وارث نہ ہو۔ حضرت ابراہیمؑ کو مجبور کیا۔ کہ وہ اسمٰعیلؑ اور ہاجرہ کو علیحدہ کر دیں۔ حضرت ابراہیمؑ کو اس بات کا نہایت رنج ہوا۔ لیکن خدا نے فرمایا:۔

"ابراہیمؑ غم نہ کر، سارہ کی بات مان لے۔ تیری نسل اسحاقؑ سے کہی جائے گی۔ تیرے بیٹے خادمہ زادہ کو بھی میں ایک قوم بناؤں گا۔ کہ یہ بھی تیری ہی نسل ہے۔" (تکوین ۲۱-۱۲)

تورات سفر پیدائش باب ۱۲ کے مطابق:۔

"تب ابراہیمؑ نے صبح سویرے اُٹھ کر، روٹی اور پانی کی ایک مشک لی۔ اور ہاجرہ کو اس کے کاندھے پر دھر کے دی۔ اور اُس لڑکے کو بھی رخصت کر دیا۔ وہ روانہ ہوئی۔ بیر سبع کے بیابان میں بھٹکتی پھرتی تھی۔ اور جب مشک کا پانی چُک گیا۔ تب اُس نے اس لڑکے کو جھاڑی کے نیچے ڈال دیا۔ اور آپ اُس کے سامنے تیر کے ٹپّے پر دُور جا کر بیٹھی۔ کیونکہ اُس نے کہا۔ کہ میں لڑکے کا مرنا نہ دیکھوں۔ سو وہ سامنے بیٹھی اور چلّا چلّا کر روئی۔ تب خدا نے اُس لڑکے کی آواز سُنی۔ اور خدا کے فرشتے نے آسمان سے ہاجرہ کو پکارا۔ اور اُس سے کہا۔ کہ اے ہاجرہ تجھ کو کیا ہوا۔ مت ڈر، کہ اس لڑکے کی آواز جہاں وہ پڑا ہے۔ خدا نے سُنی۔ اُٹھ اور لڑکے کو اُٹھا۔ اور اسے اپنے ہاتھ سے سنبھال کہ میں اس کو ایک بڑی قوم بناؤنگا۔ پھر خدا نے اس کی آنکھیں کھولیں اور اس نے پانی کا ایک کنوآں دیکھا۔ اور جا کر مشک کو پانی سے بھر لیا۔ اور لڑکے کو پلایا۔ اور خدا اس لڑکے کے ساتھ تھا۔ اور وہ بڑھا۔ اور بیابان میں رہا۔ اور تیر انداز ہو گیا۔ اور وہ فاران کے پہاڑ میں رہا۔ اور اس کی ماں نے ملکِ مصر سے ایک عورت بیاہنے کو لی۔"

مندرجہ بالا حوالہ سے پتہ چلتا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ اُس وقت دُودھ پیتے بچّے تھے۔ اس ضمن میں اکثر مؤرخین نے یہ وضاحت کی ہے۔ کہ سارہ کے مطالبہ سے مجبور ہو کر حضرت ابراہیمؑ ہاجرہ اور حضرت اسمٰعیلؑ کو ایک خچّر پر سوار کر کے اور تھوڑا سا زادِ سفر لے کر وہاں سے چل دیئے۔ اور چلتے چلتے اس جگہ تشریف لائے۔ جہاں آجکل مکّہ معظّمہ آباد ہے۔ آپؑ نے اپنی بیوی اور دُودھ پیتے بچّے کو اس وادیٔ بے آب وگیاہ میں کچھ کھانے پینے کا سامان دے کر اللہ کے سپرد کیا۔ اور خود جب واپسی کا قصد کیا۔ تو ہاجرہ نے حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا:۔

"آپ کو کس نے یہ حکم دیا۔ کہ آپ ہم کو ایسی زمین میں چھوڑے جائیں۔ جہاں

درخت ہے نہ پانی"۔

حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا "میرے رب نے یہ حکم دیا ہے"۔

یہ سن کر ہاجرہ نے کہا "تو بے شک وہ ہم کو ضائع نہیں کرے گا"۔

اس کے بعد حضرت اسمٰعیلؑ کی پُرامن سکونت اور فراہمیٔ رزق کے لیے درگاہِ رب العزت میں دُعا مانگ کر حضرت ابراہیمؑ رخصت ہو گئے۔ دو چار دن تک تو پانی نے دونوں کی کفالت کی۔ مگر پھر ختم ہو گیا۔ حضرت اسمٰعیلؑ پیاس کی شدت سے بلکنے لگے۔ حضرت ہاجرہ کے لیے یہ لمحات بڑے دردانگیز اور پریشان کُن تھے۔ حضرت ہاجرہ دوڑ کر کبھی ایک پہاڑی پر چڑھ کر دُور دُور تک نگاہ دَوڑاتیں۔ اور پھر اس ڈر سے کہ کوئی جانور حضرت اسمٰعیلؑ کو اُٹھا کر نہ لے جائے۔ پہاڑی سے دوڑ کر اُتر آتیں۔ پھر پانی کی تلاش میں دُوسری پہاڑی پر چڑھ جاتیں۔ اس پریشانی کے عالم میں حضرت ہاجرہ نے صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے مابین سات چکّر لگائے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت اسمٰعیلؑ کے قدموں کے نیچے سے پانی کا چشمہ جاری فرما دیا۔ جسے "زم زم" کہہ کر ایک بینڈھ کے ذریعہ حضرت ہاجرہ نے آس پاس پھیلنے سے روک دیا۔ اور پھر اسی چشمہ کے کنارے دونوں ماں بیٹا رہنے لگے۔

مگر جیسا کہ گذشتہ سطور میں یہ لکھا جا چکا ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی پیدائش کے وقت حضرت ابراہیمؑ چھیاسی (۸۶) سال کے تھے۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ختنے کے وقت حضرت ابراہیمؑ کی عمر ننانوے سال تھی۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی تیرہ (۱۳) سال۔ ظاہر ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کو گھر سے نکالنے کا واقعہ ختنہ کے بعد کا ہوگا۔ اس لیے ان کی عمر یقیناً تیرہ (۱۳) سال سے زیادہ تھی۔ اور اس عمر میں نہ تھے۔ کہ ماں اُن کو کاندھے پر اُٹھائے پھرتی۔ اس تفصیل کا مقصد یہ ہے۔ کہ حضرت اسمٰعیلؑ کی عمر اُس وقت اتنی ہو چکی تھی۔ کہ حضرت ابراہیمؑ اِن کو اور ان کی والدہ کو اصلی مقامِ سکونت سے کسی دُور مقام پر لا کر آباد کر سکتے تھے (واللہ اعلم)۔ بہرحال حضرت اسمٰعیلؑ کی یہ آبادی مکّہ معظمہ میں تھی۔ اور یہیں ایک پہاڑی کوہ مروہ پر آپ کی قربانی کا واقعہ پیش آیا۔

سارہ کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم ؑ مکّہ چلے آئے۔ حضرت اسمٰعیل ؑ اس وقت جوان ہو چکے تھے۔ یہیں اللہ کے حکم سے دونوں باپ بیٹا نے مِل کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی۔ یہ پہلا گھر تھا۔ جو خالصاً اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنایا گیا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا (آل عمران آیت ۹۶)

پہلا متبرک گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا۔ وہ بکّہ میں تھا۔

یہ گھر جب بن چکا۔ تو وحی نے آواز دی:۔

وَّطَھِّرْ بَیْتِیَ لِلطَّآئِفِیْنَ وَالْقَآئِمِیْنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوْدِ ہ وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ہ (سورہ الحج آیت ۲۶-۲۷)

ہمارا گھر طواف کرنے والوں (نماز میں قیام کرنے والوں) رکوع کرنے والوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک کر۔ اور تمام لوگوں کو پکار دے۔ کہ حج کے لئے آئیں۔ پیدل بھی اور دبلی اونٹنیوں پر بھی دُور دراز گوشے سے۔

موّرخین کی توضیح کے مطابق جو تعمیر حضرت ابراہیم ؑ اور حضرت اسمٰعیل ؑ نے کی۔ وہ زمین سے ۹ گز بلند تھی۔ اُس کا طول حجرِ اسود سے رُکن شامی تک بتّیس ۳۲ گز اور عرض رُکن شامی سے غربی تک بائیس ۲۲ گز تھا۔ مگر اس عمارت کی کوئی چھت تھی نہ کواڑ۔ صرف دیواریں ہی دیواریں تھیں۔ جب یہ گھر تعمیر ہو چکا۔ تو اس کی برکت سے لوگ آس پاس آباد ہونے لگے۔ جو قبیلہ سب سے پہلے آباد ہُوا۔ وہ یمن کا نہایت معزز قبیلہ جرہم تھا۔ اور تلاش معاش میں اِدھر آنکلا تھا۔

حضرت اسمٰعیل ؑ نے بنو جرہم میں پرورش پائی۔ اور انہی سے عربی سیکھی۔ جوان ہو کر حضرت اسمٰعیل ؑ نے قبیلہ کے ایک ممتاز شخص مضاض بن عمرو جرہمی کی لڑکی کے ساتھ شادی کی۔ اس سے حضرت اسمٰعیل ؑ کے ہاں بارہ ۱۲ بیٹے پیدا ہُوئے۔ جن کا نام نابت، قیدار، ادبائیل، مبشام، شماغ، حدر، تیمار، دوما، مشا، یطور، نافیش، اور قیدماہ تھا۔ یہ بارہوں بیٹے حسبِ بشارت ربّانی اپنے خاندان کے بارہ ۱۲ رئیس

تھے۔ اِن میں سب سے بڑے نابت اور چھوٹے قیدار تھے۔ اور یہی دونوں پچھلی تاریخوں میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

جب تک حضرت اسمٰعیلؑ زندہ رہے۔ کعبہ کی تولیت ان کے قبضہ میں رہی۔ ان کے بعد یہ شرف ان کے بڑے بیٹے نابت کے حصّہ میں آیا۔ نابت کے انتقال کے بعد ان کے نانا مضاض بن عمرو جرہمی نے یہ منصب سنبھالا۔ اور اس طرح تولیتِ کعبہ خاندان اسمٰعیلؑ سے نکل کر بنو جرہم میں آ گئی۔ ازاں بعد قبیلہ خزاعۃ نے کعبہ پر قبضہ کر لیا۔ اور ایک مدّت تک کعبہ کی تولیت اس خاندان کے پاس رہی۔ بنو اسمٰعیلؑ اگرچہ موجود تھے۔ مگر اُنہوں نے کچھ مزاحمت نہ کی۔

جب تک کعبہ کی تولیت بنو جرہم میں رہی۔ توحید پرستی کا دور دورہ رہا۔ مگر جب بنو خزاعۃ کے پاس گئی۔ تو بُت پرستی شروع ہو گئی۔ قبیلہ خزاعۃ ربیعہ بن حارثہ کی نسل سے تھا۔ جو تاریخ میں عمرو بن لحی کے نام سے مشہور ہے۔ عمرو نے زبردستی کعبہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اور بنو جرہم کو وہاں سے نکال کر خود حرم کا متولّی بن گیا تھا۔

کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ عمرو بن لحی مکّہ معظّمہ سے شام کی طرف گیا۔ اُس کا گزر ایک ایسے علاقہ سے ہُوا۔ جہاں عمالقہ حکمران تھے۔ عمالقہ بُتوں کی پرستش کرتے تھے۔ عمرو بن لحی نے اس پرستش کا سبب پُوچھا۔ تو اُسے معلوم ہُوا۔ کہ یہ بُت لوگوں کی ہر تکلیف میں کام آتے ہیں۔ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ کہ یہ ان کے لئے بارش برساتے اور ہر طرح اُن کی نصرت و اعانت کرتے ہیں۔ عُمرو بن لحی کو خیال گزرا۔ کہ یہ اگر اتنے ہی کار آمد ہیں۔ تو ان میں سے ایک کو اہلِ عرب کی پرستش کے لئے لے جانا چاہیئے۔ چنانچہ اُس نے ایک بُت جس کا نام ہُبل تھا۔ وہاں سے لا کر کعبہ میں نصب کر دیا۔ اور اس طرح توحید پرستی بُت پرستی میں تبدیل ہو گئی۔ اہل عرب کی بُت پرستی کا دور صدیوں پر حاوی ہے۔

عُلمائے تاریخ کی تحقیق سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جاہلی عرب مختلف بُتوں کو پُوجتے تھے۔ اور ہر قبیلہ ایک خاص بُت سے نسبت رکھتا تھا۔ مشہور بُت سواع جو مقام دومۃ الجندل میں تھا۔

قبیلہ ہذیل اس کا پرستار تھا۔ سعد کو بنی ملکان بن خزیمہ بن مضر پُوجتے تھے۔ اور یہ بُت ساحل جدّہ پر نصب تھا۔ مکّہ میں صفا و مروہ پر اساف اور نائلہ نصب تھے۔ لوگ سفر پر جاتے اور واپسی پر ان بُتوں کو بوسہ دیتے تھے۔ یالیل طائف میں نصب تھا۔ اور بنو ثقیف اس کی پرستش کرتے تھے۔ عکاظ میں جبار، مناف، اوال اور محرق نصب تھے۔ اور علی الترتیب قبیلہ ہوازن، قریش، بکر و تغلب اور بکر و ربیعہ ان کی پُوجا کرتے تھے۔ مقام تبالہ میں تین بُت یعنی ذوالخلصہ، شعیر اور فراض نصب تھے جنہیں قبائل خثعم و بجیلہ، عنزہ اور سعد العشیرہ پُوجتے تھے۔ حدُودِ عراق کے مقام سنداد میں مشہور بُت "ذوالکعبات" نصب تھا۔ یہ قبیلہ اباد کا بُت تھا۔ عدنانی قبائل کا سب سے بڑا بُت یا دیوتا "ہبل" تھا۔ جو خاص خانہ کعبہ میں نصب تھا۔ لات کا ہیکل شہر طائف میں تھا۔ مکّہ سے چند میل دُور مقام نخلہ عزّٰی نام کی ایک دیوی کا مسکن تھا۔ عدنانی قبائل کے یہ تین سب سے بڑے دیوتا تھے۔ ان پر چڑھاوے چڑھائے جاتے۔ قُربانیاں ہوتیں اور ان کے لئے نذریں مانی جاتی تھیں۔ مدینہ منوّرہ کے قبائل اوس، خزرج اور غسّان منات اور قبیلہ کلب جو دومۃ الجندل میں رہتا تھا مشہور بُت وَدّ کی پُوجا کرتا تھا۔

بعض قبائل ستارہ پرست تھے قبیلہ حمیر جو یمن میں رہتا تھا۔ سورج کی پرستش کرتا تھا۔ قیس جو عدنانی قبائل میں بہت بڑا قبیلہ تھا۔ شعریٰ پُوجتا تھا قبیلہ کنانہ چاند کا پرستار تھا۔ قریش اور ان کے دیگر ہم نسب قبائل جس ہُبل کو پُوجتے تھے۔ وہ درحقیقت ستارہ زُحل تھا۔

فتح مکّہ کے موقع پر جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم خانہ کعبہ میں داخل ہُوئے۔ اُس وقت خلیل بُت شکن کا معبد تین صد ساٹھ بُتوں کا مسکن تھا۔ یہ خانۂ کعبہ کے اندر کے بُتوں کی تعداد ہے۔ اس کے علاوہ مُلک کے گوشے گوشے میں جو بُت موجُود تھے۔ ان کی کثرت کا اندازہ خانہ کعبہ کے بُتوں کی تعداد سے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اصل میں قاعدہ کے مطابق بنائے ہُوئے بُتوں کے علاوہ عربوں کی جہالت اور شوقِ بُت پرستی کا یہ عالم تھا کہ

راستہ چلتے جو اچھا سا پتھر بھی انہیں مِل جاتا۔ اس کو دیوتا بنا لیتے۔ اور اگر کبھی اُس سے اچھا پتھر مِل گیا۔ تو پہلے کو چھوڑ کر دوسرے کے سامنے سر جھکا دیتے۔ اگر بدقسمتی سے کوئی پتھر ہاتھ نہ آتا۔ تو مٹّی کا گول پینڈا بنا کر اُس پر بکری کا دُودھ ڈال دیتے۔ اور سرِ نیاز خم کرنے کے لیے اُسے دیوتا بنا لیتے۔ عرب میں ایک قبیلہ تھا جس نے آٹے کی مورتی بنا کر اُس کی پرستش شروع کر دی تھی۔

بُت پرستی کے ساتھ ساتھ عرب میں بعض مذاہب بھی موجود تھے۔ عام مذاہب میں سے چار مذہبوں کا وجود عرب میں غیر مشکوک طریقہ سے تھا صابئیت، مجوسیئت، یہودیّت اور عیسائیّت۔ صابئیّت یعنی ستارہ پرستی زیادہ تر اہلِ یمن میں تھی۔ البتّہ کسی قدر شمالی عرب میں بھی اس کا سُراغ ملتا ہے۔ اور یہ مذہب قدیم زمانہ سے عرب میں موجود معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ مجوسیّت نے عرب پر بہت کم اثر ڈالا تھا۔ تاہم سیاسی حیثیّت حاصل کرنے کے لئے ایران کے بادشاہ کیقباد کے عہد میں امراء القیس کے باپ شاہ کندہ نے مجوسی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ قبیلہ تمیم مجوسی تھا۔ زرارہ تمیمی نے جو اس قبیلہ کا سردار تھا۔ اسی بنا پر اپنی بیٹی سے شادی کر لی تھی۔ اس کے بیٹے حاجب کے علاوہ اقرع بن حابس اور اسود بھی اسی مذہب کے پیروکار تھے۔

عیسائیت شام کا شاہی مذہب تھا۔ اسی لئے شمالی عرب کے وہ قبائل جو حدودِ شام میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا۔ چنانچہ لخم، جذام، عاملہ، مذحج، بہرا اور سلیح وغیرہ قبائل میں عیسائیت عام تھی۔ حدودِ شام کے عرب رؤسا جن کو غسّان کہتے ہیں، عیسائی تھے۔ اسی طرح اندرونِ عرب میں طے کا قبیلہ جو نجد کے قریب آباد تھا، عیسائی تھا۔ قبیلہ قُریش کے خاندان بنی اسد کے چند آدمی عیسائی ہو گئے تھے۔ جن میں ایک ورقہ بن نوفل بھی تھا۔ جنوبی عرب کے مقام نجران کے تمام لوگ عیسائی تھے۔ وہاں کلیسا بھی تھا جس میں راہب رہا کرتے تھے۔ البتّہ خاص یمن کے اندر عیسائیت فروغ نہ پا سکی۔ تمام سلاطینِ یمن میں صرف عبد کلال نام کا ایک

بادشاہ عیسائی تھا۔ لیکن اس کے برعکس یہودیت نے یہاں کافی فروغ حاصل کیا۔ حمیر یہودی تھے۔ بنی کنانہ، بنی الحارث بن کعب اور کندہ میں بھی یہودیت تھی۔ بنو قریظہ، بنو قینقاع اور اہلِ خیبر تمام کے تمام یہودی تھے۔ یثرب میں یہودیوں کا اتنا اثر تھا۔ کہ اوس و خزرج کے قبیلوں میں لوگ نذر مانتے۔ کہ بچہ اگر زندہ رہا تو اس کو یہودی بنائیں گے۔ امراء القیس کا ہمعصر مشہور شاعر سموئل بن عادیا جس کی وفاداری آج تک اہلِ عرب میں ضرب المثل ہے۔ یہودی تھا۔

اِن مذاہب اور شرک و بُت پرستی کے علاوہ بعض اہلِ عرب کا خیال تھا۔ کہ جو کچھ ہے۔ زمانہ یا فطرت ہے۔ خدا کوئی چیز نہیں۔ بعض اگرچہ خدا کے قائل تھے۔ لیکن قیامت اور جزا و سزا کے مُنکر تھے۔ بعض اگرچہ خدا کے قائل تھے لیکن نبوّت کے مُنکر تھے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ اگر کوئی پیغمبر ہو سکتا ہے۔ تو اس کو فرشتہ ہونا چاہیئے۔ جو حاجاتِ انسانی سے منزّہ ہو۔

اہلِ عرب چُونکہ مختلف اقوام اور قبائل پر منقسم تھے۔ اس لئے مؤرّخینِ عرب نے ان کو زمانہ اور مقام کے لحاظ سے تین حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں سب سے پہلے عرب بائدہ کے نام سے موسُوم ہیں۔ اس میں ان قبائل کا شمار ہوتا ہے۔ جو اسلام سے بہت پہلے فنا ہو چکے تھے۔ عربِ بائدہ کے بعد بنو قحطان جو عرب کے اصلی باشندے تھے۔ عربِ عاربہ کے نام سے موسُوم ہیں۔ پھر مؤرّخین نے عربِ مستعربہ کا ذکر کیا ہے۔ اس کا تعلّق حضرت اسمٰعیلؑ کی اولاد سے ہے۔ جو حجاز میں آباد تھی ——— ظہورِ اسلام کے وقت بنو قحطان اور بنو اسمٰعیلؑ جن کو عدنانی قبائل بھی کہتے ہیں۔ ملک کے اصلی باشندے تھے۔ ان کے علاوہ خال خال یہودیوں کی آبادی بھی تھی۔ اس بنا پر درحقیقت ملک عرب بے شمار قبائل و فروع کا مسکن تھا۔ اور یہ قبائل یمن سے شام تک ہر قطعۂ زمین پر پھیلے ہوئے تھے۔

یہ عرب اولاً ایک غیر متمدّن زندگی بسر کرتے تھے۔ پھر ابتدائی حالت سے رفتہ رفتہ ترقی کر کے گلہ بانی تک پہنچ گئے۔ وہ بھیڑوں کی اُون سے موٹا سا ٹاٹ بناتے جس سے خیمے بنا لیتے۔ اہلِ عرب کی حالت ایک چرواہے کے طریقۂ معاشرت سے کچھ زیادہ بہتر

نہ تھی۔ قبائل کے قبائل پانی اَور چراگاہوں کی جستجو میں بادیہ پیمائی کرتے ہُوئے عرب کے طُول وعرض میں گھُومتے رہتے تھے۔ کبھی کبھار خیموں کی باقاعدہ ترتیب اَور انتظام سے دیہات بنا لیتے۔ اَور اگر تعداد بڑھ جاتی۔ تو شہر پیدا ہو جاتے تھے۔ عربوں کا زیادہ وقت کاشتکاری، کھجُوروں اَور دیگر درختوں کو لگانے اَور سوداگری کرنے میں صرف ہوتا تھا۔ وہ گرم مصالحہ، بلسان، لوبان، موتی، جواہرات، ہاتھی دانت، آبنوس، لونڈی غُلام کی تجارت کرتے تھے۔ یہ لوگ قدیم زمانہ سے مصر، شام اَور دیگر قُرب وجوار کے ممالک سے تجارتی تعلّقات رکھتے تھے۔ تورات کے بیان کے مطابق حضرت یعقوبؑ اَور حضرت یُوسفؑ کے زمانہ میں بھی اہلِ عرب کا پیشہ تجارت تھا۔

بادیہ پیمائی اَور صحراؤں کی وُسعتوں میں آزاد زندگی بسر کرنے کی وجہ سے عربوں میں بہت سی اخلاقی خُوبیاں پیدا ہوگئی تھیں۔ علی الصّبح اُٹھنا ان کا معمُول اَور مہمان نوازی ان کا خاصہ تھا۔ اہلِ عرب مہمانوں اَور مسافروں سے اخلاق اَور تعظیم کے ساتھ پیش آنا ایک مقدّس فریضہ خیال کرتے تھے۔ جو شخص ایسی صفات سے عاری اَور مہمان نوازی کے طور طریقوں سے بے بہرہ ہوتا۔ اُسے حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا ہمسایہ پر مہربانی کرنا اَور اُس کی جان ومال کی حفاظت اہلِ عرب اعلیٰ خصُوصیّات میں شُمار کرتے تھے۔ وُہ اس بات میں ذراسی سُستی اَور لاپرواہی بھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ قیدیوں کو رہائی دینا اَور دلانا، مُحتاجوں اَور بیکسوں کی امداد کرنا، اُن کے نزدیک قابلِ ستائش عمل تھا۔ وعدہ کی پابندی اہلِ عرب ضروری خیال کرتے تھے۔ گھوڑے کی سواری اَور تیراندازی کی بچپن سے ہی مشق کی جاتی۔ اگر کوئی بڑا ہو کر سیکھتا۔ تو وہ طعن وتشنیع کا نشانہ بنتا۔ بھیڑیئے کا شکار بہادری کی علامت تھی۔ ریگستان کے طُول وعرض کا اندازہ اس کی مُٹھی بھر ریت سُونگھنے سے لگا لیتے تھے۔ بالوں کو مُشک سے معطّر کرنا اَور خُوشبُودار چمڑے کی جُوتیاں پہننا امارت کی نشانیاں تھیں۔ عُمدہ پوشاک اَور خُوشبودار اشیاء اہلِ عرب کو بہت مرغُوب تھیں۔ عربوں کے نزدیک پرہیزگاری اوصافِ حسنہ

میں شمار کی جاتی تھی۔

سخن فہمی اور شاعری تو گویا عربوں کی گھٹی میں پڑی تھی۔ ان کی شاعری ان کے صحراؤں کی طرح وسیع پہاڑوں کی طرح عظیم اور ان کی بدویانہ اور خانہ بدوشانہ زندگی کی طرح سادہ و بے تکلف تھی۔ انہوں نے اپنے اونٹوں کی رفتار سے اپنے اشعار کے اوزان بنائے۔ اور اپنی بادیہ پیمائی کے تذکروں، قبائلی تفاخر اور وادیوں اور صحراؤں کے قصّوں سے اپنے شعروں میں رنگ بھرا۔

اہلِ عرب کے نزدیک شاعر اپنے قبیلے کی عزت و ناموس کا محافظ و نگران ہوتا تھا شاعر اپنا اور اپنے خاندان کا نسب شعروں کے ذریعے محفوظ کر لیتا تھا۔ وہ اپنے خاندان کے جنگی کارناموں کو شاعری کے ذریعہ بقائے دوام کی سند عطا کرتا اور اپنی قوم کی بہادری، مہمان نوازی، سخاوت اور دُوسری خُوبیوں کا ذکر کر کے اپنے قبیلے کا نام روشن کرتا تھا۔ میدانِ جنگ میں اپنی آتش بیانی اور شعلہ مقالی سے فوج کی ہمت بڑھاتا اور گزشتہ کارناموں کا ذکر کر کے قتل و غارت گری پر اکساتا تھا۔

عربوں کی شاعری میں تمام اصنافِ سُخن موجود ہیں۔ عربی شاعر قبائل کی تاریخ بھی بیان کرتا تھا۔ اور مناظرِ فطرت کی تصویر کشی بھی۔ اور اس کا دامنِ شاعری عشق و محبت کے والہانہ جذبات سے بھی خالی نہیں۔ مگر قصیدہ گوئی اور ہجو نگاری میں عربی شاعری اپنا جواب نہیں رکھتی۔ عربی شاعر جب کسی کی تعریف میں مدحیہ اشعار کہتا۔ تو جلد ہی ممدوح کا ذکر ہر محفل کی جان اور ہر مصرع ضرب المثل بن جاتا۔ اسی طرح جب کسی کی ہجو لکھتا۔ تو پورا عرب ان تیروں کی چبھن محسوس کرتا۔ جو شعروں کی شکل میں شاعر کی زبان سے نکلے تھے۔

عربی شاعری کی وُسعت کا یہ حال ہے۔ کہ زمانہ جاہلیت کے ہزاروں شُعراء کے نام اور اُن کا کلام اَب تک زمانہ کی دستبُرد سے محفُوظ ہے۔ قدیم ترین شاعری کے نمُونے کتاب الحماسہ اور کتاب الاغانی میں موجُود ہیں۔

عربوں کے دستُور کے مطابق حج کے دینی اجتماع اور عکاظ کے قومی میلے پر شاعر اپنی ادبی

محفلیں جماتے اور اپنا بہترین کلام سُنایا کرتے۔ ایسی محفلوں میں جو قصیدہ متفقہ طور پر اوّل قرار پاتا۔ اُسے سنہری لفظوں میں لکھ کر کعبہ کی دیوار کے ساتھ سند کے طور پر لٹکا دیا جاتا۔ اسلام سے پہلے سات قصائد جو "السبع المعلّقات" کے نام سے موسوم ہیں۔ کعبہ کی دیوار کے ساتھ لٹکے ہوئے تھے۔ یہ قصائد جاہلی عربوں کے مشہور شُعرا امراالقیس، طُرفہ، زہیر، لبید، عمرو بن کلثوم، عنترہ اور حارث بن حلزّہ کے تھے۔ جن کو اہلِ عرب نہایت احترام کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

مگر اِن خوبیوں کے برخلاف جاہلی عربوں کے اخلاق و عادات میں ایسے معائب بھی تھے جو اُن کی تمام خُوبیوں کو دیمک کی طرح چاٹ رہے تھے۔ اعتقادات کی پستی کے ساتھ ساتھ ہر اخلاقی گراوٹ بھی اُن میں موجود تھی۔ اُن کی سوسائٹی میں ایسی ایسی رُسومات دَر آئیں تھیں جنھوں نے اُن کی زندگی کو لایعنی اور گھناؤنا بنا دیا تھا۔ فحاشی اور بدکاری اُن کی سوسائٹی کا اہم جزو تھیں۔ اُمرا اور رؤسا کی لڑکیوں اور عورتوں کا نام لے کر اشعار کہنا عرب شاعروں کے نزدیک ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ بدکاری اور زِنا پر ندامت اُن کے حصّہ میں نہ آئی تھی۔ وہ تہذیب سے گِری ہوئی نظمیں کہتے اور فخریہ انداز میں اُن کی تشہیر کرتے۔ جُوا اُن کے شب و روز کا مشغلہ اور شراب نوشی اُن کی عادتِ ثانیہ تھی۔ لوگ دُور دُور سے قمار بازی کے لئے خاص خاص مقامات پر اکٹھے ہوتے جہاں شراب اور لونڈیوں سے اپنی محفلوں کی رونق بڑھاتے۔ لونڈیوں کو گانا بجانا اور ناچنا سکھایا جاتا، اور وہ بدکاری کے لئے آزاد خیال کی جاتیں۔ رہزنی اور قتل و غارت کی وارداتیں عام تھیں۔ لڑائی میں جب عورتیں گرفتار ہوتیں۔ تو لونڈیاں بنالی جاتیں۔ ٹوٹکوں اور شگون لینے کا اعتقاد عام تھا کسی مصیبت یا تباہی کے نزول پر پتھر کی کنکریوں پر کچھ پڑھ کر پھونکتے۔ اُن کا اعتقاد تھا۔ کہ ایسا کرنے سے بلائیں ٹل جاتی ہیں۔ جانوروں کے بولنے اور اُڑنے کو نیک اور بدشگون سمجھتے تھے۔ اگر کوئی جانور کسی کام پر جاتے ہوئے کسی شخص کا راستہ بائیں سے دائیں طرف کاٹ جاتا۔ تو اُسے نیک شگون خیال کرتے اور اُسے "سانح" کہتے تھے۔ اور اگر دائیں سے بائیں طرف راستہ کاٹ جاتا۔ تو اُن

کے خیال میں یہ بدشگونی کی علامت تھی۔ اور اُسے "جارح" کہتے تھے۔

ہر شخص کے مرنے کے بعد اُس کے اُونٹ کو اُس کی قبر سے باندھ دیتے۔ حتیٰ کہ وہ اُونٹ بھوک اور پیاس سے مر جاتا۔ ایسے اُونٹ کو عرب "بلّیہ" کہتے تھے۔ مرنے والے شخص کا ایک برس تک سوگ منایا جاتا۔ اور مرنے والے پر لمبے چوڑے بین کئے جاتے۔ نوحہ کرنا عورتوں کا پسندیدہ فعل تھا۔ نوحہ میں مرنے والے کی خصوصیّات بیان کی جاتیں اور ان کو بار بار دُہرا کر لوگوں کو رونے پر اُبھارا جاتا۔ شُعراء اپنے ورثا کو وصیّت کر جاتے تھے۔ کہ اُن کے مرنے کے بعد اُن کے سوگ میں کوئی کوتاہی نہ کی جائے۔ لڑائی میں عورتیں مردوں کے دوش بدوش حصّہ لیتیں اُن کی ہر ممکن مدد کرتیں اور اُن کو شعروں اور نعروں سے لڑائی پر اُکساتیں۔ جب عورتوں کے خاوند لڑائی میں شریک ہوتے۔ تو وہ چیخ چیخ کر کہتیں :۔

"آگے بڑھو۔ ہمارے بہادر اور جرّی شوہرو۔ دُشمن پر ٹوٹ پڑو۔ اگر تم نے کوتاہی کی۔ اور میدانِ جنگ میں پیٹھ پھیری۔ تو تُم ہم کو دُشمنوں سے نہ بچا سکوگے۔ اور ہم تمہاری بیویاں نہ رہیں گی۔"

قحط اور گرانی کے زمانہ میں اپنے اُونٹوں کو مجرُوح کرکے اُن کا خُون پیا کرتے۔ خشک سالی کے دنوں میں اِن کا ٹوٹکا یہ تھا۔ کہ پہاڑوں میں ایک گائے کو لے جاتے اور اُس کی دُم کے ساتھ سُوکھی گھاس باندھ کر اُسے آگ لگا دیتے۔ اور پھر گائے کو پہاڑوں میں ہانک دیتے۔ گھوڑ دوڑ پر بازی لگانا اُن کے ہاں مروّج تھا۔ اس طرح بازی لگانے کو وہ "رہان" کہتے تھے۔ قبائل میں چھوٹے چھوٹے معاملات پر اکثر جھگڑے کھڑے ہو جاتے۔ جس کے نتیجہ میں لڑائیاں چھڑ جاتیں۔ جو برسوں ختم ہونے کا نام نہ لیتی تھیں۔

زمانۂ جاہلیّت کے عرب بھیڑ کی قُربانی کی مَنّت مانتے تھے۔ اور جب کام ہو جاتا۔ تو بھیڑ کے بدلے ہرن کا شکار کرتے۔ اور اُس ہرن کو "عقیدہ" کہتے تھے۔ خُون کا بدلہ خُون اہلِ عرب کا خاص شعار تھا۔ جو لوگ خُون کے بدلے میں دِیت لے لیتے۔ اُن کو قدر کی نگاہوں سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ اُن کے عقیدہ میں اگر خُون کے بدلہ میں خُون نہ لیا جائے۔ تو مقتول کے

سر سے نکل کر ایک چھوٹا سا کیڑا آسمان میں چیختا پھرتا اور قصاص کی یاد دلاتا رہتا تھا۔ اس کیڑے کو "ہامہ" اور "صدیٰ" کہتے تھے۔

جاہلی عربوں میں غلامی کا رواج عام تھا۔ غلاموں کو آزاد کرنے کے بعد بھی ان پر آزاد کرنے والے مالکوں کا حق باقی رہتا، جسے وہ فروخت کرتے کے مجاز تھے۔ اس طرح آزاد ہونے کے باوجود غلام آزادی کی نعمت سے پوری زندگی محروم رہتے۔ جانوروں کا دودھ دوہنا عورتوں کے لئے معیوب تھا۔ اگر کسی قبیلہ کی عورت دودھ دوہتے ہوئے دیکھ پاتے۔ تو وہ خاندان لوگوں کی نظروں سے ہمیشہ کے لئے گر جاتا۔ جس آدمی سے کوئی جرم سرزد ہو جاتا۔ اس کو گرم ریت پر بٹھا دینے کا عام رواج تھا۔ مُردہ جانوروں کا گوشت عموماً کھایا جاتا۔ جو اونٹنی، بھیڑ یا بکری دس بچے جن لیتی۔ اس کو چھوڑ دیا جاتا۔ اور اس کے مرنے پر اس کا گوشت صرف مردوں کے حصے میں آتا۔ عورتوں کو ایسا گوشت کھانے کی ممانعت تھی۔

کسی کام کے تکمیل پذیر ہونے پر اونٹوں کو بطور سانڈ چھوڑ دینے کی مَنّت مانتے تھے۔ اگر کسی بکری کے مادہ بچہ پیدا ہوتا۔ تو مالک اسے اپنے لئے رکھ لیتا۔ نر پیدا ہونے کی صورت میں اسے بتوں کی نذر کر دیا جاتا۔

سُود پر قرضہ لینے دینے کا عام رواج تھا۔ اس سلسلہ میں جاہلی عربوں نے اپنے قواعد بنائے ہوئے تھے۔ جن کے وہ پابند رہتے۔ اگر کوئی قرضدار وقتِ معیّن پر قرض ادا نہ کر سکتا۔ تو قرض کی تعداد کو دو چند کر کے میعاد کو بڑھا دیا جاتا۔ قسم لینے کا طریقہ یہ تھا۔ کہ آگ جلا کر اس میں نمک اور گندھک پیس کر ڈالتے۔ یہ آگ "ہولہ" کہلاتی۔ اور اس کو جلانے والا "مہول" کہلاتا۔ قسم کے استحکام کے لئے یہ طریقہ رائج تھا۔ کہ کعبہ کی دیوار کے نیچے چابک، کمان اور جوتی رکھ دیتے تھے۔ اس کے علاوہ بزرگوں اور بتوں کی قسم بھی کھائی جاتی تھی۔

جاہلی عرب انتقام لینا واجب خیال کرتے تھے۔ لیکن اگر کسی شخص کے قاتل کا سُراغ نہ لگتا۔ تو جس قوم کا شخص مشتبہ ہوتا۔ اس قوم کے پچاس افراد سے اپنی بیگناہی کی قسم لی جاتی۔ اجنبی شخص کو دوسرے کے گھر آزادانہ آنے جانے کی اجازت تھی۔ اہلِ خانہ سے

اجازت حاصل کرنا ضروری خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ البتہ کسی رشتہ دار کا بغیر اجازت کے آنا معیوب سمجھا جاتا تھا۔

خانہ کعبہ میں سات تیر رکھے ہوئے تھے۔ اور ہر تیر پر ایک علامت بنی ہوئی تھی یہ علامات بعض اُمور کی انجام دہی اور بعض کاموں سے منع کرنے سے متعلق تھیں۔ ہر شخص کام شروع کرنے سے پہلے اِن تیروں سے استخارہ کرتا۔ اِن تیروں کو اَزلام کہتے تھے۔

خاص خاص قبائل کے بتوں کے علاوہ ایسے بُت بھی تھے۔ جو سب کے نزدیک قابلِ پرستش تھے۔ ایسے بتوں میں لات و منات کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ اسی طرح "دوار" بُت کی پرستش اور طواف نوجوان عورتیں کرتیں "عبعب" ایک بڑا پتھر تھا جس پر اُونٹوں کی قربانی دی جاتی۔ اس پتھر پر ذبیحہ کا خون بہانا نہایت متبرک خیال کیا جاتا تھا۔

خانہ کعبہ کے اندر حضرت ابراہیمؑ کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ اور اُن کے ہاتھ میں استخارہ کے وہی تیر رکھے ہوئے تھے۔ جو ازلام کہلاتے تھے۔ تصویر میں ایک بھیڑ کا بچہ بھی تھا۔ جو حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ کھڑا تھا۔ حضرت اسمٰعیلؑ کی تصویر بھی دیوار پر کھنچی ہوئی تھی۔ ان لوگوں کا عقیدہ تھا۔ کہ خداوندِ عالم کی جملہ قدرتیں یعنی بیماروں کو شفا بخشنا، اولاد عطا کرنا اور آفاتِ ارضی و سماوی سے بچانا ان مقتدر ہستیوں کے فرائض میں داخل ہے۔ لہٰذا اگر ان بتوں کی پرستش کی جائے گی۔ تو تمام دعائیں مقبول اور منتیں قبول ہوں گی۔ اپنے نامور لوگوں کے متعلق عربوں کا عقیدہ تھا۔ کہ یہ اشخاص خدا تعالیٰ کے محبوب تھے۔ اور اپنے بتوں کی پرستش سے خوش ہو کر پرستش کرنے والوں کو قربِ الٰہی حاصل کرانے اور اُن کی مغفرت اور شفاعت کا ذریعہ ہوں گے۔

عربوں کے ہاں بتوں کی پرستش کا طریقہ یہ تھا۔ کہ وہ بتوں کو سجدہ کرتے اور ان کے گرد طواف کرتے تھے۔ اور نہایت اَدب و احترام کے ساتھ انہیں بوسہ دیتے تھے۔ اُونٹوں کی قربانی کرتے اور مویشیوں کا پہلا بچہ نذر کے طور پر اُن پر چڑھاتے تھے۔ اپنے کھیتوں کی سالانہ پیداوار اور مویشیوں کے انتفاع میں سے ایک معین حصہ خدا کے واسطے اور دوسرا

حصّہ بُتوں کے واسطے مقرّر رکھتے تھے۔ اگر بُتوں کا حصّہ کسی وجہ سے ضائع ہو جاتا۔ تو خدا کے حِصّے سے اُس نُقصان کی تلافی کرتے۔ مگر خدا کے حِصّہ کا ضائع ہونا بُتوں کے حِصّے سے پُورا نہیں کرتے تھے۔

حجرِاسود اور خانہ کعبہ کی تعظیم تاریخ عرب کے ابتدائی عہد سے چلی آرہی ہے۔ کعبہ کی بناء کو اگرچہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ لیکن قدیم عرب اس کو کسی شخص کی یادگار نہیں مانتے تھے۔ بلکہ کعبہ بیت اللہ کے نام سے ہی مشہور تھا۔ حجرِ اسود کے بارے میں بھی عام خیال یہی تھا۔ کہ یہ بہشت کا ایک پتّھر ہے۔

خانۂ کعبہ کی ہمسری کے لئے یکے بعد دیگرے دو معبد بنائے گئے تھے۔ ایک قبیلہ غطفان نے اور دُوسرا یمن میں قبائل خثعم اور بجیلہ نے باشتراک بنایا تھا۔ ان دونوں معبدوں میں بُت رکھے ہوئے تھے۔ جن کو اُن قبیلوں کے لوگ بطور معبُود پُوجتے تھے۔ ان نقلی کعبوں میں سے اوّل کو زُہیر بادشاہِ حجاز نے چھٹی صدی عیسوی میں غارت کر دیا تھا۔ اور دُوسرے کو جریر نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیدائش کے بعد منہدم کر دیا تھا۔

جاہلی عرب ادائے حج کے وقت احرام باندھتے تھے۔ لیکن اگر کوئی شخص احرام باندھے ہُوئے اپنے گھر آنا چاہتا۔ تو سیدھے راستے سے نہیں بلکہ دیوار پھاند کر آتا تھا۔ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کا طریقہ زمانۂ جاہلیّت میں بھی رائج تھا۔ جو لوگ حج کو آتے۔ وہ میدانِ عرفات میں جمع ہوتے۔ حج کی رسم ختم ہونے کے بعد یہ لوگ منیٰ کو چلے جاتے۔ جہاں وہ اپنے اسلاف کے کارنامے فخر کے ساتھ بیان کرتے اور مدحیہ اشعار پڑھتے تھے۔

سال میں چار مہینے متبرّک سمجھے جاتے تھے۔ انہی میں ایک مہینہ ذُوالحج کا بھی تھا۔ مگر جاہلی عرب اِن مہینوں کی حُرمت بعض اوقات تبدیل اور مُلتوی کر دیتے۔ اور اپنی مرضی سے اِن حُرمت کے مہینوں میں جنگ و جدال کر لیتے۔ اور اُن کی جگہ کوئی دُوسرے مہینے قابلِ حُرمت قرار دے دیتے۔

لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے کی رسم بھی رائج تھی۔ جاہلی عرب ازدواج کی رسم بھی ادا کرتے۔ مہر بھی باندھتے۔ اور طلاق بھی دیتے تھے۔ لیکن ہزار بار طلاق دینے کے باوجود مطلقہ عورت کو اپنی زوجیّت میں لینے کے مجاز تھے۔ البتہ اس کے لئے ایک میعاد مقرر تھی۔ اور اس میعاد کے اندر عورت کو کسی دوسرے مرد سے شادی کرنیکی اجازت نہ تھی۔ اس قاعدہ کی رو سے مرد ہر طرح عورت پر ظلم روا رکھتے۔ ہر بار میعاد پوری ہونے سے پیشتر عورت کو اپنی زوجیت میں لے لیتے۔ اور پھر طلاق دے دیتے۔ اس طرح طلاق دینے اور پھر زوجیّت میں لینے کا سلسلہ شروع رکھتے۔

جاہلی عربوں میں "ظہار" کا طریقہ بھی رائج تھا۔ ظہار طلاق کا وہ طریقہ تھا۔ جس میں مرد اپنی زوجہ کے عضو کو چھونے سے باز رہتا۔ وہ یہ کہہ کر طلاق دیتے۔ کہ اُن پر اپنی بیوی کے فلاں عضو کو چھونا ایسا ہی حرام ہے۔ جیساکہ اپنی ماں بہن یا کسی دوسری رشتہ دار عورت کا ناجائز ہے۔

جاہلی عربوں کے نزدیک پسر متبنّٰی جائیداد کا حقدار اور وارث خیال کیا جاتا تھا۔ لڑکے اپنی سوتیلی ماؤں کے ساتھ نکاح کرنے کے مجاز تھے۔ مگر باپ اپنے بیٹے یا متبنّٰی کی زوجہ کے ساتھ شادی کرنے کا مجاز نہ تھا۔ شوہر کے مرنے کے بعد اُس کا سوتیلا بیٹا یا کوئی قریبی رشتہ دار بیوہ کے سر پر ایک چادر ڈال دیتا۔ اس طرح بیوہ اس شخص کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور ہو جاتی۔ عورتیں متوفّی شوہر کا ماتم ایک سال تک کرتیں۔ عورتوں میں بے پردہ گھر سے باہر آنے کا عام رواج تھا۔ وہ اپنے جسم کی زیب و زینت کو کھلا رکھنے اور لوگوں کو دکھلانے میں کسی قسم کا شرم یا حجاب محسوس نہ کرتی تھیں۔ سروں پر مصنوعی بال لگانا عورتوں کا پسندیدہ فیشن تھا۔

مُردوں کو قبر میں دفن کرنے کا بھی عام رواج تھا۔ لوگ جنازہ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے۔ اُن کا عقیدہ تھا۔ کہ رُوح ایک چھوٹا سا جانور ہے۔ جو انسان کی پیدائش کے وقت جسم میں گھس جاتا ہے۔ اور پرورش پاتا رہتا ہے۔ جب انسان مر جاتا ہے۔

تو یہ جانور قبر کے گرد چیختا پھرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک اُلّو کے برابر ہو جاتا ہے۔

جاہلی عرب دیوؤں، جنّوں اور خبیث ارواح کو بھی مانتے تھے۔ وہ نیک اور بد جنّات پر عقیدہ رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ دُوسری قوتوں پر بھی یقین رکھتے تھے۔ جو انسانی نظر سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ وہ فرشتوں اور ارواح کو بھی مانتے تھے۔ اور مختلف شکلیں اُن کی طرف منسوب کرتے تھے۔

مشرکینِ عرب بُتوں کے نام پر جانور چھوڑ دیتے۔ اور انہیں مقدّس سمجھتے۔ اور طرح طرح کے توہم پرستانہ عقائد ان سے وابستہ کرتے تھے۔ ایسے جانوروں کے ذکر میں قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:۔

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِیْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِیْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝

(اَلْمَآئِدَۃ: آیت ۱۰۳)

"بحیرہ" اور "سائبہ" اور "وصیلہ" اور "حام" میں سے کوئی چیز بھی خُدا نے نہیں ٹھہرائی ہے لیکن جن لوگوں نے کُفر کی راہ اختیار کی۔ وہ اللہ پر جھوٹ کہہ کر افترا کرتے ہیں۔ اور ان میں زیادہ تر ایسے ہی لوگ ہیں جو سمجھ بُوجھ سے محروم ہیں۔

مُفسّرین کے نزدیک جاہلی عرب "بحیرہ" اُس اُونٹنی کو کہتے تھے جس کے کان علامت کے طور پر شق کر دیئے گئے ہوں۔ اور بتوں کی نیاز میں چھوڑ دی گئی ہو۔ یہ وہ اُونٹنی ہوتی تھی جس سے پانچ بچے پیدا ہو جاتے تھے۔

"سائبہ" اُس اُونٹنی کو کہتے تھے۔ جسے دیوتاؤں کے نام پر چھوڑ دیا ہو۔ نہ تو کوئی اُس پر سوار ہو سکتا تھا۔ نہ اُس کے بال کاٹ سکتا تھا۔ اور نہ ہی اُس کا دُودھ اپنے کام میں لا سکتا تھا۔

"وصیلہ" اُس بکری کو کہتے تھے جس کے پہلوٹھے کے اُوپر تلے دو بچے مادہ ہوتے تھے۔ اسے مُتبرک سمجھتے اور چھوڑ دیتے۔

"حام" اُس اُونٹ کو کہتے تھے جس کی نسل سے دس بچے پیدا ہو گئے ہوں۔ اُسے بھی چھوڑ دیتے تھے۔ اور سمجھتے تھے۔ کہ اُسے ذبح کرنا یا کام میں لانا جائز نہیں۔

اِس ضمن میں ارشادِ الٰہی ہُوا۔ کہ یہ سب خرافات اَور توہم پرستی ہے۔ خدا نے اِن باتوں میں سے کچھ بھی نہیں ٹھہرایا ہے۔ القصّہ اہلِ عرب اعتقادات و افکار کی انہی بھول بھلیّوں میں سرگرداں عرب کی وُسعتوں میں بادیہ پیمائی کرتے رہے۔ اِن کی خانہ بدوشانہ زندگی نے کبھی بستیاں آباد کیں۔ اَور کبھی نخلستانوں کے نرم و نازک گھاس پر آڈیرا جمایا۔ کبھی کھجوروں کے جھنڈوں تلے بیٹھ کر اپنی شاعری میں رنگ بھرا۔ اَور کبھی تاروں بھری رات میں خیمے کے باہر اپنی خیالی محبوبہ کا انتظار کیا۔ کبھی تلوار کے جوہر دکھائے اَور کبھی طعن و تشنیع کے نشتر اپنے اشعار میں چھپا کر دشمنوں کے سینوں میں چبھوئے۔ یہانتک کہ اسی حالت میں کئی صدیاں گزر گئیں۔ انہی سرگرداں قافلوں میں ہمارے آقائے نامدار، سرورِ دو عالم حضرت محمّد رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جدّ امجد عدنان بھی تھے۔ جو حضرت اسمٰعیلؑ کے دُوسرے بیٹے قیدار کی تیسویں یا چالیسویں پُشت سے تھے۔ نبی اکرم صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب کبھی اپنا نسب بیان فرماتے۔ تو عدنان سے تجاوز نہ کرتے۔ عدنان تک پہنچ کر رُک جاتے۔ اَور فرماتے:۔

كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ نسب دانوں نے غلط کیا۔

عدنان ملّتِ ابراہیمیؑ پر قائم تھے۔ ان کے بیٹے معد بخت نصر کے زمانہ میں بارہ ۱۲ سال کے تھے۔ اُس زمانہ کے پیغمبر یرمیاہ بن حلقیا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وحی نازل ہُوئی۔ کہ بخت نصر کو اطلاع کردو۔ کہ ہم نے اس کو عرب پر مسلّط کیا۔ اَور آپ معد بن عدنان کو اپنے بُراق پر سوار فرمالیں۔ تاکہ معد کو کوئی گزند نہ پہنچے۔ ارشادِ الٰہی کے مطابق حضرت یرمیاہ معد بن عدنان کو اپنے بُراق پر سوار کر کے مُلک شام لے گئے۔ وہاں پہنچ کر معد نے بنی اسرائیل میں رہ کر پرورش پائی۔ اہلِ عرب کی تاریخ کے مطابق بنو خذ نذر (بخت نصر) حملہ کرتا ہُوا حجاز تک پہنچ گیا تھا۔ معد بن عدنان برسرِ مقابلہ ہُوا۔ اَور ایک غیر فیصلہ جنگ کے بعد دونوں ایک دُوسرے سے علیحدہ ہوگئے۔ اَور شاید اس شکست سے بنو قیدار کو کچھ زیادہ صدمہ نہیں پہنچا تھا۔ مؤرّخین کی شہادتوں سے بنو قیدار کی معاشرت یہ ظاہر ہوتی ہے۔ کہ وہ خیموں اَور گاؤں میں آباد تھے۔ بہادر اَور شجاع تھے۔ قبائل کے سردار تھے۔ بدویانہ جاہ و جلال اَور شان و شکوہ

اُن کو حاصل تھا۔ تجارت اُن کا پیشہ تھا۔ اور بعینہٖ یہی نقشہ اِن کا زمانۂ اسلام تک موجود تھا۔
بہرحال بخت نصر کی ہلاکت کے بعد معد بن عدنان انبیاء بنی اسرائیل کے ہمراہ حج کرنے کے لئے آئے۔ تلاش کرنے سے معلوم ہُوا۔ کہ حرث بن مضاض جرہمی کی اولاد اور قبائل دوس کے کچھ لوگ باقی رہ گئے ہیں۔ معد بن عدنان نے جرہم بن جلہمہ کی لڑکی معانہ سے عقد کر لیا۔ جس سے معد کے ہاں دو لڑکے پیدا ہوئے۔ جن میں سے نزار نے کافی شہرت پائی۔ نزار چونکہ اپنی بعض خوبیوں کی بنا پر یکتائے روزگار تھے۔ اور اُن جیسی خصوصیات کے حامل لوگوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس لئے نزار نام ہو گیا جس کے معنی قلیل کے ہیں۔ علمائے تاریخ کے مطابق جب نزار پیدا ہوئے۔ تو اُن کی پیشانی پر نُورِ محمدی ﷺ چمک رہا تھا۔ معد یہ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس خوشی میں دعوت کی۔ بعض مورخین کے نزدیک "نزار" کے معنی نحیف و نزار کے ہیں۔ نزار چونکہ نحیف البدن تھے۔ اس لئے نزار نام پڑ گیا۔ علامہ زرقانی کے مطابق ان کی قبر مدینہ منورہ کے قریب ذات الجیش میں ہے۔ (واللہ اعلم)
نزار کے پانچ بیٹے تھے جن کا نام انمار، ایاد، ربیعہ، قضاعہ اور مضر تھا۔ عرب کے تمام قیداری قبائل ان ہی کی فروع ہیں۔ نزار کے پانچ بیٹوں میں سے مضر نے بڑی شہرت حاصل کی۔ مضر کا اصلی نام عمرو اور کنیت ابو الیاس تھی۔ آپ کو چونکہ ترشی اور دہی نہایت مرغوب تھی۔ اس لئے مضر نام پڑ گیا۔ آپ نہایت خوش الحان تھے۔ چلتے وقت اُونٹوں پر حُدی پڑھنا انہی کی ایجاد ہے۔ مضر اپنے باپ دادا کی طرح ملتِ ابراہیمی علیہ السلام پر قائم تھے۔
مضر کے بیٹے الیاس بیت اللہ کی طرف ہدی بھیجنے کی سُنت کے بانی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ الیاس بن مضر اپنی صُلب سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلبیہ حج سُنا کرتے تھے۔ الیاس کے بیٹے مُدرکہ کا نام عمرو یا عامر تھا۔ اور مُدرکہ لقب۔ جو ادراک سے مشتق ہے۔ چونکہ انہوں نے ہر قسم کی عزت و رفعت پائی۔ اس لئے مدرکہ ان کا لقب ہو گیا۔ ان کے بعد ان کے بیٹے خزیمہ تھے۔ اور پوتے کنانہ۔ کنانہ عرب میں بڑے جلیل القدر سمجھے جاتے تھے۔ اُن کے علم و فضل کی وجہ سے لوگ دُور دراز سے اُن کی زیارت کو آیا کرتے تھے۔ ان کے

بیٹے کا نام نضر تھا۔ نضر چونکہ صاحب حسن و جمال تھے۔ اس لیئے لوگ انہیں نضر کہنے لگے۔ اِن کا اصلی نام قیس تھا۔ قیس کے بیٹے کا نام مالک اور کُنیت ابوالحارث تھی۔ ان کا شمار عرب کے نامور سرداروں میں ہوتا ہے۔ اِن کے بیٹے کا نام فہر تھا۔ جو قریش کے لقب سے مشہور ہوئے۔ خاندانِ قریش انہی سے چلتا ہے۔ بعضوں کے نزدیک اِن کا نام قریش اور لقب فہر تھا۔ لیکن زیادہ مشہور یہی ہے۔ کہ قریش اِن کا لقب تھا۔ فہر (قریش) کے بعد ان کے بیٹے غالب جن کی کنیت ابوتیم تھی۔ قوم کے سردار بنے۔ ان کے بعد قوم کی سرداری اِن کے بیٹے لوی کے حصے میں آئی۔ اِن کی کنیت ابوکعب تھی۔ لوی کے بعد کعب جن کی کُنیت ابوہصیص تھی۔ اپنے نام کے موافق علوشان اور بلندیٔ جاہ میں مسلّم تھے۔ عرب میں ان کا سنہ پیدائش جاری ہوگیا تھا۔ جو واقعۂ فیل یعنی تقریباً چار صدیوں تک جاری رہا۔ آپنے یومِ العروبہ کا نام بدل کر یومِ جُمعہ رکھا۔ اور لوگوں کو اس دن جمع کرنے کا طریقہ جاری کیا۔ کعب کے بعد مُرّہ جنکی کنیت ابویقظہ تھی۔ باپ کی جگہ قوم کے سردار بنے۔ ان کے بعد کلاب جنکا نام حکیم اور کنیت ابوزہرہ تھی۔ اور شکاری کُتّے پالنے کی وجہ سے جنکا لقب کلاب مشہور ہوگیا تھا۔ قریش کے سردار بنے۔ اِنکے بعد قوم کی باگ ڈور قُصَیّ کے ہاتھ میں آئی اِن کا اصلی نام زید تھا۔ یہ ابھی ماں کی گود میں تھے۔ کہ والد نے وفات پائی۔ ان کی ماں نے ربیعہ بن حزام الحذری سے دُوسرا نکاح کرلیا۔ قُصَیّ نے اپنی ماں کے ساتھ اسی قبیلہ میں پرورش پائی۔ یہ قبیلہ شام کی سرحد پر سکونت پذیر تھا۔ جب قُصَیّ جواں ہوئے۔ تو مکّہ واپس آگئے۔ ان کے بڑے بھائی کا نام زُہرہ تھا۔ جن کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ زُہرہ نے قُصَیّ کی آواز کو اپنے باپ کی آواز سے مشابہ پاکر انہیں اپنا بھائی تسلیم کرلیا۔ اور جائیداد میں برابر کا حصّہ دار بنا لیا۔

جیسا کہ عرض کیا جاچکا ہے۔ کہ فہر کا لقب قُریش تھا۔ اس بنا پر اس کی نسل نے "قُریش" اپنا خاندانی عَلَم قرار دیا۔ لفظ قُریش کے عربی میں متعدد معانی ہیں۔ اس کا ایک ماخذ تقریش یا تقرّش ہے۔ جس کے معنی "اکتساب و تحصیل" ہیں۔ خیال ہے۔ کہ چونکہ اس خاندان کا اصل پیشہ تجارت تھا۔ اس لیئے قُریش کے نام سے موسوم ہوا۔ قُریش ایک دریائی جانور کا بھی نام ہے۔ جو دریائی جانوروں کا شکار کرتا ہے۔ بعض محقّقین کے خیال میں فہر نے

اپنے استیلاء و قوّت کے اظہار کے لئے یہ لقب اختیار کیا۔ (واللہ اعلم)

قریش بھی کوئی ایک قبیلہ نہ تھا۔ یہ چھوٹے چھوٹے دس مختلف خاندانوں پر منقسم تھا۔ یعنی ہاشم، اُمیّہ، نوفل، عبدالدّار، اسد، تیم، مخزوم، عدی، جمح، اَور سہم۔

قُریش کے یہ خاندان طرزِ زندگی کے لحاظ سے دو جماعتوں میں منقسم تھے۔ یعنی قُریش الظواہر اَور قُریش البطائع۔ قُریش الظواہر دیگر بادیہ نشین قبائل کی طرح مکّہ معظّمہ کے آس پاس صحرا میں خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر قُریش البطائع شہری زندگی کے عادی تھے اور چونکہ اپنے خاص پیشۂ تجارت کی وجہ سے اطراف کے متمدّن ممالک میں اِن کا گزر ہوتا رہتا تھا۔ اِس لئے ایک منظّم آبادی کی حیثیت پیدا کر لی تھی۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا تعلّق قُریش البطائع سے تھا۔ بانیٔ فلسفۂ تاریخ ابنِ خلدون کی رائے میں بنو قُصَیؒ اَور بنو کعب لوَیؒ کے سوا قُریش کی دیگر تمام شاخیں قُریش الظواہر تھیں۔ تمام مورّخ اس بات پر متّفق ہیں۔ کہ قُریش کی سیاسی عظمت و جلال کے بانی قُصَیؒ بن کلاب تھے۔ قُصَیؒ بن کلاب نے کعبہ کے متولّی اَور حاجب حلیل بن حسیبہ بن سلول بن کعب بن عمرو خزاعی کی بیٹی حُبیّ سے نکاح کیا۔ اَور اپنے خُسر کی وصیّت اَور قوم کے اتّفاق کے باعث کعبۃ اللہ کے متولّی ہُوئے۔ قُصَیؒ نے عربوں کو چھ سَو برس کی ذلّت و خواری کے بعد مکّہ معظّمہ میں باقاعدہ ایک ریاست کا مالک بنایا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ جب قُصَیؒ کو ایک گُونہ ثروت اَور اطمینان حاصل ہو گیا۔ اَور اسی اثناء میں حلیل بن حسیبہ نے بھی وفات پائی۔ تو اُنھوں نے اپنے آپ کو بنو خزاعۃ اَور بنو بکر سے تولیت کعبہ کا زیادہ مستحق سمجھ کر قُریش کو اکٹھا کیا۔ اَور اپنے اخیافی بھائی زراعہ بن ربیعہ کو اپنی مدد کے لئے بُلا لیا جب یہ تمام قبائل جمع ہو گئے۔ تو قُصَیؒ نے بنو خزاعۃ سے تولیتِ کعبہ چھین لی۔ مگر مؤرّخ طبری کا بیان ہے۔ کہ جس وقت حلیل بن حسیبہ ضعیف ہُوا۔ اَور کلید کعبہ اپنی لڑکی حُبیّ کو دینے لگا۔ تو اُس نے عورت ہونے کی بناء پر کلید کعبہ لینے سے عُذر کیا۔ اَور کہا کہ کلید کعبہ کسی ایسے شخص کے سُپرد ہونی چاہیئے۔ جو اس کا قائم مقام ہو۔ حلیل بن حسیبہ نے کلید کعبہ

ابو غبشان کے سپرد کی۔ جسے مورخین حلیل کا بیٹا خیال کرتے ہیں۔ بہرکیف اسی غبشان نے ایک مشک شراب کے بدلے کلیدِ کعبہ قصیؓ بن کلاب کے ہاتھ فروخت کر ڈالی۔ اس پر خزاعتہ اور بنو بکر قصیؓ سے آمادۂ جنگ ہو گئے۔ دونوں فریقین میں کثرت سے کشت و خون ہوا۔ آخر یعمر ابن عوف ابن کعب کی ثالثی سے فریقین میں صلح ہو گئی۔ اور تولیتِ کعبہ قصیؓ کے قبضہ میں آ گئی۔ (واللہ اعلم)

بہرحال تمام مورخین کے نزدیک یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے۔ کہ قصیؓ سے پہلے قریش میں کسی قسم کا نظامِ قومی نہ تھا۔ مکہ معظمہ ایک مرکز تھا۔ اور اس کے دائرہ میں قریش کے تمام خاندان چکر لگاتے تھے۔ قصیؓ پہلا شخص تھا جس نے قریش میں ایک قومی ہیرو کی حیثیت پیدا کی۔ مورخین کے نزدیک فہر (قریش) کا زمانہ ۲۲۵ء خیال کیا جاتا ہے۔ اور قصیؓ بن کلاب کا زمانہ ۴۷۵ء کے قریب شمار کیا جاتا ہے۔ بعض اربابِ تاریخ کے مطابق قصیؓ بن کلاب شاہِ حیرہ منذر بن نعمان (۴۳۱ء تا ۴۷۳ء) کا معاصر تھا۔ مورخین کا اس بات پر اتفاق ہے۔ کہ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ قریش نے حجاز میں سیاسی اہمیت حاصل کی۔ قصیؓ کے وجود کی تخمینی تاریخ کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے۔ تو قصیؓ کا زمانہ اسلام سے تقریباً سوا صدی پیشتر کا ہوتا ہے۔ قدیم مورخ ابو طاہر مقدسی کے مطابق:

"قصیؓ عرب قریشیوں میں پہلا شخص تھا۔ جو فرزندانِ اسمٰعیلؑ کے بعد بادشاہ ہوا۔
اس وقت منذر بن نعمان حیرہ میں اور شاہ بہرام گور ایران میں بادشاہ تھا۔
قصیؓ نے مکہ تقسیم کیا۔ اور اس میں دار الندوہ بنایا۔"

قصیؓ نے مکہ میں جو چھوٹی سی ریاست قائم کی تھی۔ اس کی حیثیت ایک شہری جمہوریت کی تھی۔ یونان کے طرزِ حکومت کا ایک دھندلا سا خاکہ قریش کی سرزمین میں نظر آتا ہے۔ اس چھوٹی سی شہری جمہوریت کا ایوانِ حکومت دار الندوہ کے نام سے موسوم تھا۔ ہر قسم کے جماعتی، تجارتی، عدالتی اور سیاسی احکام اور فیصلے اسی عمارت میں بیٹھ کر صادر کئے جاتے تھے۔ یہانتک کہ شادی، بیاہ، بلوغ کے مراسم اور قافلوں کی روانگی و داخلہ وغیرہ جملہ امور

یہیں انجام پاتے تھے قصیّ کے کہنے پر چونکہ تمام قبائلِ قریش مکّہ میں آ گئے تھے۔ اس لئے جگہ کی قلّت کو دُور کرنے کے لئے ان درختوں کو کٹوا دیا گیا۔ جو حدودِ حرم میں اُگے ہوئے تھے۔ اس خالی جگہ پر قصیّ نے قریش کے خیمے لگوا دیئے۔ اس کے علاوہ شہری حکومت کے چودہ ۱۴ عہدے دس عہدیداروں پر تقسیم کئے گئے۔ دس عہدیدار قریش کے دس قبائل سے منتخب ہوتے تھے۔ ظہورِ اسلام کے وقت مذہبی عہدوں کی تقسیم حسب ذیل تھی:۔

خانہ کعبہ کا انتظام اور حاجیوں کے لئے کھانے پینے کے سامان کی فراہمی بنو ہاشم کے ذمّہ تھی۔ حاجیوں کی مالی اعانت، خانہ کعبہ کی دربانی وکلید برداری، بتوں سے استخارہ کی خدمت اور بتوں کے نذرانوں اور جائیدادوں کا انتظام بالترتیب بنو نوفل، بنو عبدالدّار، بنو جمح اور بنو سہم کے ذمّہ تھا۔

قریش متعین بود و باش کی وجہ سے حضری کہلاتے تھے۔ حضری قبائل نے مکانات وغیرہ بنا کر مستقل آبادیاں قائم کر لی تھیں۔ عرب کے بڑے بڑے شہر مکّہ، یثرب، صنعاء، یمامہ اور عدن وغیرہ ان قبائل کے وطن تھے۔ اِن کے علاوہ عرب کے اکثر قبائل بدوی تھے۔ اور خانہ بدوشانہ زندگی بسر کرتے تھے۔ خیموں میں رہنے اور اپنے مویشیوں کے لئے جہاں چراگاہ نظر آتی، وہاں اُتر پڑتے تھے۔ یہ قبائل اکثر نقل مکانی کرتے رہتے تھے۔ قریش چونکہ حضری تھے۔ اور ان کی گزر اوقات چھین جھپٹ پر نہ تھی۔ اس لئے تجارتی کاروبار پر زندگی بسر کرتے تھے۔ عرب سے نکل کر حبشہ، عراق، ایران، شام بلکہ ایشیائے کوچک تک ان کے تاجروں کی آمد و رفت تھی۔ مؤرخین کے نزدیک عربوں کے خارجی اور تجارتی تعلّقات ہندوستان، مصر اور یونان سے بھی تھے۔ یہ تمام ممالک عرب کے چاروں طرف اسی طرح واقع ہیں۔ کہ عرب اس دائرہ کا نقطہ بن گیا ہے۔

اندرونِ مُلک بحرین، یمامہ، حضرموت، شبوہ۔ حضرموت کا پایۂ تخت قانہ، حضرموت کی بندرگاہ مآرب، سبا کا پایۂ تخت، معین، عدن، ادزال، اوفر، مدین، ایلہ جیسے شہر اور مقامات تجارت کے مرکز تھے۔ اِن مراکز میں عرب تاجر کھانے کا مسالہ، خوشبودار چیزیں، سونا و جواہرات اور لوہا، چمڑا کھال، زین پوش اور بھیڑ، بکری وغیرہ دُوسری قوموں

کے ہاتھ فروخت کرتے تھے۔ عرب کی کھالیں سامانِ تجارت میں خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ یمن کی کھال بہت مشہور تھی۔ مورّخین کے مطابق ستارہ سہیل جو یمن کے مقابل طلوع ہوتا ہے۔ اس کی روشنی میں کھال کی دباغت عمدہ ہوتی ہے۔ طائف میں بھی یہ فن حدِّ کمال کو پہنچا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا نام بلد الدباغ پڑ گیا تھا۔ قریش مکہ کی طرف سے جو تحفے نجاشی کی نذر کیے گئے تھے۔ ان میں شاہانہ تحفہ بھی یہی کھال تھی۔ قریش اس برآمد کے عوض غیر ملکوں سے کپڑا، غلّہ، شراب، ہتھیار اور آرائش کی چیزیں لاتے تھے۔ یمن سے یمنی چادریں اور شام سے غلّہ اور شراب خاص طور پر درآمد کی جاتی تھی۔ اہلِ عرب کو تجارت کا یہاں تک شوق تھا۔ کہ حیرہ کے بادشاہ بھی عکاظ کے سالانہ میلے میں اپنا تجارتی سامان لایا کرتے تھے۔ اس کو لطیمہ کہتے تھے۔ قریش میں حربِ فجار کے نام سے جو آخری جنگ لڑی گئی۔ اور جس میں (نبوّت سے قبل) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی اوائل عمر میں شرکت فرمائی تھی۔ اسی لطیمہ کے لُٹ جانے کی وجہ سے برپا ہوئی تھی۔

صاحبِ ارض القرآن کے مطابق خود عرب میں بڑے بڑے بازار تھے۔ جہاں سال میں ایک دفعہ میلہ لگا کرتا تھا۔ اور دُور دُور سے سوداگر یہاں مالِ تجارت لاتے اور فروخت کرتے تھے۔ عرب کے تقریباً تیرہ ۱۳ مقامات میں بڑے بڑے میلے لگتے تھے۔ دومتہ الجندل، مشقر، صحار، دبا، شجرہ، عدن، عکاظ، صنعاء، حضرموت، ذوالمجاز، منیٰ، خیبر، یمامہ وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ سب سے پہلے دومتہ الجندل میں میلہ لگتا تھا۔ دومتہ الجندل شام کے پاس حجاز کی آخری سرحد پر واقع ہے۔ یکم ربیع الاوّل سے پندرہ ۱۵ ربیع الاوّل تک یہاں بڑا جمگھٹا رہتا تھا۔ اس کے بعد گھٹنا شروع ہو جاتا۔ کلب اور جدیلہ دو ۲ قبیلے اس کے پڑوس میں آباد تھے۔ ان میں سے جس کا رئیس قابو پاتا۔ اس بازار کا حاکم ہو جاتا۔ عرب کے علاوہ عراق اور شام کے تاجر بھی اس کی اجازت سے اپنا بازار لگاتے تھے۔ رئیس خود بھی تجارت کرتا اور جب تک اس کا مال فروخت نہ ہو جاتا کسی اور خرید و فروخت کی اجازت نہ تھی۔ یہاں فروخت کا طریقہ اس

طرح تھا۔ کہ خریدار اپنے پسند کے مال پر ایک کنکر ڈال دیتا۔ یہ میلے دومۃ الجندل سے شروع ہو کر عراق کی حدود بحرین، عمان، بحرِ ہند کے مقابل حضر موت اور یمن سے گزرتے اور پھر حج کا زمانہ مکہ معظمہ میں گزار کر شام میں آ کر ختم ہو جاتے تھے۔

عرب کے تیرہ[۱۳] مقامات میں سے عکاظ ایّامِ جاہلیّت کا سب سے بڑا بازار تھا یہاں قریش ہوازن، بنو غطفان، خزاعہ، حارث ابنِ عبد مناۃ، عقل اور مصطلق وغیرہ قبائل جمع ہوتے تھے۔ یہاں شعراء اپنے قصائد سناتے اور خطباء تقریریں کرتے۔ حکام اپنے فیصلے صادر کرتے اور شیوخ معاہدات کی دفعات طے کرتے تھے۔ ذوالحج کا چاند دیکھ کر یہ میلہ چھٹ جاتا۔ اور سب لوگ ذوالمجاز کے بازار میں اُٹھ آتے۔ اور ۹ تاریخ تک یہاں جمے رہتے تھے۔ بعد ازیں لوگ حج کر کے اپنے گھروں کو لوٹ جاتے اور پھر نئے سال سے نیا پھیر شروع ہو جاتا۔

جیسا کہ یہ عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ قریش ایک تاجر قبیلہ تھا۔ قریش کے نزدیک تجارت یہاں تک قابلِ قدر پیشہ تھا۔ کہ زراعت اور کاشتکاری جیسے پیشے ان کے نزدیک قطعی بے وقعت تھے یہی وجہ تھی کہ اہلِ مدینہ جو کاشتکار تھے۔ قریش ان کو قدر کی نگاہوں سے نہ دیکھتے تھے۔

عرب اگرچہ بنیادی طور پر تجار اور سوداگر تھے۔ مگر ان میں وہ نظم و ضبط مفقود تھا۔ جسے قصیؑ نے اپنے دورِ اقتدار میں رواج دیا۔ قصیؑ بن کلاب نے اسلام سے تقریباً سو صدی پہلے یمن اور شام کے ممالک میں سیاسی انقلابات سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے قریش کے تجارتی قافلوں کو منظم کیا۔ قصیؑ کے بعد ہاشم نے نجاشی اور قیصر سے فرمان حاصل کئے تاکہ قریش کے تجارتی قافلوں کو ان ملکوں میں بے روک ٹوک آمد و رفت کی اجازت رہے اور وہ آزادی سے آجا سکیں۔ چنانچہ اس رعائت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے دو فصلیں مقرر کی گئیں یعنی موسم سرما اور موسم گرما۔ جاڑوں میں یمن اور گرمیوں میں شام بلکہ ایشیائے کوچک تک قریشی سوداگر جاتے تھے۔ قریش نے اپنی حکمت عملی سے اپنے تجارتی قافلوں کو اتنا منظم اور تجارتی منڈیوں میں یہاں تک وقعت حاصل کر لی تھی۔ کہ عرب میں عام بدامنی اور لوٹ مار

کے باوجود قریش کے کاروانِ تجارت بے خوف وخطر آیا جایا کرتے تھے۔ جبکہ بادشاہوں کا تجارتی مال بھی عام خطرے سے خالی نہیں رہتا تھا۔ اس احترام کی وجہ یہ تھی۔ کہ چونکہ قریش کا وطن مکّہ تھا۔ جہاں کعبہ تھا۔ اور کعبہ کی عظمت ہر عرب کے دل میں موجود تھی۔ اس بناء پر قریش کے تجارتی قافلوں سے کوئی تعرض نہیں کرتا تھا۔ اہلِ عرب قریش کو خدا کے پڑوسی سمجھتے ہوئے ان کو ستانے سے گریز کرتے تھے۔ اہلِ عرب کے اس پُرامن رویّہ کے معاوضہ میں قریش ان قبائل کے ساتھ یہ سلوک کرتے تھے۔ کہ اِن لوگوں کی ضرورت کی اشیاء لے کر خود ان کے پاس جاتے اور خرید وفروخت کرتے۔ درحقیقت یہ بھی قریش کی تجارت کے فروغ کا ایک سبب تھا۔ قریش کی تاجرانہ ترقّی کی انتہا یہ تھی۔ کہ بیوہ اور لاچار عورتیں تک اپنا سرمایہ ان میں لگاتی تھیں۔ بہر حال قُصَیؒ کے زمانۂ اقتدار میں قریش کو باقی عرب پر ہر قسم کی عظمت وبرتری حاصل تھی۔

قُصَیؒ کے چھ بیٹے تھے۔ ان میں سے عبدالدّار باپ کے عالمِ ضعیفی میں باپ کے اُمور سرانجام دیتا تھا۔ باقی پانچ بیٹے یعنی عبدمناف، عبدالعزّیٰ، عبد بن قُصَیؒ، تخمر اور برہ جنہوں نے تجارت کے ذریعہ خوب دولت کمائی تھی۔ عبدالدّار کی سرداری پر راضی نہ تھے چنانچہ انہوں نے اپنے بھائی سے کہا۔ کہ اس بات کا فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ کہ قوم کا سردار کون ہو۔ اور کس کے ذمّہ کیا کام ہے۔ بہر حال معمولی نزاع کے بعد یہ طے پایا۔ کہ عبدمناف جو عبدالدّار کی نسبت زیادہ ذہین اور صاحبِ عزم وہمّت تھے۔ رفادہ، سقایہ اور حجّاج کی مہمان نوازی کا فریضہ سرانجام دیں۔ اور دیگر مناصب یعنی حجابت، لوا اور دارالندوہ وغیرہ عبدالدّار کے پاس رہیں۔

عبدمناف جب تک زندہ رہے۔ قبیلہ قریش میں نہایت عزّت واحترام کے ساتھ رہے۔ اور آپ قریش کی ریاست کے اعلیٰ انتظام وانصرام میں اپنے باپ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ انہی کا خاندان نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا خاص خاندان ہے۔ اِن کے چار بیٹوں میں ایک دفعہ پھر تقسیمِ مناصب کا سوال پیدا ہو گیا۔ آخر یہ تقسیم اس

طرح عمل میں آئی۔ کہ سقایہ اور رفادہ کے مناصب جناب ہاشم کو ملے۔ اور قیادت عبد الشمس کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پڑدادا جن کی اولاد ہاشمی کہلائی اور جن کی تیسری پشت میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا۔ نہایت حسین وجمیل، مدبر اور بہت صالح کردار کے مالک تھے۔ اپنے ذاتی خصائص اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت اپنے خاندان میں بڑے معزز و محترم اور دانا خیال کئے جاتے تھے۔ جناب ہاشم کو قریش میں وہی قدر و منزلت حاصل تھی۔ جو ان کے دادا قصیّ بن کلاب کے حصّے میں آئی تھی۔

جناب ہاشم کا اصل نام عمرو تھا۔ مکّہ میں قحط کے دنوں میں آپ نے شوربہ میں روٹیاں چور کر اہلِ مکّہ کو کھلائیں۔ جس کی وجہ سے ہاشم نام مشہور ہوگیا۔ ہشم کے معنی چورہ کرنے کے ہیں۔ اور ہاشم اسی کا اسم فاعل ہے۔

آپ کا دستر خوان نہایت وسیع تھا۔ ہر وارد و صادر کے لئے جناب ہاشم کا دستر خوان حاضر تھا۔ غریب مسافروں کو اونٹ عطا فرماتے تھے۔ نورِ نبوّت آپ کی پیشانی پر چمکتا تھا۔ علماء یہود جب آپ کو دیکھتے۔ تو سجدہ کرتے اور آپکے ہاتھوں کو بوسہ دیتے۔

قبائل عرب اور علماء بنی اسرائیل جناب ہاشم کو نکاح کے لئے اپنی لڑکیاں پیش کرتے۔ یہاں تک کہ ایک دفعہ ہرقل شاہِ رُوم نے جناب ہاشم کو خط لکھا۔ کہ آپکے جود و کرم کی داستانیں مجھ تک پہنچی ہیں۔ میں اپنی شہزادی کو، جو حسن و جمال میں یگانۂ روزگار ہے، آپ کی زوجیّت میں دینا چاہتا ہوں۔ آپ تشریف لائیں۔ تاکہ شہزادی کا آپ سے نکاح کر دوں۔ مگر جنابِ ہاشم نے شہزادی کے نکاح سے انکار کر دیا۔ مؤرخین کے مطابق وفات کے وقت آپ کی عُمر صرف پچیس سال تھی۔

جنابِ ہاشم نے ہی قریش میں سب سے پہلے یہ دستور جاری کیا۔ کہ سال میں دو مرتبہ قافلۂ تجارت روانہ ہوا کرے۔ موسم گرما میں شام کی طرف اور موسم سرما میں یمن کی طرف۔ چنانچہ اسی دستور کے مطابق ہر موسم میں قافلہ روانہ ہوتا۔ لق و دق بیابانوں اور خشک ریگستانوں اور بحر و بر کو قطع کرتا ہوا موسم سرما میں یمن اور حبشہ میں پہنچتا۔ نجاشی شاہِ حبش

جنابِ ہاشم کی بہت خاطر مدارت کرتا۔ اور تحفے تحائف بھی پیش کرتا۔ پھر موسم گرما میں قافلۂ تجارت شام، غزّہ اور انقرہ تک پہنچتا۔ قیصرِ رُوم بھی جناب ہاشم کے ساتھ نہایت مہربانی سے پیش آتا۔

جنابِ ہاشم نے حکومتِ یمن اور حکومتِ رُوم سے قریش کے کاروانِ تجارت کی حمایت و حفاظت کا حکم حاصل کیا۔ اور یہ جناب ہاشم کے اعلیٰ تدبّر کا نتیجہ تھا۔ کہ تمام راستے قریشِ مکّہ کے تجارتی قافلوں کے لئے محفوظ و مامون ہو گئے تھے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے قرآن حکیم میں قریش کو یہ انعام یاد دلایا ہے:۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ ۚ فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِ ۙ الَّذِیْۤ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۠

(سُوْرَةُ الْقُرَیْشِ)

چونکہ قریش اللہ کی رحمت سے موسم سرما و گرما کے سفر کے عادی ہو گئے۔ اس لئے اُن کو نعمت کے شکر یہ میں اس خدا کی عبادت کرنی چاہیئے۔ جو اس گھر کا مالک ہے۔ اور اس نے اُن کو بھوک میں کھانے کو دیا۔ اور خوف سے امن بخشا۔

حج کے دنوں میں جنابِ ہاشم حجّاج کی خاطر گوشت، روٹی، ستّو اور کھجور وغیرہ سے کرتے۔ اور زمزم کا پانی پلاتے۔ منیٰ، مزدلفہ اور عرفات میں بھی اسی طرح کھانے پینے کا انتظام کرتے۔ آپ جب تک زندہ رہے۔ اہلِ عرب میں اپنے جود و کرم کی وجہ سے نہایت معزّز رہے۔ جناب ہاشم کے بعد اُن کے نامور بیٹے جناب عبد المطّلب نے اپنے باپ اور پڑدادا کی طرح بڑا نام پایا۔ جناب عبد المطّلب کی زندگی کا سب سے بڑا اعزاز یہ ہے۔ کہ ۸ سال تک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کفالت آپ کے ذمّہ رہی۔ جسے آپ نے نہایت محبّت و شفقت کے ساتھ بصد حسن و خوبی نبھایا۔ اور اپنے یتیم پوتے کی دلجوئی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ بہرحال ان حالات کا تفصیلی ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَسَلَامٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیۡبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَزۡوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ وَاَہۡلِ بَیۡتِہٖ وَخُلَفَاءِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ ۝

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ط یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ۝

(الاحزاب : آیت ۵۶)

اَللّٰہُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیۡتَ عَلٰٓی اِبۡرَاہِیۡمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبۡرَاہِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ط اَللّٰہُمَّ بَارِکۡ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکۡتَ عَلٰٓی اِبۡرَاہِیۡمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبۡرَاہِیۡمَ اِنَّکَ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ۝



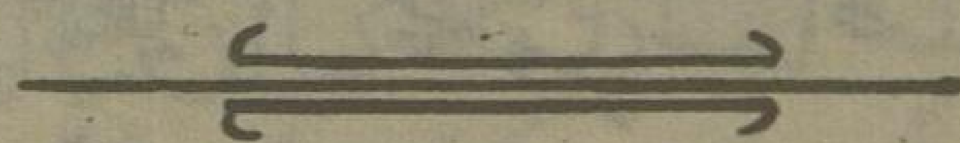
یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت　　بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت

ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت　　چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا

دُعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

(حالی)



رسالتمآب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی حیاتِ اقدس

ولادت باسعادت ـــــ تا ـــــ قبل از بعثت

(چالیس سالہ دورِ حیات)

ـــــ یعنی ـــــ

دوشنبہ ۹ ربیع الاول ۱؁ ولادت ـ تا ـ ۸ ربیع الاول ۴۱؁ ولادت

ـــــ مطابق ـــــ

دوشنبہ ۲۰/۲۲ اپریل ۵۷۱؁ء ـــ تا ـــ یکشنبہ ۸ فروری ۶۱۰؁ء

تاریخ ولادت کے متعلق مختلف آراء

سیرۃ النبیؐ ـــ مؤلفہ ـــ علامہ شبلیؒ ـــ سوموار ۹ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱؁ء

رحمۃ للعالمین ـــ " ـــ سید سلیمان ندوی ـــ سوموار ۹ ربیع الاول مطابق ۲۰/۲۲ اپریل ۵۷۱؁ء

تاریخ ابنِ ہشام ـــ " ـــ ابنِ ہشام ـــ سوموار ۱۲ ربیع الاول (فٹ نوٹ) ۹ ربیع الاول مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱؁ء

تاریخ ابنِ خلدون ـــ " ـــ ابنِ خلدون ـــ ۱۲ ربیع الاول

سیرۃ المصطفیٰؐ ـــ " ـــ مولانا ادریس کاندھلوی ـــ سوموار ۸ ربیع الاول مطابق اپریل ۵۷۰؁ء

قصص القرآن ـــ " ـــ مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی ـــ سوموار ۹ ربیع الاول مطابق ۲۱ اپریل

محسنِ انسانیتؐ ـــ " ـــ نعیم صدیقی ـــ سوموار ۹ ربیع الاول مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱؁ء

اصح السیر ـــ " ـــ مولانا عبدالرؤف داناپوری ـــ سوموار ۸ یا ۱۲ ربیع الاول

حیاتِ سرورِ کائناتؐ ـــ " ـــ ملا واحدی ـــ سوموار ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱؁ء

مشہورِ عام ـــ سوموار ۱۲ ربیع الاول

ترجیحی قول ـــ سوموار ۹ ربیع الاول مطابق ۲۰/۲۲ اپریل ۵۷۱؁ء

عام الفیل ۱؁

۵۳؁ قبل ہجرت

دُنیا کے مروّجہ و مشہور سنین کی مطابقت تاریخِ ولادتِ حضورؐ سے حسب ذیل ہے:

۹ر ربیع الاوّل ——— سنہ ۱ عام الفیل

۱۸ر ماہ دے ——— سنہ ۴۰ نوشیروانی

۲۵ر ماہ برمودہ ——— سنہ ۲۸۷ قبطی جدید

۲۲ر اپریل ——— سنہ ۵۷۱ عیسوی

۲۰ر ماہ ہفتم ——— سنہ ۲۵۸۵ ابراہیمی

یکم جیٹھ ——— سنہ ۶۲۸ بکرمی شمس

یکم جیٹھ ——— سنہ ۳۶۷۲ کل جگ

۱۸ر ماہ توت سنہ ۱۳۱۹ بخت نصری

۱۰ر ماہ ایار ——— سنہ ۴۳۳۱ عبرانی

ولادت مُبارک ——— ۹ر ربیع الاوّل کو مکّہ معظّمہ میں بعد صُبحِ صادق و قبل طلُوعِ آفتاب۔

وصال فرمایا ——— بعُمر ۶۳ سال اَور ۴ یوم بروز دوشنبہ وقت چاشت ۱۲ر ربیع الاوّل سنہ ۱۱ھ

عالمِ دُنیا میں قیام ——— ۲۲۳۳۰ دن اَور چھ گھنٹے
(ولادت تا وصال) (چھ گھنٹے اکتیسویں دن کے ہیں)

تبلیغِ رسالت و نبوّت ——— ۸۱۵۶ دن (مذکورہ بالا ایّام میں سے)

رسالت مآب

حضرت

محمدؐ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

— کا —

مبارک نسب نامہ

محمدؐ (رسول اللہ) بن (۱) عبداللہ بن (۲) عبدالمطلب بن (۳) ہاشم بن (۴) عبدمناف بن (۵) قُصَیّ بن (۶) کلاب بن (۷) مُرّہ بن (۸) کعب بن (۹) لُوَیّ بن (۱۰) غالب بن (۱۱) فہر الملقب قُریش بن (۱۲) مالک بن (۱۳) نضر بن (۱۴) کنانہ بن (۱۵) خزیمہ بن (۱۶) مدرکہ بن (۱۷) الیاس بن (۱۸) مضر بن (۱۹) نزار بن (۲۰) معد بن (۲۱) عدنان ؎

(عدنان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اجداد میں اکیسویں (۲۱) پشت میں ہیں)

مورخین کے نزدیک عدنان حضرت اسمٰعیلؑ بن حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی تیسویں (۳۰) یا چالیسویں (۴۰) پشت سے تھے ؎

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ممتاز اسماء

محمدؐ - احمدؐ - ماحیؐ - حاشرؐ - عاقبؐ

عنوانات

ولادت باسعادت

تا

قبل از بعثت و نبوّت

- ولادت با سعادت
- حضانت و رضاعت کی ذمّہ داری حضرت حلیمہ سعدیہ رضؓ کے سپرد ہوئی۔
- مکّہ میں والدہ ماجدہ کے پاس اور پھر بنی سعد کو واپسی۔
- بنی سعد سے واپسی
- سیّدہ آمنہ کا انتقال
- حضرت عبدالمطّلب کا انتقال
- شام کا تجارتی سفر اور بحیرا راہب
- جنگِ فجّار میں شرکت
- حلف الفضول میں شرکت
- شام کا دوسرا تجارتی سفر اور نسطورا راہب
- اُمّ المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے نکاح
- سیّدنا قاسم بن محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیدائش
- سیّدہ زینب رضؓ بنت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیدائش
- سیّدہ رقیّہ رضؓ بنت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیدائش
- سیّدہ اُمِّ کلثوم رضؓ بنت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیدائش
- تعمیر کعبہ اور آپ ؐ کی تحکیم
- سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضؓ بنت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیدائش

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
۹ ربیع الاوّل ۵۲ سنہ قبل ہجرت مطابق ۲۰/۲۲ اپریل ۵۷۱ء	یوم پیدائش	**ولادت باسعادت** سرورِ دوعالم سیّدِ وُلدِ آدم خاتم النّبیّین شفیع المذنبین، امام الانبیاء محمدؐ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بروز دوشنبہ بتاریخ ۹ ربیع الاوّل مطابق ۲۰/۲۲ اپریل ۵۷۱ء واقعہ فیل سے پچاس پچپن دن بعد مکہ معظمہ میں بعد صبح صادق وقبل از طلوعِ آفتاب اپنے حقیقی چچا حضرت ابوطالب کے مکان میں پیدا ہوئے۔ آپؐ کی والدہ ماجدہ کا نام سیّدہ آمنہؑ اور والد ماجد کا نام حضرت عبداللہ ہے۔ روایت ہے کہ جس مکان میں آپؐ پیدا ہوئے۔ وہ مکان آپؐ کی پیدائش کے وقت نور سے بھر گیا۔ اور اسی شب یہ واقعہ بھی پیش آیا۔ کہ ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آیا۔ اور محل کے چودہ ۱۴ کنگرے گر گئے۔ آتش کدہ ایران جو ہزار سال سے مسلسل روشن تھا۔ یک لخت بجھ گیا۔ اور دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ آپؐ کے پیدا ہوتے ہی آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب آپؐ کو اُٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گئے۔ آپؐ کے لئے دُعا مانگی۔ اور محمدؐ نام رکھا۔ روایت ہے۔ کہ اُنہوں نے حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیدائش سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا۔ جو محمدؐ نام رکھنے کا باعث بنا۔ بہر حال آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اس خوشی میں آپؐ کی پیدائش کے ساتویں دن قبیلے کی دعوت کی۔ لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے دریافت کیا۔ کہ آپ نے نومولود کا نام خاندان کے مروّجہ ناموں سے ملتا جلتا کیوں نہیں رکھا؟ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا "مَیں چاہتا ہُوں۔ کہ میرے پوتے پر اس نام کا اثر پڑے۔ اور میرا پوتا تعریف وتوصیف حاصل کرے"۔ آپؐ کی والدہ سیّدہ آمنہ نے آپؐ کا نام ایک رویائے صادقہ کی بناء

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن

پر احمدؐ رکھا۔ پس محمدؐ اور احمدؐ دونوں مبارک نام حضورؐ کے ذاتی نام ہیں۔

آپؐ کے ختنے کے متعلق ایک قول تو یہ ہے۔ کہ آپؐ مختون پیدا ہوئے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ آپؐ کے دادا نے ولادت کے ساتویں روز آپؐ کا ختنہ کرایا۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے ہاں آپؐ کا ختنہ ہوا۔ آپؐ اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے ہیں۔

سیّدہ آمنہ کا شجرۂ نسب اور مختصر حالات

سیّدہ آمنہ بنتِ وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر —— سیدہ کے والد وہب بنو زہرہ کے سردار اور قریش میں نہایت معزز اور محترم تھے۔ سیّدہ قریش کی عورتوں میں نسب اور رتبے کے لحاظ سے افضل تھیں۔ آپ نے اپنے چچا وہیب کی حضانت میں پرورش پائی تھی۔ وہیب بھی اپنے بھائی کی طرح قوم کا سیّد اور مطاع تھا۔

سیّدہ نکاح کے پہلے ہفتہ ہی میں امانت دارِ محمدیؐ بن گئی تھیں۔ آپ کا بیان ہے۔ کہ مجھے بوڑھی عورتوں نے کہا۔ کہ حمل کے دنوں میں کچھ لوہا گردن میں لٹکا لو۔ اور کچھ بازوؤں پر باندھ لو۔ چنانچہ میں نے ان کے مشورہ کے مطابق عمل کیا۔ مگر چند روز کے بعد دیکھا۔ کہ لوہے کی چیزیں کہیں گر گئی ہیں۔ اس کے بعد میں نے کوئی لوہے کی چیز نہیں باندھی۔

حضرت عبداللہ کا شجرۂ نسب اور مختصر حالات

عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔

حضرت عبداللہ کی والدہ کا نام فاطمہ بنتِ عمرو تھا۔ زبیر،

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اور حضرت ابوطالب آپ ؐ کے سگے بھائی تھے۔ روایت ہے۔ کہ جب مکّہ کی حکومت اور سرداری حضرت عبداللہ کے والد حضرت عبدالمطلب کے قبضہ میں آئی۔ اور ارادہ خُداوندی اس جانب متوجّہ ہُوا۔ کہ چاہِ زمزم جسے عمرو بن حرث جرہمی نے بند کر دیا تھا۔ اور عرصہ دراز سے بے نام ونشان ہو گیا تھا۔ اِس کو ظاہر کیا جائے۔ تو ایک رویائے صادقہ کے ذریعہ عبدالمطلب کو اس جگہ کے کھودنے کا حُکم ہُوا جس کے نشانات اور علامات بھی خُواب میں بتلائی گئی تھیں۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب نے قُریش سے اپنے خواب اور ارادے کا ذکر کیا۔ قُریش نے آپ کے اس ارادے کی مخالفت کی۔ مگر حضرت عبدالمطلب نے قُریش کی مخالفت کی پرواہ کئے بغیر اپنے بیٹے حارث کی مدد سے نشان کے مطابق اُس جگہ کو کھودنا شروع کیا۔
		چاہِ زمزم کھودتے وقت چونکہ حضرت عبدالمطلب کا سوائے اپنے بڑے بیٹے حارث کے کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ اس لئے آپ نے منّت مانی۔ کہ اگر حق تعالیٰ نے اُنہیں دس بیٹے عطا کئے۔ جو جوان ہو کر اُن کے دست و بازو بنیں۔ تو وہ ایک فرزند اللہ تعالیٰ کے نام پر قُربانی کریں گے۔
		اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش پُوری کی۔ اور آپ کے ہاں دس بیٹے تولّد ہُوئے۔ ایک رات جبکہ آپ خانۂ کعبہ کے سامنے سو رہے تھے۔ آپ نے خواب میں دیکھا۔ کہ ایک شخص آپ کو مخاطب کر کے کہہ رہا ہے:۔
		"اے عبدالمطلب۔ اس نذر کو پُورا کیجئے۔ جو آپ نے اس گھر کے مالک کے لئے مانی تھی"۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		چنانچہ بیدار ہوتے ہی آپ نے سب بیٹوں کو جمع کیا۔ اور اُن کو اپنے خواب کی خبر دی۔ بیٹوں نے یک زبان ہو کر کہا:۔ ”آپ اپنی نذر پُوری کریں اَور جو چاہیں کریں“ یہ جواب سُن کر حضرت عبدالمطلب کعبہ میں ہُبل کے قریب آئے۔ اَور سب بیٹوں کے نام پر قُرعہ ڈالا۔ اتّفاق سے قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ جو آپ کو سب بیٹوں میں زیادہ محبُوب تھے۔ حضرت عبداللہ نے رضائے الٰہی اَور اپنے باپ کی خُوشنودی کے لئے قُربان ہونا منظور کر لیا۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب ہاتھ میں چُھری لے کر حضرت عبداللہ کو قُربان کرنے کے لئے مذبح کی طرف چل پڑے لیکن حضرت عبداللہ کی بہنوں اَور حضرت ابوطالب نے بھائی کے بچاؤ کے لئے مزاحمت کی۔ آخر کعبہ کے پُجاری اَور قُریش مکّہ نے رائے دی۔ کہ دس۱۰ اُونٹوں اَور عبداللہ میں قُرعہ ڈال کر دیکھا جائے۔ اگر قرعہ اُونٹوں کے نام نکل آئے۔ تو عبداللہ کے بدلے میں اُونٹوں کو قربان کر دیا جائے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ یہ فیصلہ ایک مشہور کاہنہ نے دیا تھا۔ بہرحال اِس رائے کے مطابق قُرعہ کا آغاز دس۱۰ اُونٹوں سے کیا گیا۔ پھر بیس۲۰، تیس۳۰ یہانتک کہ نوّے۹۰ اُونٹوں تک بڑھتے چلے گئے۔ مگر ہر دفعہ حضرت عبداللہ کا ہی نام نکلا۔ پھر جب اُونٹوں کی تعداد سَو۱۰۰ کر دی گئی۔ تو قُرعہ اُونٹوں کے نام نکل آیا۔ اَور حضرت عبدالمطلب نے نذر پُوری کرنے کے لئے حضرت عبداللہ کے بدلے میں سَو۱۰۰ اُونٹ قُربان کر دیئے۔ اِس واقعہ کے بعد سے حضرت عبداللہ ذبیح کے لقب سے موسُوم ہُوئے۔ اَور اسی وجہ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو ابنِ ذبیحین کہتے ہیں۔ یعنی دو۲ ذبیح کے

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن

فرزند حضرت معاویہؓ کی روایت کے مطابق دو ذبیح سے ایک حضرت عبداللہؓ اور دوسرے حضرت اسمٰعیلؑ مراد ہیں۔

حضرت عبداللہ نہایت حسین، پاکباز اور نیک نفس تھے، ایک عورت فاطمہ بنتِ مر الخثعمیہ نے اِن سے اظہار محبت کیا۔ اور اپنی جانب مائل کرنے کے لئے سَو اونٹوں کا عطیہ آپ کو دینا چاہا۔ مگر آپ نے اُس عورت کی ناپاک خواہش کو ٹھکراتے ہوئے فرمایا:۔

"فعلِ حرام کا ارتکاب کرنے سے تو مر جانا ہی اچھا ہے۔ حلال کو بیشک مَیں پسند کرتا ہوں۔ مگر اس کے لئے اعلان ضروری ہے۔ تم مجھے بہکاتی اور پھسلاتی ہو۔ مگر شریف انسان کو لازم ہے کہ اپنی عزت اور دین کی حفاظت کرے۔"

سیدہ آمنہ سے نکاح کے بعد حضرت عبداللہ نے رواج کے مطابق تین دن تک اپنے سسرال کے ہاں قیام کیا۔ اس کے بعد آپ تجارت کے لئے ملک شام کو چلے گئے۔ اور واپسی پر مدینہ میں ٹھہرے۔ تاکہ اپنے باپ کے حکم کے مطابق کھجوروں کا سوداکریں۔ کہ مدینہ کے دورانِ قیام میں ہی بیمار ہو گئے۔ جب آپ کی بیماری کی خبر قافلہ کے ذریعہ مکہ میں پہنچی۔ تو حضرت عبدالمطلب نے فوراً اپنے بڑے بیٹے حارث کو حضرت عبداللہ کو خبر گیری کے لئے مدینہ روانہ کیا۔ جب حارث مدینہ پہنچے۔ تو انہیں معلوم ہوا۔ کہ ایک ماہ بیمار رہنے کے بعد حضرت عبداللہ انتقال کر گئے ہیں۔ اور وہ نابغہ کے مکان میں مدفون ہیں۔ انتقال کے وقت حضرت عبداللہ نے پانچ اونٹ، چند بکریاں اور ایک باندی جس کی کنیت اُمّ ایمن اور نام برکت تھا، ترکہ میں چھوڑیں۔ آپ کا انتقال ۲۵ سال کی عمر میں اپنے پیغمبر بیٹے کی ولادت سے چند ماہ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
۱٦ ربیع الاول ٥۲ھ قبل ہجرت مطابق ۲۷/۲۹ اپریل ٥٧١ء	۸ یوم	پہلے ہی ہو گیا تھا۔ گویا حضورؐ شکمِ مادر سے ہی یتیمی کا داغ لے کر آئے تھے۔ **حضانت اور رضاعت کی ذمّہ داری حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے سپرد ہوئی:** آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کی ولادت باسعادت کے بعد تین چار دن تک آپؐ کی والدہ ماجدہ نے آپؐ کو دودھ پلایا۔ اور پھر آپؐ کے چچا ابُولہب کی آزاد کردہ کنیز ثُویبہ نے پھر حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے۔ عرب میں یہ دستور تھا۔ کہ شُرفاء اپنے بچّوں کو ابتدا سے ہی دیہات میں بھیج دیتے تھے۔ تاکہ دیہات کی صاف اور کُھلی آب و ہوا میں اِن کی پرورش ہو سکے۔ اور زبان کی فصاحت اور اہلِ عرب کی دیگر خصوصیات اوائل عُمر سے ہی بچّوں میں راسخ ہو جائیں۔ اس دستور کے مطابق سال میں دو۲ دفعہ بنی سعد کی عورتیں شیر خوار بچّوں کی تلاش میں مکّہ آیا کرتی تھیں چنانچہ آپؐ کی پیدائش کے آٹھ۸ دن بعد انہی عورتوں کے ساتھ حلیمہ سعدیہؓ بھی مکّہ معظمہ تشریف لائیں۔ دیگر عورتوں کو مکّہ کے اچھے کھاتے پیتے گھرانوں کے بچّے پرورش کے لئے ملے۔ مگر حلیمہ سعدیہؓ خالی ہاتھ رہ گئیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے یتیم ہونے کی وجہ سے چونکہ انعام و اکرام کی توقّع کم تھی اس لئے کسی عورت نے اِدھر توجّہ نہ کی۔ آخر جب روانگی کا وقت آیا۔ تو حلیمہ سعدیہؓ کو خالی ہاتھ جانا نہایت شاق گزرا۔ اور قدرتِ حق سے اِن کا دِل اس دُرِّ یتیمؐ کی طرف کھنچنے لگا۔ چنانچہ حلیمہ سعدیہؓ نے اپنے شوہر الحارث بن عبد العزّیٰ سے جا کر کہا:۔ "خدا کی قسم مَیں ضرور اس یتیم کے پاس جاؤں گی۔ اور ضرور اس کو لے کر آؤں گی"

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		شوہر نے جواب دیا:- "اگر تو ایسے کرے۔ تو کوئی حرج نہیں۔ اُمید ہے۔ کہ حق جَلَّ شانہٗ اس کو ہمارے لئے خیر و برکت کا سبب بنائے۔" جب قافلہ مکّہ سے روانہ ہُوا۔ اور سب سوار ہو کر چل پڑے۔ تو حلیمہ سعدیہؓ بھی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو لے کر سوار ہُوئیں۔ حلیمہ سعدیہؓ کی وہ دُبلی پتلی سواری جو دیکھنے میں مریل اور چلنے میں سب سے سُست رفتار تھی۔ یکایک برق رفتار ہو گئی۔ یہ تبدیلی سب عورتوں کی نظر میں ایک معجزہ سے کم نہ تھی۔ اور پھر آپؐ کے دم قدم سے حلیمہ سعدیہؓ کا گھر نیک بختیوں اور سعادتوں کا گہوارہ بن گیا۔
۵۱ سنہ قبل ہجرت مطابق ۵۷۳ء	۲ دو سال	**مکّہ معظّمہ میں والدہ ماجدہ کے پاس اور پھر بنی سعد کو واپسی:-** حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے جب ۲ دو سال کے بعد آپؐ کا دُودھ چھڑایا۔ تو وہ آپؐ کو لے کر مکّہ آئیں۔ تاکہ سیّدہ آمنہ کی امانت اُن کو واپس کر دیں۔ اگرچہ حلیمہ سعدیہؓ کا دل نہیں چاہتا تھا۔ کہ آپؐ کو اپنے سے جُدا کرے۔ مگر دستُور کے مطابق ۲ دو سال بعد واپسی ضروری تھی۔ اتّفاق سے جن دنوں حلیمہ سعدیہؓ آپؐ کو مکّہ لائیں، اُن دنوں مکّہ میں وبا پھیلی ہُوئی تھی۔ سیّدہ آمنہ ایسے حالات میں اپنے دُرِّ یتیم کو اپنے پاس نہیں رکھنا چاہتی تھیں۔ چنانچہ حضرت حلیمہ سعدیہؓ آپؐ کو لے کر پھر واپس اپنے قبیلہ بنی سعد میں آ گئیں۔
۴۷ سنہ قبل ہجرت مطابق ۵۷۷ء	چھ سال	**بنی سعد سے واپسی:-** جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عُمر مبارک ۶ چھ سال ہُوئی۔ تو حضرت حلیمہؓ آپؐ کو واپس مکّہ لے آئیں۔ اور آپؐ کو آپؐ کی والدہ سیّدہ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		آمنہ کے سپرد کر دیا۔ جب آپؐ بنی سعد سے واپس تشریف لائے۔ تو آپؐ کی صحت بہت اچھی تھی۔ آپؐ کے اخلاق آزاد اور مستغنی عن الغیر تھے۔ آپؐ کی زبان میں فصاحت و بلاغت کی وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو بنی سعد کی طرۂ امتیاز تھیں۔ اسی ابتدائی پرورش و تربیت کی بناء پر حضورؐ فرمایا کرتے تھے:۔
		"مَیں تم سب سے فصیح تر ہُوں۔ کیونکہ مَیں قریش کے خاندان سے ہُوں۔ اُور میری زبان بنی سعد کی زبان ہے۔"
		اِس زمانہ کے متعلق ایک دو واقعات سیرت کی کتابوں میں درج ملتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ آنحضرت صلعم اپنی رضاعی ماں کا دُودھ صرف ایک طرف سے پیا کرتے۔ اور دُوسری طرف کا دُودھ اپنے رضاعی بھائی کے لئے چھوڑ دیتے۔ دُوسرا واقعہ یہ ہے۔ کہ جب آپؐ ذرا سیانے ہُوئے۔ تو نہ معلوم کس بات پر مچل کر اپنی بڑی بہن شیماء السعدیہؓ بنتِ حارث کو، جو آپؐ کو کھلایا کرتی تھیں، کچھ اس زور سے کندھے پر کاٹا۔ کہ عمر بھر اس کا نشان رہ گیا۔ اتفاقاتِ زمانہ سے ایک غزوہ میں جب شیماء گرفتار ہو کر آئیں۔ تو یہی نشان اُن کے حق میں مُفید ثابت ہُوا۔
″	۶ چھ سال	**سیّدہ آمنہ کا انتقال**
		قبیلہ بنی سعد سے واپسی کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو آپؐ کی والدہ ماجدہ ساتھ لے کر مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہُوئیں۔ اس سفر میں آپؐ کی دایہ اُمِّ ایمن بھی آپؐ کے ساتھ تھیں۔ مدینہ منورہ میں سیّدہ آمنہ اپنے لختِ جگر کے ساتھ بنی نجار کے پاس ٹھہریں۔ جو آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے ننہال تھے۔ اس سفر سے سیّدہ آمنہ کا مقصد اپنے خاوند

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کی قبر کی زیارت تھا۔ جو مدینہ منوّرہ میں نابغہ کے مکان میں تھی۔ سیّدہ آمنہ نے مدینہ منوّرہ میں ایک ماہ تک قیام کیا۔ اس قیام کے دوران میں آنحضرت صلعم نے تیراکی سیکھ لی۔ آپؐ بعد میں فرمایا کرتے :۔ "مجھے وہ زمانہ یاد ہے۔ جب بنی النجّار کی گڑھی کے سامنے ہم کھیلا کرتے۔ گڑھی پر کوئی چڑیا آکر بیٹھتی۔ تو اُسے اُڑانا ہمارا دلچسپ مشغلہ تھا۔ ہمعمروں میں انیسہ نام کی ایک لڑکی کھیل میں شریک رہا کرتی"۔ بہر حال جب سیّدہ نے مکّہ کو واپسی کا قصد کیا۔ اور مقامِ ابواء میں پہنچیں۔ تو آپ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ یہیں مدفون ہوئیں۔ سیّدہ آمنہ کے انتقال کے بعد اُمِّ ایمن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو لے کر مکّہ تشریف لے آئیں۔ اس کم سنی میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اپنی والدہ ماجدہ کی دائمی جدائی اور مادرانہ شفقت و محبّت سے محرومی کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ بڑی عمر میں جب کبھی آپؐ کو ابواء سے گزرنے کا موقع ملتا۔ تو آپؐ ماں کی قبر پر ضرور حاضری دیتے۔ اور آپؐ کا دل بھر آتا۔
۴۴ سنہ قبل ہجرت مطابق ۵۷۹ء	۸ سال ۲ ماہ ۱۰ دن	**حضرت عبد المطلب کا انتقال** سیّدہ آمنہ کے انتقال کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی کفالت حضرت عبد المطلب نے اپنے ذمّہ لے لی تھی۔ مگر کفالت کو ابھی دو۲ ہی سال گزرے تھے۔ کہ حضرت عبد المطلب نے بیاسی۸۲ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور آنحضرت صلعم ایک نئے صدمے سے دوچار ہوئے۔ حضرت عبد المطلب نے مرتے وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
کو اپنے فیاض اور فراخ حوصلہ بیٹے حضرت ابوطالب کی آغوشِ تربیت میں دیا۔ اور وصیت کی کہ اپنے حقیقی بھائی عبداللہ کی یادگار کی پوری خبرگیری کریں۔ بلاشبہ آنحضرت صلعم کی پرورش و نگہداشت کے ضمن میں حضرت عبدالمطلب کا یہ انتخاب حد درجہ دور اندیشی پر مبنی تھا۔ کیوں کہ جیسا کہ بعد کے واقعات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابوطالب نے نہ صرف اپنے والد کی وصیت کو بصد حسن و خوبی نبھایا۔ بلکہ اپنے یتیم بھتیجے کی ولدیت اور کفالت کا حق ادا کر دیا۔ حضرت عبدالمطلب اپنے سب سے چہیتے بیٹے کے یتیم و یسیر اور واحد یادگار سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب جب قبیلے کے اہلِ رائے لوگوں کے ساتھ ہم بزم ہوتے اور سرداری اور حاکم عدالت یا پنچ کی حیثیت سے علیحدہ مسند پر بیٹھتے تو اُس وقت بھی آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ بٹھاتے۔ جب لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بچہ ہونے کی بنا پر اپنے دادا سے علیحدہ بیٹھنے کے متعلق کہتے۔ تو حضرت عبدالمطلب فوراً مداخلت کرتے اور فرماتے:۔ "بچے میں خود شناسی کا نادر وصف ہے۔ اور یہ اپنے آپ کو بزرگ سمجھتا ہے۔ اور مجھے اُمید ہے۔ کہ میرا پوتا بڑے مرتبے والا ہوگا۔" حضرت عبدالمطلب کو آنحضرت صلعم سے یہانتک محبت تھی۔ کہ ایک مرتبہ خشک سالی میں اپنے اس پوتے کی خوبیوں کا واسطہ دے کر خدا سے بارش کے لئے گڑگڑا، گڑگڑا کر التجا کی تھی۔ سات سال کی عمر میں آنکھیں دُکھنے کی وجہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت تکلیف محسوس ہوئی۔ تو حضرت عبدالمطلب نے آپؐ کا فوراً علاج کرایا۔		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
مگر جب مکّہ میں علاج ناکام رہا۔ تو وہ آپؐ کو عکاظ لے گئے۔ جہاں قریب کی ایک عیسائی خانقاہ کے راہب نے آنحضرت صلعم کے لیئے علاج کا نسخہ تجویز کیا۔ حضرت عبد المطلب کو آنحضرت صلعم کی ذہانت پر اتنا اعتماد تھا۔ کہ اگر گھر میں کوئی چیز گم ہو جاتی۔ تو وہ آپؐ کو ڈھونڈھ لانے کے لئے کہتے۔ اور آپؐ کبھی خالی ہاتھ واپس نہ آتے۔ ایک دفعہ حضرت عبد المطلب کے کچھ اونٹ کھو گئے۔ ملازموں کی تلاشِ بے سود کے بعد دادا نے آپؐ کو بھیجا۔ جب آپؐ کی واپسی میں تاخیر ہوئی۔ تو حضرت عبد المطلب سخت پریشان ہوئے۔ اور اپنے آپ کو ملامت کرنے لگے۔ کہ میں نے سات آٹھ سال کے بچّے کو کیوں بھیج دیا۔ خدا معلوم اتنے کم عمر بچّے کو پہاڑوں اور وادیوں میں کیا مشکل پیش آئے۔ چنانچہ اسی بےچینی و پریشانی کے عالم میں آپنے کعبہ کا طواف کیا۔ اور خدا سے رو رو کر آنحضرت صلعم کی سلامتی کی دعائیں مانگیں۔ کچھ دیر بعد جب آنحضرت صلعم نے اونٹوں کے ملنے کی اطلاع پہنچائی۔ تو حضرت عبد المطلب کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا اور آئندہ کے لئے عہد کیا۔ کہ آپؐ کو کبھی وہ ایسے کاموں پر نہیں بھیجیں گے۔ یہ دادا کی اسی محبت کا نتیجہ تھا۔ کہ جب حضرت عبد المطلب نے انتقال کیا۔ تو آنحضرت صلعم دادا کی میّت کے ساتھ روتے جاتے تھے۔ حضرت عبد المطّلب کا سلسلۂ نسب اور مختصر حالاتِ زندگی:۔ عبد المطّلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصَیّ بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لُوَیّ بن غالب بن فہر (قریش) حضرت عبد المطلب کے عظیم باپ حضرت ہاشم کے حسنِ تدبّر اور جاہ و جلال		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کی تفصیل عرب کے حالات میں پیش کی جا چکی ہے۔ اور یہ بھی بتایا جا چکا ہے۔ کہ کس طرح انہوں نے قریش کی تجارت کو ترقّی دی۔ اور قریش کے قافلہ ہائے تجارت کو منظّم اور ہر قسم کی لوٹ مار سے محفوظ کیا۔ حضرت ہاشم کی شادی کے متعلق مورخین کا بیان ہے۔ کہ حضرت ہاشم ایک بار قافلۂ تجارت کے ساتھ شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ راستہ میں مدینہ منوّرہ ٹھہرے۔ وہاں بازار میں ایک عورت پر آپ کی نظر پڑی جس کے چہرے پر ظاہری حسن و جمال کے علاوہ شرافت و نجابت اور فہم و فراست بھی نمایاں تھی۔ حضرت ہاشم نے دریافت کیا۔ کہ یہ عورت کسی کی منکوحہ ہے یا ناکتخدا ہے؟ آپ کو معلوم ہوا۔ کہ یہ عورت اصیحہ بن جلاح کی منکوحہ تھی جس سے دو۲ لڑکے عمرو اور معبد پیدا ہوئے۔ بعد میں اصیحہ نے اسے طلاق دے دی۔ حضرت ہاشم نے اس عورت سے نکاح کا پیام دیا۔ آپ کی نسبی شرافت اور ذاتی مکارم کی وجہ سے اس نے آپ کا پیام قبول کر لیا۔ اور نکاح ہو گیا۔ اس کا نام سلمیٰ بنت عمرو تھا۔ جو قبیلہ بنی النجّار سے تھی۔ نکاح کے بعد حضرت ہاشم نے ایک دعوت دی۔ اور اپنے قافلہ کے علاوہ قبیلہ خزرج کے کچھ لوگوں کو بھی مدعو کیا۔ حضرت ہاشم نے نکاح کے بعد کچھ روز مدینہ منوّرہ میں قیام کیا۔ انہی ایام میں سلمیٰ حمل سے ہو گئیں۔ جس سے حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے۔ آپ کا نام شیبۃ الحمد رکھا گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ آپ کا نام عامر اور لقب شیبہ ہے۔ اور آپ کا لقب شیبہ اس لئے مشہور ہوا۔ کہ پیدائش کے وقت آپ کی چندیا میں چند سفید بال تھے۔

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
شیبہ کی پیدائش کے بعد ہاشم قافلہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مگر اجل تاک میں تھی۔ جب آپ غزّہ پہنچے تو بیمار ہو گئے۔ بیماری نے یہانتک طول کھینچا۔ کہ شام کا یہ تجارتی سفر آپ کا سفرِ آخرت ثابت ہُوا۔ اور آپ یہیں مدفون ہوئے۔ مرتے وقت جناب ہاشم نے اپنا تمام مال ومتاع ابواہم بن عبد العزّیٰ کی وساطت سے اپنے بھائی المطلب کو پہنچوا دیا۔ اور یہ تاکید بھی کی۔ کہ وہ شیبہ کو مدینہ سے اپنے پاس مکّہ لے جائیں۔ اور پُوری توجّہ کے ساتھ اُن کے بیٹے کی پرورش وتربیت کریں۔ مگر افسوس کہ المطلب نے اپنے بھائی حضرتِ ہاشم کی وصیّت کو ایک عرصہ تک بُھلائے رکھا۔ اور اپنے بھتیجے کی طرف کوئی توجّہ نہ دی۔ جس کی وجہ سے جناب شیبہ مدینہ میں نہایت کسمپرسی کی حالت میں پرورش پاتے رہے۔ حضرتِ ہاشم کے انتقال کے بعد حضرت عبد المطلب کی والدہ ایک مُدّت تک مدینہ منوّرہ اپنے میکے میں رہیں۔ حضرت عبد المطلب جب ذرا سیانے ہوئے۔ تو اُن کے چچا المطلب نے اُنہیں اپنے ساتھ لے جانے پر اصرار کیا۔ ہر چند شیبہ کی والدہ اور دیگر رشتہ داروں نے اس امر کی مخالفت کی۔ مگر المطلب نے منّت سماجت کر کے سب کو راضی کر لیا۔ الغرض جب المطلب حضرتِ شیبہ کو لے کر مکّہ مکرّمہ میں داخل ہوئے۔ تو اُس وقت شیبہ اپنے چچا کے پیچھے اُونٹ پر سوار تھے۔ آپ کے میلے کُچیلے کپڑوں اور چہرے سے آپ کی یتیمی نمایاں تھی۔ لوگوں نے المطلب سے پُوچھا۔ کہ یہ لڑکا کون ہے؟ المطلب نے حیا کی وجہ سے		

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
لوگوں کو بتایا کہ یہ میرا غلام ہے۔ اس کے بعد اگرچہ آپ نے اس بات کی وضاحت کی۔ کہ یہ میرا بھتیجا ہے۔ مگر حضرت شیبہ لوگوں میں المطلب کے غلام کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔ اور اس طرح آپ شیبہ سے عبد المطلب (المطلب کا غلام) بن گئے۔ حضرت عبد المطلب تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین وجمیل، قوی جسیم اور بُردبار و حلیم تھے۔ آپ نہایت کریم و سخی اور شر و فساد سے دُور بھاگنے والے تھے۔ دُوسرے لفظوں میں قوم کی سرداری کی جُملہ صفات آپ میں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ حضرت عبد المطلب جُود و سخا میں اپنے والد حضرتِ ہاشم سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔ آپ کی مہمان نوازی انسانوں سے گزر کر چرند و پرند تک جا پہنچی تھی۔ اسی وجہ سے اہل عرب آپ کو فیّاض اور مطعم طیر السماء کے لقب سے یاد کرتے تھے۔ آپ نے زندگی بھر شراب کو ہاتھ نہیں لگایا۔ رمضان المبارک میں آپ کی سخاوت انتہا کو پہنچ جاتی۔ غارِ حرا میں خلوت و عزلت سب سے پہلے حضرت عبد المطلب نے ہی کی۔ حضرت عبد المطلب کی زندگی کے اہم ترین واقعات میں سے چاہِ زمزم کھودنے کی تفصیل گزشتہ سطور میں گزر چکی ہے۔ دُوسرا اہم واقعہ ابرہہ کا بیت اللہ پر حملہ ہے۔ جسے تاریخ میں واقعہ فیل کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ابرہہ ایک عیسائی سردار اور نجاشی شاہ حبشہ کی طرف سے یمن کا حاکم تھا جب اُس نے دیکھا۔ کہ اہل عرب حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ جاتے اور خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں۔ تو اُس نے عیسائی مذہب		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے نام پر یمن کے شہر صنعاء میں ایک نہایت عالیشان گرجا بنوایا۔ عرب میں جب اس گرجا کی خبر مشہور ہوئی۔ تو قبیلہ کنانہ کا کوئی آدمی وہاں آیا۔ اور گرجے میں گندگی پھیلا کر بھاگ گیا۔ ابرہہ نے غصہ میں آکر قسم کھائی۔ کہ وہ کعبہ کو منہدم اور مسمار کرکے دم لے گا۔ چنانچہ وہ کعبۃ اللہ کو ڈھانے کے لئے حبشہ سے ایک لشکر جرّار لے کر مکّہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا۔ اس فوج کشی کے دوران راستہ میں جس عرب قبیلہ نے بھی مزاحمت کی۔ اس کو ابرہہ نے تہہ تیغ کر دیا۔ حتّٰی کہ وہ مکّہ کے قرب وجوار میں پہنچ گیا۔ وہاں کے لوگوں کو اپنے ارادہ سے باخبر کرنے کے لئے اس نے اہلِ مکّہ کے جانور پکڑ لئے۔ ان جانوروں میں حضرت عبدالمطلب کے دو سو اونٹ بھی تھے۔ اس وقت قریش کے سردار اور کعبہ کے متولّی حضرت عبدالمطلب تھے۔ ابرہہ کے حملہ کی خبر پاتے ہی آپ نے قریش کو جمع کیا۔ اور کہا۔ کہ فکر مت کرو۔ خانہ کعبہ کو کوئی منہدم نہیں کر سکتا۔ یہ اللہ کا گھر ہے۔ وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ کہتے ہیں۔ کہ جب حضرت عبدالمطلب کو ابرہہ کے حملہ کی خبر ہوئی۔ تو آپ خانہ کعبہ کی دیواروں سے لپٹ کر روئے۔ اور اللہ سے اپنے گھر کی حفاظت کی دعا کی۔ بہرکیف آپ چند رؤساء قریش کو لے کر ابرہہ سے ملنے کے لئے گئے۔ ابرہہ نے آپ کا نہایت شاندار استقبال کیا۔ اور آپ کے بے مثال حسن وجمال اور عظمت وہیبت کو دیکھ کر مرعوب ہو گیا۔ اثنائے گفتگو میں حضرت عبدالمطلب نے اپنے اونٹوں کی رہائی کا مطالبہ کیا۔ ابرہہ نے بڑی حیرت سے پوچھا "تم نے اپنے اونٹوں کی واپسی کے متعلق تو کلام کیا۔ مگر خانہ کعبہ کے متعلق ایک لفظ تک نہیں کہا۔ جسے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		گرانے کے ارادے سے میں یہاں تک آپہنچا ہوں"۔ حضرت عبد المطلب نے نہایت لاپرواہی سے جواب دیا "اُونٹ میری ملکیت ہیں۔ اس لئے ان کی رہائی کے لئے چلا آیا۔ کعبہ کا مالک خدا ہے۔ جو اپنے گھر کو بچانے کی پوری طاقت رکھتا ہے"۔ ابرہہ نے یہ جواب سُن کر کچھ سکوت کے بعد آپ کے اُونٹوں کی رہائی کا حکم دیا۔ جنہیں آپ لے کر مکّہ واپس آ گئے۔
		حضرت عبد المطلب نے وہاں سے واپس آتے ہی اہلِ مکّہ کو مکّہ خالی کرنے کا حکم دیا۔ اور کہا کہ تمام اُونٹوں کو خانہ کعبہ کی نذر کر دیا جائے۔ القصّہ قُریش نے بیت اللہ کی کوئی مدافعت نہ کی۔ بلکہ حضرت عبد المطلب کے ساتھ پہاڑوں میں چھپ گئے۔ دُوسرے دن ابرہہ نے اپنے ارادے کی تکمیل کے لئے فوج کو حرکت دی۔ اور اُن ہاتھیوں کو کعبہ ڈھانے کے لئے آگے بڑھایا۔ جو اس غرض کے لئے حبشہ سے لائے گئے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت کا انتظام فرما لیا۔ اس واقعہ کے متعلق قُرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:۔
		اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِؕ — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے
		اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍۙ — ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا۔ کیا اُن کا داؤں غلط
		وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَۙ — نہیں کیا؟ (کیا) اور اُن پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے
		تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍۙ — بھیجے۔ جو اُن پر پتھر کی کنکریاں پھینکتے تھے۔
		فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ — تو اُن کو ایسا کر دیا جیسے کھایا ہوا بھُس۔
		بہرحال اِن کنکریوں کے گرنے سے جو ابرہہ کی فوج اور ہاتھیوں کا حشر ہُوا۔ وہ بلاشُبہ تاریخِ عالم کا ایک نہایت عبرتناک باب ہے۔ خُود ابرہہ گرتا پڑتا بمشکل صنعاء پہنچا۔ اور نہایت دردناک عذاب میں گرفتار ہو کر واصلِ

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		جہنم ہُوا۔ ابرہہ کی ہلاکت اور کعبۃ اللہ کی حفاظت کے اس واقعہ سے اہلِ مکہ بہت متأثر ہُوئے۔ چنانچہ کعبۃ اللہ کے متولّی حضرت عبدالمطلب کی شان میں بڑے پُرزور قصائد لکھے گئے۔ اس واقعہ کے پچاس پچپن دن بعد جب کہ حضرت عبدالمطلب طوافِ کعبہ کر رہے تھے۔ آپ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ولادت کی خوشخبری ملی۔ واقعۂ فیل کے وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر ۷۳ سال تھی۔ مؤلف "رحمۃ اللعالمین" نے آپ کی ولادت سنہ ۴۹۷ء اور وفات سنہ ۵۷۹ء اندازہ کی ہے۔
سنہ ۴۰ قبل ہجرت مطابق سنہ ۵۸۳ء	۱۲ سال ۲ ماہ (تقریباً)	**شام کا تجارتی سفر اور بحیرا راہب** آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب عمرِ مبارک کے بارہویں (۱۲) سال سے گزر کر تیرہویں (۱۳) میں قدم رکھا۔ تو آپؐ کے چچا خواجہ ابوطالب نے قریش کے قافلۂ تجارت کے ساتھ شام جانے کا ارادہ کیا۔ راستے کے مصائب اور آنحضرت صلعم کی کم سنی کے پیشِ نظر خواجہ ابوطالب آپؐ کو ہمراہ لے جانے پر راضی نہ تھے۔ مگر عین روانگی کے وقت آنحضرت صلعم کو مغموم دیکھ کر خواجہ ابوطالب سے نہ رہا گیا۔ چنانچہ اُنہوں نے اس سفر میں آپؐ کو بھی ساتھ لے لیا۔ قُریش کا یہ قافلۂ تجارت سرزمینِ شام کے ایک مقام بُصریٰ میں اُترا۔ بُصریٰ اُس زمانہ میں بیت المقدس اور دمشق کے درمیان ایک اہم تجارتی منڈی اور قافلوں کی قیام گاہ تھا۔ یہ علاقہ چونکہ بیزنطینی رُومیوں کے قبضہ میں تھا۔ اس لئے یہاں ایک کلیسا تھا جس کے ایک نصرانی راہب نے جو بحیرا کے نام سے مشہور تھا۔ اور جس کا اصلی نام جرجیس تھا۔ قُریش

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے اس قافلۂ تجارت کی دعوت کی۔ یہ پہلی بار تھی۔ کہ بحیرا نے اس طرح قریش کے قافلہ کو دعوت پر مدعو کیا تھا۔ حالانکہ اس سے پیشتر بارہا ایسے تجارتی قافلے اس کلیسا کے پاس سے گزر چکے تھے۔ روایت ہے۔ کہ دعوت کی وجہ یہ تھی۔ کہ جب بحیرا راہب کلیسا میں بیٹھا ہوا تھا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ قافلے کے درمیان میں ایک بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ سال کا لڑکا چل رہا ہے۔ جس کے اوپر بادل کا ایک ٹکڑا سایہ فگن ہے۔ جب قافلہ صومعہ کے قریب ایک درخت کے سایہ تلے اترا۔ تو ابر کا ٹکڑا اس درخت کے اوپر بھی سایہ فگن رہا۔ مزید برآں درخت کی شاخیں آنحضرت صلعم پر جھک گئیں۔ کہ آپؐ ان کی چھاؤں میں تشریف فرما ہوں۔ کھانے کی تیاری کے بعد بحیرا راہب نے اہلِ قافلہ سے کہلا بھیجا۔ کہ قافلہ کے سب چھوٹے بڑے افراد دعوت میں شریک ہوں۔ راہب کی اس میزبانی سے متاثر ہو کر قافلہ میں سے ایک شخص نے بحیرا سے پوچھا "آج تو تمہاری حالت ہی کچھ اور ہے۔ ہم تمہارے پاس سے بارہا گزر چکے ہیں۔ مگر تم نے ایسا برتاؤ پہلے تو کبھی نہیں کیا تھا۔ آخر آج کونسی غیر معمولی بات ہے؟" بحیرا نے جواب دیا۔ "میری خواہش ہے۔ کہ تمہاری عزت کروں۔ اور تمہارے لئے کھانا تیار کروں۔" پھر سب لوگ راہب کے گرد جمع ہو گئے۔ مگر آنحضرت صلعم اپنی کم عمری کے باعث لوگوں کے کجاووں کے پاس درخت کے نیچے ہی تشریف فرما رہے۔ بحیرا نے سب قریش کے چہروں کو بغور دیکھنے کے بعد پوچھا "تمہارے لوگوں میں سے ایسا تو کوئی نہیں رہا۔ جو کھانے میں شریک نہ ہوا ہو؟" لوگوں نے جواب دیا۔ کہ بجز ایک لڑکے کے جو کجاووں کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اور کوئی شخص باہر نہیں رہ گیا ہے۔ بحیرا نے کہا۔ اسے بھی بلواؤ۔ تاکہ

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
وہ بھی تمہارے ساتھ کھانے میں شریک ہو۔ پھر ایک شخص اُٹھ کر باہر آیا۔ اَور آپؐ کو ہمراہ لے گیا۔ بحیرا راہب آپؐ کو بغور دیکھنے لگا۔ اَور آپؐ کے چہرہ مُبارک اَور جسیمِ اطہر میں وہ نشانیاں تلاش کرنے لگا۔ جو وہ اپنے علم کے مطابق ایک نبی کے لئے ضروری سمجھتا تھا۔ بحیرا نے آپؐ کی پُشت مُبارک دیکھی۔ دونوں شانوں کے درمیان مُہرِ نبوّت اُسی مقام پر موجُود تھی۔ جو آپؐ کی صفت کے طور پر اُس کے پاس مرقُوم تھی۔ پھر بحیرا نے آپؐ کے چچا خواجہ ابوطالب سے پُوچھا۔ کہ تمہارا اس لڑکے سے کیا رشتہ ہے؟ اُنہوں نے کہا۔ کہ یہ میرے بیٹے ہیں۔ بحیرا نے کہا "مَیں اس رشتے کو صحیح تسلیم نہیں کرتا۔ میرے علم میں اس لڑکے کو یتیم ہونا چاہیئے"۔ یہ سُن کر خواجہ ابوطالب نے کہا "تم سچ کہتے ہو۔ یہ میرے بھائی کی نشانی ہے۔ اس کا باپ انتقال کر چکا ہے"۔ اس کے بعد بحیرا راہب نے خواجہ ابوطالب کو مشورہ دیا۔ کہ تم اپنے بھتیجے کو لے کر جلدی واپس چلے جاؤ۔ اَور یہود سے اس کی حفاظت کرو۔ خدا کی قسم اگر اُنہوں نے بھی وُہی کچھ جان لیا۔ جو کچھ مَیں جان چکا ہُوں۔ تو وہ ضرور اسے نقصان پہنچائیں گے۔ تمہارا بھتیجا نبیؐ ہے۔ اَور اس کی بڑی شان ہونے والی ہے۔ روایت ہے۔ کہ اِسی سفر کے دوران میں زُریر۔ تمّام اَور دریس نے بھی آپؐ کو پہچان لیا۔ یہ لوگ بھی اہلِ کتاب میں سے تھے۔ اُنہوں نے آپؐ کو ضرر پہنچانے کی کوشش کی۔ مگر بحیرا راہب کی مداخلت سے وہ اس امر سے باز رہے۔ الغرض خواجہ ابوطالب بحیرا راہب کے مشورے کے مطابق اپنے تجارتی اُمور سے جلد فارغ ہو کر مکّہ لوٹ		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		آئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلعم کو ہر ضرر سے محفوظ و مامون اپنے وطن واپس پہنچا دیا۔
۳۷ھ قبل ہجرت مطابق تقریباً جون ۵۸۶ء	۱۵ سال ۷ ماہ (تقریباً)	**جنگِ فجار میں شرکت** عرب میں ہمیشہ جنگ و جدال کا بازار گرم رہتا تھا۔ اہلِ عرب اپنی اُفتادِ طبع کے باعث کسی نہ کسی جنگ میں اُلجھے رہتے تھے۔ جنگ فجار بھی اہل عرب کے جنگی سلسلوں کی ایک کڑی ہے۔ واقعہ فیل کے بعد عکاظ کے سالانہ میلہ میں لطیمہ کے لُٹ جانے کے باعث جو مشہور معرکہ پیش آیا۔ وہ عرب میں حربِ فجار کے نام سے مشہور ہے۔ یہ جنگ چونکہ ایسے مہینوں میں برپا ہوئی تھی۔ جن میں جنگ حرام تھی۔ اس لئے نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے باوجود شرکت کے نہ تلوار اُٹھائی۔ اور نہ ہی قتال کیا۔ یہ معرکہ قُریش اور قبیلہ قیس کے درمیان پیش آیا تھا۔ اوّل قبیلہ قیس کے لوگ قُریش پر غالب آئے۔ اور پھر قُریش قبیلہ قیس پر۔ بالآخر فریقین میں صُلح ہوگئی۔ اور جنگ کا خاتمہ ہوگیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس معرکہ میں اپنے چچاؤں کے اصرار پر شرکت فرمائی تھی۔ لڑائی کے دوران میں آنحضرت صلعم اپنے چچاؤں کو دشمنوں کی طرف سے آئے ہوئے تیر اُٹھا اُٹھا کر دیتے رہے۔ اس جنگ کا نام فجار اس لئے پڑا۔ کہ اس میں حریف قبائل کنانہ اور قیس نے اپنے درمیان تعلقات میں بعض حرام کاموں کو حلال قرار دے لیا تھا جنگ فجار میں قُریش اور کنانہ کا قائد حرب ابنِ اُمیّہ ابنِ عبد الشّمس تھا۔ ابن ہشام نے اس جنگ کو چوتھے فجار کا نام دیا ہے۔ اور ابنِ سعد کے نزدیک اس وقت آپ ؐ کی عُمر بیس [۲۰] سال تھی۔ (واللہ اعلم)

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
۳۷ سنہ قبل ہجرت جولائی ۵۸۶ء	۱۵ سال ۸ ماہ (تقریباً)	**حلف الفضول میں شرکت** عرب میں ایک مدت سے لڑائیوں کا سلسلہ جاری تھا۔ حرب فجار میں معمولی سی بات پر اتنی خونریزی کی وجہ سے بعض طبیعتوں میں یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ جن بنیادوں پر جرہمی دور میں انسدادِ قتل و غارتگری کے لئے تین اشخاص یعنی فضل بن فضالہ، فضل بن وداعۃ اور فضیل بن حارث نے ایک معاہدہ مرتب کیا تھا۔ جو انہی کے ناموں پر حلف الفضول کے نام سے مشہور ہوا۔ دوبارہ مرتب کیا جائے۔ چنانچہ شوال میں جنگِ فجار ختم ہوتے ہی ذیقعد میں تجدیدِ حلف الفضول کے لئے سلسلۂ جنبانی شروع ہوئی۔ اس کی تحریک زبیر بن عبدالمطلب نے کی۔ بنو ہاشم اور بنی تیم وغیرہ عبداللہ بن جدعان کے مکان میں ضیافت کی دعوت پر جمع ہوئے عبداللہ بہت بوڑھا اور بااثر تھا۔ اور بعض دفینوں کے ملنے سے بڑا مالدار بھی۔ اور غالباً اسی کا مکان سب سے کشادہ تھا۔ اس مجلس میں سب نے مظلوم کی حمایت کا عہد کیا۔ اور بنی ہاشم، بنی تیم، بنی عبدالمطلب، بنی زہرہ اور بنی حارث بن مہر کے معززین اور سرداروں نے اس بات پر حلف لیا۔ کہ:۔ "خدا کی قسم ہم سب مل کر ایک ہاتھ بن جائیں گے۔ اور وہ مظلوم کے ساتھ رہ کر اس وقت تک ظالم کے خلاف اٹھا ہوا رہے گا۔ تاآنکہ وہ (ظالم) اس (مظلوم) کو حق ادا نہ کردے۔ اور یہ اُس وقت تک جب تک کہ سمندر گھونگھوں کو بھگوتا رہے اور حراء و ثبیر کے پہاڑ اپنی جگہ قائم رہیں۔ اور ہماری معیشت میں مساوات رہے گی۔"

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ابنِ ہشام اور حمیدی وغیرہ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس بیان کی روایت کی ہے۔ کہ:- "اس معاہدہ کے وقت میں بھی عبداللہ بن جدعان کے گھر میں حاضر تھا۔ معاہدہ کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سُرخ اُونٹ بھی دیے جاتے۔ تو مَیں ہرگز پسند نہ کرتا۔ اور اگر اب زمانۂ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدے کی طرف بُلایا جاؤں۔ تو بھی اس کی شرکت کو ضرور قبول کروں گا۔" عبداللہ بن جدعان، جن کے گھر یہ معاہدہ تکمیل پذیر ہُوا تھا۔ رشتہ میں اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے چچازاد بھائی تھے۔
۲۸ سنہ قبل ہجرت مطابق تقریباً جولائی ۵۹۵ء	۲۵ سال (تقریباً)	**شام کا دُوسرا تجارتی سفر اور نسطورا راہب** آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب جوان ہُوئے۔ تو اس شان سے جوان ہُوئے۔ کہ آپؐ اپنی قوم میں سب سے زیادہ بامروّت، خلیق، ہمسایوں کی خبر گیری کرنے والے، حلیم اور بُردبار تھے۔ آپؐ اپنے قول وفعل میں سب سے زیادہ سچے، راست باز اور امانت دار تھے۔ آپؐ کی زبان ہر بُری بات، فحش کلامی اور دُشنام طرازی سے پاک تھی۔ انہی پیغمبرانہ صفات اور لوگوں سے نیک برتاؤ اور حسنِ معاملہ کی بنا پر عرب جیسی بے باک اور سخت گیر قوم نے عین جوانی کے عالم میں آپؐ کو صادق اور امین جیسے لقاب دیے۔ آپؐ کی نیکی اور پاکبازی کی شُہرت اہلِ عرب میں ضرب المثل بن گئی۔ اور آپؐ کا نام زندگی کے ہر معاملہ میں مثال کے طور پر پیش کیا جانے لگا۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ قُریش بُنیادی طور پر ایک تجارتی قوم تھی۔ قُریش کے تجارتی قافلے سال میں دُو بار دیگر مُلکوں میں تجارت کی

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
غرض سے جایا کرتے تھے۔ انہی قافلوں کے ذریعہ حضرت خدیجہؓ بھی اپنا مال کسی کو بطور مضاربت دے کر روانہ کیا کرتیں۔ حضرت خدیجہؓ اتنی مالدار اور مشہور تاجرہ تھیں۔ کہ ان کا سامانِ تجارت قریش کے کل سامان کے برابر ہوتا تھا حضرت خدیجہؓ کی شرافتِ نسبی، عفت اور پاکدامنی کی وجہ سے اہلِ مکّہ آپ کو طاہرہ کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ارفع و اعلیٰ سیرت کی شہرت پھولوں کی خوشبو کی طرح اہلِ مکّہ میں پھیلی۔ تو حضرت خدیجہؓ نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا۔ کہ آپ ﷺ اُن کا مالِ تجارت لے کر شام جائیں۔ اور وہ آپ ﷺ کو اس کے عوض بہ نسبت دُوسروں کے زیادہ معاوضہ دیں گی۔ آپ ﷺ نے اپنے چچا خواجہ ابوطالب کی مالی مشکلات کے پیشِ نظر یہ پیشکش قبول فرمالی۔ اور آپ ﷺ حضرت خدیجہؓ کے مالِ تجارت کے ساتھ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں آپ ﷺ کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ اور اُن کا ایک رشتہ دار خزیمہ بھی تھے۔ جب آنحضرت صلعم مقامِ بصریٰ میں پہنچے۔ تو ایک درخت کے سایہ میں آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ اس درخت کے قریب کلیسا میں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا۔ وہ آپ ﷺ کو درخت کے سایہ میں بیٹھا دیکھ کر آپ ﷺ کی طرف آیا۔ اور آپ ﷺ سے کہا۔ کہ حضرت عیسیٰؑ کے بعد سے اب تک کوئی شخص آپ ﷺ کے سوا یہاں نہیں اُترا ہے۔ پھر اُس نے آپ ﷺ کے خدمتگار میسرہ سے کہا:۔ "یہ وُہی نبیؐ ہے۔ اور یہ آخری نبیؐ ہے۔" بعد ازیں آپ ﷺ تجارتی منڈی میں جا کر خرید و فروخت میں مشغول ہوئے۔		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
اِسی دَوران میں ایک شخص آپؐ سے جھگڑا کرنے لگا۔ اور آپؐ سے کہنے لگا۔ کہ آپؐ لات وعزیٰ کی قسم کھائیں۔ آپؐ نے فرمایا:۔ "مَیں نے کبھی لات وعُزیٰ کی قسم نہیں کھائی۔ بلکہ اُن کے پاس سے گزرنا بھی مجھے شاق گزرتا ہے۔ اَور اگر اتفاق سے کبھی لات وعُزیٰ کے پاس سے گزرنا پڑے۔ تو مَیں اُن کی طرف سے مُنہ پھیر کر گزرتا ہُوں۔" یہ سُن کر اُس جھگڑالو شخص نے کہا:۔ "بیشک آپؐ صادق اَور سچے ہیں۔ واللہ آپؐ کی شان ہمارے عُلماء نے کتابوں میں لکھی ہُوئی دیکھی ہے۔" حضرت خدیجہؓ کے غُلام میسرہ کا بیان ہے۔ کہ جب دوپہر کے وقت گرمی شدید ہو جاتی۔ تو مَیں دَو فرشتوں کو دیکھتا۔ کہ آپؐ پر سایہ کر لیتے ہیں۔ بہرحال جب آپؐ شام کے سفر سے واپس تشریف لائے۔ تو اتفاق سے آپؐ کا مکّہ میں داخلہ عین دوپہر کے وقت ہُوا۔ اُس وقت دَو فرشتے آپؐ پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہؓ بالاخانہ پر بیٹھی آپؐ کی اِس شان کو دیکھ رہی تھیں اِس مرتبہ آپؐ کی برکت سے مالِ تجارت کی خرید وفروخت میں حضرت خدیجہؓ کو اس قدر منافع ہُوا۔ کہ اس سے پیشتر کبھی اتنا منافع نہیں ہُوا تھا۔ مزید برآں میسرہ نے سفر کے تمام حالات وکوائف بھی حضرت خدیجہؓ کو سُنائے۔ اَور جو کچھ میسرہ نے دورانِ سفر میں آپؐ کی سیرت وکردار اَور حسنِ معاملگی کے کمالات دیکھے تھے۔ بڑی جامعیّت کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کے گوش گزار کیے۔ حضرت خدیجہؓ یہ سب حالات سُن کر بہت خوش		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ہُوئیں۔ اور حسبِ وعدہ مقررّہ معاوضہ سے بھی زیادہ معاوضہ آپ ﷺ کی نذر کیا۔ حضرت خدیجہ رضؓ نے جو کچھ اپنے غلام میسرہ کی زبانی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے متعلق سُنا تھا۔ اُس کا ذکر اُنہوں نے اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل سے کیا۔ جو ایک نصرانی عالم تھے۔ اور جنہوں نے ایک زمانہ کُتب بینی میں گزارا تھا۔ ورقہ بن نوفل نے حضرت خدیجہ رضؓ کی زبانی آپ ﷺ کے متعلق سُن کر کہا۔ کہ اگر یہ واقعات صحیح ہیں۔ تو محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اِس اُمّت کے نبیؐ ہیں۔ اور یہ بات ضرور ہونے والی ہیں۔
۲۷ سنہ قبل ہجرت مطابق ستمبر ۵۹۵ء	۲۵ سال ۲ ماہ ۱۰ دن (تقریباً)	**اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سے نکاح**
		حضرت خدیجہ رضؓ کا سلسلہ نسب :۔
		حضرت خدیجہ رضؓ بنتِ خویلد بن اسد بن عبد العزّٰی بن قُصَیّ بن کلاب بن مرّہ بن کعب بن لوّی بن غالب بن فہر (قُریش)
		حضرت خدیجہ رضؓ عرب کی شریف ترین قوم قُریش سے تھیں۔ آپ کا نام خدیجہ رضؓ کُنیت اُمِّ ہند اور لقب طاہرہ تھا۔ آپ قُصَیّ بن کلاب کی پڑپوتی تھیں، قُصَیّ آنحضرت صلعم کے جدِّ اعلیٰ ہیں۔ اِس نسبت سے حضرت خدیجہ رضؓ آنحضرت صلعم کی جدّی تھیں۔
		حضرت خدیجہ رضؓ آنحضرت صلعم کے نکاح میں آنے سے پہلے صیفی ابنِ اُمّیہ کی بیوہ تھیں۔ جو اُن کے چچا کا بیٹا تھا۔ اور حرب الفجّار میں مارا گیا تھا۔ حضرت خدیجہ رضؓ اوائل عُمر میں ورقہ بن نوفل سے منسوب تھیں۔ لیکن نکاح کی نوبت نہ آئی۔ پندرہ ۱۵ سال کی عُمر میں حضرت خدیجہ رضؓ

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کا پہلا نکاح ہند بن نباش سے ہُوا۔ جو ابو ہالہ کے نام سے مشہور تھے۔ اِن سے بی بی خدیجہؓ کے ہاں تین لڑکے پیدا ہُوئے۔ یعنی ہالہ، طاہر اور ہند۔ یہ تینوں صحابی ہیں۔ اِن میں سے ہند آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پروردہ ہیں۔ ابو ہالہ کے انتقال کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عُمر اکیس ۲۱ بائیس ۲۲ سال تھی۔ ابو ہالہ کی وفات کے بعد بی بی خدیجہؓ عتیق بن عائد مخزومی کے نکاح میں آئیں۔ اِن سے حضرت خدیجہؓ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہُوئی۔ جن کا نام بھی ہند تھا۔ یہ بھی اسلام لائیں۔ اور صحابیات میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ عتیق کی مالی حالت ابو ہالہ سے بہتر تھی۔ مگر اس کی عُمر نے بھی وفا نہ کی۔ اور اپنے پیچھے اچھا خاصہ اثاثہ اور اپنی یادگار ہند نام کی ایک بچّی چھوڑ کر دُنیا سے رُخصت ہُوا۔ عتیق کے بعد بی بی خدیجہؓ نے صیفی بن اُمّیہ سے نکاح کیا۔ اِن سے حضرت خدیجہؓ کے ہاں محمدؐ نام کا ایک لڑکا پیدا ہُوا۔ عتیق سے نکاح کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عُمر تیس ۳۰ اکتیس ۳۱ سال تھی۔ خاندانی اعزاز کے علاوہ حضرت خدیجہؓ دولت مند بھی تھیں۔ اور حسنِ صُورت کے اعتبار سے بھی خواتین قُریش میں آپ کو امتیازی درجہ حاصل تھا۔ مزید برآں آپ سُگھڑ، سلیقہ مند اور اعلیٰ درجہ کی منتظمہ بھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت خدیجہؓ میں اتنی خُوبیاں جمع کر دی تھیں۔ کہ قُریش کے کئی سرداروں نے نکاح کا پیام بھجوایا۔ یہانتک کہ ایک سردار نے تو پیامِ نکاح کے ساتھ مہر کے طور پر ایک ہزار اونٹ بھی دینا قبول کیا۔ مگر حضرت خدیجہؓ نے انکار کر دیا۔ فی الحقیقت حضرت خدیجہؓ کو

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
دُنیا سے کچھ ایسی بیزاری ہوگئی تھی۔ کہ آپ نے باقی عمر بحیثیت بیوہ ہی گزارنے کا ارادہ کرلیا تھا۔ اسی لئے آپ کا اکثر وقت خانہ کعبہ میں ہی گزرتا۔ حضرت خدیجہؓ کے والد خویلد جب ضعیفی کے باعث محنت کے قابل نہ رہے۔ اور تجارت کے بکھیڑوں سے کچھ گھبرا سے گئے۔ تو تمام کاروبار حضرت خدیجہؓ کے سپرد کرکے خود گوشہ نشین ہوگئے۔ اس صورتِ حال نے حضرت خدیجہؓ کو نہ صرف مکہ بلکہ سارے حجاز میں امیر ترین عورت کا درجہ عطا کر دیا۔ حضرت خدیجہؓ کا مالِ تجارت اگرچہ اُن کے غلام سال میں دو دفعہ باہر کی منڈیوں میں لے جایا کرتے۔ اور معقول منافع کما کر لاتے تاہم کاروبارِ تجارت کی وسعت کے پیشِ نظر حضرت خدیجہؓ کو ایک ایسے شخص کی ضرورت تھی جو نہایت دیانتداری کے ساتھ اُن کے کاروبار کو نمایاں ترقی دے سکے۔ حضرت خدیجہؓ کو ایسا عظیم شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت میں ملا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کے سامانِ تجارت کے ساتھ شام کی طرف سفر کیا۔ اور واپسی پر اپنی انتظامی خوبیوں اور سیرت و کردار کی اعلیٰ ترین صلاحیتوں کی وجہ سے حضرت خدیجہؓ کی اُمیدوں سے بھی بڑھ کر منافع پیش کیا۔ اِن خصوصیات کی بنا پر حضرت خدیجہؓ کا دل خود بخود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف مائل ہونے لگا۔ چنانچہ سفرِ شام سے واپسی کے دو تین ماہ بعد حضرت خدیجہؓ نے اپنی غلام نفسیہ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نکاح کا پیام دیا۔ جسے آنحضرت صلعم نے اپنے مشفق چچا خواجہ ابوطالب سے مشورہ کے بعد قبول فرمالیا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم اپنے چچا خواجہ ابوطالب، حمزہ اور بعض رؤساء قریش کے ہمراہ حضرت خدیجہؓ کے ہاں گئے۔ نکاح کا خطبہ خواجہ ابوطالب نے پڑھا۔ اور		

سن	عُمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		پانچصد درہم طلائی مہر قرار پایا۔ حضرت خدیجہؓ کی عُمر چالیسؔ سال تھی نکاح کے وقت خواجہ ابوطالب نے جو نہایت بلیغ خُطبہ ارشاد فرمایا۔ اس کا اُردو ترجمہ یہ ہے:۔ "حمد و ثنا اُسی خُدا کے لئے ہے جس نے ہمیں ابراہیمؑ کے فرزند اور اسمٰعیلؑ کی ذرّیات میں بنایا۔ ہمیں مَعد و مُضَر کے پاک اصل سے باہر لایا۔ اپنے گھر کا نگہبان اور اپنے حرم کا پیشوا بنایا۔ ایسا گھر ہمیں عطا فرمایا۔ کہ اطراف و جوانب کے لوگ اس کی زیارت کے قصد سے آتے ہیں۔ ایسا حرم عنایت فرمایا۔ کہ جو شخص وہاں آجائے امان میں ہو جاتا ہے۔ اور ہمیں لوگوں پر حاکم مقرّر کیا۔ امّا بعد! یہ میرے بھائی کا لڑکا محمدؐ بن عبداللہ ہے۔ یہ ایک ایسا جوان ہے۔ کہ قُریش کے کسی شخص کا اس سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر یہ کہ یہ اس سے بڑھا رہے گا۔ ہاں مال اس کے پاس کم ہے۔ لیکن مال ڈھلتی چھاؤں ہے۔ اور ایک چیز بدلنے والی ہے۔ محمدؐ وہ شخص ہے۔ جس کی میرے ساتھ قرابت و یگانگت کو تُم لوگ اچھی طرح جانتے ہو۔ وہ خدیجہؓ بنتِ خویلد کو چاہتا ہے۔ اور میرے مال میں سے بیسؔ اونٹ مہر مُقرّر کرتا ہے۔ اور اس کا مستقبل خدا کی قسم عظیم الشّان اور جلیل القدر ہے۔" خواجہ ابوطالب نے جب خُطبہ ختم کیا۔ تو حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل نے بھی خُطبہ پڑھا۔ جس کا مضمون یہ ہے:۔ "حمد و ثنا خدا کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں ویسا ہی بنایا۔ جیسا کہ اے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ابوطالب آپ نے ذکر کیا۔ اور ہمیں وہ تمام فضیلتیں عطا فرمائیں جن کو آپ نے شمار کیا۔ پس ہم لوگ تمام عرب کے پیشوا اور سردار ہیں۔ اور آپ لوگ تمام فضائل کے اہل ہیں۔ کوئی جماعت آپ کے فضائل کا انکار نہیں کر سکتی۔ اور کوئی شخص آپ کے فخر و شرف کو رد نہیں کر سکتا۔ اور بیشک ہم لوگوں نے نہایت رغبت سے آپ کے ساتھ شامل ہونے اور ملنے کو پسند کیا۔ پس اے قریش گواہ رہو کہ خدیجہؓ بنت خویلد کو میں نے محمدؐ بن عبداللہ کی زوجیت میں دیا چار سو مثقال کے بدلے۔"
		حضرت خدیجہؓ سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بے انتہا محبت تھی۔ حضرت خدیجہؓ کو دُنیا کی تمام عورتوں اور مردوں پر یہ فوقیت حاصل ہے۔ کہ آپ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر سب سے پہلے ایمان لائیں۔ اعلانِ نبوّت کے بعد مکّہ میں جب آنحضرت صلعم کی مخالفت بڑھی۔ اور مشرکین آپؐ کے درپے آزار ہوئے۔ تو اس صُورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت خدیجہؓ ہر مخالفت کے سامنے ڈھال بن کر کھڑی ہو جاتیں۔ اور اپنی بلند شخصیّت کی بنا پر کفّار کی مخالفت کو غیر مؤثر کر دیتیں۔ آپؓ پچّیس ۲۵ سال تک آنحضرت صلعم کی ہر تکلیف میں برابر کی حصّہ دار رہیں۔ اسی خدمتگذاری اور غمگساری کی بنا پر آنحضرت صلعم کا معمول تھا کہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد جب تک حضرت خدیجہؓ کی تعریف نہ فرما لیتے۔ گھر سے باہر تشریف نہ لے جاتے۔
		حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ کہ ایک دن رسُولِ کریم صلعم کی زبانِ مبارک سے حضرت خدیجہؓ کا ذکر سُن کر مجھے غیرت آئی۔ اور عرض کیا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"وہ بڑھیا تھیں۔ اب خدا نے آپؐ کو اُن سے بہتر بیوی دی ہے"۔ یہ سن کر آنحضرت صلعم کا چہرہ مبارک سرخ ہو گیا۔ اور فرمایا:۔ "نہیں خدا قسم نہیں۔ مجھے اُس سے بہتر بیوی نہیں ملی۔ وہ اُس وقت ایمان لائیں۔ جب سب لوگ کافر تھے۔ اُس نے میری تصدیق کی۔ جب سب نے مجھے جھٹلایا۔ اُس نے میری مال سے مدد کی۔ جب دوسرں نے محروم رکھا۔ اور اللہ نے اُس سے مجھے اولاد دی"۔ حضرت خدیجہؓ کو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کی معرفت سلام بھیجا تھا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت خدیجہؓ کو حضرت جبرائیلؑ کا پیغام دیتے ہوئے فرمایا:۔ "تم کو جبرائیل جنّت کی بشارت دے گئے ہیں۔ جنّت میں تم کو ایسا گھر ملے گا۔ جو موتیوں سے بنا ہوگا۔ اور جس میں شور و شغب، محنت و تکلیف کا گزر تک نہ ہوگا"۔ آنحضرت صلعم کے صُلب سے حضرت خدیجہؓ کے دو لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے قاسم اور عبداللہ تھے۔ قاسم بڑے تھے۔ اور انہی کی وجہ سے آنحضرت صلعم کو اپنی کُنیت ابوالقاسم بہت پسند تھی۔ عبداللہ کا لقب طاہر اور طیّب ہے۔ دونوں کا نبوّت سے پہلے ہی کم عمری میں انتقال ہو گیا تھا۔ لڑکیوں کا نام حضرت زینبؓ، حضرت رقیہؓ، حضرت اُمّ کلثومؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ ہے۔ حضرت خدیجہؓ جب تک حیات رہیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دوسری شادی نہیں کی حضرت خدیجہؓ نے پینسٹھ (۶۵) سال کی عمر میں ہجرت سے

سن	عُمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تین[۳] سال قبل ماہ رمضان میں وفات پائی۔ حجوں آپ کا مدفن ہے۔
۲۵ سنہ قبل ہجرت مطابق تقریباً جون ۵۹۸ء	۲۸ سال (تقریباً)	سیّدنا قاسم بن رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیدائش:۔ سیّدنا قاسم حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے بطن سے پیدا ہُوئے۔ پاؤں پر چلنا سیکھ گئے تھے۔ کہ انتقال فرما گئے۔ بعض مورخین نے انتقال کے وقت آپ کی عُمر دو۲ سال لکھی ہے۔ اور بعض کے نزدیک آپ اس عُمر تک پہنچنے سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔ بہر حال یہ صحیح ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کی سب اولاد میں آپ پہلے پیدا ہُوئے۔ اور سب سے پہلے انتقال فرما گئے۔ آنحضرت صلعم کی کُنیت ابو القاسم انہی کے نام کی وجہ سے ہے۔ آنحضرت صلعم اس کُنیت کو بہت پسند فرماتے تھے۔ صحابہ کرامؓ جب محبّت سے آپؐ کا نام لیتے۔ تو ابو القاسمؐ ہی کہتے۔ ایک دن آنحضرت صلعم بازار سے گزُر رہے تھے۔ کہ کسی نے ابو القاسمؐ کہہ کر آواز دی۔ جب آپؐ نے پیچھے مُڑ کر دیکھا۔ تو اُس شخص نے کہا "یا رسولُ اللہ، مَیں نے اسی نام کے ایک اَور شخص کو آواز دی ہے" اس اشتباہ کی بنا پر آنحضرت صلعم نے منع فرما دیا۔ کہ کوئی شخص آپؐ کے نام اَور کُنیت کو اپنے لئے جمع کرے۔ اَور ابو القاسم محمدؐ کہلائے۔ نوٹ:۔ (آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دُوسرے بیٹے سیّدنا عبداللہ کے حالاتِ زندگی معہ تاریخ پیدائش کے تاریخ و سیرت کی کسی کتاب سے بھی نہیں مل سکے۔ البتّہ یہ صحیح ہے کہ آپ سیّدنا قاسم کے بعد پیدا ہُوئے۔ اَور کم سنی میں ہی انتقال کر گئے۔)

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
۲۳ سنہ قبل ہجرت مطابق تقریباً جون ۶۰۰ء	۳۰ سال (تقریباً)	**سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بنتِ رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیدائش:۔** سیّدہ زینبؓ امّ المومنین حضرت خدیجۃ الکُبریٰؓ کے بطن سے شادی کے تقریباً پانچ سال بعد پیدا ہُوئیں۔ آپ اپنی بہنوں میں سب سے بڑی تھیں۔ سیّدہ کا نکاح مکّہ ہی میں ابو العاص بن ربیع بن عبد الشّمس بن عبد مناف بن قُصیّ سے ہُوا تھا۔ ابو العاص کی والدہ ہالہ بنتِ خویلد حضرت خدیجہؓ کی سگی بہن ہیں۔ سیّدہ زینبؓ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ ہی داخلِ اسلام ہوگئی تھیں۔ مگر ابو العاص بعد میں اسلام لائے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اعلانِ نبوّت کے ابتدائی ایّام میں مُشرکین مکّہ نے ابو العاص کو بہت اُکسایا۔ کہ وہ حضرتِ زینبؓ کو طلاق دے دیں۔ مگر اُنہوں نے ایسا کرنے سے قطعی انکار کردیا۔ اس انکار کی وجہ سے سرورِ دو عالم صلعم ابو العاص کی شُکر گزاری کے ساتھ تعریف فرمایا کرتے۔ غزوۂ بدر میں ابو العاص مشرکین مکّہ کی طرف سے شریکِ جنگ ہُوئے۔ مگر عبد اللہ بن جبیر بن نعمان انصاری کے ہاتھوں گرفتار ہوگئے اِن کی رہائی کے لئے سیّدہ زینبؓ نے بطور فدیہ وہ ہار بھیجا۔ جو شادی کے وقت سیّدہؓ کو والدہ کی طرف سے ملا تھا چنانچہ آنحضرت صلعم ہار کو دیکھ کر مغموم و محزون ہوگئے۔ اور اس کے دیکھنے سے حضرت خدیجہؓ کی یاد تازہ ہوگئی۔ آنحضرت صلعم نے لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔ کہ اگر تم لوگ مناسب خیال کرو۔ تو زینبؓ کے شوہر کو رہا کردو۔ اور اُس کا

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
ہار بھی واپس کردو۔چنانچہ وہ رہا کردئے گئے۔اور ہار بھی واپس کردیا گیا۔ جنابِ ابوالعاص نے رہائی کے بعد فدیہ کے طور پر آنحضرت صلعم سے وعدہ کیا۔کہ وہ سیّدہ زینبؓ کو ہجرتِ مدینہ کی اجازت دے دیں گے۔چنانچہ اُنہوں نے حسبِ وعدہ مکّہ پہنچتے ہی سیدہ زینبؓ کو مدینہ منوّرہ جانے کی اجازت دے دی۔مگر جب سیّدہ زینبؓ مدینہ کے لئے روانہ ہوئیں تو ہبار بن اسود نے اپنے ایک اَور ساتھی کے ساتھ مل کر سیّدہ زینبؓ کی مزاحمت کی۔اَور اُنہیں نیزہ مارا۔جس سے سیّدہؓ کا حمل ساقط ہوگیا۔ اَور سیّدہؓ اسی بے چارگی کے عالم میں مدینہ منوّرہ پہنچیں۔		
سیّدہ زینبؓ نے اسلام کی خاطر بڑے مصائب برداشت کئے۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سیّدہؓ کی تعریف میں فرماتے:۔		
"وہ میری سب سے اچھی لڑکی تھی۔جو میری محبّت میں ستائی گئی"۔		
ابوالعاص تجارتی تجربہ اَور امانت داری کے لحاظ سے بہت مشہور تھے۔ایک دفعہ جب قُریش کے قافلہ کے ساتھ شام سے واپس ہونے لگے۔تو آنحضرت صلعم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو تقریباً ستّر سوارانِ اسلام کے ساتھ قریش کے اس قافلۂ تجارت کے تعاقب کے لئے روانہ فرمایا۔مقامِ عیص میں دونوں قافلے ایک دُوسرے کے مقابل ہُوئے۔سوارانِ اسلام نے مشرکین کو گرفتار کرکے مال و متاع پر قبضہ کرلیا۔لیکن ابوالعاص سے کسی قسم کی مزاحمت نہ کی۔		
ابوالعاص قافلہ کا یہ حشر دیکھ کر فوراً مدینہ منوّرہ گئے۔وہاں پہنچ کر حضرت زینبؓ سے پناہ طلب کی چنانچہ حضرت زینبؓ نے انہیں اپنی پناہ		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
میں لے لیا۔ آنحضرت صلعم نمازِ فجر ادا فرما رہے تھے کہ حضرت زینبؓ نے بآوازِ بلند فرمایا:۔ "میں نے ابو العاص کو اپنی پناہ میں لے لیا" نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلعم نے لوگوں کو حضرت زینبؓ کی آواز کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔ "اس شخص کا جو تعلق ہم سے ہے۔ وہ تم جانتے ہو۔ تم کو اس کا مال ہاتھ لگ گیا ہے۔ تو یہ دادِ الٰہی ہے۔ مگر میں پسند کرتا ہوں کہ تم اس پر احسان کرو۔ اور مال واپس کر دو۔ لیکن تم کو اگر اس سے انکار ہو۔ تو میں سمجھتا ہوں۔ کہ تم زیادہ حقدار ہو۔" لوگوں نے آنحضرت صلعم کے یہ ارشادات سن کر تمام مال حتیٰ کہ اونٹ کی نکیل تک واپس کر دی۔ چنانچہ ابو العاص تمام مال لے کر مکہ مکرمہ پہنچ گئے وہاں پہنچ کر آپ نے ہر شخص کو ذرا ذرا سی چیز لوٹا دی۔ سب نے کہا۔ کہ خدا تجھے جزائے خیر دے۔ اس کے بعد ابو العاص نے کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور فرمایا "مجھے یہی خیال اسلام سے روکتا تھا۔ کہ کوئی شخص مجھے مال مار لینے کا الزام نہ دے۔ اب میری ذمہ داری نہ رہی سو اب میں مسلمان ہوتا ہوں۔ اور مدینہ کو روانہ ہوتا ہوں۔" یہ واقعہ جمادی الاوّل ۶ھ کا ہے۔ اس کے بعد ابو العاص مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب ابو العاص مدینہ پہنچے۔ تو چھ سال کی مفارقت کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاحِ اوّل پر ہی سیدہ زینبؓ کو ابو العاص کے گھر رخصت فرما دیا۔ سیدہ زینبؓ نے ۸ھ میں انتقال کیا۔ سیدہؓ کو آنحضرت صلعم کی ہدایت		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے مطابق حضرت اُمِ سلمہؓ اور اُمِ عطیہؓ نے غسل دیا۔ سیدہؓ کی میت آنحضرت صلعم نے خود اپنے دستِ مبارک سے قبر میں اُتاری۔ اور دعا فرمائی "اے اللہ اس کی قبر کی تنگی کو کشادگی میں بدل دے"۔ سیدہ زینبؓ کے بطن سے ایک لڑکا علی اور ایک لڑکی امامہ پیدا ہوئی۔ سیدہ زینبؓ کے خاوند ابوالعاص نے ذوالحجہ ۱۲ھ میں انتقال کیا۔ اِن کا لقب جرو البطحاء تھا۔
۲۰ سنہ قبل ہجرت مطابق ۶۰۳ سنہ	۳۳ سال (تقریباً)	**سیدہ رقیہؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش:-** سیدہ رقیہؓ نبوت سے سات سال پہلے اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ آپ سیدہ زینبؓ سے عمر میں تین سال چھوٹی تھیں۔ سیدہ رقیہؓ کا نکاح، قبل از بعثت، ابولہب کے بیٹے عتبہ سے سے ہوا تھا۔ مگر رخصتی سے قبل ہی عتبہ نے طلاق دے دی۔ طلاق کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب شرفِ نبوت عطا ہوا۔ تو کفار آنحضرت صلعم کو ہر طرح کی روحانی اور جسمانی تکلیف پہنچانے کے درپے ہوئے۔ چنانچہ قریش مکہ نے پہلے ابوالعاص کو مجبور کیا۔ کہ وہ سیدہ زینبؓ کو طلاق دے دیں۔ مگر اُن کے صریح انکار پر عتبہ بن ابولہب پر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ کہ وہ سیدہ رقیہؓ کی رخصتی سے پہلے ہی اُن کو طلاق دیدے۔ اور اس کے بدلے میں وہ جس سے چاہے نکاح کر لے۔ عتبہ نے سعید بن العاص کی لڑکی سے شادی کی خواہش ظاہر کی۔ جسے قریش نے بخوشی قبول کر لیا۔ چنانچہ عتبہ نے طلاق دیدی۔ عتبہ کو اس امر پر مجبور کرنے کے لئے قریشِ مکہ سے زیادہ اُس

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے والدین (ابولہب اور اُمِّ جمیل) پیش پیش تھے۔ سیّدہ رقیّہ رضؓ اپنی والدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے ساتھ ہی ایمان لائی تھیں۔ اور بیعت اُس وقت کی۔ جب دیگر عورتیں آنحضرت صلعم کی بیعت سے سرفراز ہُوئیں۔ حضرت عثمان رضؓ ابھی مشرف با سلام نہ ہُوئے تھے۔ کہ آنحضرت صلعم آپ کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا:۔ "اے عثمان رضؓ خدا تمہیں جنّت کی طرف بلاتا ہے۔ تُم اس کو قبول کرو۔ مَیں خدا کا رسول ہُوں۔ جو تمہارے اور تمام مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہُوں" خُدا جانے کہ اِن جملوں میں کیا تاثیر تھی۔ کہ حضرت عثمان رضؓ بے قابو ہو گئے۔ اور بے اختیار کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ کے بعد مکّہ میں سیّدہ رقیّہ رضؓ کا دُوسرا نکاح حضرت عثمان رضؓ سے ہُوا۔ ۵ سنہ نبوّت میں سیّدہ رقیّہ رضؓ نے اپنے شوہر حضرت عثمان رضؓ کے ساتھ حبش کی طرف ہجرت کی۔ حبشہ کے دورانِ قیام میں حضرت رقیّہ رضؓ کے بطن سے ایک صاحبزادے عبداللہ پیدا ہُوئے۔ اسی نام کی وجہ سے حضرت عثمان رضؓ کی کُنیت ابوعبداللہ تھی۔ حضرت رقیّہ رضؓ کے انتقال کے دو ۲ سال بعد عبداللہ نے بعمر چھ ۶ سال سنہ ۴ھ میں انتقال کیا۔ آنحضرت صلعم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور حضرت عثمان رضؓ نے عبداللہ کو قبر میں اُتارا۔ عبداللہ کے علاوہ سیّدہ رقیّہ رضؓ کے ہاں اور کوئی اولاد نہ ہوئی۔ سیّدہ رقیّہ رضؓ نے اکیس ۲۱ بائیس ۲۲ سال کی عُمر میں بعارضۂ چیچک رمضان المبارک سنہ ۲ھ میں انتقال کیا۔ ان دنوں آنحضرت صلعم غزوہ بدر میں مصروف

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تھے۔ اس لئے آپؐ رقیہؓ کے جنازہ میں شرکت نہ فرما سکے۔ اور حضرت عثمانؓ چونکہ سیّدہ رضؓ کی تیمار داری کے لئے مدینہ میں ہی رہ گئے تھے۔ اس لئے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے عین اُس وقت جبکہ سیدہ رقیہؓ کو دفن کر کے اُن کی قبر پر مٹی ڈالی جا رہی تھی۔ زیدؓ بن حارثہ فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ پہنچے۔
۱۹ سنہ قبل ہجرت مطابق ۶۰۴ سنہ ھ	۳۴ سال (تقریباً)	**سیّدہ اُمِّ کلثومؓ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیدائش:۔** آپ کا سالِ ولادت کتب تاریخ وسیر میں مذکور نہیں لیکن تمام مؤرخین اس پر متفق ہیں۔ کہ آپ حضرت رقیہؓ سے چھوٹی اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے بڑی تھیں۔ حضرت رقیہؓ حضورؐ کی ۳۳ سال کی عمر میں پیدا ہوئیں۔ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ حضورؐ کی ۳۵ سال کی عمر میں۔ تو لامحالہ اِن دونوں کی پیدائش کے درمیان کا زمانہ اِن کی ولادت کے لئے تسلیم کرنا پڑے گا۔ اس لحاظ سے آپ چھ سال قبل نبوّت پیدا ہوئیں۔ آپ بھی اپنی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے ساتھ ایمان لائی تھیں۔ سیدہ اُمّ کلثومؓ کا پہلا نکاح، آنحضرت صلعم کی نبوّت سے قبل، ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا۔ مگر سیدہ رقیہؓ کی طرح ابھی آپ کی بھی رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ کہ ماں باپ اور قریش مکّہ کے دباؤ میں آکر عتیبہ نے آپ کو طلاق دیدی۔ جب ۲ سنہ ھ میں حضرت رقیہؓ کا انتقال ہو گیا۔ اور حضرت عثمانؓ اِن کی وفات کے باعث بہت غمگین رہنے لگے۔ تو آنحضرت صلعم نے حضرت عثمانؓ سے اس غمگینی کا سبب دریافت فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے عرض کیا۔ کہ سیدہ رقیہؓ کی موت سے میری کمر ٹوٹ گئی ہے۔ اور حضورؐ سے جو رشتہ قرابت تھا۔ وہ منقطع ہو گیا ہے۔ اس وجہ سے دل ہر وقت مغموم رہتا ہے۔ یہ سُن کر رسولِ خدا صلعم نے فرمایا:۔

سَن	عُمرِمبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"مجھے جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے یہ حکم پہنچایا ہے۔ کہ مَیں اپنی بیٹی اُمِ کلثومؓ کو اُسی مہر پر جو رقیہؓ کا تھا۔ تمہارے عقد میں دے دُوں"
		چنانچہ اللہ تعالےٰ کے اس حکم کے تحت آنحضرت صلعم نے ربیع الاوّل ۳ھ میں سیّدہ اُمِ کلثومؓ کا عقد حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔
		بعض مؤرخین نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ جن دنوں حضرت رقیہؓ کا انتقال ہُوا۔ اُنہی دنوں حضرت حفصہؓ بنت حضرت عُمرؓ بھی بیوہ ہوگئی تھیں چنانچہ حضرت عُمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا۔ کہ آپ میری بیٹی حفصہؓ سے نکاح کر لیں لیکن حضرت عثمانؓ خاموش رہے۔ جس کی وجہ سے حضرت عُمرؓ رنجیدہ خاطر ہو گئے۔ اور حضرت عثمانؓ کی خاموشی کا تذکرہ دربار رسالتمآبؐ میں کیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ سُن کر فرمایا:۔
		"حفصہؓ کا نکاح ایسے شخص سے نہ ہو جائے۔ جو عثمانؓ سے بہتر ہے۔ اور عثمانؓ کو ایسی بیوی نہ دی جائے۔ جو حفصہؓ سے بہتر ہے"
		بہرحال نکاح کے دو۲ ماہ بعد سیّدہؓ کی رخصتی عمل میں آئی۔ سیّدہؓ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہُوئی۔ سیّدہؓ زندگی کے آخری لمحات تک مدینہ منوّرہ میں مقیم رہیں۔ شادی کے چھ۶ سال بعد شعبان ۹ھ میں سیّدہؓ کا انتقال ہُوا۔ انصار کی جن عورتوں نے آپ کو غسل دیا۔ اُن میں اُمِ عطیہؓ بھی تھیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اور حضرت ابو طلحہؓ، حضرت علیؓ، حضرت فضلؓ بن عباسؓ اور حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نے آپ کا جسدِ خاکی قبر میں اُتارا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضرت اُمّ کلثومؓ کے انتقال پر آنحضرت صلعم نے فرمایا:- "اگر میری دس لڑکیاں ہوتیں۔ تو یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ ہی کے رشتہ تزویج میں منسلک کرتا۔"
۱۸ سنہ قبل ہجرت مطابق ۶۰۵ء	۳۵ سال (تقریباً)	**تعمیرِ کعبہ اور آپؐ کی تحکیم** ابتدائے زمانہ سے لے کر قریش کی تعمیر تک کعبہ چار مرتبہ تعمیر ہو چکا تھا۔ قریش نے پانچویں مرتبہ کعبہ کی تعمیر کی۔ مؤرخین کے نزدیک پہلی دفعہ کعبہ کو فرشتوں نے تعمیر کیا۔ دوسری مرتبہ حضرت آدمؑ نے، پھر طوفان نوحؑ میں کعبہ پیوند زمین ہو گیا۔ حتّٰی کہ وہاں محض ایک مٹّی کا ٹیلہ رہ گیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کی مدد سے کعبہ کی بنیادیں اٹھائیں۔ اور قدِ آدم دیواریں کھڑی کر کے عمارت کو غیر مسقّف ہی چھوڑ دیا۔ ازاں بعد عمالقہ نے کعبہ تعمیر کیا۔ اور پانچویں بار تعمیر کعبہ کی سعادت قریش مکّہ کے حصّے میں آئی۔ کعبہ کی بار بار تعمیر کی ضرورت اس لئے پیش آتی رہی۔ کہ کعبہ نشیبی جگہ میں واقع ہونے کی وجہ سے چشموں اور وادیوں کے سیلابوں کا نشانہ بنتا رہتا تھا۔ سیلابوں کے علاوہ مرورِ زمانہ سے اس کی دیواریں خستہ اور تعمیریں کہنگی کے آثار پیدا ہوتے رہتے تھے۔ علاوہ ازیں دو تین مرتبہ آگ کے ہولناک شعلوں نے بھی اسے اپنی لپیٹ میں لیا۔ اس قسم کے حادثات کسی دشمنِ دین کے حسد کی بنا پر نہیں۔ بلکہ متولّیوں کے تساہل کی وجہ سے پیش آتے رہے۔ قصّیٰ بن کلاب کے زمانہ سے تولیتِ کعبہ کی ذمّہ داری اور نگہداشت

سن	عُمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		قُریش کے ذمّہ تھی۔ قُصَیّ بن کلاب نے اپنے زمانۂ حکومت میں بیت اللہ کی دیواروں کی مرمت کرائی۔ اس کے بعد قُصَیّ کے بیٹے عبد مناف نے کعبہ کی نگہبانی اور نگہداشت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ مگر اس حفاظت کے باوجود سیلابوں کی لگاتار یلغار سے اس کی دیواریں اس قدر بوسیدہ ہوگئی تھیں کہ کسی وقت بھی کعبہ کی عمارت زمین بوس ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ تعمیر کعبہ کا ایک سبب یہ بھی ہُوا کہ کسی عورت نے کعبہ کو دھونی دی ایک شرارہ اُڑ کر غلافِ کعبہ پر بیٹھ گیا جس سے آگ لگ گئی اور دیواریں مزید بوسیدہ ہو کر کمزور ہوگئیں۔ چنانچہ کعبہ کی اس حالت کے پیشِ نظر قُریش کو کعبہ کی تعمیرِ نَو کا خیال پیدا ہُوا۔
		قُریش مکّہ کے اس خیال کو چند اتفاقات نے مزید تقویت پہنچائی۔ انہی دنوں جبکہ قُریش تعمیرِ کعبہ کی منصوبہ بندی میں مصرُوف تھے۔ چند رُومی تاجروں کا ایک جہاز جو شعیبہ (جدّہ) کے پاس سے گزر رہا تھا۔ سُمندر میں زبردست طوفان کے باعث خُشکی پر چڑھ آیا اور ٹوٹ گیا۔ مکّہ والوں کو جب اس واقعہ کی خبر ہوئی۔ تو وہ باوجود اپنی جہالت کے ظُلم رسیدوں سے نہایت انسانیت سے پیش آئے۔ جتنے آدمی زندہ بچے تھے۔ اُن کی خبر گیری کی اور جو سامان بھی طوفان کی دستبرد سے وہ بچا سکے تھے۔ اس کو نہ صرف اچھے داموں خرید لیا۔ بلکہ درآمدی محصُول بھی معاف کر دیا۔ یہانتک کہ جہاز کی لکڑی کا معاوضہ دے کر اُسے بھی خرید لیا۔ انہی طوفان زدہ پناہ گزینوں میں ایک باقوم نامی قبطی معمار بھی تھا۔ جو اہلِ مکّہ کے حُسنِ سلوک سے متأثر ہو کر وہیں بس گیا تھا۔
		مزید برآں بعض دیگر روائتوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ جہاز کا سامان نفیس تعمیری ضرُورتوں یعنی سنگِ مرمر، لوہے اور لکڑی وغیرہ پر مشتمل تھا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اور ایک گرجے کی تیاری کے لئے مصر سے حبشہ جا رہا تھا۔ وہ سامان بِلا طلب قریشِ مکّہ کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ مزید ایک نیک فال یہ پیش آئی۔ کہ کعبہ کے تمام چڑھاوے اور نذریں کعبہ کے دروازے کے پاس ہی لوگ حفاظت کے لئے جس اندھے کنوئیں میں ڈال دیا کرتے تھے۔ اس میں ایک بڑا سانپ پیدا ہو گیا تھا۔ اور اکثر نظر آ کر دہشت کا سبب بنتا تھا۔ تعمیرِ کعبہ کی تجویز کے زمانے میں ایک دن سانپ سر نکالے کنوئیں سے باہر جھانک رہا تھا کہ ایک عقاب آیا۔ اور جھپٹا مار کر اُسے پکڑ لے گیا۔ اِن تمام قدرتی اتفاقات نے اہلِ مکّہ کے اس ارادہ کو اور پختہ کر دیا۔ کہ وہ بلا تاخیر اس پُرانی اور مقدس عبادت گاہ کی اَز سرِ نَو تعمیر سے عہدہ بَرآ ہوں۔
		بہرحال جب تمام روسائے قریش کعبہ کی تعمیرِ نَو پر متفق ہو گئے۔ تو رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے ماموں ابو وہب بن عمرو مخزومی نے قُریش سے خطاب کرتے ہُوئے کہا ”تعمیر کعبہ میں جو کچھ بھی خرچ کیا جائے۔ وہ کسبِ حلال ہو۔ زنا، چوری اور سُود وغیرہ کی ایک کوڑی بھی اس خرچ میں شامل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ اور پاک ہی کو پسند کرتا ہے“۔ اس خطاب کے بعد تعمیر کعبہ کی سعادت میں مساوی شرکت کے لئے تعمیری اُمور مختلف قبائل میں تقسیم کر دئے گئے۔
		اس تقسیم کے نتیجہ میں دروازے کی جانب کی تعمیر عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصّہ میں آئی۔ حجرِ اسود اور رُکن یمانی کا درمیانی حصّہ بنی مخزوم اور قریش کے دیگر قبائل کے ذمّے اور بیت اللہ کی پُشت کی تعمیر بنی جمح اور بنی سلیم اور حطیم، بنی عبد الدار بن قُصیّ، بنی اسد اور بنی عدی کے حصّے میں آیا

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
الغرض ان تمام مراحل سے گزرنے کے بعد جب قدیم عمارت ڈھانے کا وقت آیا۔ تو کسی کو یہ ہمت نہ ہوتی تھی۔ کہ وہ بیت اللہ کو منہدم کرنے کے لئے کدال چلائے۔ ہر شخص اس بابرکت اور باعظمت مکان کو گرانے سے خائف تھا۔ مبادا کہ وہ کسی ناگہانی آفت میں گرفتار ہو جائے۔ آخر ولید بن مغیرہ نے جرأت کی۔ اور ہاتھ میں کدال لے کر کعبہ پر چڑھ کر اس کی دیواروں کو گرانا شروع کر دیا۔ ولید کدال چلاتے وقت یہ دعا پڑھتا جاتا تھا۔ "اے اللہ! ہمیں خوفزدہ نہ کر۔ ہم اچھا کام کرنے کا ہی ارادہ رکھتے ہیں۔" ولید نے بیت اللہ کو حجرِ اسود اور رکن یمانی کی طرف سے ڈھانا شروع کیا۔ اہلِ مکہ نے ولید کا شریکِ کار ہونے کے لئے آپس میں مشورہ کیا۔ کہ ایک رات کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اگر ولید پر کوئی آفت نازل ہوئی۔ تو ہم بیت اللہ کو پھر اس کی اصل پر بنا دیں گے۔ بصورتِ دیگر ہم ولید کی مدد کریں گے۔ دوسری صبح جب ولید ہاتھ میں کدال اٹھائے صحیح سلامت حرمِ محترم میں پہنچا۔ تو لوگوں نے ولید کو دیکھ کر یقین کر لیا۔ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس فعل سے راضی ہے۔ اور پھر سب اس کام میں ولید کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اہلِ مکہ نے بنیادوں کو اس گہرائی تک کھودا۔ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی رکھی ہوئی بنیادیں نمودار ہو گئیں۔ کہتے ہیں کہ جب ایک قریش نے حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں پر پھاوڑا چلایا۔ تو اس قدر زور سے دھماکہ ہوا۔ کہ تمام مکہ لرز گیا۔ لوگوں نے اس دھماکہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ سمجھ کر آگے کھودنا بند کر دیا۔ اور حضرت ابراہیمؑ کی بنیادوں سے ہی تقسیمِ کار کے مطابق ہر قبیلہ نے علیحدہ علیحدہ پتھر جمع کر کے تعمیر کا آغاز کر دیا۔		

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی اس تعمیر میں باقی قریش کی طرح پُورا حِصّہ لیا۔ آپ اپنے مُبارک کاندھوں پر پتھّر ڈھو ڈھو کر لاتے۔ اور چلتے وقت آپ بار بار اپنے تہبند میں اُلجھ جاتے۔ برہنگی اور عُریانی اہلِ عرب کے ہاں کوئی معیُوب بات نہ تھی۔ مگر آنحضرت صلعم نے ہر ممکن کوشش کی۔ کہ پتھّر ڈھوتے وقت آپ کے جسمِ اطہر کا کوئی حِصّہ نظر نہ آئے۔ بہرحال جب دیواریں ذرا بلند ہوئیں اور حجرِ اسود کو اپنے مقام پر رکھنے کا وقت آیا۔ تو سب قبائل میں زبردست اختلاف پیدا ہو گیا۔ ہر قبیلہ یہ سعادت بلا شرکتِ غیرے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس کشمکش نے یہانتک طُول کھینچا۔ کہ چاروں طرف تلواریں کھنچ گئیں۔ اور لوگ جنگ و جدال اور قتال پر آمادہ ہو گئے۔ حتّٰی کہ اسی حالت میں چار پانچ دن گُزر گئے۔ تعمیر کا کام معطّل ہو گیا۔ اور کوئی بات طے نہ ہو سکی۔ آخر ابو اُمیہ بن مغیرہ مخزومی نے جو قُریش کا سب سے زیادہ عُمر رسیدہ اور تجربہ کار بُزرگ تھا۔ یہ رائے دی۔ کہ کل صُبح جو شخص سب سے پہلے حرمِ کعبہ میں داخل ہو۔ اُسی کو اپنا حَکَم تسلیم کر کے فیصلہ کرایا جائے۔ سب نے اس رائے کو پسند کیا۔ اور لوگ اگلی صبح کے انتظار میں گھروں کو روانہ ہو گئے۔ دُوسری صبح جب لوگ حرمِ کعبہ میں پہنچے۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ جو سب سے پہلے تشریف لائے ہوہ حضرت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہیں۔ آپ کو دیکھتے ہی سب بیک زبان پکار اُٹھے:۔ "یہ تو محمّد امین ہیں۔ ہم اِن کو حَکَم بنانے پر راضی ہیں" آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک چادر منگا کر زمین پر بچھائی اور اپنے دستِ مُبارک سے حجرِ اسود کو چادر میں رکھ کر مجمع سے فرمایا۔		

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
کہ ہر قبیلہ کا سردار آگے بڑھ کر چادر کے کسی کونے کو پکڑ لے۔ تا کہ اس سعادت سے کوئی قبیلہ بھی محروم نہ رہے۔ آپؐ کے اس فیصلے کو سب نے پسند کیا۔ چنانچہ سب نے مل کر چادر اُٹھائی۔ اور اُس جگہ پہنچے۔ جہاں حجرِ اسود کو رکھنا مقصود تھا۔ آنحضرت صلعم پھر آگے بڑھے۔ اور اپنے دستِ مُبارک سے حجرِ اسود کو اُس کے مقام پر رکھ دیا۔ آپؐ کا یہ عظیم فیصلہ نبوّت کے مُعجزات سے ہے۔ کہ آپؐ نے اہلِ عرب کے سر سے ایک مہیب جنگ کا خطرہ ٹال دیا۔		
سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ بنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیدائش سیّدہ امام البشر خاتم المرسلینؐ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ آپ بھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے تھیں۔ عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ آپ کی ولادت اُس وقت ہوئی۔ جب کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا سال ولادت سنہ ۱ بعثت یعنی نبی صلعم کی عُمر مُبارک کا اکتالیسواں (۴۱) سال بیان کیا گیا ہے۔ لیکن وفات سب کے نزدیک اُنتیس (۲۹) یا تیس (۳۰) سال کی عُمر میں ہوئی۔ جس کی بنا پر آپ کی پیدائش پانچ برس قبل نبوّت زیادہ صحیح ہے۔ (واللہ اعلم) سیّدہؓ کا نام فاطمہؓ اور کُنیت اُمِ محمدؐ ہے۔ آپ کے القاب زہراؓ، طاہرہؓ، زاکیہؓ، راضیہؓ، مرضیہؓ اور بتولؓ ہیں۔ بچپن سے ہی آپ طبعاً سنجیدہ، سادہ اور متین تھیں۔ آپ کی بڑی بہنیں جب کھیلنے میں مشغول ہوتیں۔ تو آپ اپنی والدہ کے پاس بیٹھی رہتیں۔ کھیل کود سے آپ کو قطعی دلچسپی نہ تھی۔ آپ کی سادگی اور استغنا سرورِ دو عالم صلعم کو بہت پسند تھا۔ اسی وجہ سے آپ بتولؓ (تارک الدنیا) کے لقب سے یاد کی جاتی ہیں۔ جس وقت آنحضرت صلعم مکّہ معظّمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منوّرہ تشریف	۳۵ سال (تقریباً)	سنہ ۱۸ قبل ہجرت مطابق سنہ ۶۰۵ء

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
لائے۔ تو آپ اُس وقت نا کتخدا تھیں۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سیدہ فاطمہ رضؓ سے عقد کی استدعا کی۔ مگر آپ صلعم نے فرمایا۔ کہ حکم الٰہی کا انتظار ہے۔ اس کے بعد حضرت عمر رضؓ نے پیام دیا۔ اُن کو بھی وُہی جواب ملا۔ جو حضرت ابوبکر رضؓ کو مل چکا تھا۔ پھر لوگوں نے حضرت علی رضؓ کو آمادہ کیا۔ مگر حضرت علی رضؓ کو اپنی بے سرو سامانی کی وجہ سے تأمل ہُوا۔ دُوسرے یہ خیال بھی دامنگیر ہُوا۔ کہ حضرت ابوبکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ کے بعد میری کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ لیکن لوگوں کے مجبور کرنے پر آپ نے پیام کے طور پر اپنی استدعا دربارِ رسالت صلعم میں پہنچائی۔ جسے آنحضرت صلعم نے قبول فرمالیا۔ پھر آنحضرت صلعم نے حضرت فاطمہ رضؓ سے ذکر کیا۔ کہ حضرت علی رضؓ کا رجحانِ خاطر تیری طرف ہے۔ سیدہ رضؓ اپنے پیغمبر صلعم والد کی زبان مبارک سے یہ بات سُن کر خاموش رہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے سیدہ رضؓ کی اس خاموشی کو رضامندی سمجھتے ہوئے غزوۂ بدر کے بعد ذوالحجہ ۲ھ میں سیدہ فاطمہ رضؓ کا عقد حضرت علی رضؓ سے کر دیا۔ نکاح کے وقت سیدہ کی عمر اٹھارہ ۱۸ انیس ۱۹ سال تھی۔ حضرت علی رضؓ نے شادی کے اخراجات پُورے کرنے کے لئے اپنا اونٹ اور دیگر سامان فروخت کر ڈالا جس کی کل قیمت اُنہیں چار سو اَسّی ۴۸۰ درہم ملی حضرت علی رضؓ نے ایک چھوٹا سا مکان آنحضرت صلعم کے مکان کے کچھ فاصلے پر کرایہ پر حاصل کر لیا جس میں آنحضرت صلعم نے سیدہ فاطمہ رضؓ کو اپنی باندی اُمِّ ایمن کی ہمراہی میں رخصت فرما دیا۔ روایت ہے۔ کہ جب رسول کریم صلعم کی معزز بیٹی رُخصت ہو کر سُسرال جانے لگی۔ تو آنحضرت صلعم نے حضرت علی رضؓ سے فرمایا۔ کہ میرے منتظر رہنا۔ چنانچہ اس ارشاد کے تحت حضرت علی رضؓ اور سیدہ فاطمہ رضؓ گھر کے		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ایک گوشے میں بیٹھ کر رسول خدا صلعم کا انتظار کرنے لگے۔ آنحضرت صلعم تشریف لائے۔ اور آپؐ نے پانی طلب فرمایا۔ پھر آپؐ نے پانی جوٹھا کر کے حضرت علیؓ کے دونوں شانوں، بازوؤں اور سینہ پر چھڑکا۔ ازاں بعد آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو طلب کیا۔ اور اُن پر بھی پانی چھڑکا۔ اور فرمایا:۔
		"اے فاطمہؓ میں نے تمہاری شادی اپنے خاندان میں سے بہترین شخص سے کی ہے"۔
		حضرت علیؓ کے پاس ایک زرہ تھی۔ جو آنحضرت صلعم نے غزوۂ بدر کے بعد حضرت علیؓ کو مرحمت فرمائی تھی۔ وہ زرہ حضرت علیؓ نے بطور مہر سیّدہ فاطمہؓ کے نذر کی۔
		سیّدہ فاطمہؓ کو آنحضرت صلعم نے ایک تکیہ، ایک پیالہ، ایک مشکیزہ، دو۲ عدد چکیاں اور دو۲ گھڑے بطور جہیز عنایت فرمائے۔
		سیّد الانبیاء صلعم سیّدہؓ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔
		"جنّت کی عورتوں کی سردار مریمؑ، پھر فاطمہؓ بنتِ محمدؐ پھر خدیجہؓ اور پھر آسیہ (فرعون کی بیوی) ہیں"۔
		حضور سرورِ دو عالم صلعم جب کسی سفر سے واپس آتے۔ تو سب سے پہلے سیّدہ فاطمہؓ کے گھر تشریف لاتے۔
		سیّدہ فاطمہؓ اگرچہ رسول اللہ صلعم کی محبوب ترین اولاد تھیں لیکن آپ نے کوئی دُنیاوی فائدہ نہیں اُٹھایا۔ رسول اللہؐ نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا:۔
		"تمہاری رضامندی سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔ اور تمہارے غیض و غضب سے وہ غضبناک ہوتا ہے"۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ایک دفعہ ابنِ ہشام بن مغیرہ برادرِ ابوجہل نے حضرت علیؓ کو ترغیب دی۔ کہ وہ غورا بنتِ ابوجہل سے شادی کرلیں۔ حضرت علیؓ راضی ہوگئے۔ آنحضرت صلعم کو جب حضرت علیؓ کے ارادہ کا علم ہُوا۔ تو آپؐ مسجد میں تشریف لائے۔ اَور خُطبہ دیتے ہُوئے فرمایا:۔
		"آلِ ہشام علی بن ابی طالب سے اپنی لڑکی کا عقد کرنے کے لیئے مُجھ سے اجازت چاہتے ہیں لیکن مَیں نہ دُوں گا۔ کبھی اجازت نہ دُوں گا۔ البتہ ابنِ ابی طالب میری لڑکی کو طلاق دے کر اس کی لڑکی سے شادی کرسکتے ہیں۔ فاطمہؓ میرے جسم کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس نے اس کو اذیت دی۔ اُس نے مجھے اذیت دی"۔
		"اَور مَیں حلال کو حرام اَور حرام کو حلال نہیں کرنا چاہتا ہُوں لیکن خدا کی قسم رسولُ اللہ کی بیٹی اَور دُشمنِ خدا کی بیٹی دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں"۔
		اِن ارشادات کا اثر یہ ہُوا۔ کہ حضرت علیؓ نے سیّدہ فاطمہؓ کی زندگی میں کوئی دُوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت علیؓ حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا بہت خیال رکھتے اَور کوئی بات سیّدہؓ کی منشا کے خلاف نہ کرتے تھے۔ لیکن پھر بھی آنحضرت صلعم اُن کی تاکید فرماتے رہتے تھے۔ کہ فاطمہؓ سے اچھا برتاؤ کرو۔ اَور حضرت فاطمہؓ کو بھی نصیحت فرماتے۔ کہ عورت کا بڑا فرض شوہر کی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ غرضیکہ آنحضرت صلعم دونوں کے تعلّقات میں خوشگواری پیدا کرنے کی کوشش فرماتے رہتے۔
		ایک تابعی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت کیا۔ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کس کو زیادہ محبُوب رکھتے تھے۔ آپ نے جواب میں فرمایا

واقعاتِ عظیمہ	عُمر مبارک	سن
"عورتوں میں فاطمہ رضؓ اور مردوں میں اُن کے شوہر علی رضؓ کو۔" سیدہ فاطمہ رضؓ اپنے تمام مشاغلِ حیات میں آنحضرت صلعم کی تقلید کرتی رہتیں۔ حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں "مَیں نے نشست و برخاست، عادات و خصائل، طرزِ گفتگو اور لب و لہجہ میں آنحضرت صلعم کے مشابہ حضرت فاطمہ رضؓ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ حضرت فاطمہ رضؓ جب رسول کریم صلعم کے پاس آتیں۔ آپ ﷺ کھڑے ہو جاتے۔ سیدہ فاطمہ رضؓ کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔ اور اپنی جگہ بٹھا لیتے۔ اور یہی طریقہ حضرت فاطمہ رضؓ کا تھا۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمہ رضؓ کو یہانتک عزیز رکھتے تھے۔ کہ وفات سے قبل آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضؓ کو یہ خوشخبری سُنائی :۔ "تُم میرے اہلِ بیت میں سے سب سے پہلے مجھ سے ملوگی۔ اور تُم دُنیا کی عورتوں کی سردار رہو۔" آنحضرت صلعم کی رحلت کے بعد سیدہ فاطمہ رضؓ بہت غمگین رہا کرتیں۔ چنانچہ بقیہ ایّامِ حیات میں کسی نے سیدہ رضؓ کو ہنستے نہیں دیکھا۔ آنحضرت صلعم کے وصال پر ذیل کا مرثیہ آپ سے منسوب ہے :۔ "غبار آلود ہو گیا آسمان، لپیٹ دیا گیا آفتاب اور تاریک ہو گیا زمانہ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہ صرف زمین غمگین و ملول ہے۔ بلکہ فرطِ الم سے شق ہو گئی ہے۔ اُن (آنحضرت صلعم) پر مشرق و مغرب کے رہنے والے قبیلہ مُضر کے لوگ اور تمام اہلِ یمن روتے ہیں۔ اور بڑے بڑے پہاڑوں اور محلّات پر گریہ طاری ہے۔ اے خاتم النّبیین، خدا آپ ﷺ پر رحمت نازل فرمائے۔" سیدہ فاطمہ رضؓ کو اپنی بہنوں پر یہ خاص شرف حاصل ہے۔ کہ دُنیا میں آپ		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ہی کی اَولاد باقی رہی۔ اَور آپ کی اولاد سے ائمۃ العظام ہُوئے۔ جن کی شان اسلام میں بہت بلند وارفع ہے۔
		سیّدہ رضؓ کے بطنِ مبارک سے حضرت امام حسن رضؓ، سیّد الشہداء حضرت امام حسین رضؓ، سیّدہ اُمّ کلثوم رضؓ اَور سیّدہ زینب رضؓ پیدا ہوئیں۔
		سیّدہ فاطمہ رضؓ نے آنحضرت صلعم کے وصال کے چھ ماہ بعد بعمر اُنتیس۲۹، تیئیس۲۳ سال ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ میں وفات پائی۔ اَور آنحضرت صلعم کی یہ پیش گوئی کہ میرے اہلِ بیت میں سب سے پہلے تُم مجھ سے ملوگی۔ پُوری ہو کر رہی۔
		سیّدہ فاطمہ رضؓ کے جنازہ میں بہت کم لوگوں کو شرکت کا موقع ملا۔ اس کی وجہ یہ ہُوئی۔ کہ سیّدہ رضؓ کا انتقال رات کے وقت ہُوا۔ اَور حضرت علی رضؓ نے آپ کی وصیّت کے مطابق رات ہی کو دفن کر دیا۔ آپ کا مدفن جنّت البقیع میں ہے ؛
		حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جب تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر گھر واپس تشریف لائے تو بہت مغموم و محزون تھے اور شدّتِ غم و الم میں یہ شعر پڑھتے تھے۔
		ادی علل الدنیا علی کثیرۃ ۔۔۔ وصاحبھا حتی الممات علیل
		لکل اجتماع من خلیلین فرقۃ ۔۔۔ وکل الذی دون الفراق قلیل
		وان افتقادی فاطمہ بعد احمد ۔۔۔ دلیل علی ان لا یدوم خلیل
		(مَیں دیکھتا ہوں مجھ میں دُنیا کی بیماریاں بکثرت ہو گئی ہیں اور اہلِ دُنیا جب تک دُنیا میں ہیں بیمار ہیں، ہر یک جائی کے بعد دوستوں سے مفارقت ہونا ضروری ہے اور وہ زمانہ جو فراق کے سوا ہوتا ہے تھوڑا ہوتا ہے۔ رسولِ خدا صلعم کے بعد فاطمہ رضؓ کی مفارقت اس بات کی دلیل ہے کہ دوست ہمیشہ نہیں رہتا ہے)

اَدب گاہیست زیرِ آسماں اَز عرش نازک تر
نفس گُم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

(عزّت بخاری)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوۡلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوۡلُهُمۡ
قُضِىَ بَيۡنَهُمۡ بِالۡقِسۡطِ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ
(سُورہ یُونس - آیت ۴۷)

اور ہر ایک اُمّت کی طرف پیغمبر بھیجا گیا - جب اُن کا پیغمبر آتا ہے - تو اُن میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے - اور اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا جاتا ؂

پیغمبرِ خاتم حضرت محمّد رسولُ اللہ

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کی

حیاتِ اقدس کا تیرہ (۱۳) سالہ مکّی دور

ابتدائے نبوّت - تا - ہجرتِ مکّہ و داخلۂ قبا

عُمرِ مُبارک

چالیس (۴۰) سال ایک دن - تا - تکمیلِ ترپن (۵۳) سال

۹ ربیع الاوّل ۴۱ سنہ ولادت - تا - ۸ ربیع الاوّل ۵۳ سنہ ولادت

یعنی

آغازِ ۴۱ سنہ ولادت - تا - اختتامِ ۵۳ سنہ ولادت

مطابق

۱۲ سنہ قبل ہجرت - تا - ۱ سنہ ہجرت

مطابق

۹ فروری ۶۱۰ سنہ ء - تا - ۲۰ ستمبر ۶۲۲ سنہ ء

ہُوئے محو عالم سے آثارِ ظُلمت — کہ طالع ہُوا ماہِ بُرجِ سعادت
نہ چٹکی مگر چاندنی ایک مُدّت — کہ تھا ابر میں ماہتاب رسالت

یہ چالیسویں سال لُطفِ خُدا سے
کیا چاند نے کھیت غارِ حرا سے

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا — مُرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مُصیبت میں غیروں کے کام آنے والا — وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوٰی
یتیموں کا والی غُلاموں کا مولیٰ

خطا کار سے درگزر کرنے والا — بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کو زیر و زبر کرنے والا — قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اُتر کر حرا سے سُوئے قوم آیا
اور اک نُسخۂ کیمیا ساتھ لایا

مسِ خام کو جس نے کُندن بنایا — کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا — پلٹ دی بس اک آن میں اُس کی کایا

رہا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھر گیا رُخ ہوا کا

(حالی)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ

قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ

(سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ - اٰیت ۲)

وُہی تو ہے جس نے اَن پڑھوں میں اُنہی میں سے (محمدؐ کو) پیغمبر (بنا کر) بھیجا جو اُن کے سامنے اُس کی آیتیں پڑھتے اور اُن کو پاک کرتے اور (خدا کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں اور اس سے پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے ۔

لاکھ ستارے ایک طرف ظُلمتِ شب جہاں جہاں

ایک طلوعِ آفتاب دشت و چمن سحر سحر

(جگرؔ)

عنوانات

ابتدائے نبوّت — تا — ہجرتِ مکّہ و داخلہ قبا

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
دوشنبہ ۹ ربیع الاوّل ۱۲ سنہ قبل ہجرت مطابق ۹ فروری ۶۱۰ء	۴۰ سال ایک دن	**آفتابِ رسالت کا طلوع ـــــ وحیٔ بشارت** بعثت سے کچھ عرصہ پیشتر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ معمول ہو گیا تھا۔ کہ آپؐ اکثر پانی اَور ستّو لے کر شہر مکّہ سے تین میل دُور کوہِ حرا کی ایک غار جس کا طُول چار گز اَور عرض پونے دو گز تھا، میں جا بیٹھتے اَور عبادتِ الٰہی میں مشغُول رہتے۔ آپؐ کی بعثت کا زمانہ جتنا قریب آتا جا رہا تھا۔ آپؐ میں خلوت گزینی اَور سوچ و بچار کی عادت بڑھتی جاتی تھی۔ آپؐ ہمہ وقت غارِ حرا میں بیٹھ کر قُدرتِ الٰہیہ پر غور و تدبّر کرتے رہتے۔ ایک مغربی مفکّر کے لفظوں میں :۔ "سفر و حضر میں ہر جگہ محمّد (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے دِل میں ہزاروں سوال پیدا ہوتے تھے۔ مَیں کیا ہُوں؟ یہ غیر متناہی عالم کیا ہے؟ نبوّت کیا ہے؟ مَیں کن چیزوں کا اعتقاد کروں؟ کیا کوہِ حرا کی چٹانیں، کوہِ طور کی سر بفلک چوٹیاں، کھنڈر اَور میدان، کسی نے اِن سوالوں کا جواب دیا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ گُنبدِ گرداں، گردشِ لیل و نہار، چمکتے ہُوئے تارے، برستے ہُوئے بادل، کوئی ان سوالوں کا جواب نہ دے سکا۔" غرضیکہ آپؐ غارِ حرا میں مہینوں مراقبہ میں رہتے۔ اَور اُس وقت تک شہر میں تشریف نہ لاتے۔ جب تک کہ پانی اَور ستّو ختم نہ ہو جاتے۔ صحیح بُخاری میں ہے۔ کہ غارِ حرا میں آپؐ عبادت کیا کرتے تھے۔ یہ عبادت کیا تھی؟ یہ وہی عبادت تھی۔ جو آپؐ کے دادا حضرت ابراہیمؑ نے نبوّت سے پہلے کی تھی۔ ستارے اپنی چمک، چاند اپنی چاندنی اَور سُورج اپنی

سن	عُمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ

روشنی سمیٹ کر جب نظروں سے غائب ہو گئے۔ تو خلیل اللہ ؑ بے ساختہ پکار اُٹھے تھے:۔

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ ۝ مَیں فناہ پذیر ہستیوں کو دوست نہیں رکھتا۔

آنحضرت صلعم کے قلبِ سلیم پر بھی وُہی کیفیت طاری تھی۔ جو حضرت ابراہیم ؑ پر طاری رہی تھی۔ مستند روایات کے مطابق بعثت سے سات برس پہلے آنحضرت صلعم کو ایک روشنی اور چمک نظر آنے لگی تھی۔ جس میں کوئی آواز یا صُورت نہ ہوتی تھی۔ نبوّت کا دیباچہ یہ تھا۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم پر خواب میں اسرار منکشف ہونا شروع ہُوئے۔ آپ ؐ جو کچھ خواب میں دیکھتے۔ عالمِ بیداری میں بعینہٖ وُہی پیش آتا۔

ایک روز جبکہ آپ ؐ کی عُمر مبارک کے اکتالیسویں [۴۱] سال کا پہلا دن روز دوشنبہ اور ربیع الاوّل کی ۹ تاریخ تھی۔ اور آپ ؐ حسبِ معمول غارِ حرا میں مراقبہ میں تھے۔ کہ یکایک تاریکی ہٹی۔ پردہ اُٹھا اور حقیقت عالم اور انسان کی زندگی کا ایک ایک راز آپ ؐ پر کھُلنے لگا۔ آپ ؐ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے مقدّس ایلچی حضرت جبرائیل ؑ سامنے کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں:۔

"محمد ؐ بشارت قبول فرمائیے۔ آپ ؐ اللہ کے رسول ؐ ہیں اور مَیں جبرائیل ؑ ہُوں"

آپ ؐ جبریلِ ؑ امین کی زبان سے یہ بشارت سُننے کے فوراً بعد غارِ حرا سے واپس گھر تشریف لائے۔ حضُور ؐ جلالِ الٰہی سے لبریز تھے۔ حضرت خدیجہ ؓ سے فرمایا۔ "مُجھ پر کپڑا ڈال دو"۔ جب آپ ؐ کی طبیعت کو قدرے

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سَن
سکون ہُوا۔ تو اپنی غمخوار بیوی کو بتایا۔ کہ "میں ایسے واقعات سے دوچار ہُوں۔ کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے"۔ حضرت خدیجہؓ نے یہ سُن کر تسلی دی۔ اور عرض کیا "آپؐ کوئی ڈر محسوس نہ کریں۔ میں دیکھتی ہوں۔ کہ آپؐ مصیبت زدوں کے ہمدرد اور بیکسوں کے دستگیر ہیں۔ آپؐ ہمیشہ سچ بولتے اور اقرباء پر شفقت فرماتے ہیں۔ آپؐ مہمان نوازی فرماتے اور بیواؤں اور یتیموں پر رحم کرتے ہیں۔ آپؐ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ اور خدا آپؐ کو کبھی اندوہگیں نہ فرمائے گا"۔		
اب حضرت خدیجہؓ کو اپنے اطمینان کی ضرورت محسوس ہُوئی۔ وہ آپؐ کو لے کر اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں۔ آنحضرت صلعم نے حضرت خدیجہؓ کی درخواست پر غارِ حرا میں پیش آنے والا تمام واقعہ ورقہ بن نوفل سے بیان فرمایا۔ ورقہ بن نوفل عیسائی عالم اور درویش تھا۔ وہ حضرت جبریلؑ کے آنے اور بات کرنے کا واقعہ سُن کر جھٹ بول اُٹھا "یہی وہ ناموسِ اکبر ہے۔ جو موسیٰؑ علیہ السلام پر اُترا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا۔ اور اُس وقت تک زندہ رہتا جب قوم آپؐ کو نکال دے گی"۔		
ورقہ بن نوفل کی زبان سے یہ باتیں سُن کر آنحضورؐ نے پُوچھا "کیا قوم مجھے نکال دے گی؟" ورقہ نے جواب دیا "ہاں! اس دُنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی۔ اور گمراہوں کو راہ راست کی طرف لانا چاہا۔ اُس کی مخالفت ہی ہوتی رہی۔ کاش آپؐ کی ہجرت تک میں زندہ رہُوں۔ اور آپؐ کی نمایاں خدمت کر سکوں"۔		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
شب جمعہ ۱۸ ر رمضان المبارک سنہ ۱ بعثت مطابق ۱۲ سنہ قبل ہجرت مطابق ۱۴ ر اگست سنہ ۶۱۰ء	۴۰ سال ۶ ماہ اور ۱۰ دن	**آغازِ نزولِ قرآن —— بعثت و نبوت** نبوت کی بشارت ملتے وقت آنحضرت صلعم کی عمرِ مبارک چالیس سال (۴۰ سال) ایک دن اور ربیع الاول کی ۹ تاریخ تھی۔ لیکن وحی کی دوبارہ آمد اور نزولِ قرآن کا آغاز بشارت کے چھ ماہ بعد ۱۸ ر رمضان المبارک سنہ ۱ بعثت میں ہوا۔ یعنی نبوت کی بشارت اور نزولِ قرآن حکیم میں چھ (۶) ماہ کا فرق ہے۔ اِن چھ (۶) مہینوں میں آنحضرت صلعم کو سچے خواب آتے رہے۔ جو آپؐ کے ۲۳ سالہ دورِ نبوت کا چھیالیسواں (۴۶) حصہ ہیں۔ یہ بات متفق علیہ ہے۔ کہ نزولِ قرآنِ حکیم کا آغاز رمضان المبارک میں ہُوا۔ اور مورخین و محدثین کے اتفاق کی بنا قرآنِ حکیم کی یہ شہادت ہے۔ کہ:۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ ۔ اَلْبَقَرَۃ ۔ آیت ۱۸۵۔ یہ رمضان کا مہینہ ہے۔ جس میں قرآن کا نزول شروع ہُوا۔ وہ انسانوں کے لئے رہنما ہے۔ ہدایت کی روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کر دینے والا ہے۔ مزید ارشاد فرمایا:۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ڏ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝ (سُوْرَۃُ الْقَدْرِ ۔ آیت ۱ تا ۵) ہم نے اِسے شب قدر میں اُتارا۔ تو نے کیا سمجھا کہ شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور ارواح اپنے پروردگار کے حکم کے ساتھ اُترتے ہیں۔ کہ وہ سلامتی ہے۔ طلوعِ فجر تک ؛

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ

مزید فرمایا:-

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ۝ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ۙ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۚ

(سُوْرَۃُ الدُّخَانِ - اٰیت ۱ تا ۵)

حٰمٓ - روشن کتاب کی قسم ہے - ہم نے اسے مُبارک رات میں اُتارا - بلاشبہ ہم ڈرانے والے رہے ہیں - اس میں حکمت والی ہر ایسی بات، جو ہمارے پاس کی ہوتی ہے - واضح اور ممتاز کردی جاتی ہے - ہم ہمیشہ اپنا پیغام بھیجنے والے ہی رہے ہیں ؛

پس یہ وحئ اوّل تھی - جو ایک مُبارک رات میں نازل ہُوئی تھی اس رات اللہ کے نُور سے دُنیا جگمگا اُٹھی اور تاریکی روشنی سے بدل گئی تھی - اس شبِ قدر میں حضرت جبریلؑ تشریف لائے اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خُدا کا وہ پاک نام اور پاک کلام پڑھایا - جو سارے علوم کی کُنجی اور ساری حقیقتوں کا خزانہ ہے - رُوح الامینؑ نے اِن آیاتِ کریمہ کو پڑھا تھا:-

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ (سُوْرَۃُ الْعَلَقِ - اٰیت ۱ تا ۵)

(اے محمدؐ! جو تمہیں پڑھایا جاتا ہے) اپنے رب کا نام لے کر (اسے) پڑھ جس نے (یہ تمام مخلوقات) پیدا کی ہے (اور جس نے خون کے لوتھڑے (جیسی حقیر شے) سے انسان (جیسا اشرف المخلوقات) بنایا ہے - پڑھو اور یاد رکھو تمہارا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے (لکھنے اور علوم کو محفوظ کرنے کی) تعلیم دی - اور (وحی کے ذریعہ) انسان کو وہ باتیں بتائیں جنہیں انسان (پہلے) نہیں جانتا تھا؛

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
۱۸ / رمضان المبارک ۱ بعثت مطابق ۱۲ قبل ہجرت مطابق ۱۴ / اگست ۶۱۰ء	۴۰ سال چھ ماہ اور ۱۰ دن	**دو نمازوں کی فرضیت** نزولِ قرآن حکیم کے ساتھ ہی پہلا کام جو حضرت جبریلِ امین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سکھایا۔ وہ وضو کر کے نماز پڑھنا تھا۔ اوّل جبریلِ امین نے زمین پر اپنی ایڑی سے ایک ٹھوکر ماری۔ جس سے پانی کا چشمہ جاری ہو گیا۔ حضرت جبریلؑ نے اس سے وضو کیا۔ اور آنحضرتؐ دیکھتے رہے۔ بعد ازاں آپؐ نے بھی اسی طریقہ سے وضو کیا۔ حضرت جبریلؑ نے دو۲ رکعت نماز پڑھائی۔ اور آپؐ نے اقتدا کی۔ اس وقت آپؐ پر دو۲ نمازیں فرض ہوئیں۔ یعنی دو۲ رکعت فجر کی اور دو۲ رکعت عصر کی۔ (پانچ نمازوں کی فرضیت شبِ معراج کا تحفہ ہے۔ اس کا تفصیلی بیان اپنی جگہ پر آئے گا)
״	۴۰ سال چھ ماہ اور ۱۰ دن	**خُفیہ دعوت کا آغاز** حضرت جبریلِ امین کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کے بعد آپؐ گھر تشریف لائے۔ اور حضرت خدیجہؓ سے تبلیغِ اسلام کا آغاز کیا۔ آپؐ کی حرمِ محترم خیر النساء حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ اور بروز جمعۃ المبارک شام کے وقت سب سے پہلے آپؐ کے ہمراہ نماز پڑھی۔ اِن کے بعد حضرت علیؓ جو مدّت سے آپؐ کی آغوشِ تربیت میں تھے۔ دس۱۰ سال کی عُمر میں مشرّف باسلام ہوئے۔ اور بعثت سے اگلے روز یعنی بروز شنبہ انہوں نے آنحضرت صلعم کے ہمراہ نماز ادا کی۔ ابنِ اسحاق کی روایت کے مطابق بعثت سے اگلے روز جب حضرت علیؓ کرم اللہ وجہہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت خدیجہؓ کو نماز پڑھتے دیکھا تو آپؐ سے عرض کیا۔ کہ یہ کیا ہے؟ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔ "یہ اللہ کا

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
دین ہے۔ یہی دین لے کر پیغمبر دنیا میں آئے۔ میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ کہ اسی کی عبادت کرو۔ اور لات وعزیٰ سے انکار کرو"۔ یہ بات چونکہ حضرت علیؓ کے لئے بالکل نئی تھی۔ اس لئے خاموش ہو گئے۔ لیکن ابھی ایک رات بھی گزرنے نہ پائی تھی۔ کہ دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ چنانچہ دوسری صبح اسلام قبول کر لیا۔ مگر اپنے والد خواجہ ابو طالب سے تقریباً ایک سال تک چھپائے رکھا۔ سیرت کی کتابوں میں ایسی روایات بھی موجود ہیں۔ جن سے پتہ چلتا ہے۔ کہ آپ پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے تھے۔ اور زیادہ اہلِ سیر و تاریخ اسی حقیقت کے قائل ہیں۔		
جب تمام اہلِ بیت اسلام میں داخل ہو گئے۔ تو آنحضرت صلعم نے اپنے رفیق قدیم ابوبکر صدیقؓ کو ایمان و اسلام کی دعوت دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے بلا کسی تامل و تفکر اور غور و تدبر کے دعوت اسلام قبول کر لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے جس کسی پر بھی اسلام پیش کیا۔ وہ اسلام سے کچھ نہ کچھ ضرور جھجکا۔ مگر ابوبکرؓ کہ اس نے اسلام قبول کرنے میں ذرا برابر کوئی توقف نہیں کیا"۔ ان کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام زیدؓ بن حارثہ بھی اسلام لائے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ سے کسی نے دریافت کیا۔ کہ سب سے پہلے اسلام کون لایا؟ تو امام اعظمؒ نے فرمایا "عورتوں میں حضرت خدیجہؓ آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، لڑکوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور غلاموں میں حضرت زیدؓ بن حارثہ سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔		
تبلیغِ اسلام کے اوّل دن ہی ان پاک سرشت حضرات کا ایمان لانا،		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چالیس سالہ زندگی کے شب و روز سے آگاہ اور آپ صلعم کی عاداتِ جلیلہ اور اعمالِ حسنہ کے چشم دید گواہ تھے۔ رسولِ خدا صلعم کی اعلیٰ صداقت اور راستبازی کی قوی دلیل ہے۔		
اِن حضرات کے چند روز بعد حضرت بلال رضؓ، حضرت عمرو رضؓ بن غلبسہ اور خالد رضؓ بن سعد بن عاص بھی داخل اسلام ہوگئے۔		
حضرت ابوبکر صدیق رضؓ بڑے مالدار اور مکہ معظمہ میں بزازی کی دکان کرتے تھے۔ آپ زمانۂ جاہلیت میں بھی اپنی صائب رائے، پارسائی اور صدق و دیانت کی وجہ سے بہت مشہور تھے۔ آپ کی تبلیغ سے حضرت عثمان رضؓ بن عفان، حضرت زبیر رضؓ، حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف، حضرت طلحہ رضؓ، اور حضرت سعد رضؓ بن ابی وقاص مسلمان ہوئے۔ پھر حضرت عمار رضؓ، حضرت خباب رضؓ بن الارث، حضرت ابوعبیدہ رضؓ، حضرت سعید رضؓ بن زید، حضرت عبیدہ رضؓ، حضرت جعفر رضؓ بن ابی طالب، حضرت عبداللہ رضؓ بن مسعود، حضرت ابوسلمہ رضؓ، حضرت عثمان رضؓ بن مظعون، حضرت صہیب رضؓ رومی اور حضرت ارقم رضؓ نے دعوتِ اسلام قبول کی۔		
عورتوں میں اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کے بعد سرکارِ دوعالم صلی علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضؓ کی بیوی لبابہ بنت الحارث، حضرت اسماء رضؓ بنتِ ابوبکر اور حضرت عمر رضؓ کی بہن فاطمہ رضؓ بنتِ خطاب نے اسلام قبول کیا۔		
مندرجہ بالا سابقینِ اوّلین میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ، حضرت عثمان غنی رضؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد		

سن	عُمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		خلیفہ بنے۔ اِن کی خلافت جو تاریخِ اسلام میں خلافتِ راشدہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ عین منہاج نبوت پر تھی۔ تینوں صحابہؓ کرام کی زندگی کے مختصر حالات یہ ہیں:۔ **حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ** آپ کا نام عبداللہ بن عثمان۔ ابوبکر کنیت۔ صدیق خطاب، عتیق علم اور صاحب الغار لقب ہے۔ آپ طاہرہ خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد مردوں میں سب سے پہلے اسلام لائے۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۸ سال تھی۔ اور آپ کا شمار مکہ معظّمہ کے مشہور تاجروں میں ہوتا تھا۔ قبولِ اسلام سے پہلے آپ کا نام عبدالکعبہ تھا۔ جسے بدل کر آنحضرت صلعم نے عبداللہ رکھا۔ آپ کے والد کی کنیت ابوقحافہ اور والدہ کا نام اُم الخیر ہے۔ آپ عُمر میں آنحضرت صلعم سے ڈھائی سال چھوٹے تھے۔ آپ کی تبلیغ سے حضرت زبیر بن العوام، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف داخلِ اسلام ہوئے۔ یہ چاروں بزرگ عشرہ مبشّرہ میں داخل ہیں۔ آپ نے سب سے پہلے اپنی زمین میں اس وقت مسجد تیار کی۔ جب کفّارِ مکہ مسلمانوں کو حرم میں عبادت نہ کرنے دیتے تھے۔ آپ کو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سفرِ ہجرت کی رفاقت کے لئے منتخب فرمایا تھا۔ آپ تین دن تک غارِ ثور میں آنحضرت صلعم کے ساتھ مقیم رہے۔ اور قرآنِ مجید نے وَاِذْ ھُمَا فِی الْغَار کہہ کر آپ کی تخصیص فرمائی۔ آپ کو غزوۂ بدر میں آنحضرت صلعم نے عریش میں اپنے ساتھ ٹھہرایا تھا۔ اس وقت آپ نے وہی فرائض ادا کئے۔ جو جنرل اور فوج کے درمیان چیف آف سٹاف کو ادا کرنے پڑتے ہیں۔ غزوۂ تبوک میں جبکہ سب سے زیادہ

واقعاتِ عظیمہ	عُمر مبارک	سَن
فوج کا اجتماع ہُوا تھا۔ نبیٔ کریم صلعم کی طرف سے آپ کو نشانِ اعلیٰ عطا فرمایا گیا تھا۔ ۹ھ میں آنحضرت صلعم نے آپ کو امیر الحاج مقرر فرمایا تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی مرض الموت کے ایّام میں اپنی جگہ امامِ مسجد نبوّی قائم فرمایا تھا۔ آپ نے نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی مُبارک زندگی میں سترہ نمازیں صحابہ کرامؓ کو پڑھائیں۔ ایک نماز (یعنی نمازِ ظہر یوم یکشنبہ) میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم آپ کے ساتھ مصلّے پر جلوہ گر تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی رحلت کے بعد آپ خلیفہ بنے۔ اور سوا دو سال تک خلافت کی ذمّہ داریاں پُوری کیں۔ خلفائے راشدین میں سے صرف حضرت صدیق اکبرؓ ہی کو خلیفہ رسول کہا گیا۔ دیگر ہر سہ خلفاء امیر المومنین کے لقب سے ملقّب ہوئے۔ رحلت سے پہلے بیت المال کا جو روپیہ آپ کے ذمّے تھا۔ اُسے اپنی زمین بیچ کر ادا کیا۔ آپ نے ۶۳ سال کی عُمر میں ۲۲ جمادی الثانی مطابق ۲۲ اگست ۶۳۴ء بروز دوشنبہ مغرب اور عشا کے درمیان انتقال فرمایا۔ اور اپنی بیٹی اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُوْنَ		
حضرت عثمان ذُوالنّورین رضی اللہ عنہ،		
آپ کا نام عثمان اور قبولِ اسلام سے پہلے کُنیت ابو عمرو تھی۔ مگر اسلام لانے کے بعد اپنی کُنیت بدل کر ابُو عبداللہ مقرر کی۔ آپ قریش کے قبیلہ بنی اُمیّہ سے تھے۔ آپ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت باسعادت کے پانچ سال بعد پیدا ہوئے۔ حضرت علی مرتضٰیؓ کے		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		بعد نسب میں آپ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے سب سے اقرب ہیں۔ آپ اَور آپ کا خاندان کپڑے کی تجارت کرتا تھا جس کے باعث آپ بڑے نازو نعم سے پلے۔ اَور ایک امیر گھرانہ کے فرزند ہونے کے باعث آپ نے مروّجہ تعلیم بھی حاصل کی۔ جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نبوّت کا دعویٰ کیا۔ آپ بسلسلۂ تجارت مکّہ سے باہر گئے ہُوئے تھے۔ واپسی پر حضرت ابوبکر صدیقؓ کی تبلیغ سے اسلام قبول کیا۔ اس وقت آپ کی عُمر تقریبًا چونتیس ۳۴ سال تھی۔ آپ نے حضورؐ سرورِ دوعالم کی دو ۲ نورِ نظر یعنی حضرت رقیہؓ پھر اُن کی وفات کے بعد حضرت اُمِّ کلثومؓ سے نکاح کا شرف حاصل کیا۔ اسی لئے آپ ذُوالنّورین کے لقب سے ملقّب ہُوئے۔ ارشادِ نبویؐ کے مطابق آپ نے اپنی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہؓ سمیت حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اس لئے آپ کی ہجرت ذوالہجرتین کے نام سے موسُوم ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:۔ "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ کہ ابراہیمؑ اَور لُوطؑ کے بعد یہ سب سے پہلے شخص ہجرت کرنے والے ہیں" اللہ تعالیٰ نے آپ کی خلافت میں امصار و بلدان کی فتوحاتِ عظیمہ اہلِ اسلام کو ارزانی فرمائیں۔ آپ جہاد بالمال میں ہمیشہ پیش پیش رہتے۔ جنگِ تبوک میں آپ نے ۹۵۰ اُونٹ مکمل سامان کے ساتھ ۵۰ گھوڑے اَور ایک ہزار دینار رسول اللہؐ کی نذر کئے۔ آپ ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا کرتے۔ وہ خاص شرف جو حضرت عثمانؓ کو صحابہؓ میں امتیازِ خاص عطا کرتا ہے۔ خدمتِ قرآن پاک ہے۔ آپ نے قرآنِ حکیم کو یکجا کیا۔ آج جملہ عالم

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اسلام قرأتِ عثمانی اور ترتیب عثمانی پر متفق ہے۔ آپ کے اس عظیم کام کے لئے ہر مسلمان آپ کا زیرِ بار ہے۔ آپ خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ کے بعد یکم محرّم ۲۴ھ میں خلیفہ بنے۔ آپ کا دورِ خلافت گیارہ[۱۱] سال، گیارہ[۱۱] ماہ، اور اٹھارہ[۱۸] دن پر حاوی ہے۔ آپ ۱۸ ذی الحجہ یوم الجمعہ ۳۵ھ بعمر ۸۲ سال باغیوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ **حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ نسب میں آپ جملہ صحابہؓ سے اقرب ہیں۔ آپ کے والد خواجہ ابوطالب اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد حضرت عبد اللہ دونوں سگے بھائی تھے۔ آپ نبوت کے پہلے روز ہی اسلام لائے۔ اُس وقت آپ کی عمر دس[۱۰] سال تھی۔ مواخات مکّہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آپ کو اپنا بھائی بنایا تھا۔ آپ ان چار خلفاء میں سے ایک ہیں۔ جو راشدین المہدیین کے لقب سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان مبارک سے موصوف کئے گئے۔ آپ اُن دس[۱۰] میں سے ایک ہیں۔ جن کو نام بنام بشارتِ جنت اس زندگی میں ہی دی گئی۔ آپ اُن چھ[۶] میں سے ایک ہیں۔ جن کو حضرت فاروقِ اعظمؓ نے اپنی وصیت میں شایانِ خلافت بتلایا۔ آپ آنحضرت صلعم کی جگر گوشہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
زوج ہیں۔ آپ ابوالسبطین یعنی حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے والدِ گرامی ہیں۔		
غزوۂ بدر میں شاندار کارنامے دکھلائے۔ کفارِ مکہ کے نو سردار آپ ہی کی تلوار سے جہنم رسید ہوئے۔ آپ ماہ ذی الحجہ ۳۵ھ میں خلیفہ بنے۔ اور ۱۷ رمضان المبارک ۴۰ھ یوم جمعہ کو ایک شقی ابن ملجم کی تلوار سے زخمی ہو کر بعمر ۶۳ سال یوم الاحد کو وصالِ رفیق اعلیٰ سے خورسند و کامیاب ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ		
سیدہ زہرا فاطمہ بتولؓ کے بطن سے دو فرزند (حسنؓ و حسینؓ) اور دو دختران (اُمِّ کلثومؓ و زینبؓ) اور دیگر آٹھ ازواج سے اٹھارہ بیٹے اور سولہ بیٹیاں آپ کی اولاد ہیں۔		
آپ ابوالحسن کنیت فرماتے تھے۔ اور ابوتراب کنیت پر جو عطیہ رسول ﷺ ہے، فخر اور خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپ علم و عمل، زہد و ورع، شجاعت و مروّت میں امام الخلق تھے۔		
آپ کے حلیہ مبارک کے متعلق مورخین نے لکھا ہے۔ کہ آپ کا رنگ سفید سرخ، قد میانہ، سر اور ریش مبارک کے بال سفید تھے۔ آپ نہایت شگفتہ رو، کشادہ جبیں، خنداں رخ حسین و جمیل، قوی بازو اور آہنی پنجہ تھے۔		
آپ کا کمالِ زہد و قناعت ملاحظہ ہو کہ کبھی آپ نے اپنے لئے کوئی عمارت نہیں بنائی۔ اور ہزاروں کی آمدنی ہونے پر بھی کبھی کچھ جمع نہیں کیا۔ بوقتِ شہادت آپ کے خزانہ میں صرف چھ سو درہم پائے گئے۔		
رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ		

سَن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
۴ سنہ بعثت مطابق ۹ سنہ قبل ہجرت مطابق ۶۱۴ء (ابتدا)	۴۳ سال ۶ ماہ (تقریباً)	**اعلانیہ تبلیغ** بعثت کے ابتدائی تین سالوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چُپکے چُپکے تبلیغ فرماتے رہے۔ اس عرصہ میں خانۂ ارقمؓ واقع کوہِ صفا تحریکِ اسلامی کا مرکز بنا اور تقریباً چالیسؓ افراد اس دور میں مشرّف باسلام ہوئے۔ نماز گھروں اور پہاڑوں کی گھاٹیوں میں پڑھی جاتی رہی۔ اس تبلیغ کے باعث نہایت خاموشی سے دیئے سے دیا جلتا رہا۔ اور نورِ نبوّت ایک گھر سے دُوسرے گھر میں اسلام کی روشنی پھیلاتا رہا۔ لیکن اب چونکہ آفتابِ نبوّت طلوع ہو چکا تھا۔ اور اس کی روشنی کو کفر و گمراہی کے اندھیرے مزید روکنے سے قاصر تھے۔ اس لئے اعلانیہ تبلیغ کا حکم آگیا۔ چنانچہ ارشادِ باریتعالیٰ ہوا:۔ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ○ (الحِجر: آیت ۹۴) (اے نبی) جس بات کا آپ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے۔ اُس کا صاف صاف اعلان کر دیجئے۔ اور مشرکین کی پروا نہ کیجئے۔ مزید حکم ہوا:۔ وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ ۙ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ (اَلشُّعَرَآء۔ آیت ۲۱۴ تا ۲۱۵) اور سب سے پہلے اپنے قریبی رشتہ داروں کو کفر اور شرک سے ڈرائیے۔ اور جو ایمان لا کر آپ ﷺ کا اتباع کرے۔ اُس کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ فرمائیے۔ مزید ارشادِ ربانی ہوا:۔ وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ۚ (سورۂ حجر آیت ۸۹) اور آپ ﷺ یہ اعلان کر دیجئے۔ کہ میں واضح طور پر ڈرانے والا ہوں۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		خُداوند عالم کی طرف سے اس حکم کے ملتے ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ خاندانِ عبدالمطلب کی دعوت کرو۔ یہ پہلا موقع تھا۔ کہ تبلیغِ اسلام کے لئے خاندانِ عبدالمطلب کو مدعُو کیا گیا تھا۔ اس دعوت میں تقریبًا چالیسؔ ہاشمی شریک تھے۔ ان میں حضرت حمزہؓ۔ خواجہ ابوطالب اور حضرت عباسؓ بھی موجود تھے۔ اس روز ابولہب کی بکواس کی وجہ سے نبئ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو کلام کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔ چنانچہ دُوسری شب پھر انہی کی دعوت کی گئی۔ جب سب لوگ کھانے وغیرہ سے فارغ ہوگئے۔ تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مدعوئین کو مخاطب کرتے ہُوئے فرمایا:۔
		"مَیں آپ لوگوں کے لئے دُنیا اور عقبیٰ کی بھلائی لایا ہُوں۔ عرب میں کسی نے اس سے بہتر نعمت قوم کے سامنے پیش نہیں کی۔ مجھے اللہ نے حکم دیا ہے۔ کہ اُس کی طرف آپ لوگوں کو متوجّہ کرُوں۔ بولئے، آپ میں سے کون کون میرا ساتھ دے گا؟"
		آپؐ کا یہ مُبارک خطاب سُن کر حاضرینِ مجلس پر سنّاٹا طاری ہوگیا۔ دفعتًا حضرت علیؓ اُٹھے۔ اور عرض کیا:۔
		"گو مجھے آشوبِ چشم ہے۔ گو میری ٹانگیں تپلی ہیں۔ اور گو مَیں سب سے نوعُمر ہُوں۔ تاہم مَیں آپؐ کا ساتھ دُوں گا۔"
		قُریش کے لئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا۔ کہ دوؔ شخص جن میں ایک بارہ ۱۲ تیرہ ۱۳ سال کا نوجوان ہے۔ دُنیا کی تقدیر پلٹنے کا فیصلہ کر رہے ہیں۔ اس بات پر حاضرینِ مجلس کو بیساختہ ہنسی آگئی۔ اور پھر اُٹھ کر گھروں کو چلے گئے۔

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
ارشادِ الٰہی کے مطابق گھر، احباب اور خاندان کو دعوتِ اسلام دینے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دن پورے مکّہ کو خطاب کرنے کے لئے کوہِ صفا پر تشریف لائے اور بلند آواز سے فرمایا:- یا صباحاہ (حملے کا خوف ہو۔ تو عرب میں لوگوں کو جمع کرنے کا یہی طریقہ تھا) یہ سُن کر کافی آدمی جمع ہو گئے۔ آنحضرت صلعم نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا:- "آپ لوگ مجھے سچّا سمجھتے ہیں یا جھوٹا؟" سب مجمع نے یک زبان ہو کر جواب دیا:- "آپؐ صادق اور امین ہیں۔ ہم نے کبھی غلط یا لغو بات آپؐ سے نہیں سُنی۔" پھر آپؐ نے فرمایا:- "مَیں اگر تم سے یہ کہوں۔ کہ پہاڑ کے عقب سے ڈاکوؤں کی ایک مسلّح جماعت بڑھتی اور حملہ آور ہوتی دکھائی دیتی ہے۔ تو آپ میرا یقین کریں گے۔ کیونکہ مَیں ایسی جگہ کھڑا ہوں۔ جہاں سے اِدھر بھی دیکھ رہا ہوں۔ اور اُدھر بھی۔" سب نے جواب دیا:- "ہم آپؐ کی یہ بات بلا تامّل مان لیں گے۔ واقعی آپؐ اُدھر کی جو چیز دیکھ سکتے ہیں۔ ہم نیچے کھڑے ہونے کے باعث نہیں دیکھ سکتے۔" تب حضورؐ نے فرمایا:- "تو سُنو۔ مَیں مرنے کے بعد کے عالم کو بھی اسی طرح دیکھتا ہوں		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
جس طرح موجودہ عالم کو۔ یقین جانو۔ کہ موت بڑھتی اور حملہ آور ہوتی چلی آرہی ہے۔ اور مر کر تمہیں اللہ کے حضور جانا ہے۔ اور سخت عذاب سے دوچار ہونا ہے"۔ آپؐ کا چچا ابولہب بھی اس مجمع میں موجود تھا۔ وہ آپؐ کا خطاب سُن کر سخت برہم ہوا۔ اور مجمع بکھر گیا۔ مگر اہلِ مکّہ کی تبلیغِ اسلام پر اس برہمی اور اعلانِ حق کی طرف اس عدم توجہی سے آنحضرت صلعم کی تبلیغی سرگرمیوں پر کوئی اثر نہ پڑا۔ آپؐ گلی گلی اور کوچہ کوچہ پھرتے اور تبلیغ اسلام فرماتے۔ جہاں دو چار کا مجمع پاتے۔ انہیں غیر اللہ کی پرستش سے منع فرماتے۔ اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا وعظ سُناتے۔ لوگوں کو پتھروں، درختوں، چاند اور سُورج کی پُوجا سے ہٹا کر خدائے واحد کی بندگی سکھلاتے اور لوگوں کو بتلاتے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کا خالق ہے۔ دُعائیں قبُول کرنا اور مُرادیں بَر لانا، اِسی کے اختیار میں ہے۔ تمام مخلُوق اللہ کی محتاج ہے وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ آنحضرت صلعم لوگوں کو جُوا کھیلنے، زنا کرنے اور بیٹیوں کو قتل کرنے سے روکتے۔ آپؐ سب کو ہدایت فرماتے۔ کہ جسم اور کپڑے صاف رکھو۔ زبان اور دل کو گندہ ہونے سے بچاؤ۔ لین دین میں دغا فریب سے کام مت لو۔ اور اپنے وعدوں کی پابندی کرو۔ آپؐ کی تبلیغی مساعی سے اَب مسلمانوں کی تعداد چالیس سے تجاوز کر چکی تھی۔ چنانچہ آپؐ نے ایک روز حرم کعبہ میں جا کر توحید کا اعلان کیا۔ کفّار کے نزدیک یہ حرم کعبہ کی توہین کے مترادف تھا۔ چنانچہ ہنگامہ بپا ہو گیا۔ اور کفّار آپؐ کو مارنے پر تُل گئے۔ حضرت حارثؓ بن ابی ہالہ جو حرم کعبہ کے قریب ہی رہتے تھے۔ آپؐ کی مدد کو دوڑے ہوئے آئے۔		

سن	عُمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		مگر کفّار کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ حضرت حارث رضؓ ابن ابی ہالہ شہدائے اسلام میں سب سے پہلے شہید ہیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع کر دیا۔ آپؐ عکاظ، یعینیہ اَور ذی المجاز جیسے بڑے بڑے میلوں میں جاتے۔ اَور وعظ فرماتے۔ اَور لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلاتے۔ اَب تک اہلِ مکّہ تحریکِ اسلامی کو یا تو سمجھے ہی نہ تھے۔ یا اسے محض بچّوں کا کھیل سمجھتے تھے۔ اَور مزاحمت کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔ مگر جب یہ تحریک اپنا حلقۂ اثر وسیع کرتی نظر آئی۔ تو کفار میں اس تحریک کے مقابلے کا خیال پیدا ہُوا۔ اَب تک انہیں اپنی اس خام خیالی پر فخر تھا۔ کہ:۔ "ہم اَور اس کی بات مانیں جو عُمر میں چھوٹا ہے۔ روپے میں کم حیثیت ہے۔ اَور ہمارے قبیلہ کا نہیں ہے۔ ہمارے طریقہ سے بہتر طریقہ بھلا کس کا ہوگا؟" وہ اس بات پر بھی برہم تھے کہ:۔ "یہ اُونچ نیچ مٹانی چاہتا ہے۔ اَور مساوات قائم کرنا چاہتا ہے قاعدے اَور قانون بناتا ہے۔ اَور ہمیں پابند و مقیّد کئے دیتا ہے۔ ہماری عادتیں بدلنے کی فکر میں ہے۔ کہاں کی جزا اَور کہاں کی نبوت و رسالت۔ ہم ان قصّوں کو نہیں مانتے۔" چنانچہ اُنہوں نے تحریکِ اسلامی کا زور توڑنے کے لئے ایک لائحہ عمل مرتّب کیا۔ یعنی یہ کہ:۔ "اس کا زور توڑ دو۔ اسے اپنے مسلک کی اشاعت نہ کرنے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		دو۔ جن کے چھوٹے اس کے کہنے میں آگئے ہیں۔ وہ انہیں سمجھائیں اور اگر نہ مانیں۔ تو سخت سے سخت اذیت دے کر ٹھیک کریں۔"
		بس پھر کیا تھا۔ کفّار کے اس ارادۂ مزاحمت کے ساتھ ہی ظلم وستم کا ایک نیا باب کھل گیا۔ جس جس پر اُن کا بس چلا۔ جہاں جہاں تک اُن کی رسائی ہُوئی۔ اُنہوں نے سخت سے سخت اذیت دینے سے بھی گُریز نہ کیا۔ مگر کفارِ مکّہ کی ہر سختی کا جواب مسلمانوں کی طرف سے راہِ حق میں قربان ہو کر دیا گیا۔ جو قدم راہِ حق میں اُٹھ چکے تھے۔ اُنہیں مشرکینِ کعبہ کی کوئی اذیت اور کوئی سختی بھی واپس نہ لا سکی۔ یہاں تک کہ بادۂ حق کے متوالوں اور شمعِ رسالت ؐ کے پروانوں کو موت کے مُنہ میں جانا آسان، مگر جادۂ حق سے قدم پیچھے کھینچنا مشکل تھا۔
		اُدھر قریشِ مکّہ کے لئے بھی تحریکِ اسلامی کی مخاصمت ومخالفت سے ہاتھ کھینچنا آسان نہیں رہا تھا۔ ان کی مخالفت کی متعدّد وجوہ تھیں۔ اُن میں سرِ فہرست یہ تھی کہ اہلِ عرب میں قُریش ؓ کی بزرگی اور عزّت خانۂ کعبہ کی تولیت کی وجہ سے تھی۔ قریش قُصَیّ بن کلاب کے زمانہ سے کعبہ کی مجاورت اور کلید برداری کا منصب سنبھالے ہُوئے تھے۔ طلوعِ اسلام کے وقت جو لوگ قُریش کے رُؤسائے اعظم تھے۔ اور جن کی عظمت واقتدار کا اثر تمام مکّہ پر تھا۔ اُن میں ابوسفیان بن حرب، ابولہب، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل اور عتبہ بن ربیعہ وغیرہا خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ کوئی تحریک جو اُن کے آبائی رسم وعقاید کے خلاف ہو۔ اور جس سے اُن کی سیادت وقیادت ختم ہوتی ہو۔ وہ اس کو کیسے پھلنے پھولنے کی اجازت

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		دے سکتے تھے۔ مزید برآں وہ باطل خدا جنہیں صدیوں سے قریش اپنی عزّت وناموس کا محافظ سمجھ کر پوج رہے تھے۔ اُن کی توہین وہ کیسے گوارا کر سکتے تھے۔ اور وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لائے ہوئے دینِ اسلام کو کیسے قبول کر سکتے تھے۔ جو اس طلسم کو دفعتاً برباد کرنے کے درپے تھا۔ اسی طرح وہ تمام بداخلاقیاں جو عربوں کی زندگی میں رواج پاچکی تھیں۔ اُن کو چھوڑنے اور تقویٰ اختیار کرنے پر کیسے راضی ہو سکتے تھے۔ چنانچہ وہ مشترکہ طور پر اسلام اور بانیٔ اسلام کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ لیکن قریش باایں ہمہ برہمی و دشمنی کے چند وجوہ کی بنا پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر ہاتھ ڈالنے سے ڈرتے تھے۔ اگر وہ چاہتے تو تبلیغ اسلام کو روکنے کے لئے حسبِ عادت جنگ شروع کر سکتے تھے۔ مگر ایک تو جنگ فجار کی ہولناکیوں سے وہ بیحد عاجز آچکے تھے۔ اور خانہ جنگیوں نے انہیں اس قدر تباہ حال کر دیا تھا۔ کہ وہ جنگ کا نیا سلسلہ چھیڑنے سے گریزاں تھے۔ اور وہ اس بات سے خائف تھے۔ کہ اگر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم قتل کر دئیے گئے۔ تو بنو ہاشم خون کا انتقام نہ چھوڑیں گے اور پھر سلسلہ بہ سلسلہ تمام مکّہ جنگ کی لپیٹ میں آجائے گا۔ دوسرے اب مکّہ کا کوئی گھرانہ ایسا نہ رہا تھا۔ جہاں اسلام کی شعاعیں نہ پہنچ چکی ہوں۔ اور کوئی نہ کوئی اسلام نہ لا چکا ہو۔ اور اگر قریش کے نقطۂ نگاہ سے اسلام جرم تھا۔ تو اب اس جرم میں کافی لوگ شریک ہو چکے تھے۔ ظاہر ہے۔ کہ ان سب کا استیصال قریش کی مشترکہ طاقت سے بھی باہر تھا۔ تیسرے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تک اپنی دشمنی کا ہاتھ بڑھانے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے لئے قریش کے راستے میں خواجہ ابوطالب دیوار بن کر کھڑے تھے۔ خواجہ ابوطالب کی شخصیت کا اثر پورے مکّہ پر تھا۔ قریش ان کا بے حد احترام کرتے تھے۔ چنانچہ رؤسائے قریش جو شریف النفس تھے۔ اور اس بات کو طول دینے کی بجائے صلح و آشتی سے اس جھگڑے کو نمٹانے میں عافیت خیال کرتے تھے۔ انہوں نے خواجہ ابوطالب کے پاس جاکر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اعلانیہ تبلیغِ اسلام اور بتوں کی توہین کی شکایت کی۔ خواجہ ابوطالب نے رؤسائے قریش کو نہایت نرمی سے سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا۔ لیکن چونکہ بنائے نزاع قائم تھی۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ادائے فرض سے باز نہ رہ سکتے تھے۔ اس لئے رؤسائے قریش کی ایک سفارت جو عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابوسفیان، عاص بن ہشام، ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل پر مشتمل تھی۔ پھر ابوطالب کے پاس آئی۔ اور کھلے لفظوں میں کہا۔ کہ تمہارا بھتیجا ہمارے بتوں کی تکذیب کرتا، ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کہتا اور ہم کو احمق ٹھہراتا ہے۔ اس لئے یا تو تم اس کو بند کرو۔ یا تم بھی میدان میں آجاؤ۔ تاکہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے۔ خواجہ ابوطالب نے ایسے حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مختصر لفظوں میں کہا۔ "وہ ان پر اتنا بوجھ نہ ڈالیں۔ کہ وہ اٹھا نہ سکیں۔ اب قریش تحمّل نہیں کر سکتے۔ اور مَیں تن تنہا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔" جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے دیکھا۔ کہ خواجہ ابوطالب کے پائے ثبات میں بھی لغزش آگئی ہے۔ تو آپؐ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا:۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سُورج اور دُوسرے میں چاند لاکر دے دیں۔ تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا۔ خدا اس کام کو پُورا کرے گا۔ یا مَیں خُود اس پر نثار ہو جاؤں گا۔"
		تبلیغِ اسلام کے لئے آپؐ کے اس عزم بالجزم نے حضرت ابوطالب کو سخت متأثر کیا۔ حضرت ابوطالب آپؐ کی پُراثر آواز اور حق کے لئے اپنی جان قُربان کر دینے کے اس پُختہ ارادہ کو نظرانداز نہ کر سکے چُنانچہ جواب میں خواجہ ابوطالب نے آپؐ سے کہا:۔
		"جا! کوئی شخص تیرا بال بیکا بھی نہیں کر سکتا۔"
		آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے شفیق چچا کی زبان سے یہ ہمّت افزا جواب سُن کر حسبِ معمول تبلیغ اسلام میں مصرُوف ہو گئے۔ قُریشِ مکّہ نے جب دیکھا۔ کہ خواجہ ابوطالب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی امداد و حمایت پر تُلے ہُوئے ہیں۔ تو پھر تیسری مرتبہ آپس میں صلاح و مشورہ کرنے کے بعد خواجہ ابوطالب کے پاس آئے۔ اور یہ پیشکش کی۔ کہ آپ عمارہ بن الولید (جو قُریش کا نہایت حسین وجمیل اور ہشیار و سمجھدار نوجوان تھا) کو اپنے بھتیجے کے بدلہ میں لے لیں۔ اور اپنے بھتیجے کو جس نے تمام قوم میں تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ ہمارے حوالے کر دیں۔ تاکہ ہم اُن کو قتل کر کے قوم کو اس مصیبت سے نجات دلائیں۔ مگر خواجہ ابوطالب نے قُریش کی اس پیشکش کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا۔ اور کہا۔ کہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ مَیں اپنے پالے ہُوئے بیٹے کو قتل کے لئے تمہارے حوالے کر دُوں اور تمہارے بیٹے کو لے کر پالوں۔ اور پرورش کرُوں۔ آخر میں خواجہ ابوطالب

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
نے قُریش سے کہا۔ کہ تُم سے جو کچھ ہو سکتا ہے۔ کر گزُرو۔ مَیں اپنے بھتیجے کی امداد و حمایت سے باز نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ قُریش جب خواجہ ابو طالب سے بھی نا اُمید ہو گئے۔ تو کھُلم کھلا مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔		
الغرض قُریش آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے قتل کی جُرأت تو نہ کر سکے۔ مگر آپ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دینے سے قطعی کوئی دریغ نہ کیا۔ کبھی آپ ﷺ کے راستے میں کانٹے پھیلا دئے، کبھی نماز کی حالت میں آپ ﷺ پر اوجھڑی ڈالدی کبھی آپ ﷺ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر اس زور سے کھینچا۔ کہ آپ ﷺ گھٹنوں کے بَل گر گئے۔		
قُریش حیران تھے۔ کہ آپ ﷺ اتنی سختیاں کیوں برداشت کرتے ہیں؟ اُنہوں نے خیال کیا۔ کہ شاید آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جاہ و دولت اَور نام و نمُود کے لئے یہ سب صعُوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ چنانچہ عتبہ بن ربیعہ اسی خیال سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں آیا۔ اَور کہا:۔		
"محمد ﷺ کیا چاہتے ہو؟ کیا مکّہ کی ریاست؟ کیا کسی بڑے گھرانے میں شادی؟ کیا دولت کا ذخیرہ؟ ہم یہ سب کچھ مہیّا کر سکتے ہیں۔ اَور اس پر بھی راضی ہیں۔ کہ کُل مکّہ تمہارا زیرِ فرمان ہو جائے۔ لیکن اِن باتوں سے باز آجاؤ"۔		
عتبہ کی اِن ترغیبات کے جواب میں آپ ﷺ نے قرآنِ حکیم کی چند آیات تلاوت فرمائیں:۔		
قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ — اے محمد ﷺ۔ کہہ دے کہ مَیں تمہیں جیسا آدمی ہُوں۔ مجھ پر وحی آتی ہے۔ اَور تمہارا		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن

اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۙ

خدا بس ایک خدا ہے۔ بس سیدھے اُس کی طرف جاؤ۔ اور اُسی سے معافی مانگو۔ اور مشرکوں پر افسوس ہے؛

(حٰمٓ السجدۃ۔ آیت ۶)

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ

کہہ دے۔ کہ کیا تم لوگ خدا کا انکار کرتے ہو۔ جس نے دو دِن میں یہ زمین پیدا کی، اور تم خدا کے شریک قرار دیتے ہو۔ یہی سارے جہان کا پروردگار ہے؛

(حٰمٓ السجدۃ۔ آیت ۹)

عتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ معجز بیان سے یہ آیات سن کر واپس آگیا۔ مگر اب وہ عتبہ نہیں تھا۔ جو مال و دولت اور حکومت و سیادت کی ترغیب دینے آپؐ کے پاس حاضر ہوا تھا۔ چنانچہ اُس نے واپس آکر قریش سے کہا:۔

"محمدؐ۔ جو کلام پیش کرتے ہیں۔ وہ یقیناً شاعری نہیں۔ وہ بہت بلند و بالا کلام ہے۔ میری رائے یہ ہے۔ کہ اُنؐ کو اُن کے حال پر چھوڑ دو۔ اگر وہ کامیاب ہوکر عرب پر غالب آگئے۔ تو یہ تمہاری عزت ہے۔ ورنہ عرب اِنؐ کو خود ہی فنا کر دے گا۔"

لیکن قریش نے عتبہ کی اس رائے کو قبول نہ کیا۔ اور اسلام کی مخالفت میں شدید سے شدید تر ہوگئے۔ خصوصیت سے قریش کے سربرآوردہ رؤساء یعنی ابوجہل، ابولہب، اسود بن عبدیغوث، ولید بن مغیرہ، اُمیہ بن خلف، نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط اور حکم بن ابی العاص وغیرہا

سن	عُمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		جو پہلے ہی آپؐ کے بدترین دشمن اور ہر وقت آپؐ کا مذاق اُڑاتے اور اذیت پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد اور زیادہ دشمن بن گئے۔
رجب سنہ ۵ بعثت مطابق سنہ ۸ قبل ہجرت مطابق اپریل سنہ ۶۱۵ء	۴۵ سال ۴ ماہ تقریباً	**ملکِ حبش کو صحابہؓ کی ہجرت** مسلمانوں پر جب کُفّارِ مکّہ کے ظلم وستم بہت بڑھ گئے۔ اور اہلِ اسلام پر عرصۂ حیات تنگ ہوگیا۔ تو اس صورت حال کے پیشِ نظر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابہؓ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ خود آنحضرت صلعم اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق اور اپنے چچا ابوطالب کے سبب ان آفتوں سے محفوظ تھے۔ مگر آپؐ دیکھ رہے تھے۔ کہ آپؐ کے صحابہؓ کُفّارِ مکّہ کے مظالم کا نشانہ بن رہے ہیں۔ اور آپؐ اُن کی حفاظت نہیں فرما سکتے۔ تو آپؐ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا:۔ "اگر تم لوگ سرزمینِ حبشہ کو چلے جاؤ۔ (تو بہتر ہوگا) کہ وہاں کے بادشاہ کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ اور وہ سچائی والی زمین ہے۔ یہانتک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ان آفتوں سے، جن میں تم مبتلا ہو۔ کوئی کشائش پیدا کردے۔" اس اجازت کے بعد رجب سنہ ۵ بعثت میں مسلمانوں کا گیارہ مردوں اور عورتوں پر مشتمل مختصر سا قافلہ رات کی تاریکی میں مکّہ سے روانہ ہُوا۔ اِن میں بعض سوار تھے اور بعض پاپیادہ۔ جب یہ قافلہ بندرگاہ شعیبہ (جدّہ) پر پہنچا۔ تو حسنِ اتفاق سے دو کشتیاں حبشہ جانے کے لئے تیار تھیں۔ جہاز والوں نے پانچ درہم کرایہ پر ان سب کو بٹھالیا۔ قریشِ مکّہ کو جب اِن لوگوں کی روانگی کی خبر ہوئی۔ تو تعاقب میں نکلے۔ اور بندرگاہ تک پہنچے۔ مگر اُن کے پہنچنے سے پہلے کشتیاں روانہ ہوچکی تھیں۔

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
چنانچہ قُریش بے نیل مرام واپس آ گئے۔ مُلکِ حبش کو ہجرت کرنے والے اس مختصر سے قافلہ کے سردار حضرت عثمان رضؓ بن عفّان تھے۔ آپ کی اہلیہ محترمہ سیّدہ رقیّہ رضؓ بنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم بھی آپ کے ساتھ تھیں۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔ "لوطؑ اور ابراہیمؑ کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے۔ جنہوں نے راہِ خُدا میں ہجرت کی ہے۔" اِن کے علاوہ حضرت ابو حذیفہ رضؓ بن عتبہ معہ اپنی زوجہ سہیلہ رضؓ کے، حضرت زبیر رضؓ بن العوام، حضرت مصعب رضؓ بن عمیر، حضرت عبد الرحمٰن رضؓ بن عوف، حضرت ابو سلمہ رضؓ مخزومی معہ اپنی زوجہ اُمّ سلمہ کے، حضرت عثمان رضؓ بن مظعون جمحی، حضرت عامرہ رضؓ بن ربیعہ معہ اپنی زوجہ لیلیٰ رضؓ کے حضرت ابو سبرۃ رضؓ بن ابی مرہم، حضرت حاطب رضؓ بن عمرو اور حضرت سہیل رضؓ بن بیضاء بھی اس قافلہ میں شریک تھے۔ قُریش مکّہ نے اوّلین مہاجرینِ حبشہ کے بسلامت نکل جانے اور اُن کے تعاقب میں ناکام رہنے کی خِفّت کو مٹانے کے لئے مسلمانوں پر پہلے سے بھی زیادہ ستم ڈھانے شروع کر دئے۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مسلمانوں کو دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم فرمایا اس دفعہ تراسی ۸۳ مردوں اور اٹھارہ ۱۸ عورتوں پر مشتمل قافلہ مکّہ سے نکل کر حبش کو روانہ ہُوا۔ اس قافلہ میں آنحضرت صلعم کے چچیرے بھائی حضرت جعفر رضؓ بن ابو طالب بھی معہ اپنی زوجۂ محترمہ حضرت اسماء رضؓ بنتِ عمیس کے شامل تھے۔ قُریش نے سُمندر تک اس قافلہ کا بھی تعاقب کیا۔ لیکن موقع ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ کیونکہ اِن کے پہنچنے سے پہلے کشتیاں		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ساحل چھوڑ چکی تھیں۔ حبش کا بادشاہ جس کا نام نجاشی تھا، مذہباً عیسائی تھا۔ اُس نے اِن مہاجرین کو اپنے مُلک میں رہنے کی اجازت دے دی۔ قُریش مکّہ نے جب دیکھا۔ کہ صحابۂ کرام رضؓ حبشہ میں جا کر مطمئن ہو گئے ہیں۔ اور پوری دلجمعی وطمانیت کے ساتھ ارکانِ اسلام بجالانے لگے ہیں۔ تو آپس میں صلاح ومشورہ کر کے اُنہوں نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ کو نجاشی اور اُس کے مقرّبین کے لئے بے شمار تحائف اور ہدایا دے کر شاہِ حبش کے دربار میں بھیجا۔ جب یہ دونوں حبشہ پہنچے۔ تو تُحفے تحائف دے کر ارکینِ سلطنت کو اس امر کی سفارش کے لئے تیار کر لیا۔ کہ بادشاہ ان لوگوں کو اہلِ مکّہ کے حوالے کر دے۔ جو آبائی وطن چھوڑ کر حبشہ میں آ بسے تھے۔ چنانچہ جب قُریش مکّہ کی یہ سفارت مقرّبین شاہ کی کوششوں سے باریاب ہُوئی۔ اور تحائف وہدایا بادشاہ کی نذر گزار کر اپنی آمد کا مدّعا بیان کرتے ہوئے یہ درخواست گزاری۔ کہ شاہِ حبش بغیر کسی سوال یا گفتگو کے مہاجرین مکّہ کو اُن کے حوالے کر دیں۔ تو بادشاہ نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اور صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ وہ بغیر دریافتِ حال کے اُن لوگوں کو جنہوں نے اس مُلک میں پناہ لی ہے، کسی مخالف کے حوالے نہیں کر سکتا۔ چنانچہ صحابہؓ کو دربار میں بُلایا گیا۔ جب صحابہؓ دربار میں پہنچے۔ اور بجائے کورنش بجالانے کے صرف سلام پر اکتفا کیا۔ تو مسلمانوں کا یہ طرزِ عمل مقرّبینِ شاہ کو نہایت گراں گزرا۔ کیونکہ دربار میں بادشاہ کو سجدہ کرنے کا رواج تھا اور مسلمانوں نے سجدہ کرنے سے گُریز کیا تھا۔ بادشاہ نے صحابۂ کرامؓ سے دریافت کیا۔ کہ تُم

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		لوگوں نے دربار کے دستور کے مطابق سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت جعفرؓ نے جواب دیا۔ کہ ہم سوائے اللہ کے کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے۔ حتّٰی کہ ہم اپنے پیغمبر کو بھی صرف "سلام" ہی کہتے ہیں۔ بادشاہ نے پھر سوال کیا۔ کہ عیسائیت اور بُت پرستی کے علاوہ وہ کونسا دین ہے۔ جو تُم نے اختیار کیا ہے؟ صحابہؓ کی جماعت میں سے پھر حضرت جعفرؓ جواب کے لئے اُٹھے۔ اور بادشاہ کو مخاطب کرتے ہُوئے فرمایا:۔ "اے بادشاہ! ہم جہالت میں مُبتلا تھے۔ بُتوں کو پُوجتے اور مُردار کھاتے تھے۔ قسم قسم کی بیحیائیاں ہم میں رچ بس گئی تھیں۔ ہم میں انسانیت اور سچّی مہمانداری کا نشان تک نہ تھا۔ قرابتوں کو قطع کرتے تھے۔ ہمسایہ کی رعائت نہ تھی۔ اور زندگی میں کوئی قاعدہ قانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خُدائے عزّ وجل نے ہم میں سے ایک بُزرگ کو مبعُوث فرمایا جس کے حسب و نسب، صدق و امانت اور پاکدامنی و عفّت کو ہم خُوب پہچانتے ہیں۔ اُس نے ہمیں اللہ کی طرف بُلایا۔ کہ ہم خُدائے واحد کو پہچانیں۔ اُسی کی عبادت اور بندگی کریں۔ اور جن بُتوں اور پتھّروں کی ہمارے آباد اجداد پرستش کرتے تھے۔ اُن سب کو یک لخت چھوڑ دیں۔ اُس نے سچائی، پابندیٔ عہد، امانت، صلہ رحمی اور پڑوسیوں سے حسنِ سلوک کی ہمیں تعلیم دی۔ ہمیں خُونریزی اور حرام باتوں سے بچنے کا حکم دیا۔ اُسؐ نے ہمیں نماز پڑھنے، روزہ رکھنے اور صدقہ دینے کے متعلق

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
ارشاد فرمایا۔ ہماری قوم ان باتوں پر ہم سے بگڑ بیٹھی ہے قوم نے جہانتک ہو سکا۔ ہم کو ستایا۔ تاکہ ہم خُدائے واحد کی عبادت کرنا چھوڑ دیں۔ اَور بتوں اَور پتھروں کی پرستش میں لگ جائیں۔ ہم نے اِن لوگوں کے ہاتھوں بڑی تکلیفیں اُٹھائی ہیں۔ اَور بڑے مظالم برداشت کئے ہیں۔ اَور جب مجبور ہو گئے۔ تب ہم نے اپنا وطن چھوڑا۔ اَور اس اُمید پر کہ آپ ظُلم نہ کریں گے۔ آپ کی ہمسائیگی کو سب پر ترجیح دی"۔ بادشاہ حضرتِ جعفرؓ کا خطاب سُن کر بہت متاثّر ہُوا۔ قدرے توقّف کے بعد اُس نے کہا:۔ "اگر تُم کو اس کلام میں سے، جو تمہارے پیغمبرؐ اللہ کی طرف سے لائے ہیں، کچھ یاد ہے تو مجھے سُناؤ"۔ حضرت جعفرؓ نے سُورہ مریمؑ کا ابتدائی حِصّہ تلاوت کرنا شروع کیا۔ قرآنِ حکیم سُن کر بادشاہ اَور تمام اہلِ دربار کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ یہانتک کہ بادشاہ کی ڈاڑھی تر ہو گئی۔ جب حضرت جعفرؓ تلاوت ختم کر چکے۔ تو نجاشی نے کہا:۔ "یہ کلام اَور وہ کلام جو حضرت عیسیٰؑ لے کر آئے۔ دونوں ایک ہی شمع دان سے نکلے ہُوئے ہیں۔ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو وُہی رسولؐ ہیں۔ جن کی خبر یسُوع مسیحؑ نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ مجھے اس رسولؐ کا زمانہ مِلا"۔ پھر بادشاہ نے مکّہ کے کافروں کو دربار سے فوراً نکل جانے کا حکم دیا۔ اس طرح بحکم تعالیٰ قُریش مکّہ کی یہ سفارت ناکام ہو گئی۔		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
سنہ ۶ بعثت مطابق سنہ ۷ قبل ہجرت مطابق سنہ ۶۱۶ء	۴۶ سال تقریباً	**حضرت امیر حمزہؓ کا اسلام لانا** حضرت امیر حمزہؓ رشتے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے چچا تھے۔ مگر عمر میں صرف دو تین سال بڑے تھے۔ حضرت حمزہؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دونوں نے چونکہ ثوبیہ کا دودھ پیا تھا۔ اس لئے رضاعی بھائی بھی تھے۔ حضرت حمزہؓ آنحضرت صلعم سے بے انتہا محبّت کرتے تھے۔ اور ابھی اسلام قبول نہ کرنے کے باوجود آنحضرت صلعم کی ہر بات کو پسند کرتے تھے۔ حضرت حمزہؓ کا مذاقِ طبیعت سپہگری اور شکار انگنی تھا۔ آپ کا معمول تھا۔ کہ مُنہ اندھیرے تیر کمان لے کر شکار کو نکل جاتے۔ اور پُورا پُورا دن اسی شُغل میں گزار دیتے۔ شام کو جب واپس آتے۔ تو پہلے حرم میں جاتے اور طواف کرتے۔ رُوساءِ قُریش اکثر صحنِ حرم میں علیحدہ علیحدہ اپنی مجالس جما کر بیٹھتے۔ حضرت حمزہؓ کو ان سب سے صاحب سلامت تھی۔ اس لئے سب لوگ آپ کی بہت قدر کرتے۔ کفّار جس بے رحمی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ساتھ پیش آتے تھے۔ بیگانوں سے بھی نہ دیکھا جاتا۔ یہ نبوّت کے چھٹے سال کا ذکر ہے۔ کہ ایک روز آنحضرت صلعم کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ابوجہل آیا۔ اور آپؐ کو دیکھتے ہی گالیاں دینے لگا۔ آنحضرت صلعم خاموش رہے اِس خاموشی سے ابوجہل کے غُصّے کا پارا اور چڑھ گیا۔ اُس نے ایک پتھر اُٹھا کر آنحضرت صلعم کے سر پر دے مارا۔ جس سے آپؐ زخمی ہو گئے اور خُون بہنے لگا۔ ایک کنیز کے ذریعہ یہ خبر جب حضرت امیر حمزہؓ کو پہنچی۔ تو آنحضرت صلعم سے قرابت اور مُحبّت کے جوش میں سیدھے ابوجہل کے پاس گئے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اور جاتے ہی اُس لعین کے سر پر زور سے کمان کھینچ ماری۔ جس سے ابوجہل زخمی ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ پھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس پہنچے۔ اور کہا:۔ "تم یہ سُن کر یقیناً خوش ہو گے۔ کہ مَیں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا ہے" آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ سُن فرمایا:۔ "چچا مَیں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہُوا کرتا۔ اگر تم کو میری خُوشی مطلوب ہے۔ تو تم مسلمان ہو جاؤ" حضرت امیر حمزہؓ کے دل پر اس چھوٹے سے جُملے کا اتنا اثر ہُوا۔ کہ آپ نے اُسی وقت کلمۂ شہادت پڑھا۔ اور مشرف با سلام ہو گئے۔
״	۴۶ سال تقریباً	**حضرت عُمرؓ کا حلقہ بگوش اسلام ہونا**
		حضرت حمزہؓ سے تین دن بعد حضرت عُمرؓ بن الخطاب بھی مشرّف با سلام ہو گئے۔ حضرت عمرؓ بڑے بہادر اور دلیر تھے۔ اور قُریش کی طرف سے بیرُونی ممالک سے سفارتی تعلّقات رکھنا آپ ہی کی ذمّہ داری تھی۔ آفتابِ رسالتؐ کے طلوع کے وقت حضرت عُمرؓ ستائیس ۲۷ سال کے تھے۔ حضرت عمرؓ کے گھرانے میں حضرت زیدؓ سب سے پہلے ایمان لائے۔ پھر اُن کے بیٹے سعیدؓ نے اسلام قبُول کیا۔ جب حضرت عُمرؓ کی بہن فاطمہؓ کا نکاح سعید بن زیدؓ سے ہُوا۔ تو اس تعلّق کی بنا پر وہ بھی مسلمان ہو گئیں اسی خاندان کے ایک اور معزّز شخص نعیمؓ بن عبداللہ نے بھی اسلام قبُول کر لیا تھا۔ اس وجہ سے اگرچہ حضرت عمرؓ کے گھرانے میں توحید کی آواز نامانوس نہیں تھی۔ تاہم حضرت عُمرؓ نبوّت کے چھٹے سال تک اسلام

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سے بیگانہ رہے۔ حضرت عمرؓ کے اسلام لانے کی تفصیل یہ ہے۔ کہ جب ابوجہل نے اعلان کیا۔ کہ جو شخص محمدؐ (رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو قتل کریگا اُس کے لئے مَیں ایک سَو اُونٹ کا کفیل اَور ضامن ہُوں۔ تو حضرت عُمرؓ ابوجہل کے پاس پہنچے۔ اَور اعلان کے متعلّق دریافت کیا۔ ابوجہل نے اپنے اعلان کی تصدیق کی۔ یہ سُن کر آپ ننگی تلوار لے کر آنحضرت صلعم کو قتل کرنے کے ارادہ سے نکلے۔ راستے میں آپ کی مُلاقات نعیمؓ بن عبداللہ سے ہُوئی۔ اُس نے حضرت عمرؓ سے دوپہر کے وقت اس طرح گھر سے نکلنے کا سبب پُوچھا۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ وہ حضرت محمدؐ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو قتل کرنے کے لئے جا رہے ہیں۔ نعیمؓ نے کہا:۔ "محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو قتل کرنے سے پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ تمہاری بہن فاطمہؓ اَور بہنوئی سعیدؓ تمہارا دین چھوڑ کر اسلام قبُول کر چکے ہیں۔" نعیمؓ کی زبان سے اپنے بہنوئی اَور بہن کے اسلام لانے کا ذکر سُن کر عمرؓ ابن الخطاب غُصّے سے آگ بگولہ ہو گئے۔ اَور سیدھے بہن کے گھر پہنچے۔ اُس وقت حضرت خبابؓ حضرت عمرؓ کی بہن اَور بہنوئی کو قرآنِ حکیم کی تعلیم دے رہے تھے۔ وہ حضرت عمرؓ کی آواز سُنتے ہی چُھپ گئے۔ حضرت عمرؓ نے گھر میں داخل ہوتے ہی اپنی بہن اَور بہنوئی سے کہا۔ کہ شاید تُم لوگ صابی ہو گئے ہو۔ یہ سُن کر سعیدؓ نے کہا:۔ "اَے عُمرؓ اگر تمہارا دین حق نہ ہو۔ بلکہ اس کے علاوہ کوئی دُوسرا دین حق ہو۔ تو بتاؤ کیا کرنا چاہیئے؟"

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		یہ سُنتے ہی حضرت عمرؓ سعیدؓ پر پل پڑے۔ حضرت فاطمہؓ اپنے شوہر کو بچانے کے لیئے آگے بڑھیں۔ تو حضرت عمرؓ نے اُن کو اس قدر مارا۔ کہ اُن کا چہرہ زخمی ہو گیا۔ اِس حالت میں بھی بہن نے بھائی کو مخاطب کرتے ہُوئے دوٹوک الفاظ میں کہا:۔
		"اَے خطاب کے بیٹے! تم سے جو کچھ ہو سکتا ہے۔ کر گزرو۔ ہم تو مسلمان ہو چکے ہیں۔ اَے اللہ کے دُشمن۔ تُو ہم کو محض اس لیئے مارتا ہے۔ کہ ہم اللہ کو مانتے ہیں۔ خُوب سمجھ لے کہ ہم اسلام لا چکے ہیں۔ اگرچہ تیری ناک خاک آلود ہو"
		حضرت عمرؓ بہن کی زبان سے اس شیفتگی اور والہیت کے ساتھ اسلام کا ذکر سُن کر کچھ شرمائے۔ اور پھر کہنے لگے۔ اچھّا وہ کتاب مجھ کو بھی سُناؤ۔ جو تم پڑھ رہے تھے۔ بہن نے کہا۔
		"تُو ناپاک ہے۔ اور قرآنِ حکیم کو پاک لوگ ہی چھُو سکتے ہیں۔ جاؤ پہلے وضو کر کے آؤ"
		چنانچہ حضرت عمرؓ نے وضو کرنے کے بعد صحیفۂ مقدّس کو اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور سُورۂ طٰہٰ تلاوت کرنے لگے۔ جب اس آیت کریمہ پر پہنچے:۔
		اِنَّنِیْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ۝ (۱۴) — مَیں ہی معبودِ برحق ہُوں۔ میرے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ پس میری عبادت کر اور نماز کو میری یاد کے لیئے قائم کر۔
		تو حضرت عمرؓ کلامِ الٰہی کی تاثیر سے اس درجہ مبہوت ہُوئے۔ کہ بے ساختہ بول اُٹھے:۔
		"کیا ہی اچھا اور بزرگ کلام ہے"

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
حضرت خبابؓ جو اَب مکان کے کسی کونہ سے نکل کر حضرت عمرؓ کے سامنے آچکے تھے۔ حضرت عمرؓ کی زبان سے کلام الٰہی کی تعریف سُن کر فرمانے لگے :۔ "اَے عُمر! تم کو بشارت ہو۔ مَیں اُمید کرتا ہُوں۔ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی دُعا تمہارے حق میں مقبول ہوئی"۔ حضرت عمرؓ فوراً کھڑے ہو گئے۔ اَور حضرت خبابؓ سے فرمایا :۔ "مجھے دربارِ رسالتؐ میں لے چلو"۔ حضرت خبابؓ، حضرت عمرؓ کی اِس تبدیلی کو دیکھ کر بہت خُوش ہُوئے۔ اَور آپ کو خانۂ ارقمؓ کی طرف لے چلے۔ جہاں آنحضرت صلعم اور دیگر صحابہ کرامؓ جمع ہُوا کرتے تھے۔ دروازہ بند تھا حضرت عمرؓ نے دستک دی اَور اندر آنے کی اجازت چاہی۔ مگر یہ معلوم کرکے کہ حضرت عمرؓ اندر آنا چاہتے ہیں کسی کو دروازہ کھولنے کی ہمّت نہ ہوتی تھی۔ آخر حضرت امیر حمزہؓ نے جُرأت کرتے ہوئے فرمایا :۔ "دروازہ کھول دو۔ اَور عمر کو اندر آنے دو۔ اگر اللہ نے عُمر کے ساتھ بھلائی اَور خیر کا ارادہ فرمایا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے گا۔ بصُورت دیگر عُمر کو قتل کرنا ہم پر کچھ دُشوار نہیں۔ اَور اُسی کی تلوار سے اُسے قتل کردیں گے"۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بھی مُسکراتے ہُوئے دروازہ کھولنے کی اجازت فرمائی۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ اَور حضرت عُمرؓ اندر داخل ہُوئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عمرؓ کا کُرتہ پکڑ کر کھینچا۔ اَور فرمایا۔ "اَے خطاب کے بیٹے اسلام لا"۔		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اور پھر حضرت عمرؓ کے حق میں دُعا فرمائی:۔ "اے اللہ! یہ عُمر بن الخطاب حاضر ہے۔ اے اللہ! اس سے اپنے دین کو عزّت دے۔" پھر حضرت عُمرؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ "اے عُمر! کیا تو اُس وقت تک باز نہیں آئے گا جب تک خُدائے عزّ وجل تجھ پر کوئی رُسواکُن عذاب نازل نہ فرمائے۔" حضرت عمرؓ نے دربارِ رسالتؐ میں عرض کیا:۔ "یارسول اللہ! مَیں اس لئے حاضر ہُوا ہُوں۔ کہ ایمان لاؤں، اللہ پر اور اُس کے رسولؐ پر، اور جو کچھ اللہ کے پاس سے نازل ہُوا۔ اور پھر پڑھا:۔ "اشھد ان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ" حضرت عُمرؓ کے مشرّف باسلام ہونے کے ساتھ ہی دین کی عزّت اور اسلام کا ظہور اور غلبہ شروع ہو گیا۔ علی الاعلان حرم میں نمازیں پڑھی جانے لگیں۔ اور اعلانیہ اسلام کی دعوت و تبلیغ شروع ہو گئی۔ اسی روز سے حق و باطل میں نمایاں فرق ظاہر ہونے لگا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت عمرؓ کو "فارُوق" کا لقب عطا فرمایا یعنی حق و باطل میں فرق کرنے والا۔ تمام مورّخین اس بات پر متفق ہیں۔ کہ حضرت عمرؓ کے اسلام کا اصلی اور حقیقی سبب تو رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی دُعا ہے حضورؐ نے بارگاہِ ربّ العزّت میں دُعا مانگی تھی:۔

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
"اے اللہ! ابوجہل اور عمرؓ ابن الخطاب میں سے جو تیرے نزدیک، زیادہ محبوب ہو۔ نعمتِ اسلام سے بہرہ ور فرما۔ اور اس سے اسلام کو عزت بخش"۔ چنانچہ آنحضرت صلعم پر بذریعہ وحی یہ راز منکشف ہوا۔ کہ ابوجہل اسلام نہ لائے گا۔ حضورؐ نے پھر صرف حضرت عمرؓ کے متعلق دعا فرمائی۔ جو مستجاب ہوئی۔ اور حضرت عمرؓ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ (وماتوفیقی الاباللہ) **خلیفۂ راشد حضرت عمرؓ کے مختصر حالاتِ زندگی** نسب نامہ:۔ عمرؓ بن خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن ازاح بن عدی بن کعب القرشی العدوی۔ حضرت عمرؓ کا نسب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کعب میں شامل ہو جاتا ہے۔ آپ کی کنیت ابوحفص اور خطاب فاروق ہے۔ آپ کی والدہ کا نام حنتمہ بنتِ ہاشم بن المغیرہ ہے۔ آپ واقعہ فیل سے ۱۳ سال بعد مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کا قد لمبا، رنگ سخت گندم گوں اور جسم بھرا ہوا تھا۔ آپ کی آنکھیں سُرخ اور چندیا کے بال صاف تھے۔ قبولِ اسلام کے چند دن بعد ہی آپ کو حضورؐ نے اپنا وزیر بنا لیا تھا۔ بروایت ابوسعید خدریؓ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔ "میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہیں۔ وہ تو جبرائیلؑ اور میکائیلؑ ہیں۔ اور میرے دو وزیر زمین والوں میں سے ہیں۔ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں"۔ مکہ معظمہ سے ہجرت کرتے وقت آپ نے دشمنوں کے سامنے طوافِ کعبہ		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
کیا، دو۲ رکعت نماز پڑھی، پھر قریش کے مجمع میں جا کر کھڑے ہوئے اور کہا:۔ "اے رُوسیاہو! جو کوئی تم میں سے اپنی ماں کو بے اولادی کا، اپنے بیٹے کو یتیمی کا، اپنی جورُو کو رنڈاپے کا داغ دینا چاہے وہ میرا تعاقب کرے۔" سب نے حضرت عمرؓ کے اس اعلان کو سُنا۔ مگر کسی کو بھی تعاقب کی جُرأت نہ ہوئی۔ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ خلیفہ اوّل کے بعد ۲۲ جمادی الاُخریٰ ۱۳ھ کو خلیفہ بنے، ۲۶ ذی الحجہ ۲۳ھ کی نماز صبح کے وقت ابولولو مجوسی کے دو۲ دھاری خنجر سے آپ کو چھ۶ زخم کاری لگے۔ اور اسی حالت میں شنبہ یکم محرّم ۲۴ھ کو بعمر ۶۳ سال انتقال فرمایا۔ آپ نبیٔ اکرم ﷺ کے پہلو میں حضرت صدیقہ عائشہ طیبہؓ کے حجرے میں اُن کی اجازت سے دفن کئے گئے۔ آپ کی کُل مدّتِ خلافت دس۱۰ سال چھ۶ ماہ اور آٹھ۸ یوم بنتی ہے۔ آپ کے دورِ خلافت میں عراق، فلسطین، دمشق، حمص، حماۃ، جزائر، آذربائیجان، مصر اور فارس کے ممالک داخلِ اطاعتِ اسلام ہوئے۔ آپ کی وفات کے وقت تقریباً بائیس۲۲ لاکھ مربع میل کا علاقہ اسلامی خلافت کے زیرِ نگیں تھا۔ آپ پہلے خلیفہ راشد ہیں۔ جنہوں نے باقاعدہ دفتر قائم کیا۔ اور جملہ اہلِ اسلام کا بیت المال سے وظیفہ مقرّر کیا۔ آپ پہلے خلیفہ راشد ہیں۔ جن کا لقب امیر المومنین ہوا۔ سب سے پہلے اس خطاب سے عدی بن حاتم طائی اور لبید بن ربیعہ نے آپ کو مخاطب کیا۔		

سَن	عُمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		آپ پہلے خلیفۂ راشد ہیں جنہوں نے اپنے دورِ خلافت میں ہر سال حج کیا۔ اور حج کے موقعہ پر ممالکِ محروسہ کے گورنروں، حکّامِ علاقہ جات اور قائدینِ عساکر کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ بسترِ مرگ پر آپ نے اپنے قرض کا حساب کرایا۔ جو چھیاسی ۸۶ ہزار روپے نکلا۔ اور آپ نے اپنے بیٹے کو اس قرض کی ادائیگی کا ذمہ دار ٹھہرایا۔ آپ نے ساڑھے دس سال تک ایسی خلافت کی۔ کہ بقول حضرت علی مرتضیٰؓ بعد کے جانشینوں کے لئے آپ کے نقشِ قدم پر چلنا دشوار تھا۔ آپ نے اپنے دَورِ خلافت میں اسلام کا دَبدبہ قائم کیا۔ اور ایسی حکومت کی بُنیاد رکھی جس کی مثال زمانہ مابعد کی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔
یکم محرّم بروز سہ شنبہ ۷ بعثت مطابق ۷ قبل ہجرت مطابق بروز منگل ۲۰ ستمبر ۶۱۵ء	۴۶ سال ۹ ماہ ۲۳ دن	**شعبِ ابی طالب میں محصوری** ایک طرف تو حبشہ سے قُریشِ مکّہ کی سفارت کے ناکام لوٹنے، مسلمانوں کے ساتھ نجاشی کے اعلیٰ سلُوک اور حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کے ساتھ ہی کفّار کا زور ٹوٹنے لگا تھا۔ اور دُوسری طرف آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تبلیغی مساعی سے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ اور قبائل میں بھی اسلام پھیلتا جا رہا تھا۔ اس صُورتِ حال نے قُریش کو اس امر پر مجبُور کیا۔ کہ وہ نئے سرے سے حالات کا جائزہ لیں۔ اور اسلام کی بڑھتی ہُوئی مقبولیت اور اثر کو امکانی حد تک آگے بڑھنے سے روکیں چنانچہ قُریشِ مکّہ ایک جگہ جمع ہوئے۔ اور بڑی سوچ بچار اور آپس میں صلاح و مشورہ کے بعد بنی ہاشم اور بنی المطلب سے سوشل بائیکاٹ

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
کا فیصلہ کیا۔ اور مقاطعہ کی شرائط کو ضبطِ تحریر میں لاکر معاہدہ اندرونِ کعبہ آویزاں کردیا۔ اس معاہدہ کی کتابت منصور بن عکرمہ نے کی تھی۔ جسے قدرت کی طرف سے اس سفاکانہ اور ظالمانہ معاہدہ کو تحریر کرنے کی پاداش میں یہ سزا ملی۔ کہ اُس کی اُنگلیاں شل ہوگئیں۔ اور اُس کا ہاتھ ہمیشہ کے لئے کتابت سے بیکار ہوگیا۔ قریشِ مکہ کے اس سوشل بائیکاٹ سے مجبور ہوکر خواجہ ابوطالب نے معہ اپنے خاندان کے شعب ابی طالب میں پناہ لی۔ بنی ہاشم اور بنی المطلب کے ہر فرد نے آپ کا ساتھ دیا۔ مسلمانوں نے دین کی وجہ سے اور کفار نے خاندانی اور نسبی تعلق کی بنا پر آپ کے ساتھ محصور ہونا قبول کیا۔ بنو ہاشم میں سے صرف ابولہب بن عبد المطلب نے قریشِ مکہ کا ساتھ دیا۔ بنی ہاشم اور بنی المطلب نے محصوری کے تین سال اس تنگدستی، عُسرت اور تکلیف میں گزارے۔ کہ بھوک کی شدت سے بچوں کے بلبلانے کی آواز راستہ چلتے لوگوں کو سُنائی دیتی۔ مگر سنگدل کفار سُن کر خوش ہوتے۔ مسلمانوں نے محصوری کے ان تین سالوں میں کیکر کے پتے کھا کھا کر پیٹ کی آگ بجھائی۔ سعدؓ بن ابی وقاص فرماتے ہیں۔ کہ میں بھوکا تھا۔ اتفاق سے رات کے وقت میرا پاؤں کسی چیز پر پڑا۔ میں فوراً اُس کو زبان پر رکھ کر نگل گیا۔ یہ مجھے اب تک معلوم نہیں۔ کہ وہ کیا شئے تھی۔ اسی طرح ایک رات اُونٹ کی کھال کا سُوکھا ہُوا چمڑا اسعدؓ بن ابی وقاص کو کہیں راستے میں پڑا ہُوا ملا۔ آپ نے پانی سے دھو		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کر اُسے جلایا۔ پھر سفوف بنا کر پانی کے ساتھ کھا کر تین راتیں بسر کیں۔ مقاطعہ اتنا شدید تھا۔ کہ قریش نے اجناسِ خوردنی کا جانا بھی بند کر دیا تھا۔ جب کوئی تجارتی قافلہ مکّہ آتا۔ تو ابولہب اُٹھتا اور یہ اعلان کرتا پھرتا۔ کہ کوئی تاجر اصحاب رسولؐ کو کوئی چیز عام نرخوں پر فروخت نہ کرے۔ بلکہ قیمت اتنی بڑھا کر بتائی جائے۔ کہ وہ چیز ان لوگوں کی قوتِ خرید سے باہر ہو جائے۔ صحابہؓ جب کوئی ضرورت کی چیز خریدنے کے لئے آتے۔ تو نرخ کی گرانی کا یہ عالم دیکھ کر خالی ہاتھ واپس چلے جاتے۔ قریش میں سے بعض لوگوں کا اپنے عزیزوں کی اس حالت کو دیکھ کر دل دُکھتا تھا۔ وہ پوشیدہ طور پر ان کے لئے کچھ کھانے پینے کا سامان بھیج دیتے۔ ایک دن حکیم بن حزام اپنی پھوپھی حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے لئے کچھ غلّہ لے کر جا رہے تھے۔ کہ ابوجہل نے راستہ روک لیا۔ اور کہا۔ کہ اگر تم نے شعب ابی طالب میں غلّہ پہنچانے کی کوشش کی۔ تو مَیں سب میں تمہیں رُسوا کر دُوں گا۔ اتفاقاً ابوالبختری سامنے آ گیا۔ واقعہ کی تفصیل سُن کر ابوجہل سے کہنے لگا۔ کہ اگر ایک شخص اپنی پھوپھی کے لئے کچھ غلّہ بھیجتا ہے۔ تو تم مزاحمت کیوں کرتے ہو۔ اس پر ابوجہل غُصّے میں آ کر واہی تباہی بکنے لگا۔ چنانچہ ایسی ہی تکالیف و مصائب کی وجہ سے بعض دِلوں میں اس سفّاکانہ عہد کو توڑنے کا خیال پیدا ہُوا۔ سب سے پہلے ہشام بن عمرو کو یہ احساس ہُوا۔ کہ افسوس ہم تو کھائیں۔ مگر ہمارے خویش و اقارب دانہ دانہ کو ترسیں۔ اور فاقہ کشی کریں۔ اس احساس کے تحت وہ رات

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے وقت غلّہ سے لدا ہُوا ایک اُونٹ شعب ابی طالب کے پاس لے جاکر چھوڑ دیتے۔ تاکہ محصُورین تک غلّہ پہنچتا رہے۔ ایک روز ہشام بن عمرو اسی خیال کے تحت زہیر بن اُمّیہ کے پاس گئے۔ (زہیر عبدالمطلب کے نواسے اور رسولِ خُدا صلعم کی حقیقی پھُوپھی عاتکہ بنت عبدالمطلب کے بیٹے تھے) اور اُن سے جاکر کہا:۔ "اے زہیر! کیا تم کو یہ بات گوارا ہے۔ کہ تم اپنی خواہش سے جو چاہو کھاؤ، پہنو اور اپنی مرضی کے مطابق نکاح کرو۔ اور تمہارے ماموں (یعنی خواجہ ابوطالب) ایک ایک دانہ کو ترسیں۔ خدا کی قسم! اگر ابوجہل کے ماموں اور ننہال کے لوگ اس حالت میں ہوتے۔ تو ابوجہل ہرگز ہرگز ایسے معاہدہ کی پرواہ نہ کرتا۔" زہیر بن اُمّیہ نے یہ سُن کر کہا:۔ "مجھے اس بات کا افسوس ضرور ہے۔ مگر تنہا ہونے کے باعث مَیں کچھ کر نہیں سکتا۔ اگر مجھے ایک بھی ہمخیال مل جائے۔ تو پھر مَیں اس کام کے لئے کھڑا ہو جاؤں۔" زہیر بن اُمّیہ کی زبان سے یہ کلمات سُننے کے بعد ہشام بن عمرو مطعم بن عدی کے پاس گئے۔ اور اُن کو بھی اپنا ہمخیال بنانے کی کوشش کی۔ مطعم نے بھی زہیر کی بیان کردہ مجبُوری کا اظہار کیا۔ اس کے بعد ہشام نے ابوالبختری اور زمعتہ الاسود کو اپنا ہمخیال بنایا۔ الغرض جب یہ پانچوں اس عہد کو توڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ تو سبنے اتفاقِ رائے سے دُوسری صُبح یہ ذکر چھیڑنے کا عہد کیا۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		جب دُوسری صُبح حسبِ معمول سب قُریش مجلس میں جمع ہوئے۔ تو زہیر اُٹھے۔ اَور لوگوں کو مخاطب کرتے ہُوئے کہا:۔ "اَے اہلِ مکّہ! یہ کتنے ظُلم اَور غیرت کی بات ہَے۔ کہ ہم تو کھائیں پئیں، پہنیں اَور بیاہ وشادی رچائیں۔ مگر بنی ہاشم فاقہ سے مریں۔ خدا کی قسم! جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کیا جائے۔ مَیں آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔" ابوجہل نے کہا:۔ "خدا کی قسم! یہ عہد نامہ کبھی پھاڑا نہیں جائے گا۔" زمعۃ الاسود اُٹھے اَور ابوجہل کو مخاطب کرتے ہُوئے کہا:۔ "ضُرور پھاڑا جائے گا۔ جس وقت یہ معاہدہ ضبطِ تحریر میں لایا گیا تھا۔ ہم اُس وقت بھی راضی نہ تھے۔" ابوالبختری نے زمعہ کی بات کی تائید کی۔ اَور پھر مطعم نے کھڑے ہو کر دونوں کی تائید کی۔ ابوجہل مجلس کا یہ رنگ دیکھ کر حیران رہ گیا اَور کہنے لگا:۔ "یہ معاملہ تو پہلے سے ہی طے شُدہ معلوم ہوتا ہَے۔" اسی اثناء میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے خواجہ ابوطالب کو خبر دی۔ کہ سوشل بائیکاٹ کے معاہدہ میں مندرجہ خدا کے ناموں کے علاوہ تمام تحریر کو دیمک چاٹ گئی ہَے۔ خواجہ ابوطالب نے آنحضرت صلعم کی یہ خبر قُریش مکّہ کے سامنے بیان کی۔ اَور کہا:۔ "میرے بھتیجے نے آج تک کوئی بات غلط نہیں کہی۔ آؤ اسی بات پر فیصلہ کرلیں۔ کہ اگر رسولِ خدا صلعم کی خبر صحیح نکلی۔

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
تو تم لوگ جور و ستم سے باز آؤ۔ اور اگر غلط ثابت ہُوئی۔ تو مَیں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کردوں گا۔" لوگوں نے کہا:۔ "اے ابوطالب! بے شک تُم نے انصاف کی بات کہی"۔ چنانچہ اسی وقت معاہدہ کو منگوا کر دیکھا گیا۔ تو واقعی اللہ تعالیٰ کے پاک نام کے علاوہ دیگر تمام حرُوف کو دیمک چاٹ چکی تھی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے ارشاد کے مطابق معاہدہ کی حالت دیکھ کر قریش مکّہ کی گردنیں شرم و ندامت سے جُھک گئیں۔ اور اس طرح اس ظالمانہ معاہدہ کا خاتمہ ہُوا۔ اختتام ۹ سنہ بعثت میں خواجہ ابوطالب مع دیگر اہلِ خاندان کے تین سال کی محصُوری کے بعد شعبِ ابی طالب سے باہر آئے۔ اور مصائب و آلام کا دَور ختم ہُوا۔		
خواجہ ابوطالب کی وفات آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم اور اُن کے چچا خواجہ ابوطالب معہ اپنے اہلِ خاندان کے شعبِ ابی طالب سے تین سال کی محصوری کے بعد نکلے ہی تھے۔ کہ خواجہ ابوطالب کو پیغامِ اجل آپہنچا۔ خواجہ ابوطالب کے آخری وقت آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم آپ کے پاس تشریف لے گئے۔ اُس وقت ابوجہل اور عبداللہ بن ابی اُمیہ بھی خواجہ ابوطالب کے پاس موجُود تھے۔ حضور صلعم نے اپنے شفیق چچا سے فرمایا۔ کہ وہ مرتے مرتے "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ" کا اعلان کردیں۔ تاکہ آنحضرت صلعم خدا کے ہاں اُن کے ایمان کی شہادت دے سکیں۔ یہ سُن کر	۴۹ سال ۶ ماہ (تقریباً)	رمضان المبارک ۱۰ سنہ بعثت مطابق ۳ سنہ قبل ہجرت مطابق جنوری فروری ۶۱۹ سنہ ء

سَن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ابو جہل اَور ابنِ ابی اُمیّہ نے کہا:۔ "ابو طالب! کیا تم عبد المطلب کے دین سے پھر جاؤ گے" یہ سُن کر خواجہ ابو طالب نے قدرے توقف کیا۔اَور پھر کہنے لگے:۔ "مَیں عبد المطلب کے دین پر مرتا ہُوں" ازاں بعد خواجہ ابو طالب نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی طرف دیکھا اَور کہا:۔ "مَیں وہ کلمہ کہہ دیتا۔لیکن قُریش کہیں گے۔کہ ابو طالب موت سے ڈر گیا" یہ سُن کر حضورؐ نے فرمایا:۔ "مَیں آپ کے لئے دُعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔جب تک کہ خدا مجھ کو ایسا کرنے سے منع نہ فرمادے" یہ بھی کہا جاتا ہے۔کہ مرتے وقت حضرت ابو طالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔حضرت عباسؓ (جو خُود اُس وقت اسلام نہیں لائے تھے) نے کان لگا کر سُنا۔تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے عرض کیا:۔ "ابو طالب وہ کلمہ کہہ رہے ہیں۔جس کے کہنے کے متعلق آپؐ نے کہا تھا" (واللہ اعلم) **خواجہ ابو طالب کی مختصر سوانح حیات** ابو طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قُصَیّ بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوّی بن غالب بن فہر (قریش) خواجہ ابو طالب کا اصلی نام عبد مناف تھا۔مگر کُنیت نام پر غالب آگئی تھی۔آپ عُمر میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے پینتیس ۳۵ سال بڑے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تھے۔ آپ حضرت عبداللہ کے سگے بھائی تھے۔ آپنے پچاسی ۸۵ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ اور مقام حجوں میں دفن ہوئے۔ آپکے چار ۴ بیٹے اور دو ۲ بیٹیاں تھیں۔ جن میں سے آپ کے بڑے بیٹے طالب کے علاوہ سب صحابی ہیں۔ طالب باپ کی وفات کے بعد مگر اسلام لانے سے قبل مرگیا تھا۔ دوسرے بیٹوں کے نام حضرت عقیلؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت علیؓ ہے۔ اور بیٹیوں کے نام ہند (اُمّ ہانی) اور حجانہ ہے۔ آپ کی سب اولاد فاطمہ اسدیہ سے ہے۔ آپنے اپنے نامور والد حضرت عبدالمطلب کے انتقال کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو آٹھ سال کی عمر میں اپنی تربیت و نگہداشت میں لیا۔ آپ کو رسولِ کریم صلعم سے بے پناہ محبّت تھی اسی محبّت کی بنا پر آپنے آنحضرت صلعم کی خاطر بے شمار مصائب برداشت کئے۔ اور تقریبًا دس ۱۰ سال تک قریشِ مکہ کی مخاصمت و ایذا رسانی کا شکار رہے۔ مگر آپنے اتنی شدید مخالفت کے باوجود ایک لمحہ کے لئے بھی آنحضرت صلعم کی امداد و اعانت سے ہاتھ پیچھے نہیں کھینچا۔ آپنے رسولِ خدا صلعم کی خاطر تمام عرب اپنا دشمن بنالیا۔ مگر آنحضرت صلعم پر آنچ نہ آنے دی۔ آپ کی یہ جانثاریاں یقینًا اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہیں۔ اور وُہی بہتر اجر دینے والا ہے۔
〃	〃	**اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی رحلت**
		خواجہ ابوطالب سے تین یا پانچ دن بعد حضرت خدیجہؓ نے انتقال فرمایا۔ آنحضرت صلعم ابھی اپنے شفیق چچا کی موت کے غم سے سنبھلنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ حضرت خدیجہؓ جیسی غمگسار اور جانثار رفیقہ حیات

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
آخر رمضان المبارک سنہ ۱۰ بعثت مطابق سنہ ۳ قبل ہجرت مطابق جنوری، فروری سنہ ۶۱۹ء	۴۹ سال ۶ ماہ ۲۲ دن کے مابین	نے داعیٔ اَجل کو لبّیک کہا۔ (اُمّ المومنین کے مختصر حالاتِ زندگی گذشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں) اُس وقت نمازِ جنازہ ابھی فرض نہیں ہُوئی تھی۔ چنانچہ آپ کو بغیر جنازہ پڑھے ہی دفن کیا گیا۔ آپ کی میّت خُود آنحضرت صلعم نے قبر میں اُتاری۔ حجوں آپ کا مدفن ہے۔ **عام الحزن** ـــــ خواجہ ابوطالب کے فوراً بعد امّ المومنین حضرت خدیجہؓ کا انتقال جیسے حُزن و ملال کا باعث ہوسکتا ہے۔ ظاہر ہے اس لئے اُس سال کا نام خُود حضورؐ سرورِ عالم نے "عام الحزن" رکھا۔ **اُمّ المومنین حضرت سودہؓ سے نکاح** حضرت سودہؓ بنتِ زمعہ بن قیس بن عبدشمس بن عبدود بن نضر بن مالک بن حسل بن عامر بن لوی ــــــ حضرت سودہؓ کی والدہ کا نام شموس بنتِ قیس تھا۔ حضرت سودہؓ کو یہ عظمت حاصل ہے۔ کہ آپ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد سب سے پہلے آنحضرت صلعم کے عقدِ نکاح میں آئیں۔ حضرت سودہؓ ابتدائے نبوّت میں ہی مشرّف باسلام ہوچکی تھیں آپ کی شادی پہلے حضرت سکرانؓ بن عمرو سے ہُوئی تھی۔ آپ انہی کے ساتھ داخلِ اسلام ہُوئی تھیں۔ جب حضرت سکرانؓ بن عمرو نے حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ تو آپ ان کے ساتھ تھیں۔ حبشہ سے مکّہ مکرّمہ کو واپسی کے چند دن بعد حضرت سکرانؓ نے وفات پائی۔ اور ایک لڑکا جس کا نام عبدالرّحمٰن تھا، یادگار چھوڑا۔ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد حضور سرورِ دوعالم صلعم کی

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
پریشانی کو دیکھتے ہوئے خولہؓ بنتِ حکیم نے دربارِ رسالتؐ میں عرض کی۔ کہ آپؐ کو ایک مونس و رفیق کی ضرورت ہے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔ "ہاں! گھر بار اور بچوں کا انتظام سب خدیجہؓ سے متعلق تھا"۔ بہرحال آپؐ کی ایما پر خولہؓ نے حضرت سودہؓ کے والد کو جاکر آنحضرت صلعم کے نکاح کا پیغام دیا۔ جسے حضرتِ سودہؓ اور اُن کے والد نے قبول کرلیا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم خود تشریف لے گئے۔ حضرت سودہؓ کے والد نے نکاح پڑھایا۔ اور چار سو درہم مہر قرار پایا۔ نکاح کے بعد حضرت سودہؓ کے بھائی عبداللہ بن زمعہ، جو اُس وقت کافر تھے، آئے اور بہن کے نکاح ثانی کے متعلق جان کر اپنے سر پر خاک ڈال لی۔ کہ کیا غضب ہوگیا۔ مگر جب عبداللہ مسلمان ہو گئے۔ تو اپنے اس عمل پر اُنہیں ہمیشہ افسوس آتا تھا۔ ابنِ سعد نے لکھا ہے۔ کہ حضرت سودہؓ نے پہلے شوہر کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا تھا۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے۔ اور حضورؐ نے اپنے پاؤں حضرت سودہؓ کی گردن پر رکھ دئے۔ حضرت سودہؓ نے اپنے شوہر سکرانؓ سے اس خواب کا ذکر کیا۔ اُس نے سُن کر کہا۔ کہ بخدا اگر تم نے یہی خواب دیکھا ہے۔ تو مَیں مر جاؤں گا۔ اور رسول کریم صلعم تم سے نکاح کریں گے۔ اس خواب کے چند دن بعد سکرانؓ بیمار ہوکر انتقال کرگیا۔ حضرت سودہؓ کا قد نکلتا ہوا تھا۔ اس لئے اپنے قد کی درازی کے باعث دُور سے پہچانی جاتی تھیں۔ ایک رات حضرت سودہؓ گھر		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سے باہر تشریف لائیں۔ چونکہ آپ کا قد نمایاں تھا۔ حضرت عمرؓ نے پہچان لیا۔ بعض راویوں کے نزدیک اسی واقعہ کے بعد آیتِ حجاب نازل ہوئی۔ مگر حافظ ابنِ حجر کے نزدیک یہ واقعہ آیتِ حجاب کے نزول کے متعدد اسباب میں سے ایک ہے۔ اور آخری سبب حضرت زینبؓ کا واقعہ ہے۔ حجۃ الوداع میں حضرت سودہؓ بھی آنحضرت صلعم کے ساتھ تھیں۔ آپ کو حضورؐ نے مزدلفہ سے لوگوں کی روانگی سے قبل ہی چلے جانے کی اجازت فرما دی تھی۔ کیونکہ آپ فربہ جسم ہونے کی وجہ سے تیز چلنے سے معذور تھیں۔ حضرت سودہؓ نے صرف یہی ایک حج کیا۔ آنحضرت صلعم کے انتقال کے بعد آپ نے گھر سے نکلنا بند کر دیا تھا۔ آپ فرمایا کرتی تھیں: "میں نے حج کیا۔ عمرہ ادا کیا۔ اور اب جیسا کہ مجھے خدا نے حکم دیا ہے۔ اپنے گھر میں بیٹھی ہوں۔" حضرت سودہؓ مزاج کی تیز تھیں۔ اور بعض اوقات ذرا سی بات پر ناراض ہو جاتی تھیں۔ مگر ظرافت کا پاکیزہ مذاق بھی قدرت نے عطا کیا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر آپ کی گفتگو سن کر مسکرا دیتے۔ آنحضرت صلعم سے نکاح کے وقت حضرت سودہؓ کی عمر تقریباً پچاس ۵۰ سال تھی۔ آپ نے حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت کے آخری سال میں بعمر تقریباً پچھتر ۷۵ چھہتر ۷۶ سال انتقال فرمایا۔ رسولِ اکرم صلعم سے حضرت سودہؓ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ پہلے شوہر سے ایک لڑکے جن کا نام عبدالرحمٰن تھا۔ مکہ میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
شوال ۱۰ھ بعثت مطابق ۳ھ قبل ہجرت مطابق فروری مارچ ۶۱۹ء	۴۹ سال ۷ ماہ تقریباً	**اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح** **حضرت عائشہ صدیقہؓ کا نسب نامہ و مختصر حالاتِ زندگی** نسب نامہ:- حضرت عائشہ صدیقہؓ بنتِ ابوبکرؓ بن ابی قحافہ بن عثمان بن عامر بن کعب بن سعد حضرت عائشہؓ کا لقب صدیقہؓ اور کُنیت اُمّ عبداللہ ہے۔ اگرچہ آپ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تاہم اپنے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے تعلق سے اُمّ عبداللہؓ کنیت قرار پائی۔ آپ کی والدہ کا نام اُمّ رومان زینب ہے۔ جن کا سلسلہ نسبِ نبوی میں کنانہ سے جا ملتا ہے۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی ولادت ۹ قبل ہجرت اور نکاح چھ سال کی عُمر میں تین سال قبل ہجرت یعنی شوال ۱۰ھ نبوت میں حضرت سودہؓ کے نکاح کے کچھ دن بعد ہُوا۔ اور رُخصتی مدینہ میں ہجرت کے پہلے سال یعنی شوال ۱ھ میں ہُوئی۔ پانچصد درہم مہر کی رقم حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بطور قرض آنحضرت صلعم کی خدمت اقدس میں پیش کی۔ یہی رقم حضورؐ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بھیجی۔ یہ عجیب اتفاق ہے۔ کہ حضرت عائشہؓ کا نکاح بھی ماہ شوال میں ہُوا۔ اور رُخصتی بھی ماہِ شوال میں۔ اس بنا پر آپ شادی کی تقریب اس مہینہ میں پسند فرماتی تھیں۔ آپ کے والدِ مکرّم حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دعوتِ اسلام پر سب سے پہلے لبیک کہنا ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس سے انکار ناممکن ہے۔ اس لئے حضرت عائشہؓ نے ہوش سنبھالتے ہی اپنے گھر میں اسلام کی بہار دیکھی۔ اور اپنے والدین کو جب پہچانا، مسلمان پایا۔ آپ کی تعلیم و تربیت آنحضرت صلعم کی زوجیت میں آنے کے بعد مکمّل ہوئی۔ اس لئے اس کی وقعت ظاہر ہے۔

سن	عُمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرت صلعم سے بے پناہ مُحبّت کرتی تھیں۔ اور ہر وقت آپ کی خدمت گزاری میں لگی رہتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ بھی آنحضرت صلعم کو بہت محبوب تھیں لیکن اس محبوبیت کا کوئی اثر رسول اللہ صلعم کی خدمت پر نہیں پڑتا تھا بلکہ سب سے زیادہ ان ہی کو آپؐ کا شرفِ خدمت حاصل تھا۔ رسولِ خدا صلعم کمالِ طہارت کی وجہ سے مسواک کو بار بار دُھلوایا کرتے تھے۔ اور اس پاک خدمت کا انصرام حضرت عائشہؓ کے ذمّہ تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے وصال کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عُمر اٹھارہ[18]، اُنیس[19] سال تھی۔ حضورؐ تیرہ[13] دن بسترِ علالت پر رہے۔ ان تیرہ[13] دنوں میں سے آٹھ[8] دن حضورؐ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہاں قیام فرمایا۔ اور علالت کے پانچ[5] دن دیگر ازواجِ مطہرات کے ہاں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے زندگی کے تقریباً اڑتالیس[48] سال عالمِ بیوگی میں گزارے۔ اس زمانہ میں آپ نے چاروں خلفائے راشدین کا زمانہ دیکھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دَورِ خلافت میں جب دیگر ازواجِ مطہرات نے حضرت عثمانؓ کی معرفت وراثت کا مطالبہ کیا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے سب کو یاد دلایا۔ کہ آنحضرت صلعم نے اپنی مبارک زندگی میں فرمایا تھا:۔ "میرا کوئی وارث نہ ہوگا۔ میرے تمام متروکات صدقہ ہونگے"۔ حضرت عُمرؓ کے شاندار دورِ خلافت میں تمام ازواجِ مطہرات کے دس[10] دس[10] ہزار درہم سالانہ وظائف مقرر تھے۔ مگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بارہ[12] ہزار درہم دئیے جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ اس زیادتی کی وجہ یہ بیان

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		فرمایا کرتے تھے۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرت صلعم کو بہت محبوب تھیں۔
		حضرت عمرؓ جب ایک شقی کے خنجر سے شدید زخمی ہوئے۔ اور زندگی کی کوئی اُمید نہ رہی۔ تو آپ نے اپنے صاحبزادے عبداللہؓ کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں اس استدعا کے ساتھ بھیجا۔ کہ اُنہیں آنحضرت صلعم کے مبارک پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دی جائے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت عمرؓ کی اس آخری خواہش کے احترام میں یہ ایثار فرمایا۔ کہ آپ نے حضرت عمرؓ کو آنحضرت صلعم کے پہلو میں دفن ہونے کی اجازت دے دی حالانکہ وہ جگہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنی قبر کے لئے رکھی ہوئی تھی۔ ایسے ایثار کی مثال تاریخِ عالم میں شاید ہی ملتی ہے۔
		حضرت عائشہؓ لڑکپن میں دُبلی پتلی تھیں۔ لیکن تیرہ ۱۳ چودہ ۱۴ برس کی عُمر تک پہنچ کر بدن میں قدرے گرانی آگئی تھی۔ آپ کا رنگ سُرخ و سپید تھا۔ آپ نہایت خُوش رُو اور صاحبِ جمال تھیں۔
		حضرت عائشہؓ نہایت مہمان نواز اور مسکین پرور تھیں۔ آپ بڑی عبادت گزار تھیں۔ آپ ساری ساری رات نمازِ تہجد میں آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک رہتیں۔
		حضرت عائشہ صدیقہؓ بڑی بلند اور پاکیزہ اخلاق کی مالک تھیں۔ آپ غیبت اور بدگوئی سے پرہیز فرماتی تھیں۔ آپ نے پوری زندگی کبھی کسی کی بُرائی نہیں کی۔ کُتبِ احادیث میں آپ کی ہزاروں روایتیں درج ہیں۔ جن میں ایک بھی ایسی نہیں جس سے کسی کی توہین یا بدگوئی ظاہر ہوتی ہو۔
		آپ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ دس ۱۰ اوصاف میں مجھے دیگر ازواجِ مطہراتؓ

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
پر فوقیّت حاصل ہے۔ اوّل یہ کہ بجز میرے آنحضرت صلعم کے نکاح میں کوئی بیوی ناکتخدا نہیں۔ (۲) مزید برآں مجھے یہ خصوصیّت بھی حاصل ہے کہ میرے ماں باپ دونوں مہاجر ہیں۔ (۳) اللہ تعالیٰ نے آسمان سے میری برأت کی آیت نازل فرمائی۔ (۴) جبرائیل میری شکل میں آنحضرت صلعم کے پاس آئے۔ اور کہا کہ عائشہ رضؓ سے شادی کر لیجئے۔ (۵) میں آپؐ کے سامنے ہوتی تھی۔ اور آپؐ نماز میں مصروف رہتے تھے۔ (۶) نزولِ وحی کے وقت صرف میں ہی آپؐ کے پاس ہوتی تھی۔ (۷) جب رُسولِ کریم صلعم کی رُوح مُبارک نے عالم قُدس کی طرف پرواز کی۔ تو اُس وقت آپؐ کا سر مبارک میرے سینے پر تھا۔ (۸) میں اور رُسول کریم صلعم ایک ہی برتن میں غسل کرتے تھے۔ (۹) جس شب کو میری باری تھی۔ اُسی شب سرورِ دو عالم صلعم نے انتقال فرمایا۔ (۱۰) میرے ہی حجرہ کو آنحضرت صلعم کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہُوا۔ آپ نے امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت میں بعمر چھیاسٹھ ۶۶ سال بتاریخ ۱۷ ر رمضان المبارک ۵۷ھ اجلِ طبعی سے وفات پائی۔ جس رات آپ کا انتقال ہُوا مشعلیں روشن کر لی گئیں تھیں۔ اور عورتوں کی اس قدر کثرت تھی۔ کہ عید کا دھوکا ہوتا تھا۔ آپ کے انتقالِ پُر ملال سے لوگوں کو بہت صدمہ ہُوا۔ عبید بن عمیر نے ایک شخص سے پُوچھا۔ کہ حضرت عائشہ رضؓ کی وفات سے کِس کِس کو صدمہ ہُوا۔ اُس نے جواب دیا "جس جس کی وہ ماں تھیں۔ اُس کو اُن کا غم تھا۔" وفات کے وقت آپ نے وصیّت فرمائی تھی۔ کہ رات ہی کو دفن کر دینا۔ چنانچہ اُسی رات آپ کو جنّت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اس رات بقیع		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		میں لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا۔ کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا گیا تھا۔ نمازِ جنازہ ابو ہریرہؓ نے پڑھائی۔ قاسم بن محمدؒ، عبداللہ بن محمد بن عبدالرحمٰن، عبداللہ بن عبدالرحمٰن، عروہ بن زبیر اور عبداللہ بن زبیر نے قبر میں اُتارا۔
۲۷ شوال سنہ ۱۰ بعثت مطابق ۳ سنہ قبل ہجرت مطابق فروری مارچ ۶۱۹ سنہ	۴۹ سال ۷ ماہ ۱۹ دن	**دعوتِ اسلام کے لئے طائف کا سفر** خواجہ ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقالِ پُر ملال کے بعد مکّہ میں آپؐ کا کوئی حامی و غمگسار نہ رہا۔ اگرچہ ان دونوں جانثاروں کی جُدائی آپؐ کو نہایت غمزدہ اور پُر ملال کر گئی تھی۔ تاہم تبلیغِ اسلام کے لئے آپؐ کی مساعیٔ جمیلہ میں کوئی فرق نہ پڑا۔ بلکہ آنحضرت صلعم نے پہلے سے بھی زیادہ تندہی کے ساتھ دعوتِ اسلام کا کام شروع کر دیا چنانچہ آپؐ نے قریشِ مکّہ کی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر آخر شوال سنہ ۱۰ نبوت میں طائف کا قصد فرمایا۔ اس سفر میں زید بن حارثہؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔ مکّہ معظمہ اور طائف کے درمیان جتنے قبائل آباد تھے۔ آپؐ اُن سب کو پیغامِ اسلام پہنچاتے اور ہر بستی میں توحید کی منادی فرماتے ہوئے پا پیادہ طائف پہنچے۔ طائف مکّہ سے چالیس[۴۰] پینتالیس[۴۵] میل دُور پہاڑوں میں ایک سرسبز و شاداب مقام ہے۔ جو اپنی خوشگوار آب و ہوا کی وجہ سے اہلِ حجاز کے لئے ایک صحت افزا مقام کی حیثیت رکھتا ہے۔ اُمرائے حجاز عموماً موسم گرما وہیں بسر کرتے ہیں۔ ابتداً قبیلہ عدوان کا مسکن تھا۔ مگر بعد میں مشہور قبیلہ بنو ثقیف کے قبضہ میں آیا۔ اس قطعۂ زمین کی زرخیزی و شادابی کی وجہ سے بنو ثقیف حد درجہ مغرور ہو گئے تھے۔ جن دنوں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے طائف کا تبلیغی سفر اختیار

سَن	عمرِ مُبارک	واقعاتِ عظیمہ
		فرمایا۔ ان دنوں عمرو بن عوف کے بیٹے عبدیالیل، مسعود اور حبیب طائف کے سردار تھے۔ نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچ کر ان تینوں بھائیوں کے پاس گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ اِن تینوں بھائیوں نے کلمۂ حق سُننے کی بجائے آنحضرت صلعم کو سختی سے جواب دیا۔ ایک نے کہا:۔ "مَیں کعبہ کے سامنے ڈاڑھی مُنڈوا دُوں اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو" دُوسرا بولا:۔ "کیا خُدا کو تیرے سوا اَور کوئی رسول بنانے کو نہ ملا۔ جسے چڑھنے کی سواری بھی میسّر نہیں۔ اَور اگر خُدا کو رسول بنانا ہی تھا۔ تو کسی حاکم یا سردار کو یہ عظمت بخشی ہوتی" تیسرے نے کہا:۔ "خُدا کی قسم! مَیں تجھ سے کلام بھی نہ کروں گا۔ اگر واقعی اللہ نے تم کو اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ تب تو سخت خطرناک ہے کہ مَیں تیرے کلام کو رَد کر دُوں۔ اَور اگر تُو اللہ کا رسول نہیں تو پھر قابلِ خطاب اَور لائقِ التفات نہیں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِن تینوں بھائیوں کا مغرورانہ جواب سُن کر فرمایا:۔ "اب مَیں تم سے صرف یہ چاہتا ہُوں۔ کہ اپنے خیالات دُوسروں تک نہ پہنچاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دُوسروں کے لئے ٹھوکر کا سبب بن جائیں"

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اس کے بعد حضور سرورِ دو عالم ؐ نے وعظ فرمانا شروع کیا۔ ان مغرور سرداروں نے ازراہِ تمسخر و استہزا اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو اکسایا کہ جب حضور ؐ وعظ فرمائیں۔ تو وہ سب مل کر آپ ؐ پر پتھر برسائیں۔ اور آپ ؐ کی ہنسی اڑائیں۔ چنانچہ ظالموں نے دورانِ وعظ میں آنحضرت صلعم پر اس قدر پتھر پھینکے۔ کہ حضور ؐ سرورِ دو عالم لہو لہان ہو گئے۔ جسمِ اطہر سے اتنا خون نکلا۔ کہ آپ ؐ کے جوتے تربتر ہو گئے۔ جب حضور ؐ زخموں کی تکلیف سے بیٹھ جاتے۔ تو بدبخت اہلِ طائف بازو سے پکڑ کر آنحضرت صلعم کو کھڑا کر دیتے۔ اور پھر آپ ؐ کے وجودِ مسعود پر پتھروں کی بارش شروع کر دیتے۔ ایک باران بدطینت اور اوباش فطرت لوگوں نے حضور ؐ کو اس قدر گالیاں دیں، تنگ کیا اور ازراہِ تمسخر تالیاں بجائیں کہ آنحضرت صلعم ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔ یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کی ملکیت تھا۔ جو باوجود کافر ہونے کے شریف الطبع تھا۔ اس نے دور سے آپ ؐ کو اس حالت میں دیکھا۔ تو اس کا دل پسیج گیا۔ اس نے فوراً اپنے غلام عداس کو ایک پلیٹ انگور دے کر حضور ؐ کی خدمت میں بھیجا۔ غلام نے آکر انگوروں کی پلیٹ آنحضرت صلعم کے سامنے رکھ دی۔ حضور ؐ نے جب "بسم اللہ" پڑھ کر انگور کھانے شروع کئے۔ تو عداس نے بڑی حیرت سے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا اور عرض کیا۔ "خدا کی قسم اس شہر میں کوئی شخص بھی ایسا کلام کہنے والا نہیں"۔ نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عداس سے پوچھا:۔ "تم کس شہر کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟" عداس نے عرض کیا:۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"مَیں مذہباً عیسائی ہُوں - اَور شہر نینوٰی کا رہنے والا ہُوں"۔ یہ سُن کر حضورؐ نے فرمایا :- "اُسی نینوٰی کے جہاں اللہ کے بندے یُونسؑ بن متّیٰ رہا کرتے تھے"؟ یہ سُن کر عدّاس کو سخت تعجب ہُوا - اَور کہنے لگا :- "آپؐ کو کیا خبر ہے - کہ یُونسؑ بن متّیٰ کون تھے اَور کیسے تھے"؟ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا :- "وہ میرے بھائی تھے ، وہ نبی تھے - اَور مَیں نبیؐ ہُوں"۔ حضُورؐ کی زبان سے یہ سُنتے ہی عدّاس آپؐ کے قدموں پر گر پڑا اُس نے بے اختیار آپؐ کے مُبارک قدموں کو بوسہ دیا - اَور آپؐ کے ہاتھوں اَور سَر کو چُوما - عتبہ اَور شیبہ جو دُور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے - آپس میں کہنے لگے : "عدّاس ہمارے ہاتھوں سے گیا"۔ تھوڑی دیر بعد جب عدّاس پلٹ کر اپنے آقاؤں کے پاس پہنچا - تو اُنہوں نے کہا :- " او کم بخت ، تجھے کیا ہو گیا تھا - کہ اُس شخص کے ہاتھ ، پاؤں اَور سَر چُومنے لگ گیا تھا"۔ عدّاس نے جواب دیا :- "حضُورِ عالی ! یہ بہترین انسان ہیں - اِن سے بہتر آج رُوئے زمین پر کوئی نہیں ہے - انہوں نے ایک ایسی بات مجھے بتائی ہے - جو نبی کے علاوہ کوئی نہیں بتا سکتا"۔ عتبہ اَور شیبہ نے یہ سُن کر عدّاس کو ڈانٹ دیا - اَور خبردار کیا -

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کہ اپنا دین مت چھوڑنا۔ تیرا دین اِن کے دین سے بہتر ہے۔ اسی شہر میں وعظ کے دوران اللہ کے رسولؐ کو اتنی چوٹیں آئیں۔ کہ آنحضرت صلعم بیہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت زیدؓ آپؐ کو اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر آبادی سے باہر لے گئے۔ آپؐ کے چہرۂ مبارک پر پانی کے چھینٹے دئے۔ تو آپؐ کو ہوش آیا۔
		آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفرِ طائف میں بے انتہا تکالیف برداشت کیں۔ اور اہلِ طائف نے آپؐ کو اہلِ مکّہ سے بھی زیادہ اذیتیں پہنچائیں۔ اور اس صدمہ کے باوجود کہ طائف کا ہر شخص دعوتِ اسلام قبول کرنے کی بجائے آپؐ کے ساتھ نہایت سنگدلی سے پیش آیا تھا آپؐ کا دل خُدا کی عظمت اور محبت سے لبریز تھا۔ آپؐ نے نہایت عاجزی کے ساتھ دربارِ خداوندی میں دُعا کی:۔
		"یا اللہ! مَیں ناتواں اور بے سرو سامان ہوں۔ لوگ مجھے حقیر خیال کرتے ہیں۔ یا اللہ! مَیں تجھ سے فریاد کرتا ہُوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے بڑا رحم کرنے والا ہے۔ تو عاجزوں کا ملجیٰ وماویٰ ہے۔ تو میرا رب ہے۔ تو مجھے کن کے حوالے کئے دیتا ہے۔ بدمزاج اغیار کے اور ایسے دُشمنوں سے میرا پالا پڑا ہے جو میرے کام کو چلنے نہیں دیتے۔
		خیر تُو مجھ سے خُوش ہے۔ اور مجھ پر غضبناک نہیں ہے۔ تو مَیں ان باتوں کی پروا کیوں کروں۔ تیری عنایت اور مہربانی میرے لئے کتنی وسیع ہے۔ مَیں تیرے نُور کی پناہ میں آنا چاہتا ہُوں۔ جس سے تاریکیاں مبدّل بہ روشنی ہو جاتی

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ہیں۔ اور دُنیا و آخرت کے کام سنور جاتے ہیں۔ بس تیرا غضب مجھ پر نازل نہ ہو۔ اور تیری ناخوشی سے مجھے سابقہ نہ پڑے۔ مجھے تیری خوشی اور رضا مطلوب ہے۔ مَیں کوئی اچھائی نہیں کر سکتا۔ اور کسی بُرائی سے نہیں بچ سکتا۔ جب تک تیری مدد شاملِ حال نہ ہو۔ طائف والوں کی تباہی کا مَیں خواہاں نہیں ہُوں۔ اور اُن کی بربادی کی دُعا نہیں کرتا۔ یہ اللہ پر ایمان نہیں لائے۔ نہ لائیں۔ اِن کی اولادیں ایمان لائیں گی۔" حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ "تیری قوم سے جو تکلیفیں پہنچیں سو پہنچیں لیکن سب سے زیادہ سخت دن وہ گزرا جس دن میں نے اپنے آپ کو عبدیالیل کے بیٹے پر پیش کیا۔ اُس نے میری بات کو قبول نہ کیا میں وہاں سے نہایت غمگین اور رنجیدہ واپس ہُوا۔" آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے طائف سے واپس آکر نخلہ میں قیام فرمایا یہیں آپ رات کو نماز پڑھ رہے تھے کہ جنّوں کی ایک جماعت نے حاضرِ خدمت ہو کر اسلام قبول کیا۔ پھر آپؐ حراء میں تشریف لائے۔ اور مطعم بن عدی کے پاس اپنی حمایت کے لئے پیغام بھیجا۔ مطعم نے عرب دستور کے مطابق درخواست قبول کی اور بیٹوں کو بُلا کر کہا "ہتھیار لگا کر حرم میں جاؤ"۔ چنانچہ آپؐ مطعم کی معیّت میں مکہ تشریف لائے۔ جب مطعم حرم کے قریب آیا۔ تو باآواز بلند کہا:۔ "مَیں نے محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو پناہ دی ہے۔"

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حرم میں تشریف لائے۔ نماز ادا کی۔ اَور دولت خانہ کو واپس گئے۔ مطعم اَور اُس کے بیٹے حضورؐ کو تلواروں کے سائے میں لائے تھے۔ (بعض اہلِ سیر نے سفرِ طائف کے ضمن میں جمادی الثانی کا ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم)
سنہ ۱۰ بعثت مطابق ۳ سنہ قبل ہجرت مطابق اپریل مئی ۶۱۹ء	۴۹ سال ۸ یا ۹ ماہ تقریباً	**قبائل میں تبلیغِ اسلام** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معمول تھا۔ کہ جب حج کا زمانہ آتا۔ اَور قبائلِ عرب مکہ معظّمہ کے قُرب وجوار میں اُترتے۔ تو حضورؐ ایک ایک قبیلہ کے پاس جاتے۔ اَور تبلیغِ اسلام فرماتے۔ میلوں میں جا کر بھی وعظ فرماتے۔ اَور قبائل کا دَورہ بھی کرتے۔ طائف سے واپس آ کر حضورؐ سرورِ دو عالم نے تبلیغی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع کر دیا۔ آپؐ مختلف قبائل کی سکونت گاہوں پر تشریف لے جاتے یا مکّہ سے باہر چلے جاتے۔ اَور اگر کہیں نہ جا پاتے۔ تو راستے میں کھڑے ہو جاتے۔ اَور جو مسافر بھی مل جاتا۔ اُسے اللہ تعالیٰ کا پیغام سُناتے۔ انہی دنوں آپؐ بغرض تبلیغ قبیلہ کندہ میں تشریف لے گئے۔ قبیلہ کا سردار ملیح تھا۔ اَور آپؐ قبیلہ بنو عبداللہ میں بھی گئے۔ اُن سے فرمایا:۔ "تمہارے جدِّ امجد کا نام عبداللہ تھا۔ تم اس نام کی لاج رکھو اَور اسمِ بامسمّٰی بن جاؤ۔" حضورؐ سرورِ دو عالم ایک دفعہ قبیلہ بنو حنیفہ میں تشریف لے گئے۔ اس قبیلہ نے آپؐ کے ساتھ طائف والوں سے بھی بدتر سلوک کا مظاہرہ کیا۔ مسیلمہ کذّاب، جس نے بعد میں نبوّت کا دعویٰ کیا۔ اسی قبیلہ کا سردار تھا۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضورؐ ایک روز قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے۔ قبیلہ کا سردار بیخرہ بن فراس تھا۔ آنحضرت صلعم نے اُسے اسلام کی دعوت دی۔ یہ سُن کر اس نے حضورؐ سے پُوچھا:۔ "اگر مَیں آپؐ کی بات مان لُوں، اَور آپؐ کو مخالفین پر غلبہ دلا دُوں۔ تو کیا آپؐ کے بعد یہ غلبہ میرے حصّہ میں آئے گا؟ اگر آپؐ وعدہ فرمائیں۔ تو مَیں آپؐ کی بات ماننے کو تیار ہوں۔" حضورؐ سرورِ دو عالم نے یہ شرط سُن کر فرمایا:۔ "یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جسے چاہے گا میرا جانشین بنائے گا۔" یہ سُن کر بیخرہ بولا:۔ "تو اِس کا مطلب یہ ہُوا۔ کہ مَیں آپؐ کی خاطر سارے عرب سے دُشمنی مُول لُوں۔ اَور جب آپؐ کامیاب ہو جائیں۔ تو آپؐ کی جانشینی کا لُطف کسی اَور کو ملے۔ مجھے ایسا سودا منظور نہیں۔" اِن قبائل میں سے صرف ایک قبیلہ بنو ہذیل بن شیبان نے دعوتِ اسلام کو پُوری توجّہ سے سُنا، اَور آپؐ کی بے حد عزّت کی۔ اس قبیلہ میں جاتے وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے سردارِ قبیلہ مفروق سے کہا۔ کہ تم نے ہمارے رسولؐ کا تذکرہ سُنا ہو گا۔ وہ یہی ہیں! مفروق نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے عرض کیا۔ کہ آپؐ کیا تلقین فرماتے ہیں؟ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا:۔ "یہ کہ اللہ ایک ہے، اَور مَیں اُس کا رسولؐ ہوں۔"

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن

پھر آپؐ نے سورۂ انعام کی یہ آیات تلاوت فرمائیں :-

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

(سُوْرَۃُ الْاَنْعَام - آیت ۱۵۲)

کہہ دو کہ آؤ میں تمہیں سناؤں۔ کہ خدا نے کیا چیزیں حرام کی ہیں۔ یہ کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ اور والدین کا حقِ خدمت بجالاؤ۔ اور اپنے بچوں کو افلاس کے خیال سے قتل نہ کرو۔ ہم تم کو اور ان کو دونوں کو روزی دیں گے۔ فحش باتوں کے پاس نہ جاؤ۔ وہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اور آدمی کی جان جس کو خدا نے حرام کیا ہے۔ ہلاک نہ کرو۔ مگر جائز طور پر (یعنی جس کا شریعت حکم دے) ان باتوں کی وہ تمہیں تاکید کرتا ہے۔ تاکہ تم سمجھو؛

سردارِ قبیلہ مفروق کے ساتھ قبیلہ کے دُوسرے سردار مثنّیٰ اور ہانی بن قبصیہ بھی تھے۔ سب نے قرآن حکیم سُن کر کہا :-

"کلام تو بہت اچھا ہے۔ لیکن ہمارے لئے یکایک اپنے اعتقادات بدل لینا اور اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دینا دُشوار کام ہے۔ اس کے علاوہ کسریٰ سے ہمارا معاہدہ ہے۔ کہ ہم اس کے سوا کسی کا اثر قبول نہیں کریں گے۔"

آنحضرت صلعم نے اِن لوگوں کی راست گفتاری کو بہت پسند فرمایا اور کہا :-

"اپنے دِین کی اللہ آپ مدد کرے گا۔"

اِن دنوں جن قبائل میں جا کر حضورؐ نے تبلیغ کی۔ ان کی تعداد اگرچہ بہت

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		زیادہ ہے۔ تاہم جن کے نام مورخین نے محفوظ کئے ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔ بنو عامر بن صعصعہ، محارب بن حفصہ، فزارہ، غسّان، مرّہ، حنیفہ، سلیم، عبس، بنو النضر، بنو البکا، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عذرہ، حضارمہ وغیرہ۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم فرداً فرداً مندرجہ بالا سب قبائل میں تشریف لے گئے تبلیغ اسلام فرمائی، اور خدا کا حکم سنایا۔ مگر ان کی بدبختی یہانتک بڑھی ہوئی تھی کہ کوئی شخص بھی ایمان نہ لایا۔
		آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اگرچہ اپنی تبلیغی توجہ اہلِ مکّہ سے ہٹا کر قبائل کی طرف مبذول فرما دی تھی۔ پھر بھی اہلِ مکّہ ایذا رسانی سے باز نہ آتے تھے۔ آپؐ جہاں کہیں بھی جاتے۔ ابولہب پیچھے پیچھے جاتا اور آپؐ کی تبلیغی مساعی میں رخنہ اندازی کرتا۔ یہی حال سب مشرکینِ مکّہ کا تھا۔ کبھی آپؐ کے راستے میں کانٹے بچھاتے اور کبھی آپؐ پر نجاست پھینک کر خوش ہوتے۔ مگر بفضل تعالیٰ اسلام کی روشنی کفّارِ مکّہ کی ان بندشوں سے بے نیاز چاروں طرف پھیلتی رہی۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی پیغمبرانہ کوششوں سے تبلیغ اسلام کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔
سنہ ۱۱ بعثت مطابق ۳ سنہ قبل ہجرت اگست ستمبر ۶۱۹ء	۵۰ سال (تقریباً)	**سوید بن صامت کا ایمان لانا**
		مدینہ منوّرہ کے انصار کا اصلی وطن یمن تھا۔ اور قحطان کے خاندان سے تھے۔ یمن میں جب مشہور سیلاب یعنی "سیل عرم" کی وجہ سے تباہی پھیلی۔ تو یہ لوگ یمن سے نکل کر مدینہ میں آکر آباد ہو گئے۔ یہ دو بھائی تھے۔ جن کا نام اوس اور خزرج تھا۔ مدینہ کے انصار انہی کی اولاد ہیں۔ یہ خاندان جب یثرب (مدینہ) میں آیا۔ تو اس وقت اہلِ یہود کا کافی اثر و اقتدار تھا۔ مدینہ کے آس پاس کے مقامات یہودیوں کے

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
قبضہ میں تھے۔ ان کے ہاں دولت کی فراوانی تھی۔ اہلِ یہود دین چونکہ بیس،[2] اکیس[21] قبیلے بن گئے تھے۔ اس لئے دُور دُور تک انہوں نے بستیاں آباد کرلی تھیں۔ انصار ایک عرصہ تک یہودیوں سے الگ رہے۔ مگر بالآخر ان کے حلیف بن گئے۔ ایک مدّت تک یہ حالت قائم رہی۔ لیکن انصار کے خاندان بڑھنے اور طاقتور ہونے کے باعث اہلِ یہود کو اپنا اقتدار بچانے کی فکر دامنگیر ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے انصار سے یہ معاہدہ توڑ دیا۔ انصار نے مدینہ کے گرد و نواح میں کثرت سے چھوٹے چھوٹے قلعے بنا لئے تھے۔ اوس اور خزرج کی اولاد ایک مدّت تک باہم متحد رہی۔ لیکن پھر عرب کی جنگجویانہ فطرت کے مطابق اِن میں خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں۔ اور سخت خونریز لڑائیاں ہوئیں۔ سب سے آخر جو زبردست معرکہ ہُوا۔ اور دونوں خاندانوں کے نامور لوگوں کے خاتمے کا باعث بنا۔ اُس کو عرب مورّخین بعاث کے نام سے موسُوم کرتے ہیں۔ انصارِ مدینہ کے قبیلہ خزرج میں ایک شخص سوید بن صامت تھا۔ اِس کو کہیں سے "امثالِ لقمان" کا نسخہ ہاتھ لگ گیا تھا۔ علاوہ ازیں وہ شاعری اور جنگ آوری میں بھی نہایت ممتاز تھا۔ جسکی وجہ سے وہ اپنی قوم میں "کامل" کے لقب سے مشہور تھا۔ جن دنوں حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم طائف سے واپسی کے بعد مختلف قبائل میں تبلیغِ اسلام کا دَورہ فرما رہے تھے۔ اور فرداً فرداً ہر قبیلہ کے پاس جاکر دعوتِ اسلام دے رہے تھے۔ آپؐ کی مُلاقات سوید بن صامت سے ہُوئی۔ حضورؐ نے اُسے دعوت اسلام دی۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سوید بولا:- "شاید جو آپؐ کے پاس ہے۔ وُہی میرے پاس ہے"۔ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:- "تمہارے پاس کیا ہے؟" سوید نے عرض کیا:- "حکمتِ لقمان"۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:- "بیان کرو"۔ اُس نے کچھ عُمدہ اشعار سُنائے۔ جن میں حکمتِ لُقمان کے مضامین بیان کئے گئے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ سُن کر فرمایا:- "یہ عقل کی باتیں ہیں۔ مگر میرے پاس حکمتِ لُقمان نہیں، قُرآن حکیم ہے"۔ پھر حضورؐ نے سوید بن صامت کو قرآن حکیم کی چند آیات سنائیں۔ سوید کا دل اسلام کی طرف مائل ہو گیا۔ اور اُس نے بلا تأمّل اسلام قبول کر لیا۔ لیکن مدینہ واپس پہنچ کر اپنے قبیلہ کے ہاتھوں قتل ہو گیا۔ سوید مدینہ کا پہلا نوجوان تھا۔ جو آنحضرت صلعم کی دعوت سے متأثر ہُوا۔
″	″	مدینہ میں اسلام کا آغاز ——— ایاس بن معاذ کا قبولِ اسلام اوس اور خزرج کے خُونریز معرکوں میں جب قبیلہ اوس کو شکست ہُوئی۔ تو اوس کے عمائد، قُریش مکّہ کے پاس گئے۔ کہ خزرج کے مقابلہ میں اُن کو اپنا حلیف بنائیں۔ ایاس بن معاذ اس وفد کے رُکن تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جب وفد کی مکّہ میں آمد کی اطلاع ہُوئی۔ تو آپؐ اُن کے پاس تشریف لے گئے۔ اور وفد سے فرمایا:-

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"مَیں تمہیں ایسی شئے دینا چاہتا ہُوں۔ جو تمہارے لئے موجبِ فلاح و کامرانی ہے۔ کیا تم اُس شئے کو حاصل کرو گے؟" یثرب کے وفد نے کہا:۔ "وہ کیا ہے؟" آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:۔ "مَیں اللہ کا رسول ہُوں۔ اللہ نے مجھے اپنی مخلوق کے پاس بھیجا ہے۔ مَیں اللہ کے بندوں کو اللہ کی بندگی کی طرف دعوت دیتا ہُوں۔ اَور غیر اللہ کی بندگی سے روکتا ہوں۔ مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرمائی ہے۔" اس کے بعد حضور پُرنور صلعم نے قرآن حکیم کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔ حضرت ایاسؓ بن معاذ پر قرآن حکیم کا بڑا اثر ہُوا۔ اُنہوں نے اپنے لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔ "خُدا کی قسم! تُم جس غرض کے لئے آئے ہو۔ یہ کام اس سے بدرجہا بہتر ہے۔" انس بن رافع سالارِ قافلہ تھا۔ اُس نے کنکریاں اُٹھا کر حضرت ایاسؓ بن معاذ پر ماریں۔ اَور کہا:۔ "زبان بند کرو۔ ہم جس کام کے واسطے آئے ہیں۔ ہمیں وُہی کرنا چاہیئے۔ ہم اس کام کے لئے نہیں آئے۔" وفد کے واپس یثرب پہنچنے کے بعد ایاسؓ بن معاذ انتقال کر گئے۔ لوگوں کا بیان ہے۔ کہ مرتے وقت حضرت ایاسؓ کی زبان پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا جاری تھی۔ آپ کا انتقال آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہجرت سے پہلے ہی ہو گیا تھا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
"	"	**ضماد ازدی کا حلقہ بگوشِ اسلام ہونا** ضماد ازدی یمن کے باشندے تھے۔ اور اہلِ عرب میں جھاڑ پھونک کے لئے مشہور تھے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بابت سُنا۔ کہ حضورؐ پر جِنات کا اثر ہے۔ تو وہ آنحضرت صلعم کے علاج کے لئے مکہ آئے۔ حضورؐ سرورِ دو عالم سے ملے۔ اور عرض کیا:۔ آپؐ میرے سامنے بیٹھ جائیں۔ اور میرا منتر غور سے سُنیں۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔ "پہلے جو مَیں پڑھوں۔ اُسے غور سے سُن لو۔" پھر حضورؐ نے پڑھنا شروع کیا:۔ الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینه من یهده اللہ فلا مضل له ومن یُضلِلْه فلا هادی له وَاَنِّی اشهد ان لا اله الا اللہ وحده لا شریك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله۔ مفہوم:۔" تمام ثنا و صفت کا مستحق اللہ ہے۔ ہم اُس کی حمد کرتے ہیں اور ہر کام میں اُس کی مدد کے طلبگار ہوتے ہیں۔ جسے اللہ راہِ ہدایت دکھا دیتا ہے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے اللہ ہی راہ نہ دکھائے اُسے کوئی راہ پر نہیں لا سکتا۔ مَیں یہ بتاتا ہُوں کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کرنی چاہیئے۔ وہ ایک ہے اور شریک کار سے بے نیاز ہے اور مَیں یہ کہتا ہُوں کہ محمدؐ اُس کا بندہ اور رسول ہے۔" ضماد پر ان کلمات کا بے حد اثر ہُوا۔ اس نے یہ کلمات دوبارہ بلکہ سہ بارہ پڑھنے کی درخواست کی۔ آنحضرت صلعم نے ضماد کی استدعا پر دو تین

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		مرتبہ یہ کلمات تلاوت فرمائے۔ غرضیکہ تین دفعہ سُننے کے بعد حضرت ضماد بے اختیار بول اُٹھے :- "مَیں نے بہتیرے کاہن اور جادُوگر دیکھے۔ بہت شاعروں کا کلام سُنا۔ لیکن ایسا کلام تو مَیں نے کسی سے بھی نہیں سُنا۔ یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں۔ محمدؐ! خدارا اپنا ہاتھ بڑھائیے۔ کہ مَیں اسلام کی بیعت کر لُوں۔" پھر حضرت ضمادؓ مشرف باسلام ہو گئے۔
۲۷ رجب سنہ ۱۰ بعثت مطابق سنہ ۲ قبل ہجرت مطابق ۸ مارچ سنہ ۶۲۰ء	۵۰ سال ۴ ماہ ۱۹ دن	**اسراء ـــــ معراج** "اسراء" کے معنی شب میں لے جانے کے ہیں۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا وہ بے نظیر شرف اور حیرت زا واقعہ، جس میں اللہ تعالےٰ نے اپنے نبیؐ کو اپنی نشانیاں دکھانے کے لئے ملاءِ اعلیٰ تک سیر کرائی۔ چُونکہ شب کے ایک حصّہ میں پیش آیا تھا۔ اس لئے "اسراء" کہلاتا ہے۔ "معراج" عروج سے مشتق ہے۔ جس کے معنی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں۔ اور اسی لئے معراج زینہ کو بھی کہتے ہیں۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے چونکہ شب میں ملاءِ اعلیٰ کے منازلِ ارتقا طے فرماتے ہُوئے سبع سمٰوات، سدرۃ المنتہیٰ اور اس سے بھی بلند ہو کر آیاتِ الٰہی کا مشاہدہ فرمایا۔ اس لئے اس باجبروت اور پُرعظمت واقعہ کو معراج سے تعبیر کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم کی سُورۂ بنی اسرائیل میں ہے :- سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا پاکی ہے اُس ذات کے لئے جس نے اپنے بندے (یعنی پیغمبرِ اسلام) کو راتوں رات مسجدِ الحرام سے مسجدِ اقصیٰ تک، کہ اس کے

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن

حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ — اطراف کو ہم نے بڑی ہی برکت دی ہے،
اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ — سیر کرائی اور اس لئے سیر کرائی کہ اپنی نشانیاں
(بنی اسرآءیل - آیت ۱) — اسے دکھائیں بلاشبہ وہ ذات ہے جو سننے والی
اور دیکھنے والی ہے۔

پھر قرآن حکیم کی سورۂ والنجم میں ارشاد ہوتا ہے :-

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ — شاہد ہے ستارہ جبکہ غروب ہو، تمہارا رفیق نہ
وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ — گمراہ ہوا اور نہ بھٹکا، اور نہیں بولتا اپنے نفس
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ — کی خواہش سے یہ نہیں ہے مگر حکم جو اس کو بھیجا
الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ — گیا ہے۔ اس کو بتلایا ہے سخت قوتوں والے
بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ؕ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ — زورآور (فرشتہ) نے (کہ یہ خدا کی وحی ہے) جو
فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى — سیدھا بیٹھا اور تھا وہ آسمان کے اونچے کنارہ
اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ؕ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ — پر، پھر وہ قریب ہوا، پس جھک آیا پھر رہ گیا
مَا رَاٰى ۝ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ — (دونوں کے درمیان) دو کمان بلکہ اس سے بھی
وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ — نزدیک کا فرق پس خدا نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ
سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝ عِنْدَهَا جَنَّةُ — علیہ وآلہٖ وسلم) پر وحی نازل فرمائی جو بھی وحی بھیجی،
الْمَاْوٰى ؕ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا — اس (بندہ) نے جو دیکھا اس کی، دل نے جھوٹ
يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ — نہیں کہا یعنی آنکھ کی دیکھی بات کو جھٹلایا نہیں
لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝ — بلکہ تصدیق کی، تو کیا تم اس اس پر جھگڑتے ہو
(سورۃ النجم - آیت ۱ تا ۱۸) — جو اس نے خود دیکھا ہے (یعنی واقعہ پر جھگڑتے ہو)

اور اس (بندہ) نے خدا کو دیکھا ایک (خاص) نزول کے ساتھ جبکہ وہ بندہ سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک موجود تھا جس کے پاس آرام سے رہنے کی بہشت (جنت الماویٰ) ہے اس وقت سدرہ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		(بیری کا درخت) پر چھا رہا تھا جو کچھ چھا رہا تھا اُس رویت کے وقت نہ نگاہ بہکی اور نہ حد سے متجاوز ہوئی، بلاشبہ اُس (بندہ) نے (اس حالت میں) اپنے پروردگار کے بڑے بڑے نشان دیکھے ۔ محدثین کے نزدیک سورۂ بنی اسرائیل میں واقعہ اسراء بیت المقدس تک کی سیر سے متعلق اور سورۂ والنجم میں ملاءِ اعلیٰ تک کے عروج کا ذکر ہے۔ یہ بے نظیر و حیرت زا واقعہ کس مہینہ اور نبوت کے کس سال میں پیش آیا۔ اس کے تعین میں اگرچہ متعدد اقوال مذکور ہیں تاہم ان دو باتوں پر سب جلیل القدر محدثین و مورخین کا اتفاق ہے۔ کہ واقعہ معراج ہجرت سے قبل اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات کے بعد وقوع پذیر ہوا حضرت عائشہ صدیقہؓ کی روایت کے مطابق حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال ہجرت سے تین سال قبل اور ایک دوسری روایت کے مطابق نماز پنجگانہ کی فرضیت سے پہلے ہو چکا تھا۔ واقعہ ہجرت بالاتفاق ۱۳ نبوت میں پیش آیا۔ سوان حقائق کی روشنی میں واقعہ معراج اُم المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے انتقال اور ہجرت کے درمیانی عرصہ تین سال کے اندر ہی وقوع میں آیا۔ قاضی سلمان منصور پوری مؤلف "رحمۃ اللعالمین" کی تصریح کے مطابق معراج ۱۰ نبوت میں ہوا۔ اسی طرح تاریخ اور مہینہ کے متعلق بھی متعدد اقوال موجود ہیں۔ مگر راجح قول یہ ہے۔ کہ رجب کی ستائیس تاریخ کو معراج ہوا۔ مزید علمائے جمہور کا اس پر کلی اتفاق ہے کہ معراج بدن اور روح کے ساتھ تھا۔ بحکمِ تعالیٰ اوّل آنحضرت صلعم مسجد الحرام سے بیت المقدس تک تشریف لے گئے۔ وہاں نماز میں آپؐ نے جماعتِ انبیاءؑ کی امامت فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو آسمانوں کی سیر کرائی۔ اور آپؐ انبیاءؑ

واقعاتِ عظیمہ	عُمر مبارک	سَن
سے مختلف مقامات پر ملتے ہُوئے سدرۃ المنتہیٰ اَور بیتِ معمُور تک پہنچے۔ جہاں آپؐ کو قُربِ حضوری حاصل ہُوا۔ اَور گوناگوں وحی سے مشرّف ہُوئے۔ اِس واقعہ عظیمہ کے متعلق بخاری و مسلم میں منقول صحیح، مشہور اَور مقبُول روایات کا مجمُوعی بیان یہ ہے کہ:۔ "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک صُبح کو ارشاد فرمایا کہ گذشتہ شب میرے خدا نے مجھ کو اپنے خاص مجد و شرف سے نوازا جس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ شبِ گذشتہ جبکہ مَیں سو رہا تھا۔ رات کے ایک حصّہ میں جبرئیلؑ آئے اَور مُجھ کو بیدار کیا ابھی پُوری طرح جاگ بھی نہ پایا تھا کہ حرم کعبہ میں اٹھا لائے اَور تھوڑی دیر لیٹا تھا کہ پُوری طرح بیدار کر کے اوّل میرا سینہ چاک کیا اَور (ملاءِ اعلیٰ کے ساتھ مناسبتِ تام پیدا کرنے کے لئے عالمِ دُنیا کی کدُورتوں کو) دھویا اَور ایمان و حکمت سے بھر دیا۔ اس کے بعد حرم کے دروازہ پر لایا گیا اَور وہاں جبرائیلؑ نے میری سواری کے لئے "خچر" سے کچھ چھوٹا جانور براق پیش کیا جو سپید رنگ تھا جب میں اس پر سوار ہو کر روانہ ہُوا تو اس کی سُبک رفتاری کا یہ عالم تھا کہ حدِ نگاہ اَور حدِ رفتار یکساں نظر آتی تھی کہ اچانک بیت المقدس جا پہنچے۔ یہاں جبرائیلؑ کے اشارہ پر براق کو مسجد کے دروازہ کے اس حصّہ سے باندھ دیا جس سے انبیاءِ بنی اسرائیل مسجد اقصیٰ کی حاضری پر اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے (اَور جو اُس وقت تک بطور یادگار قائم تھا) پھر میں مسجد اقصیٰ میں داخل ہُوا۔ اَور دو رکعات پڑھیں اب یہاں سے ملاءِ اعلیٰ کی طیاری شروع ہُوئی تو اوّل جبرائیلؑ نے میرے سامنے دو پیالے پیش کئے۔ ان میں سے ایک شراب (خمر) سے لبریز		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تھا اور دوسرا دودھ (للبن) سے، مَیں نے دودھ کا پیالہ قبول کیا، اور شراب کا پیالہ مسترد کر دیا، جبرائیلؑ نے یہ دیکھ کر کہا: آپؐ نے دودھ کا پیالہ قبول کرکے دینِ فطرت کو اختیار کیا، یعنی خدا کی جانب سے جو مَیں نے آپؐ کو یہ دو پیالے پیش کئے تو دراصل یہ تمثیل تھی دینِ فطرت اور دینِ زیغ کی مگر آپؐ نے اس حقیقت کو پہچان لیا اور دودھ کے پیالہ کو قبول فرما کر جو دینِ فطرت کی تمثیل تھا دینِ فطرت کو قبول فرما لیا۔ اس کے بعد ملاءِ اعلیٰ کا سفر شروع ہوا اور جبرائیلؑ کی ہمرکابی میں براق نے آسمان کی جانب پرواز کی، جب ہم پہلے آسمان (سماءِ دنیا) تک پہنچ گئے تو جبرائیلؑ نے نگہبان فرشتوں سے دروازہ کھولنے کو کہا نگہبان فرشتہ نے دریافت کیا، کون ہے؟ جبرائیلؑ نے کہا: مَیں جبرائیلؑ ہوں، فرشتہ نے دریافت کیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ جبرائیلؑ نے جواب دیا: محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرشتہ نے کہا: کیا خدا کے مدعو ہو کر آئے ہیں؟ جبرائیلؑ نے کہا: بیشک، فرشتہ نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا: ایسی ہستی کا آنا مبارک ہو۔ جب ہم اندر داخل ہوئے تو حضرت آدم (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی۔ جبرئیلؑ نے میری جانب مخاطب ہو کر کہا یہ آپؐ کے والد (اور نسلِ انسانی کے مورثِ اعلیٰ) آدم (علیہ السلام) ہیں، آپؐ ان کو سلام کیجئے، مَیں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے جوابِ سلام دیتے ہوئے فرمایا "مرحبا بالابن الصالح والنبی الصالح۔ خوش آمدید برگزیدہ بیٹے اور برگزیدہ نبی" اس کے بعد دوسرے آسمان تک پہنچے اور پہلے آسمان کی طرح سوال و جواب ہو کر دروازہ میں داخل ہوئے تو وہاں یحییٰ و عیسیٰ (علیہما السلام)

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سے ملاقات ہُوئی، جبرئیلؑ نے ان کا تعارف کرایا اور کہا کہ آپ سلام پر پیشقدمی فرمائیے، مَیں نے سلام کیا اور ان دونوں نے جواب دیتے ہوئے فرمایا "مرحبا بالاخ الصالح والنبی الصالح خوش آمدید اے برگزیدہ بھائی اور برگزیدہ نبی" پھر تیسرے آسمان تک پہنچ کر یہی مرحلہ پیش آیا اور جب مَیں آسمانِ ثالث میں داخل ہُوا تو حضرت یوسف (علیہ السلام) سے ملاقات ہوئی، جبرئیلؑ نے تقدیمِ سلام کے لئے کہا اور میرے سلام کرنے پر یوسف (علیہ السلام) نے بھی جوابِ سلام کے بعد یہی کلمہ کہا: "خوش آمدید اے برگزیدہ بھائی اور برگزیدہ نبی"۔ بعد ازاں چوتھے آسمان پر اس سوال وجواب کے ساتھ حضرت ادریس (علیہ السلام) سے ملاقات ہُوئی اور پانچویں آسمان پر حضرت ہارون (علیہ السلام) سے اور چھٹے آسمان پر موسیٰ (علیہ السلام) سے اسی طرح ملاقات ہُوئی لیکن جب مَیں وہاں سے روانہ ہونے لگا تو حضرت موسیٰؑ پر رقّت طاری ہوگئی۔ مَیں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا: مجھے یہ رشک ہُوا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ نے ایسی ہستی کو جو میرے بعد مبعوث ہُوئی یہ شرف بخش دیا کہ اس کی اُمّت میری اُمّت کے مقابلہ میں چند در چند زیادہ جنّت سے فیضیاب ہوگی۔ اس کے بعد سابق سوالات وجوابات کا مرحلہ طے ہوکر جب مَیں ساتویں آسمان پر پہنچا تو حضرت ابراہیم (علیہ السلام) سے ملاقات ہُوئی جو بیت معمور سے پُشت لگائے بیٹھے تھے اور جس میں ہر روز ستّر ہزار نئے فرشتے (عبادت کے لئے) داخل ہوتے ہیں، اُنہوں نے میرے سلام کا جواب دیتے ہُوئے فرمایا: "مبارک اے میرے برگزیدہ

سَن	عُمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		بیٹے اور برگزیدہ نبی"۔ یہاں سے پھر مجھ کو سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچایا گیا (تمہاری بول چال میں یہ ایک انتہا کی بیری کا درخت ہے) جس کا پھل (بیر) ہجر کی ٹھلیا کی برابر ہے اور جس کے پتّے ہاتھی کے کان کی طرح چوڑے ہیں۔ اس پر ملائکۃ اللہ جگنو کی طرح بے تعداد چمک رہے تھے اور خدا کی خاص تجلّی نے اس کو حیرت زا طلاء پر روشن و پُرکیف بنا دیا تھا۔
		اسی سفر میں مَیں نے چار نہروں کا بھی معائنہ کیا ان میں سے دو ظاہر نظر آتی تھیں اور دو باطن میں بہہ رہی تھیں، یعنی دو[2] نہریں جن کا نام نیل اور فرات ہے۔ آسمانِ دُنیا پر نظر پڑیں اور دو[2] نہریں جنّت کے اندر موجود پائیں اور ان مشاہدات کے بعد محمدؐ کو شراب (خمر) دُودھ اور شہد کے پیالے پیش کئے گئے اور مَیں نے دُودھ کو قبول کر لیا اس پر جبرئیلؑ نے مجھے بشارت سُنائی کہ آپ نے "دینِ فطرت" کو قبول کر لیا (یعنی جو ہر قسم کی کدُورتوں سے پاک اور شفاف ہے، عمل میں شیریں اور خوشگوار اور نتیجہ میں حد درجہ مفید اور احسن ہے)
		پھر خُدائے تعالیٰ کا خطاب ہُوا کہ تُم پر شبانہ روز پچاس نمازیں فرض قرار دی گئیں جب مَیں ان اسرارِ الٰہی کے مشاہدات سے فارغ ہو کر نیچے اُترنے لگا تو درمیان میں موسیٰ (علیہ السلام) سے مُلاقات ہُوئی اُنہوں نے دریافت کیا: معراج کا کیا تحفہ لائے؟ مَیں نے کہا: پچاس نمازیں۔ اُنہوں نے فرمایا: تمہاری اُمّت اس بارگراں کو برداشت نہ کر سکے گی اس لئے واپس جائیے اور تخفیف کی التجا کیجئے کیونکہ مَیں تم سے قبل اپنی اُمّت کو آزما چکا ہُوں چنانچہ مَیں درگاہِ الٰہی میں رجوع ہُوا

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اَور اللہ تعالیٰ کی جانب سے پانچ کی تخفیف ہوگئی، موسیٰ (علیہ السلام) تک لَوٹ کر آیا تو اُنہوں نے پھر اصرار کیا کہ اب بھی زیادہ ہیں اَور کم کراؤ اَور مَیں اسی طرح چند مرتبہ آتا جاتا رہا حتیٰ کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں مگر موسیٰ (علیہ السلام) مطمئن نہیں ہوئے اَور فرمایا مَیں بنی اسرائیل کا کافی تجربہ اَور ان کی اصلاح کر چکا ہوں اس لئے مجھے اندازہ ہے کہ آپ کی اُمت یہ بھی برداشت نہ کرسکے گی، اس لئے تخفیف کے لئے مزید عرض کیجئے۔ تب مَیں نے کہا کہ اب عرض کرتے شرم آتی ہے مَیں اب راضی برضا اَور اس کے فیصلہ کے سامنے سرِ نیاز جھکاتا ہوں۔ جب مَیں یہ کہہ کر چلنے لگا تو ندا آئی "ہم نے اپنا فرض نافذ کردیا اَور اپنے بندوں کے لئے تخفیف کردی یعنی مشیتِ الٰہی قبل ہی یہ فیصلہ کر چکی ہے کہ اُمتِ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پر بصورتِ ادا اگرچہ پانچ نمازیں فرض رہیں گی مگر ان کا اَجر و ثواب پچاس ہی کے برابر ہوگا اَور یہ تخفیف ہمارا فضل وکرم ہے۔"
		جب سبع السّمٰوات کی سیر سے واپسی ہوئی۔ تو آپؐ اوّلاً بیت المقدس میں اُترے۔ اَور پھر وہاں سے براق پر سوار ہو کر طلوعِ سحر سے پہلے مکّہ مکرّمہ پہنچ گئے۔ صبح آپؐ نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان فرمایا۔ مشرکین سُن کر حیران ہو گئے۔ اَور سب نے نہ صرف تعجب کیا۔ بلکہ اَز راہِ تمسخر تالیاں بھی بجائیں اَور اس بات پر بڑی حیرت ظاہر کرنے لگے۔ کہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ آپؐ ایک ہی رات میں مکّہ مکرّمہ سے بیت المقدس جا کر واپس آ گئے۔ قریش میں سے جن لوگوں نے بیت المقدس دیکھا ہُوا تھا۔ وہ بطورِ امتحان بیت المقدس کی نشانیاں دریافت کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس

سَن	عمرِ مُبارک	واقعاتِ عظیمہ
		آپؐ کی نظروں کے سامنے کر دیا۔ کفّار نے سوالات شروع کئے۔ آپؐ بیت المقدس کو دیکھتے جاتے اور اُن کے سوالات کا جواب دیتے جاتے۔ یہانتک کہ مشرکین کے پاس کوئی سوال ایسا نہ رہ گیا۔ جس کا اُنہیں تسلّی بخش جواب نہ ملا ہو۔ پھر کہنے لگے۔ راستہ کا کوئی واقعہ بتلائیے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کہ راستہ میں فلاں مقام پر مجھے ایک تجارتی قافلہ مِلا۔ جو شام سے مکّہ واپس آ رہا تھا۔ اس قافلہ کا ایک اُونٹ گُم ہو گیا تھا۔ جو بعد میں مِل گیا۔ اَور وہ قافلہ انشاء اللہ تعالیٰ تین دن کے بعد مکّہ پہنچ جائے گا۔ اَور ایک خاکستری رنگ کا اُونٹ سب سے آگے ہو گا۔ جس پر دو بورے لدے ہُوئے ہوں گے۔ چنانچہ تیسرے دن اسی شان سے وہ قافلہ مکّہ میں داخل ہُوا۔ اَور اُونٹ کے گُم ہونے کا واقعہ بھی بیان کیا۔ مگر ولید بن مغیرہ نے اسے محض جادُو کہا۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اگرچہ قریش آپؐ کا صِدق آنکھوں سے دیکھ اَور کانوں سے سُن چکے تھے۔ مگر بدسرشت اَب بھی تکذیب اَور عناد سے باز نہ آتے تھے۔ اَور پیغمبرِ اسلامؐ کی مخالفت سے قدم پیچھے نہیں کھینچتے تھے۔ یہ سب واقعہ سُن کر کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس پہنچے اَور کہا۔ کہ حضرت محمّد صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کہتے ہیں۔ کہ مَیں آج رات بیت المقدس گیا۔ اَور صُبح سے پہلے واپس آ گیا۔ کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرو گے؟ اُن کا خیال تھا۔ کہ حضرت ابوبکرؓ اس واقعہ پر یقین نہیں کریں گے۔ مگر اُن کی خواہش کے برعکس جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس بات کا یقین ہو گیا۔ کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے رات کے سفر کے متعلّق ایسا ہی ارشاد فرمایا ہے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں سے کہا۔ کہ اگر

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ تو بالکل سچ فرمایا ہے۔ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں اس سے بڑھ کر آپؐ کی بیان کردہ آسمانی خبروں کی صبح و شام تصدیق کرتا رہتا ہوں چنانچہ اسی روز سے آپؓ کا لقب صدیقؓ ہو گیا
		معجزہ حبسِ شمس
"	"	بیہقی کی ایک روایت میں ہے۔ کہ آپؐ نے یہ نشانی بتلائی تھی۔ کہ فلاں تجارتی قافلہ جو شام سے آ رہا ہے۔ وہ بدھ کی شام تک مکہ پہنچ جائے گا۔ جب بدھ کا دن آیا۔ تو اتفاق سے قافلہ نہ پہنچا۔ اور آفتاب غروب کے قریب ہو گیا۔ آپؐ نے حق تعالیٰ سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آفتاب کچھ دیر غروب ہونے سے رک گیا۔ یہاں تک کہ قافلہ آپؐ کی دی ہوئی خبر کے مطابق اسی روز شام کے وقت مکہ پہنچ گیا۔
		نمازِ پنجگانہ کی فرضیت
		نمازِ پنجگانہ کی فرضیت معراج کا وہ عظیم تحفہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ نے نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپؐ کی اُمت کے لیے عنایت فرمایا۔ تعداد میں فرض نمازیں اگرچہ پانچ ۵ ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا اجر پچاس ۵۰ نمازوں کے برابر ہے۔
		بلا ریب نماز اعلانِ نبوت کے ساتھ ہی فرض ہو گئی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت حضرت جبریلؑ کی اقتداء میں وضو کرنا اور نماز ادا کرنا سیکھ لیا تھا۔ مگر اس وقت صرف فجر اور عصر کی دو ۲ نمازیں ہی فرض ہوئی تھیں۔ چنانچہ آنحضرت صلعم شبِ معراج تک دو ۲ فرض نمازیں ہی ادا فرماتے رہے اور اہلِ ایمان

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کو یہی تعلیم دیتے رہے۔
		عُلماء کے نزدیک عقیدۂ توحید کے بعد نماز ہی اسلام کا وہ پہلا رُکنِ عظیم ہے۔ جو مسلمان پر سب سے پہلے فرض ہوتا اور سب سے آخر تک فرض رہتا ہے۔ نماز کی فرضیت صحّت و بیماری، خُوشی و غم، سفر و حضر اور خوف و خطر غرضیکہ کسی حالت میں بھی مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ موسم اور جگہ کی کوئی تبدیلی اور کوئی عارضہ ایسا نہیں جو مسلمان کو نماز کی معافی دیتا ہو۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ "نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سُرور ہے"۔ مزید فرمایا۔ "نماز مومن کی معراج ہے"۔
		نماز پنجگانہ کے اوقات کا تعیّن
		قرآن حکیم نے جہاں مسلمانوں کے لئے نماز کی فرضیت کا حکم فرمایا وہاں بوضاحت اوقات کا تعیّن بھی کیا۔ سُورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۷۸ میں ارشاد ہوتا ہے:۔
		أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ اللَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ۝ — آفتاب کے جُھکاؤ کے وقت رات کی تاریکی تک نماز کھڑی کر۔ اور فجر کی قرأت قائم کر۔ بے شک فجر کی قرأت میں حضُور ہوتا ہے۔
		اس آیتِ کریمہ میں سب سے اہم اور قابلِ تشریح لفظ "دُلُوک" ہے۔ جس کے اصل معنی جُھکنے اور مائل ہونے کے ہیں۔ چنانچہ "دُلُوکِ الشَّمس" یعنی آفتاب کے جُھکاؤ کو اوقاتِ صلوٰۃ کے تعیّن میں بڑی اہمیّت حاصل ہے۔ کیونکہ اَوجِ کمال پر پہنچ کر جب آفتاب ڈھلنا شروع ہوتا ہے۔ تو

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اس کے تین جھکاؤ ہوتے ہیں۔ پہلا ظہر کا، دوسرا عصر کا اور تیسرا مغرب کا۔ بالفاظِ دیگر صرف ایک لفظ "دُلُوك" کے اندر نماز کے تین اوقات کا تعین موجود ہے۔ چوتھی نماز "غَسَقِ اللَّیل" یعنی رات کی تاریکی۔ یہ بلاشبہ نمازِ عشاء ہے۔ اور پانچویں نماز کا وقت "قُرآنَ الفَجر" (صبح کا پڑھنا) بتایا گیا ہے۔ جس سے یقیناً نمازِ فجر مراد ہے۔
		مزید سورۂ طٰہٰ کی آیت ۱۳۰ میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:-
		فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ پس کافروں کے کہے پر صبر کر اور اپنے پروردگار کی حمد کی تسبیح پڑھ۔ آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے ڈوبنے سے پہلے اور رات کے کچھ حصوں میں اس کی تسبیح پڑھ اور دن کے کناروں میں تاکہ تو خوش رہے۔
		آیتِ مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے۔ کہ "آفتاب کے طلوع اور غروب سے پہلے" کے اوقات سے نمازِ فجر اور نمازِ عصر مراد ہیں۔ اسی طرح رات کے کچھ وقت سے نمازِ عشاء اور دن کے کناروں سے نمازِ فجر، نمازِ ظہر اور نمازِ مغرب۔
		اِس آیت کریمہ میں لفظ "اَطْرَافَ" قابلِ غور ہے۔ قواعدِ عربی کے مطابق جمع تین کے عدد سے شروع ہوتا ہے۔ دو پر جمع کا اطلاق نہیں ہوتا۔ یہاں چونکہ لفظ "اَطْرَاف" آیا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ یہ تعین دو سے زیادہ اوقات کے لئے ہے۔ مزید یہاں لفظ "اَطْرَاف" کے ساتھ لفظ "نَهَار" بھی موجود ہے۔ جو دن کے تین حصوں پر دلالت کرتا ہے۔ پہلا طلوعِ آفتاب جس سے دن کا آغاز ہوا۔ دوسرا دن کا وسط اور

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تیسرا غروبِ آفتاب یعنی جب دن ختم ہوگیا۔ اس سے ثابت ہُوا کہ یہاں نمازِ ظہر اور نمازِ مغرب کے علاوہ نمازِ فجر کا ذکر بھی موجود ہے۔ جو مکرّر کیا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم میں یہ ذکر کئی مقامات پر آیا ہے۔ یہاں چونکہ دو آیات ہی موضوعِ زیرِ بحث کو محیط ہیں، اس لئے انہی پر اکتفا کیا گیا۔ (وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ)
مابین اختتام سنہ ۱۰ بعثت آغاز سنہ ۱۱ بعثت مطابق سنہ ۲ قبل ہجرت مطابق سنہ ۶۲۰ء	۵۰ سال ۵ ماہ اور ۵۰ سال ۶، ۷ ماہ کے درمیان	**طفیل بن عمر دوسی کا مسلمان ہونا** انہی دنوں قبیلہ دوس کا سردار طفیل بن عمرو مکّہ آیا۔ اس کے خاندان کی نواحِ یمن میں رئیسانہ حکومت تھی۔ طفیل بذاتِ خود شاعر اور بڑا عقلمند شخص تھا۔ مکّہ والوں میں اس کی کافی قدر و منزلت تھی۔ چنانچہ اس کی آمد پر اہلِ مکّہ نے شہر سے باہر نکل کر اس کا استقبال کیا۔ اور طفیل کے شایانِ شان عزّت و تکریم میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ طفیل کے اپنے بیان کے مطابق اہلِ مکّہ نے اُسے حضور سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق بتایا کہ :- "یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے۔ اس سے ذرا بچنا۔ اسے جادو آتا ہے۔ جس کی وجہ سے باپ، بیٹے، زن، شوہر اور بھائی بھائی میں جُدائی ڈال دیتا ہے۔ اس نے ہماری یک جہتی اور اتحاد کو درہم برہم اور ہمارے کاموں کو ابتر کر دیا ہے۔ ہم نہیں چاہتے۔ کہ تمہاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے۔ اس لئے ہماری نصیحت یہ ہے۔ کہ اس شخص کے پاس بھی نہ بھٹکنا۔ نہ اس کی بات پر دھیان دینا۔ اور نہ خود بات چیت کرنا۔"

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
طفیل کا کہنا ہے:۔ "یہ باتیں اہلِ مکّہ نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کر دیں کہ جب مَیں کعبہ میں جانا چاہتا۔ تو کانوں میں رُوئی ٹھونس لیتا۔ مبادا کہ محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی آواز کی بھنک بھی میرے کانوں میں پڑ جائے۔ ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ مَیں علی الصُّبح خانہ کعبہ میں گیا۔ اُس وقت نبیٔ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نماز پڑھ رہے تھے، چونکہ خُدا کی مرضی یہ تھی۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی آواز میرے کانوں تک ضرور پہنچے۔ اس لئے مَیں نے سُنا۔ کہ آپؐ ایک نہایت ہی عجیب کلام پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت مَیں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا۔ کہ مَیں خُود شاعر ہُوں۔ باعلم ہُوں۔ اچھے بُرے کی تمیز رکھتا ہُوں، پھر کیا وجہ ہے؟ اَور کونسی رکاوٹ ہے؟ کہ مَیں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بات نہ سنُوں۔ اگر اچھی بات ہو گی تو قبُول کروں گا۔ ورنہ انکار کر دُوں گا۔ مَیں اس ارادہ سے ٹھہر گیا۔ آخر جب نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم گھر کو چلے۔ تو مَیں بھی آپؐ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ اَور جب مکان پر حاضر ہُوا۔ تو مَیں نے اپنا یہ تمام واقعہ حضورؐ سرکارِ دو عالم کو سُنایا۔ کہ مَیں کس طرح مکّہ میں آیا۔ لوگوں کے بہکانے سے کانوں میں پنبہ رکھ کر خانہ کعبہ میں آتا جاتا رہا۔ اَور آج حضُورؐ سے ایک عجیب پُر لطف کلام سُنا۔ جو میرے دِل میں گھر کر گیا ہے۔ اَور دربارِ رسالتؐ میں عرض کیا۔ کہ مجھے آپؐ اپنی بات سُنائیں۔ آنحضرت		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		صلی اللہ علیہ وسلم نے میری درخواست قبول فرماتے ہُوئے قُرآن حکیم پڑھا۔ بخدا۔ مَیں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سُنا ہی نہ تھا۔ جو اس قدر نیکی اور انصاف کی ہدایت کرتا ہو"۔
		الغرض طفیل اُسی وقت حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ یہ اللہ تعالےٰ کے پاک کلام کا اثر اور نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ صفات کا اعجاز تھا۔ کہ وُہی طفیل جنہیں قریش بات بات پر مخدوم و مطاع کہتے تھے، بات ہی بات میں حضورﷺ سرکارِ دو عالم کے دل وجان سے خادم و مطیع بن گئے۔ اگرچہ قُریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق گزرا تھا۔ مگر جناب طفیل قُریش کی ناراضگی کی پروا کیئے بغیر ایمان کی حلاوتوں سے آشنا ہو گئے۔
،،	،،	**ابُوذر غفاریؓ کا ایمان لانا**
		حضرت ابُوذر غفاری یثرب کے رہنے والے تھے۔ وہاں ہی اُنہوں نے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے متعلق کچھ اُڑتی سی خبر سُنی۔ تو حالات سے پُوری طرح آگاہ ہونے کے لئے اُنہوں نے اپنے بھائی انیس کو مکّہ بھیجا۔ اور کہا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل کر آئے۔
		انیس خُود ایک مشہور زبان آور اور فصیح شاعر تھا۔ بھائی کے حکم پر وہ مکہ آیا۔ نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا۔ اور پھر واپس یثرب جا کر اپنے بھائی سے کہا۔ کہ مَیں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک ایسا شخص پایا۔ جو نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ حضرت ابُوذر غفاریؓ نے بھائی سے یہ باتیں سُن کر کہا۔ کہ صرف اتنی خبر کافی نہیں۔ مَیں خُود جا کر حقیقتِ حال کا پتہ لگاتا ہُوں۔
		آخر ابُوذرؓ پیدل چل کر مکّہ پہنچے۔ حضرت ابُوذرؓ کو آنحضرت صلی اللہ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		علیہ وسلّم کی شناخت نہ تھی۔ اَور وہ کسی سے دریافت بھی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ زمزم کا پانی پی کر کعبہ میں ہی لیٹ رہے۔ حضرت علی مرتضیٰ رضؓ تشریف لائے۔ اَور حضرت ابوذرؓ کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ کہ تم مسافر معلوم ہوتے ہو۔ ابوذرؓ نے جواب دیا۔ ہاں مَیں مسافر ہُوں۔ حضرت علی مرتضیٰؓ نے کہا۔ کہ چلو میرے ہاں رات بسر کرو۔ اس پیش کش پر حضرت ابوذرؓ حضرت علیؓ کے ساتھ ہو لئے۔ اَور رات اُن کے گھر میں گزاری۔ مگر رات کو نہ حضرت علیؓ نے اُن سے کچھ پُوچھا نہ ہی اُنہوں نے اپنا مُدعا بیان کیا۔ جب صُبح ہُوئی۔ تو پھر کعبہ میں آ گئے۔ اَور دن بھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تلاش میں رہے۔ مگر چونکہ وہ کسی سے دریافت نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نہ مِل سکے۔ دوسری رات پھر حضرت علی رضؓ اُنہیں اپنے گھر لے گئے۔ اس رات اُنہوں نے حضرت ابوذرؓ سے پُوچھا۔ تم کون ہو، اَور یہاں کیوں آئے ہو؟ ابوذر غفاریؓ نے کہا:۔
		"مَیں آپ کو اپنی آمد کا مقصد بتائے دیتا ہُوں۔ لیکن اس بات کو اپنے تک ہی رکھئے گا۔ مَیں اُن صاحب کی بابت معلومات حاصل کرنا چاہتا ہُوں۔ جنہوں نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہے۔ مَیں نے اپنے بھائی کو اس غرض کے لئے بھیجا تھا۔ لیکن وہ یہاں سے کوئی تسلّی بخش بات لے کر نہیں گیا۔ اس لئے مَیں خُود چلا آیا۔"
		حضرت علی مرتضیٰؓ نے یہ سُن کر کہا۔ تم خُوب آئے۔ اَور یہ بہت اچھا ہُوا۔ کہ مجھ سے ملے۔ مَیں انہی کی خدمت میں جا رہا ہُوں۔ میرے ساتھ چلو۔ الغرض ابوذر غفاریؓ حضرت علی مرتضیٰؓ کے ساتھ آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہنچے۔ اَور عرض کیا۔ مجھے سمجھائیے کہ اسلام کیا ہے؟

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں اسلام کی تلقین کی۔ حضرت ابوذرؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ حضورؐ نے فرمایا:۔ "ابوذرؓ ابھی اس بات کو چھپائے رکھو۔ اور اپنے وطن واپس چلے جاؤ۔ جب تمہیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے تب آجانا" حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا:۔ "پہلے تو اس خیال سے اپنے آنے کا مقصد چھپایا تھا۔ کہ دشمنوں کے ہاتھوں میں نہ پڑ جاؤں اور سیدھا آپؐ کی خدمت اقدس میں پہنچوں۔ لیکن اب کیا ڈر ہے۔ بخدا میں تو ان دشمنوں میں اسلام کا اعلان کر کے ہی وطن جاؤنگا"۔ چنانچہ حضرت ابوذرؓ کعبہ میں آئے۔ وہاں قریش جمع تھے حضرت ابوذرؓ نے سب کو سنا کر بآواز بلند کلمۂ شہادت پڑھا۔ کفّار نے کہا۔ مارو اس بے دین کو۔ چنانچہ کفّار اُن پر ٹوٹ پڑے۔ اور حضرت ابوذرؓ کو نیچے گرا لیا۔ کہ حضرت عباسؓ نے دیکھ لیا۔ اور کہا:۔ "یہ تو قبیلہ غفّار کا آدمی ہے۔ جہاں تم تجارت کو جاتے اور کھجوریں لاتے ہو"۔ لوگ یہ سنتے ہی ہٹ گئے۔ دوسرے دن پھر حضرت ابوذر غفّاریؓ نے لوگوں کو سنا کر کلمہ پڑھا۔ پھر لوگوں نے مارا۔ اور حسبِ سابق حضرت عباسؓ نے اُن کی جان بخشی کرائی۔ اس طرح دو۲ دن تک کلمۂ حق کا اعلان کرنے اور لوگوں کی سختی برداشت کرنے کے بعد حضرت ابوذر غفّاریؓ اپنے وطن واپس لوٹ گئے۔ آپ پہلے صحابیؓ ہیں جنہوں نے		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کلمۂ اسلام کو باآوازِ بلند پکار کر قریش سے مار کھائی اور اسلام کے لئے ہر سختی کو ہنسی خوشی برداشت کیا۔
ذی الحجہ ۱۱ھ بعثت مطابق ۲ھ قبل ہجرت مطابق جولائی ۶۲۰ء	۵۰ سال ۹ ماہ تقریباً	**مدینہ کے وفد کا قبولِ اسلام — اسبابِ ہجرت** مدینہ منوّرہ میں زیادہ آبادی قبیلہ اوس اور خزرج کی تھی۔ جو مشرک اور بُت پرست تھے۔ ان کے ساتھ یہودی رہتے تھے۔ جو اہلِ کتاب اور اہلِ علم تھے۔ اقلیت میں ہونے کی وجہ سے یہودی جب کبھی قبیلہ اوس اور خزرج سے کوئی تکلیف اُٹھاتے۔ اور کسی جھگڑے میں شکست کھاتے۔ تو کہا کرتے کہ اب نبئ آخر الزّمان ﷺ کی بعثت کا وقت قریب آگیا ہے۔ اُن کے مبعوث ہونے پر ہم اُن کا اتباع کریں گے اور اُن کے ساتھ مل کر تم لوگوں کو عاد اور ارم کی طرح تباہ و برباد کر دیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ اہلِ یہود کے ساتھ قبیلہ اوس اور خزرج کے لوگ بھی نبئ آخر الزّماں ﷺ کی آمد سے آگاہ تھے۔ یہ نبوّت کا گیارہواں سال تھا۔ کہ موسمِ حج پر قبیلہ خزرج کے کچھ لوگ مکّہ مکرّمہ آئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ان دنوں قبائل میں تبلیغِ اسلام کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک رات حضور ﷺ نے مکّہ سے چند میل دُور مقامِ عقبہ پر کچھ لوگوں کو باتیں کرتے سُنا۔ آپ ﷺ حسبِ معمول ان لوگوں کے پاس تشریف لے گئے۔ اور اسلام کی دعوت دی۔ آپ ﷺ نے اُن کے سامنے قرآنِ حکیم تلاوت کرنے کے بعد خُدا کی عظمت و جلال کا بیان شروع فرمایا۔ اور نیکی اور پاکیزگی کی تعلیم دے کر بُرے کاموں سے منع فرمایا۔ یہ کُل چھ آدمی تھے۔ اور یثرب سے آئے تھے۔ اِن لوگوں نے آپ ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیا۔ اور آپس

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		میں ایک دُوسرے کو مخاطب کر کے کہنے لگے۔ کہ خُدا کی قسم یہ وُہی نبیؐ ہیں۔ جن کا ذکر اکثر اہلِ یہود کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپؐ کی تبلیغ سے متأثر ہو کر وہ پاک نفس آدمی اُسی وقت مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد اُنہوں نے آپؐ سے مدینہ جا کر تبلیغِ اسلام کی اجازت چاہی۔ اَور جب وہ لوٹ کر اپنے وطن گئے۔ تو ہر ایک کو یہ خُوشخبری سُناتے پھرتے۔ کہ وہ نبیٔ برحق، جس کا تمام عالم کو انتظار تھا۔ آگیا ہے۔ ہماری آنکھوں نے اُس کے دیدار سے ٹھنڈک حاصل کی۔ اَور ہمارے کانوں نے اُس کا شیریں کلام سُنا۔ اُس نبیؐ نے ہمیں ہمیشہ زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا ہے۔ اَب دُنیا کی زندگی اَور موت ہماری نظر میں ہیچ ہے۔
		ان نیک نفس اصحاب کے نام یہ ہیں:-
		۱۔ حضرت ابوامامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہٗ
		۲۔ حضرت عوف بن الحارث رضی اللہ عنہٗ
		۳۔ حضرت رافع بن مالک رضی اللہ عنہٗ
		۴۔ حضرت قطبہ بن عامر بن حدیدہ رضی اللہ عنہٗ
		۵۔ حضرت عقبہ بن عامر بن نابی رضی اللہ عنہٗ
		۶۔ حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہٗ
ذی الحجہ ۱۲ سنہ بعثت مطابق سنہ قبل ہجرت مطابق جولائی ۶۲۱ء	۵۱ سال ۹ ماہ تقریباً	بیعتِ عقبہ اولیٰ
		اِن پاک سرشت حضرات کے بشارت لے جانے کا نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا مبارک ذکر ہونے لگا۔ اَور ہر دل میں حضورؐ کے دیدار کی خُواہش مچلنے لگی۔ چنانچہ نبوّت کے بارہویں (۱۲) سال یثرب کے بارہ (۱۲) آدمی دربارِ رسالتؐ میں باریاب

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
ہونے کے لئے مکّہ آئے ۔ اِن بارہ ۱۲ اصحاب میں سے حضرت سعد بن ربیع رضؓ کے علاوہ پانچ ۵ تو وُہی تھے ۔ جو گزشتہ سال دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہو چکے تھے ۔ دیگر سات ۷ اصحاب کے نام یہ ہیں :۔		
۱ ۔ حضرت ذکوان بن عبد قیس رضی اللہ عنہٗ		
۲ ۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہٗ		
۳ ۔ حضرت خالد بن مخلد رضی اللہ عنہٗ		
۴ ۔ حضرت عباس بن عبادہ رضی اللہ عنہٗ		
۵ ۔ حضرت معاذ بن الحارث رضی اللہ عنہٗ		
۶ ۔ حضرت ابوالہثیم مالک بن تیہان رضی اللہ عنہٗ		
۷ ۔ حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہٗ		
اِن بارہ ۱۲ حضرات نے مندرجہ ذیل باتوں پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعیت کی :۔		
۱ ۔ ہم خُدائے واحد کی عبادت کیا کریں گے ۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں گے ۔		
۲ ۔ ہم چوری اور زنا نہیں کریں گے ۔ اور نہ اولاد (لڑکیوں) کو قتل کریں گے ۔		
۳ ۔ ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہ لگائیں گے ۔ اور نہ کسی کی چغلی کھائیں گے ۔		
۴ ۔ اور ہم نبی ؐ کی اطاعت ہر اچھی بات میں کیا کریں گے ۔		
جب یہ اصحاب مندرجہ بالا باتوں پر بعیت کر کے واپس مدینہ جانے لگے ۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عبداللہ بن مکتوم ؓ اور حضرت مصعب ؓ بن عمیر کو قرآنِ حکیم کی تعلیم دینے اور اسلام کے احکام سکھانے		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
کے لئے اِن کے ہمراہ کیا۔ مدینہ پہنچ کر دونوں مبلّغینِ اسلام نے حضرت اسعد بن زرارہؓ کے گھر میں قیام کیا۔ قبولِ اسلام سے پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ ایک امیر گھرانے کے چشم و چراغ ہونے کے باعث جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے اور ہمیشہ قیمتی پوشاک زیبِ تن رکھتے تھے۔ مگر جب اسلام قبول کیا۔ تو حد درجہ سادگی اختیار کر لی جن دنوں آپ مدینہ میں دینِ حقّہ کی منادی کرتے۔ اور تبلیغ اسلام کیا کرتے۔ اُن دنوں صرف ایک کمبل اپنے کاندھوں پر اگلی طرف ڈال کر کیکر کے کانٹوں کے ساتھ اٹکا لیا کرتے۔ اور دیوانہ وار تبلیغ اسلام میں مگن رہتے۔ آپ مسلمانانِ مدینہ کو اپنی امامت میں نماز بھی پڑھاتے۔ ایک دفعہ حضرت مصعبؓ بن عمیر مقام بیر مرق پر لوگوں کے مجمع میں دعوتِ اسلام دے رہے تھے۔ کہ اسید بن حضیر تلوار لے کر پہنچے اور کہا:۔ "آپ کیوں ہمارے بچّوں اور عورتوں کو بہکاتے ہیں۔ بہتر یہی ہے۔ کہ آپ یہاں سے چلے جائیں"۔ یہ سُن کر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اسید سے فرمایا:۔ "آپ تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھیں۔ اور جو مَیں کہوں اُسے غور سے سُنیں۔ اگر میری بات پسند آئے۔ تو قبول کر لیں۔ اور اگر ناپسند ہو۔ تو کنارہ کشی اختیار کریں"۔ یہ بات سُن کر اسید بن حضیر اُن کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اُن کے سامنے اسلام کے محاسن بیان فرمائے۔ اور قرآن حکیم کی تلاوت کی۔ اسید نے سُن کر کہا:۔		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
"کیا ہی عُمدہ اور کیا ہی بہتر کلام ہے۔" پھر پُوچھا:۔ "کہ اس دین میں داخل ہونے کا طریقہ کیا ہے؟" حضرت مصعبؓ نے فرمایا:۔ "اوّل جسم اور کپڑوں کو پاک کرو۔ پھر کلمہ شہادت پڑھو اور نماز ادا کرو۔" اُسید بن حصیر نے ایسا ہی کیا۔ اور مسلمان ہوگئے۔ پھر سعد بن معاذ کو حضرت مصعبؓ کی خدمت میں بھیجنے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حصیر اُن قبائل کے سردار تھے۔ جنہوں نے ابھی اسلام قبُول نہیں کیا تھا جب ان دونوں کو حضرت مصعبؓ کی تبلیغی سرگرمیوں کی خبر ہُوئی۔ تو سعد بن معاذ نے اُسید بن حصیر کو بھیجا۔ کہ وہ جا کر حضرت مصعبؓ کو تبلیغِ اسلام سے روکیں۔ اسید بن حصیر اگرچہ اِس غرض کے لئے آئے تھے۔ مگر اپنی آمد کے مقصد کے برعکس حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ اور اب سعد بن معاذ کی باری تھی۔ الغرض جب اُسیدؓ واپس تشریف لائے۔ تو سعد بن معاذ نے انہیں دیکھ کر کہا۔ کہ "تم وہ پہلے اُسیدؓ معلوم نہیں ہوتے۔" حضرت اُسیدؓ نے فرمایا۔ "مَیں نے اُن کی باتوں میں کوئی حرج نہیں پایا۔" یہ سُن کر سعد بن معاذ کو غصّہ آگیا۔ اور تلوار سونت کر خُود وہاں پہنچا۔ اور حضرت اسعد بن زرارہؓ سے مخاطب ہو کر کہا:۔ "اگر تم سے میری قرابت نہ ہوتی۔ اور تم میرے خالہ زاد بھائی نہ ہوتے۔ تو مَیں ابھی تلوار سے تمہارا کام تمام کر دیتا۔ تم قوم کو بہکانے		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے لیئے ان لوگوں کو یہاں کیوں لائے ہو؟"
		حضرت مصعبؓ نے کہا :۔
		"اے سعد کیا یہ ممکن نہیں۔ کہ تم کچھ دیر بیٹھ کر میری بات سُنو۔ اگر پسند آئے۔ تو قبول کر لینا۔ ورنہ پھر جو چاہو کرنا۔"
		سعد بن معاذ یہ بات سُن کر بیٹھ گئے۔ حضرت مصعبؓ نے اُن کے سامنے بھی اسلام پیش کیا۔ اور قرآن حکیم کی تلاوت فرمائی۔ یہ پاکیزہ کلام سُنتے ہی سعد بن معاذ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ غصّہ یک لخت کافور ہو گیا۔ اور اُن کا دل خود بخود اسلام کی کشش محسوس کرنے لگا۔ کہنے لگے۔ "اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟" حضرت مصعبؓ نے وُہی طریقہ بتلایا۔ جو وہ پہلے اُسیدؓ کو بتلا چکے تھے۔ چنانچہ سعد بن معاذ نے ایسا ہی طریقہ کیا۔ کلمۂ شہادت پڑھا اور اسلام لے آئے۔
		حضرت سعد بن معاذؓ قبولِ اسلام کے بعد سیدھے اپنی قوم کی مجلس میں پہنچے۔ لوگوں نے اُن کے بدلے ہُوئے تیور دیکھ کر قیاس کر لیا۔ کہ یہ وہ سعد بن معاذؓ نہیں جو برہنہ تلوار لے کر حضرت مصعبؓ کے پاس گئے تھے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے مجلس میں پہنچتے ہی اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہُوئے کہا :۔
		"اے بنی عبد الاشہل۔ تم لوگوں کی میرے متعلق کیا رائے ہے؟"
		سب لوگوں نے کہا :۔
		"تُم ہمارے سردار ہو۔ تمہاری رائے اور تمہاری تلاش بہتر اور اعلیٰ ہے۔"
		سعدؓ نے کہا :۔

سن	عمرِ مُبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"تو سُنو۔ خدا کی قسم! مَیں تم سے اُس وقت تک کلام نہ کروُں گا جبتک کہ تم سب مرد اور عورتیں اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان نہ لے آوٗ"۔ حضرت سعدؓ کے کہنے کا یہ اثر ہُوا۔ کہ بنی الاشہل میں شام تک کوئی فرد ایسا نہ رہا۔ جس نے اسلام قبول نہ کر لیا ہو۔ سوائے ایک شخص عمرو بن ثابت کے جن کا لقب اُصیرم تھا۔ یہ جنگِ اُحد کے دن اسلام لائے۔ جہاد کے لئے معرکۂ قتال میں پہنچے اور شہید ہُوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کے جنّتی ہونے کی بشارت دی۔ یہ واحد شخص ہیں جنہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی۔ اور شہادت کا درجہ حاصل کر کے جنّت میں پہنچ گئے۔ (وما توفیقی الاّ باللہ)
۱۳ بعثت مطابق تقریبًا اڑھائی تین ماہ قبل ہجرت مطابق جُون ۶۲۲ء	۵۲ سال ۹ ماہ تقریبًا	**بیعتِ عقبہ ثانیہ** حضرت مصعبؓ کی انتھک تبلیغی کوششوں سے اسلام کا چرچا انصار کے تمام قبائل میں پھیل گیا جس کے نتیجے میں نبوّت کے تیرھویں سال قبیلہ اوس اور خزرج کے مشرکین میں سے ۷۲ بہتّر مرد اور ۲ دوٗ عورتیں حضرت مصعبؓ اور دیگر مسلمانوں کے ہمراہ بغرض ادائے حج مکّہ مکرّمہ کے لئے روانہ ہُوئے۔ ان لوگوں کے آنے کی غرض یہ تھی۔ کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اپنے شہر آنے کی دعوت دیں۔ اور آنحضرت صلعم کو ہر قسم کی امداد و اعانت کا یقین دلائیں۔ چنانچہ راستبازوں کا یہ گروہ رات کی تاریکی میں اُسی مقام پر پہنچ گیا۔ جہاں ۲ دوٗ سال سے یثرب کے مسلمان حاضر ہُوا کرتے تھے۔

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
حضور سرورِ دو عالم صلعم حضرت عباسؓ کے ہمراہ اس گروہ کے پاس پہنچے۔ حضرت عباسؓ نے (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) اِن لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔ "تم لوگوں کو معلوم ہے۔ کہ مکّہ کے لوگ آنحضرت صلعم کے جانی دشمن ہیں۔ تم لوگ اگر نبیٔ کریم صلعم سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگو۔ تو پہلے سوچ لو۔ کہ یہ نہایت نازک اور کٹھن کام ہے محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) سے عہد و پیمان کرنا سُرخ و سیاہ لڑائیوں کو دعوت دینا ہے۔ اس لئے جو کچھ بھی کرو۔ خُوب سوچ سمجھ کر کرو۔ ورنہ بہتر ہے۔ کہ کچھ بھی نہ کرو۔" لوگ حضرت عباسؓ کا خطاب سُن کر خاموش رہے۔ پھر آنحضرت صلّی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اُن کو خُدا کا کلام پڑھ کر سُنایا۔ جس کے سُنتے ہی اُن کے دِل نُورِ ایمان سے روشن ہو گئے۔ پھر سب لوگوں نے دربارِ رسالتؐ میں عرض کی:۔ "خُدا کے نبیؐ، ہمارے شہر میں چل کر بسیئے۔ تاکہ ہم پُورا پُورا فیض حاصل کر سکیں۔" حضورؐ نے فرمایا:۔ "کیا تم دینِ حق کی اشاعت میں میری پُوری پُوری مدد کرو گے اور جب مَیں تمہارے شہر میں جا بسُوں تو میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی طرح کرو گے؟" لوگوں نے عرض کیا:۔ "ایسا کرنے کا ہمیں کیا معاوضہ ملے گا؟"		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		رسولِ کریم صلعم نے فرمایا:۔ "خدا کی خوشنودی، نجاتِ اُخروی اور بہشت۔" لوگوں نے عرض کیا:۔ "ہم خدا کے رسولؐ سے اس بات کی تسلّی چاہتے ہیں۔ کہ حضورؐ کبھی ہم کو چھوڑ نہ دیں گے۔" حضورؐ نے فرمایا:۔ نہیں۔ میرا جینا، میرا مرنا، تمہارے ساتھ ہوگا۔" آپؐ کی زبانِ معجز بیان سے یہ کلمات سُننے تھے۔ کہ عاشقانِ حق وصداقت والہانہ طور پر آپؐ کے دستِ مُبارک پر بیعتِ اسلام کرنے لگے۔ براءؓ بن معرور پہلے بزرگ تھے۔ جنہوں نے اس رات سب سے پہلے بیعت کی۔ جب سب بیعت کر چکے۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا:۔ "جس طرح عیسیٰؑ بن مریمؑ نے اپنے لئے بارہ ۱۲ اشخاص کو چُن لیا تھا۔ اسی طرح میں تم میں سے حضرت جبرائیلؑ کے اشارے پر بارہ ۱۲ نقیب منتخب کرتا ہوں۔ تاکہ تم واپس یثرب جاکر اسلام کی اشاعت کرو۔ مَیں مکّہ والوں کے لئے خود یہ کام کروں گا۔" پھر آپؐ نے قبیلہ بنو خزرج میں سے نو ۹ اور قبیلہ بنو اوس میں سے تین ۳ اشخاص کا انتخاب کیا۔ جن کے نام یہ ہیں:۔ قبیلہ بنو خزرج:۔ اسعد بن زرارہؓ، رافع بن مالکؓ، عبادہ بن صامتؓ، سعد بن ربیعؓ، منذر بن عمروؓ، عبداللہ بن رواحہؓ، براء بن معرورؓ، عبداللہ بن عمرو بن حرامؓ، سعد بن عبادہؓ۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		قبیلہ بنو اوس :۔ اُسید بن حضیرؓ، سعد بن خیثمہؓ، ابوالہیثم بن تیہانؓ۔
شب جمعہ ۲۷ صفر ۱۳ بعثت مطابق ۱۰ ستمبر ۶۲۲ء	۵۲ سال ۱۱ ماہ ۱۹ دن	**(۱) ہجرت ——— (مکہ سے غارِ ثور)** جس طرح نبوت کی ابتدا رویائے صادقہ سے ہوئی تھی۔ اسی طرح ہجرت کی ابتدا بھی رویائے صادقہ سے ہوئی۔ ابتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں ہجرت کی جگہ دکھلائی گئی۔ آپؐ نے خیال فرمایا۔ کہ یہ شہر یمامہ ہوگا۔ مگر وحی الٰہی نے مدینہ منورہ کا تعین کر دیا۔ اس کے بعد آپؐ نے بحکمِ الٰہی اپنے صحابہؓ کو مدینہ منورہ چلے جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ، ہجرتِ صحابہؓ کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ہجرت اگرچہ نہایت کٹھن کام تھا۔ کیونکہ قدم قدم پر صحابہؓ کو ہجرت سے روکا جاتا۔ اور اس سے باز رکھنے کے لئے اذیتیں پہنچائی جاتیں۔ مگر راہِ حق کے مسافر یکے بعد دیگرے بصد مشکل مدینہ منورہ پہنچنے میں کامیاب ہوگئے۔ اب مکہ مکرمہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ رہ گئے تھے۔ کفار نے جب آپؐ کو تنہا پایا۔ تو آپؐ کو قتل کرنے کے منصوبے بنانے لگے۔ چنانچہ قتل کی تدبیر پر غور کرنے کے لئے دارالندوہ میں قریشِ مکہ کا ایک خفیہ اجلاس ہوا۔ دارالندوہ قُصَیّ بن کلاب نے بنایا تھا۔ یہ گویا قریش کا دارالشوریٰ تھا۔ قریش کے اس اجلاس میں ایک تجربہ کار بوڑھے نجدی کے علاوہ ہر قبیلہ کے رؤسا بھی موجود تھے۔ جن میں شیبہ اور عتبہ پسرانِ ربیعہ، ابوسفیان بن حرب، طعیمہ بن عدی، جبیر بن مطعم، حارث بن عامر، نضر بن حارث بن کلاۃ، ابوالبختری، ابن ہشام، زمعۃ بن اسود بن مطلب،

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حکیم بن حزام، ابوجہل، نبیہ، و منبہ، امّیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ جب مجلسِ مشاورت شروع ہوئی۔ تو مشرکین میں سے ایک نے رائے دی۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے گلے میں طوق و زنجیر ڈال کر کسی مکان میں مقفّل کردو۔ یہانتک کہ وہیں مرجائیں۔ یہ سُن کر نجد کے بُوڑھے شیطان نے کہا۔ کہ محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی خبر پاتے ہی مسلمان اُس مکان پر دھاوا بول کر اُنہیں چھڑا کرلے جائیں گے اور طاقت پاکر تم کو بھی فنا کردیں گے ——— ایک دُوسرے شخص نے یہ رائے پیش کی۔ کہ اُنہیں ایک سرکش اُونٹ پر بٹھا کر شہر سے باہر نکال دیا جائے۔ تاکہ وہ اُونٹ اُنہیں کہیں لے جائے۔ بُوڑھے نجدی نے اس رائے کو بھی قبول نہ کیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ کیا تم محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کی پیاری پیاری اور دل لُبھا لینے والی باتوں کو بھُول گئے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ وہ جس سے بھی بات کرتا ہے۔ اُسے اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔ اور کیسی آسانی سے دِلوں پر قابُو پا لیتا ہے۔ اس طرح وہ جہاں پہنچے گا۔ اُس شہر کے باشندوں کو اپنے ساتھ کرلے گا۔ اور بالآخر وہ لوگ تم سے اپنے نبیؐ کا بدلہ لے کر ٹلیں گے۔ سب سے آخر میں ابوجہل نے یہ رائے دی۔ کہ:۔ (الف) عرب کے ہر ایک مشہور قبیلہ سے ایک ایک جوانمرد کا انتخاب کیا جائے۔ (ب) یہ سب بہادر رات کی تاریکی میں محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے مکان کو گھیر لیں۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		(ج) جب محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) صُبح کی نماز کے لئے مکان سے باہر آئیں۔ اُس وقت یہ سب بہادر اپنی اپنی تلوار سے اُن پر وار کریں۔ ابوجہل نے اس تدبیر کا فائدہ یہ بیان کیا۔ کہ چونکہ محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے اس طرح قتل میں تمام قبائل شریک ہوں گے۔ اس لئے محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کے قبیلہ کے لئے اِن تمام قبائل سے بدلہ لینا آسان نہیں ہوگا۔ اور نہ محمدؐ (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو نبیؐ ماننے والے کچھ فتنہ وفساد کر سکیں گے۔ چنانچہ ابوجہل کی اس رائے کو تمام نے بالاتّفاق منظور کرلیا۔ اِدھر آنحضرت صلعم بھی قُریش کی اس تدبیر سے غافل نہیں تھے۔ حضورؐ قُریشِ مکّہ کے خُفیہ اجلاس میں بالاتّفاق منظور ہونے والی رائے سے اچھی طرح باخبر تھے۔ اسی بنا پر حضرت علیؑ کو بُلا کر فرمایا:۔ "مجھ کو ہجرت کا حکم ہوچکا ہے۔ مَیں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا تُم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو۔ صُبح کو سب کی امانتیں جاکر واپس دے آنا۔" اس ارشاد کے بعد حضرت علیؓ نہایت اطمینان کے ساتھ آپؐ کے بستر پر سو گئے۔ کفّار نے جب آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیا۔ اور رات کافی گزر گئی۔ تو اللہ تعالےٰ نے اِن کو بے خبر کر دیا حضورؐ رات کی تاریکی میں سُورۂ یٰسین پڑھتے ہوئے گھر سے باہر تشریف لائے۔ کعبہ کو آپؐ نے دیکھا اور فرمایا:۔ مکّہ تُو مجھ کو تمام دُنیا سے عزیز ہے۔ لیکن تیرے فرزند مجھ

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
کو رہنے نہیں دیتے۔" قدرتِ حق سے کسی کافر کو آپؐ کی روانگی کی خبر تک نہ ہو سکی۔ قرآن حکیم نے اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔ وَ اِذْ یَمْكُرُ بِكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وہ وقت یاد کرو جب (اے رسولؐ) کفارِ مکہ لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ تمہارے خلاف تدبیروں میں لگے ہوئے تھے یُخْرِجُوْكَ ؕ وَ یَمْكُرُوْنَ وَ یَمْكُرُ کہ تمہیں بند کر دیں یا قتل کر ڈالیں یا جلا وطن اللّٰهُ ؕ وَ اللّٰهُ خَیْرُ الْمٰكِرِیْنَ کر دیں اور وہ تدبیریں کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی (سورۂ انفعال۔ آیت ۳۰) تدبیریں کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیریں کرنیوالا ہے" آنحضرت صلعم سیدھے اپنے حبیبِ خاص حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر پہنچے۔ وہ پہلے ہی حضورؐ کے منتظر تھے۔ کیونکہ دو تین روز قبل آنحضرت صلعم انہیں حکمِ خداوندی سے آگاہ فرما کر اپنے ساتھ چلنے کا حکم دے چکے تھے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کے تشریف لاتے ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنا تمام اثاثہ جو چھ ہزار درہم تھا۔ ایک کپڑے میں لپیٹا اور ستوؤں کے تھیلے سمیت اپنی کمر سے باندھ لیا۔ جب تیاری مکمل ہو گئی۔ تو راہِ حق کے دونوں مسافر گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ اور مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر واقع کوہِ ثور کی طرف چل پڑے۔ اس پہاڑ کی چڑھائی سخت تھی اور راستہ سنگلاخ تھا۔ نکیلے پتھروں سے پاؤں مبارک زخمی ہو رہے تھے۔ ٹھوکر لگنے سے تکلیف بڑھ جاتی۔ اس حالت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضورؐ کو اپنے کاندھوں پر اٹھا لیا۔ اور غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ غار میں داخل ہوئے۔ غار کو اندر سے صاف کیا۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تن کے کپڑے پھاڑ پھاڑ کر غار کے روزن بند کئے۔ اور پیغمبر اسلام صلعم کے آرام کی خاطر جب اچھی طرح غار کو صاف کر لیا۔ تو آنحضرتؐ کو اندر تشریف لانے کے متعلق عرض کیا۔ اور پھر چرخِ اسلام کے یہ سورج اور چاند غار کے اندر پوشیدہ ہو گئے۔ جب صبح ہوئی، اور کفار مکہ کو رات کی تاریکی میں آنحضرت صلعم کے بچ کر نکل جانے کی خبر ہوئی۔ تو اپنی غفلت [illegible]ہت جھنجھلائے اور غصہ اور ندامت سے مغلوب ہو کر جناب امیرؓ پر پل پڑے۔ حضرت علیؓ کو پہلے ایک کمرہ میں محبوس کیا۔ مگر پھر چھوڑ دیا۔ اس کے بعد کفار حضرت ابوبکر صدیقؓ کے گھر آئے۔ ابوجہل نے دروازہ پر دستک دی۔ حضرت ابوبکرؓ کی دخترِ نیک اختر حضرت اسماءؓ باہر نکلیں۔ ابوجہل نے پوچھا "لڑکی۔ تمہارا باپ کدھر ہے؟" حضرت اسماءؓ نے جواب دیا "بخدا! مجھے علم نہیں۔" یہ سن کر ظالم اور سفاک ابوجہل نے حضرت اسماءؓ کے منہ پر اس زور سے طمانچہ مارا، کہ حضرت اسماءؓ کے کان کی بالی گر گئی۔ ادھر آپؐ معہ اپنے رفیقِ خاص کے غارِ ثور میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں تھے۔ اُدھر قریشِ مکہ مدینہ جانے والے تمام راستوں پر آپؐ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ قریش شبِ ہجرت کی صبح کو آپؐ کی تلاش میں غارِ ثور تک پہنچ گئے۔ کہتے ہیں۔ کہ غار کے دہانے پر قدرتِ حق سے دفعتاً ایک درخت اُگا اور اُس کی ٹہنیاں پھیل کر غار کے منہ پر سایہ فگن ہو گئیں۔ ساتھ ہی دو کبوتر آئے اور درخت پر گھونسلہ بنا کر انڈے دئے۔ مشہور ہے۔ کہ حرم کے کبوتر انہی کی نسل سے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ہے۔ کہ ایک مکڑے نے غار کے منہ پر جالا تن لیا تھا۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ) بہر حال کفار بے نیل مرام واپس لوٹ گئے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب کفار کی آواز حضرت صدیق اکبرؓ نے سنی اور مشرکین مکہ کے پاؤں غار کے دہانے پر نظر آنے لگے تو ڈر گئے۔ مگر خدا کے نبیؐ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:- "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا"۔ ڈریئے نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے۔ قریش مکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں ناکام رہے۔ تو آنحضرت صلعم اور حضرت صدیق اکبرؓ کی گرفتاری کے لئے ایک سَو اُونٹ کا انعام مقرر کیا۔ جس کو حاصل کرنے کے لئے مکہ کے لوگ اِدھر اُدھر دُور و نزدیک پھیل گئے۔ آنحضرت صلعم معہ اپنے رفیقِ خاص کے تین دن اور تین راتیں اس غار میں پوشیدہ رہے۔ رات کے اندھیرے میں حضرت اسماءؓ بنتِ ابوبکرؓ آکر کھانا دے جاتیں اور حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ قریش کے مشوروں اور تلاش و جستجو کا حال سنا جاتے۔ دِن کے وقت عامر بن فہیرہ ریوڑ کو چراتا ہوا یہاں لے آتا اور دُودھ دے جاتا۔
دوشنبہ یکم ربیع الاول ۱۳ سنہ بعثت مطابق ۱۳ر ستمبر ۶۲۲ء	۵۲ سال ۱۱ ماہ ۲۳ دن	**(۲) ہجرت ـــــ غارِ ثور سے مدینہ منورہ کو** آخر جب شورِ تجسس ختم ہوگیا۔ تو آنحضرت صلعم معہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے چوتھے دن غار سے باہر تشریف لائے۔ عبداللہ بن اریقط، ایک کافر، جس پر اعتماد تھا، اور اجرت پر رہنمائی کے لئے مقرر کر لیا تھا۔ آپؐ کے لئے تین سواریاں لے کر رات کے وقت غار کے قریب پہنچ گیا۔ حضورؐ ایک ناقہ پر سوار ہوئے۔ دوسری پر حضرت ابوبکر صدیقؓ معہ اپنے غلام عامر بن فہیرہ کے اور تیسری پر عبداللہ بن اریقط سوار ہوا۔ رہبر نے مدینہ

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
جانے کے لئے وہ راستہ اختیار کیا جو معروف شاہراہ سے ہٹ کر تھا۔ راہِ خدا کا یہ قافلہ اوّل شب سے لے کر ظہر تک برابر سفر کرتا رہا۔ ظہر کے وقت حضورؐ نے ایک میدان میں تھوڑی دیر کے لئے قیام فرمایا۔ اس اثنا میں سراقہ بن جعشم آپؐ تک آن پہنچا۔ سراقہ انعام کی خاطر قریش سے حضورؐ کی گرفتاری کا وعدہ کر کے آیا تھا۔ جب آنحضرت صلعم نے سراقہ کو اپنے قریب آتے دیکھا۔ تو آپؐ نے اُس کے حق میں بَددُعا کی۔ سراقہ کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، اور اُس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ نے دو تین بار گھوڑے کو اُٹھانے کی کوشش کی۔ مگر ہر مرتبہ ناکام رہا۔ ناچار حضورؐ سے امان کا طالب ہُوا۔ رحمۃ اللعالمینؐ نے سراقہ کو امان بخش دی، اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا۔ کہ وہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف سے سراقہ کو امان لکھ کر دے دیں۔ تاریخ اسلام میں حضورؐ کا یہ پہلا تحریری امان نامہ شمار کیا جاتا ہے۔ الغرض سراقہ امان پا کر اسی مقام سے واپس ہُوا۔ یہ میدان جہاں سراقہ کا واقعہ پیش آیا تھا۔ قلعہ رابغ اور ساحلِ بحر کے درمیان ہے۔ رابغ کا علاقہ سراقہ بن جعشم کے قبضہ میں تھا۔ سراقہ کے برادرزادہ عبدالرحمٰن بن مالک کا بیان ہے۔ کہ تعاقب کے وقت سراقہ ہتھیاروں سے مسلّح اور بڑے مضبوط گھوڑے پر سوار تھا۔ مگر تقدیر کے آگے اُس کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہُوئی، اور سراقہ کی انعام حاصل کرنے کی خواہش پُوری نہ ہو سکی۔ القصّہ جب سراقہ سندِ امان پا کر واپس پلٹا تو رسولِ کریمؐ صلعم نے اُسے بشارت دی۔ کہ اُس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		جائیں گے۔ سراقہ نے اپنی خوشی سے دو سواریاں اور کچھ زادِ سفر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے حضورؐ نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بس یہ فرمایا:۔ "تُم اتنا کرو۔ کہ دُشمن کی جستجو کو ناکام بنا دو"۔ سراقہ نے عرض کیا۔ کہ آپؐ بالکل مطمئن رہیں۔ اس کے بعد جو آدمی بھی سراقہ کو راستے میں ملا۔ اُسے سراقہ نے کہا۔ کہ تم لوگوں کو اطمینان ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس راستے پر نہیں ہیں۔ اِس میدان میں قدرے قیام کے بعد آپؐ نے معہ اپنے رُفقاء کے یہ مقدّس سفر جاری رکھا۔ دورانِ سفر آپؐ کا گزر اُمّ معبد خزاعہ کے خیموں کے پاس سے ہُوا۔ اُمِّ معبد اُس وقت خیمے سے باہر بیٹھی تھی۔ حضورؐ نے اُمّ معبد سے دریافت فرمایا:۔ "تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے؟" اُمّ معبد نے عرض کیا:۔ "خدا کی قسم! اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا۔ تو ہم آپؐ کی خدمت دل و جان سے کرتے"۔ آنحضرت صلعم نے خیمہ کے پاس ایک بکری دیکھی۔ آپؐ نے اُمّ معبد سے پُوچھا "یہ بکری کیسی ہے؟" اُمّ معبد نے عرض کیا "یہ بکری کمزوری کے باعث ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکتی، اور اس کا دُودھ بھی خشک ہو چکا ہے"۔ حضورؐ نے اللہ کا نام لے کر بکری کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ اور اُمّ معبد سے برتن لانے کو فرمایا۔ قُدرتِ حق سے بکری نے اتنا دُودھ دیا۔ کہ برتن بھر گیا۔ اور دُودھ کی جھاگ برتن کے کناروں تک آ گئی۔ حضورؐ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو بُلایا، اَور دُودھ کا برتن دے کر فرمایا۔ کہ وہ سیر ہو کر پئیں۔ جب سارے رُفقا جی بھر کے دُودھ پی چکے۔ تو آپ ﷺ نے نوشِ جان فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے دوبارہ دُودھ نکالا۔ حتیٰ کہ دُودھ برتن کے کناروں تک آگیا۔ حضور ﷺ نے دُودھ سے بھرا ہُوا برتن اُمّ ِ معبد کے حوالے کیا۔ اَور خُود معہ اپنے رُفقا کے مقدّس سفر پر روانہ ہو گئے۔
		کچھ دیر بعد اُمّ ِ معبد کا خاوند اپنی مریل اَور بیمار بکریوں کو ہنکاتا ہُوا گھر پہنچا۔ جب اُس نے دُودھ سے بھرا ہُوا برتن دیکھا تو سخت متعجب ہُوا۔ اُس نے اپنی بیوی سے پُوچھا "یہ دُودھ کہاں سے آیا ہے؟" اُمّ ِ معبد نے کہا۔ "ایک بابرکت انسان یہاں آیا تھا۔ یہ دُودھ اُسی کی مُبارک آمد کا نتیجہ ہے۔" اُمّ ِ معبد کا خاوند بولا "یہ تو وُہی شخص ہے۔ جسے قُریش تلاش کر رہے ہیں۔ تم ذرا اُس شخص کا مُبارک حُلیہ تو بتاؤ۔"
		اُمّ ِ معبد نے کہا:۔
		"مَیں اُس مُبارک انسان کی توصیف کن الفاظ میں کروں۔ اُس مُبارک انسان کا چہرہ تاباں اَور اخلاق پاکیزہ، نہ توند نکلی ہُوئی، نہ چندیا کے بال گرے ہُوئے، زیبا صاحبِ جمال، آنکھیں فراخ اَور سیاہ، بال کافی اَور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، روشن مردمک، سُرمگیں آنکھیں، باریک و پیوستہ ابرو، سیاہ گھنگریالے بال، خاموش وقار کے ساتھ، گویا دلبستگی لئے ہُوئے، دُور سے دیکھنے میں زیبندہ و دلفریب، قریب سے نہایت شیریں و کمال حسین، شیریں مقال بُزرگ، واضح الفاظ، کلام

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کمی و بیشیِ الفاظ سے معرّا، تمام گفتگو موتیوں کی پروئی ہوئی لڑی جیسی، کوئی آنکھ اس میں پستہ قدی کا عیب نہیں نکال سکتی۔ اور نہ لمبے قد کا نقص تلاش کر سکتی ہے۔ وہ دو شاخوں کے درمیان ایسی شاخ ہے جو سب سے زیادہ تر و تازہ اور شگفتہ و دلفریب ہے۔ اس کے رُفقاء اسے گھیرے رہتے ہیں۔ جب کچھ کہتا ہے۔ تو چُپ چاپ سُنتے ہیں۔ جب حکم دیتا ہے، فوراً تعمیل کرتے ہیں۔ مخدوم مطاع، نہ کوتاہ سخن نہ فضول گو۔"
		آنحضرت صلعم کی یہ صفات سُن کر اُمّ معبد کا خاوند بولا۔ کہ یہ تو ضرور صاحبِ قریش ہے۔ اور میں ضرور اُسے جا کر ملوں گا۔
		اثنائے سفر میں اس مقدس قافلہ کا سامنا ایک اور شخص بریدہ اسلمی سے ہوا۔ بریدہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ اُس کے ساتھ ستّر آدمی تھے۔ وہ قریش کی طرف سے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی گرفتاری پر سَو اُونٹ انعام کا اعلان سُن کر آپؐ کی تلاش میں نکلا تھا۔ اُس نے آنحضرت صلعم سے سوال و جواب کئے۔ پھر آپؐ کی شخصیت اور کلام سے متأثر ہو کر اپنے ستّر آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ اُس نے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کے بعد اپنی پگڑی اُتار کر نیزے پر باندھ لی۔ اور نعرہ ہائے تکبیر بلند کرتا ہوا آگے آگے چلنے لگا۔ وہ بلند آواز سے اس بشارت کا اعلان کرتا کہ امن کا بادشاہ، صُلح کا حامی اور دُنیا کو عدل و انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔ بریدہ اسلمی نے اپنے نیزے پر پگڑی باندھ کر جو جھنڈا

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		لہرایا تھا۔ وہ اسلامی تحریک کا اوّلین جھنڈا شمار کیا جاتا ہے۔ اسی سفرِ ہجرت میں آنحضرت صلعم کی مُلاقات حضرت زبیرؓ بن العوام سے ہُوئی۔ حضرت زبیرؓ مسلمانوں کے تجارت پیشہ گروہ کے ساتھ شام سے آرہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں سفید پارچات پیش کئے۔
۸ ربیع الاوّل بروز دوشنبہ ۱۳ بعثت مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء	۵۳ سال	آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا قبا میں رونق افروز ہونا۔ مکّہ مکرمہ سے حضور سرورِ دو عالَم کی روانگی کی بہجت اثر خبر مدینہ منوّرہ پہنچ چکی تھی۔ مدینہ کا ہر فرد وبشر شوقِ دیدار میں چشمِ انتظار بنا ہُوا تھا۔ لوگ طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی آفتابِ نبوّت ورسالتؐ کے انتظار میں مقام حرا پر آکر کھڑے ہو جاتے۔ دوپہر کے وقت جب دُھوپ تیز ہو جاتی۔ تو لوگ بصد حسرت ویاس اپنے گھروں کو واپس ہو جاتے۔ روزانہ یہی معمول تھا۔ ایک روز دوپہر کے وقت ایک یہودی کسی ضرورت کے تحت مدینہ کے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر چڑھا۔ اُس نے مدینہ کی طرف آتے ہُوئے چند اصحاب دیکھے۔ اُس نے یقین کر لیا۔ کہ یہ رسولِ خُدا صلعم اور آپؐ کے رُفقاء کا قافلہ ہے۔ چنانچہ اُس نے وہاں سے ہی چلّا کر کہا:۔ "اَے مدینہ کے لوگو! تمہارا سردار آرہا ہے"۔ لوگ جو ابھی اپنے گھروں میں پہنچے ہی تھے۔ یہ آواز سُنتے ہی ہتھیار سجا کر آنحضرت صلعم کے استقبال کے لئے اپنے گھروں سے نکل آئے، اور نعرۂ تکبیر سے بنی عمرو بن عوف کی تمام آبادی گُونج اُٹھی۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		قبا مدینہ منوّرہ سے تقریباً تین ۳ میل کے فاصلہ پر ایک آبادی ہے۔ وہاں انصار کے کچھ خاندان آباد تھے۔ ان سب میں عمرو بن عوف کا خاندان ممتاز تھا۔ جس کا سردار کلثوم بن ہدم تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قبا میں کلثوم بن ہدم کے ہاں قیام فرمایا۔ اور حضرت ابوبکرؓ خبیب بن اساف کے مہمان بنے۔ آپؐ کی مبارک آمد کی خبر سُن کر انصار ہر طرف سے جوق در جوق آتے۔ اور جوشِ عقیدت میں سلام کے لئے دربارِ رسالتؐ میں حاضری دیتے۔ حضرت علیؓ بھی حضورؐ کی آمد کے تین دن بعد قبا میں پہنچ گئے۔ اور حضورؐ کے ساتھ ہی کلثوم بن ہدم کے ہاں قیام کیا ؁
		بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
		نسیما! جانبِ بطحا گزر کُن ز احوالم محمد صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم را خبر کُن توئی سُلطانِ عالم یا محمدؐ زچشمِ لُطف سُوئے من نظر کُن (جامیؒ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

رسالتمآبؐ

حضرت محمدؐ رسول اللہ

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کی

حیاتِ اقدس کا دس۱۰ سالہ مدنی دَور

(اسلام کے دَورِ خاص کی ابتدا)

واقعاتِ عظیمہ

۱ھ

(یکم محرّم تا آخر ذوالحجہ)

مطابق

۱۶ جولائی ۶۲۲ء تا ۴ جولائی ۶۲۳ء

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

(سُوْرَۃ اَحْزَاب: اٰیات ۴۵ تا ۴۶)

اے نبیؐ ہم نے تمہیں بشارت دینے والا اور ڈرانے والا اور خُدا کی طرف خُدا کے حکم سے بُلانے والا اور ہدایت کا روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔

سنہ ہجری کی ابتدا

دُنیا کے ہر ملک اور ہر قوم میں کسی مشہور اور اہم واقعہ سے سال کا شمار ہوتا ہے کہیں بادشاہوں کی تخت نشینی سے اور کہیں کسی حادثہ سے، کبھی یہ شمار مُلکی فتوحات سے اور کبھی ارضی و سماوی تغیّرات سے ہوتا ہے مسلمانوں نے بھی اسلامی سن کی ابتدا، ہجرت جیسے عظیم الشّان واقعہ سے کی یعنی جس سال آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم مکّہ سے ہجرت فرما کر تشریف فرمائے مدینہ ہوئے۔ اس سال کی یکم محرّم سے ۱ سنہ ہجری شمار کیا جاتا ہے۔

سنہ ہجری کا استعمال ۲۰ جمادی الثانی ۱۷ھ مطابق ۹ جولائی ۶۳۸ء بعہد خلافتِ حضرت عُمر فارُوقؓ جاری ہُوا۔ خلیفۂ وقت اور دیگر صحابہ کرامؓ کو حضرت علیؓ کے اِس مشورہ سے کلّی اتّفاق تھا۔ کہ سنہ کا شُمار ہجرت کے واقعہ سے ہونا چاہیئے۔ البتّہ سال کے پہلے مہینہ کے تعیّن میں اختلاف تھا۔ حضرت فارُوق اعظمؓ کا خیال تھا۔ کہ سال کی ابتدا ہجرت کے مہینہ سے ہونی چاہیئے۔ مگر حضرت عثمان ذوالنّورینؓ کی رائے یہ تھی۔ کہ محرّم سے سالِ ہجری کی ابتدا زیادہ مناسب ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم محرّم ہی میں ہجرت کا ارادہ فرما چکے تھے اور اپنے صحابہؓ کو حضورؐ نے عشرہ ذُوالحجہ کے فوراً بعد ہجرت کی اجازت فرما دی تھی۔ بالآخر صحابہؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کا صائب مشورہ قبول کیا۔ اور (عربی سال کے پہلے مہینے) محرّم ہی کو اسلامی سال کا پہلا مہینہ قرار دے کر سنہ ہجری کی ابتدا کی۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی حیاتِ اقدس کے مدنی دَور میں سنہ ہجری کو بڑی اہمیّت حاصل ہے۔ مورّخینِ اسلام نے مدنی دَور کے واقعاتِ عظیمہ کا تعیّن چونکہ سنہ ہجری کی بنیادوں پر کیا ہے۔ اور اس کتاب میں بھی اسی کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ اس لئے یہ وضاحت کر دی گئی ہے۔

وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ

غزوات و سرایا

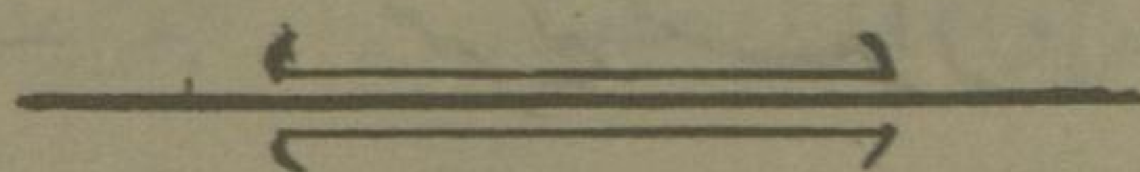
آئندہ صفحات میں دیگر واقعاتِ عظیمہ کے ساتھ ساتھ آپ کو سرایا اور غزوات کا ذکر بھی ملے گا۔ جس کا مطلب نہایت حزم و احتیاط کے ساتھ دشمن کی حرکات و سکنات پر کڑی نگاہ رکھنا ہے۔ یعنی بیدار مغزی و دُور بینی سے دُشمن کی کسی تدبیر کو خواہ فوج کی فراہمی سے متعلق ہو یا جنگ کی تیاری سے متعلق بار آور نہ ہونے دیا جائے۔ چنانچہ ہجرت کے بعد آنحضرت صلعم نے اسی پر عمل فرمایا۔

قدیم مسلمان مؤرخین نے آنحضرت صلعم کے اس نوعیّت کے ارادہ کو غزوات اور سرایا کا نام دیا۔ اِن الفاظ کو لفظ جنگ کے ہم معنی نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ اِن الفاظ کے لغوی معنی قصد اور سیر کے ہیں۔

اسی بنا پر قدیم مؤرخین نے ہر ایک قسم کی نقل و حرکت کو دو قسموں پر منقسم کیا ہے۔ یعنی

(ا) وہ نقل و حرکت جو نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمائی ہو۔ اُس کا نام غزوہ ہے۔ مؤرخین اسلام نے غزوات کی تعداد ستائیس[۲۷] یا اٹھائیس[۲۸] بیان کی ہے۔ واللہ اعلم۔

(ب) وہ نقل و حرکت جو کسی مسلمان نے اکیلے یا معہ دیگر مسلمانوں کے، کی ہو اُس کا نام "سریہ" ہے



عنوانات

واقعاتِ عظیمہ ۱ سنہ ہجری

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
۸ تا ۱۱ ربیع الاول ۱ھ مطابق ۲۰ تا ۲۳ ستمبر ۶۲۲ء	۵۳ سال اور ۳ دن کے درمیان	**تاسیسِ مسجدِ قبا**
		قبا میں رونق افروز ہونے کے بعد سب سے پہلا کام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کیا۔ وہ مسجدِ قبا کی تعمیر تھا۔ پہلے حضورؐ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک پتّھر لاکر قبلہ رُخ رکھا۔اس کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ نے ایک ایک پتھر رکھا۔جس زمین پر آپؐ نے مسجد کی بُنیاد رکھی۔وہ کلثوم کی اُفتادہ زمین تھی۔جس پر عموماً کھجوریں سُوکھنے کے لئے ڈالی جاتی تھیں۔
		جب سلسلۂ تعمیر شروع ہُوا۔تو صحابہ کرامؓ کے ساتھ آپؐ بھی پتّھر اُٹھا کر لاتے۔اور بسا اوقات پتّھر کو تھامنے کی غرض سے شکمِ مُبارک سے لگا لیتے۔جانثار صحابہؓ آگے بڑھ کر پتّھر آپؐ سے لے لیتے اور عرض کرتے۔کہ حضورؐ رہنے دیں۔ہم اُٹھائیں گے۔مگر آپؐ قبول نہ فرماتے اور پھر دوسرا پتّھر اُٹھا لیتے۔
		مسجد الحرام کے بعد اسلام کی سب سے پہلی مسجد یہی مسجدِ قبا ہے۔
		قُرآن حکیم کا یہ ارشاد اسی مسجد کی شان میں ہے:۔
		لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (سُوْرَۃ تَوبہ : اٰیت ۱۰۸) — البتہ جس مسجد کی بُنیاد پہلے ہی دن تقویٰ پر رکھی گئی۔ وہ مسجد اس کی پُوری مستحق ہے۔کہ آپ اس میں جا کھڑے ہوں۔اس مسجد میں ایسے مرد ہیں۔جو ظاہری اور باطنی طہارت و پاکی کو پسند کرتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ایسے پاک و صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے
		حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
ہر شنبہ کو مسجد قبا کی زیارت کیلئے کبھی سوار اور کبھی پیادہ پا تشریف لے جاتے اور دو ۲ رکعت نماز پڑھتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے۔ "جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے چلے اور مسجد قبا میں جاکر ایک دوگانہ ادا کرے، تو ایک عُمرہ کا ثواب پائے۔" (بعض اہلِ سیر نے قبا میں آپؐ کی مدّتِ قیام چودہ ۱۴ دن لکھی ہے۔ واللہ اعلم)		
پہلی نمازِ جُمعہ اور پہلا خُطبہ مُبارک قبا میں تقریباً چار ۴ دن قیام فرمانے کے بعد جمعۃ المبارک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے رُفقاء سمیت مدینہ کا رُخ کیا۔ جب آپؐ ناقہ پر سوار محلہ بنو سالم میں پہنچے۔ تو جُمعہ کا وقت ہو گیا حضورؐ نے یہیں جُمعہ کی نماز ادا فرمائی اور نماز سے پہلے خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ آپؐ کی پہلی نمازِ جُمعہ اور پہلا خُطبۂ نماز تھا۔ خُطبۂ مبارک مندرجہ ذیل ہے:۔ الحمد للّٰہ احمدہٗ واستعینہٗ — حمد و ستائش خدا کے لئے ہے۔ میں اس کی حمد کرتا واستغفرہٗ واستھدیہ وا ومن — ہوں۔ مدد، بخشش اور ہدایت اُسی سے چاہتا ہوں بہٖ ولا اکفرہٗ واعادی — میرا ایمان اسی پر ہے۔ میں اُسکی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی من یکفرہٗ واشھد ان — کرنیوالوں سے عداوت رکھتا ہوں۔ میری شہادت یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا شریک — خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں وہ یکتا ہے لہٗ وان محمدًا عبدہٗ ورسولہ۔ — اُسکا کوئی شریک نہیں۔ محمدؐ اُسکا بندہ اور رسول ہے ارسلہٗ بالھدٰی والنور والموعظۃ — اُسی نے محمدؐ کو ہدایت، نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے علیٰ فترۃ من الرسل وقلۃ من — زمانے میں بھیجا ہے جبکہ مدّتوں سے کوئی رسول دُنیا پر نہ العلم وضلالۃ من الناس وانقطاع — آیا علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی اُسے آخری زمانے من الزمان ودنوٍّ من الساعۃ و — میں قیامت کے قریب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا	۵۳ سال چار دن	۱۲ ربیع الاول ۱ھ مطابق ۲۴ ستمبر ۶۲۲ء

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		قرب من الاجل - من یطع اللہ و ہے جو کوئی خدا اور رسول کی اطاعت کرتا ہے وہی رسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد راہ یاب ہے اور جس نے ان کا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا اور جسے غوی وفرط وضل ضلالاً بعیداً - گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے مسلمانو! اوصیکم بتقوی اللہ فانہ خیراً ما میں تمہیں اللہ سے تقوی کی وصیت کرتا ہوں۔ بہترین اوصی بہ المسلم المسلم ان یحضہ وصیت جو مسلمان مسلمان کو کر سکتا ہے یہ ہے کہ اسے آخرت علی الآخرۃ وان یامرہ بتقوی اللہ - کیلئے آمادہ کرے اور اللہ سے تقوی کیلئے کہے لوگو! فاحذروا ما حذرکم اللہ من جن باتوں سے خدا نے تمہیں پرہیز کرنیکو کہا ہے ان سے نفسہ ولا افضل من ذلک نصیحۃ بچتے رہو اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس ولا افضل من ذلک ذکراً - سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ یاد رکھو کہ امور آخرت کے وان تقوی اللہ لمن عمل بارے میں اس شخص کے لئے جو خدا سے ڈر کر کام کر علی وجل ومخافۃ من ربہ عون رہا ہے تقوی بہترین مدد ثابت ہوگا اور جب کوئی صدق علی ما تبغون من امر شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر الآخرۃ ومن یصلح الذی بینہ میں درست کریگا اور ایسا کرنے میں اسکی نیت خالص وبین اللہ من امرہ فی السر والعلانیۃ ہوگی تو ایسا کرنا اس کے لئے دنیا میں ذکر اور موت لا ینوی بذلک الا وجہ اللہ یکن لہ کے بعد (جب انسان کو اعمال کی ضرورت وقدر ذکراً فی عاجل امرہ وذخراً فیما بعد معلوم ہوگی) ذخیرہ بن جائے۔ الموت حین یفتقر المرء الی ما قدم لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا تو اس کا ذکر اس آیت وما کان سوی ذلک یود لو ان بینہ میں ہے" انسان پسند کریگا کہ اس کے اعمال اس سے وبینہا امداً بعیداً - ویحذرکم اللہ دور ہی رکھے جائیں خدا تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے نفسہ واللہ رءوف بالعباد اور خدا تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے" اور جس والذی صدق قولہ وانجز شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو وعدہ لا خلف لذلک فانہ - پورا کیا تو اسکی بابت یہ ارشاد الہی موجود ہے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		يقول عزّ وجلّ - ما يبدل القول "ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے ناچیز بندوں
		لدیّ وما انا بظلامٍ للعبيد - پر ظلم نہیں کرتے"
		فاتّقوا الله فی عاجل امرکم و اجله مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ، ظاہر اور خفیہ
		فی السرّ والعلانیة فانّهٗ من يتق کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو کیونکہ تقویٰ
		الله يكفّر عنه سيّئاته ويعظم له اجرًا والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر
		ومن يّتق الله فقد فاز فوزًا عظيمًا بڑھا دیا جاتا ہے تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی
		وان تقوی الله يوقّی مقته و يوقّی مراد کو پہنچ جائیں گے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں
		عقوبته ويوقّی سخطه - پروردگار کو خوشنود اور درجہ کو بلند کرتا ہے۔
		وان تقوی الله تبيض الوجوه و مسلمانو! حظ اٹھاؤ۔ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت
		يرضی الربّ ويرفع الدّرجة نہ کرو۔ خدا نے اسی لئے تم کو اپنی کتاب سکھائی
		خذوا حظکم ولا تفرطوا فی جنب الله - اور اپنا رستہ دکھایا ہے کہ راستباز اور کاذب لوگ
		قد علمکم الله کتابه ونهج لکم سبيله کو الگ الگ کر دیا جائے۔ لوگو! خدا نے تمہارے ساتھ
		ليعلم الذين صدقوا و يعلم الکاذبين عمدہ برتاؤ کیا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو
		فاحسنوا کما احسن الله اليکم وعادوا اور جو خدا کے دشمن ہیں انہیں دشمن سمجھو اور اللہ
		اعداء الله وجاهدوا فی الله حق کے رستے میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو
		جهاده هو اجتباکم وسمّاکم المسلمين اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمہارا نام مسلمان رکھا
		ليهلك من هلك عن بيّنةٍ ويحيٰی ہے تاکہ ہلاک ہونیوالا بھی روشن دلائل پر ہلاک
		من حیّ عن بيّنة ولا قوّة الا بالله ہو اور زندگی پانیوالا بھی روشن دلائل پر زندگی
		فاکثروا ذکر الله واعملوا لما پائے اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں۔ لوگو!
		بعد اليوم فانّهٗ من يصلح ما بينه و اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کیلئے عمل کرو کیونکہ
		بين الناس ذلك بان الله يقضی جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ درست کر
		علی الناس ولا يقضون عليه لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملہ

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ویملك من الناس ولا یملکون منه۔ اللہ اکبر ولا قوۃ الّا باللہ العظیم۔ کو درست کر دیتا ہے، ہاں۔ خدا بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اُس پر کسی کا حکم نہیں چلتا۔ خدا بندوں کا مالک ہے اور بندوں کو اس پر کچھ اختیار نہیں، خدا سب سے بڑا ہے اور ہم کو (نیکی کرنے کی) طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے۔
〃	۵۳ سال ۴ دن	**مدینہ منوّرہ میں وُرُودِ مسعود** محلّہ بنو سالم میں پہلی نماز جُمعہ ادا فرمانے کے بعد نبئ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ناقہ پر سوار ہُوئے۔ حضرت ابوبکرؓ آپؐ کے پیچھے بیٹھے تھے۔ آپؐ یثرب کی جنُوبی جانب سے شہر میں داخل ہُوئے۔ آپؐ کے داخلہ کے ساتھ ہی شہر کا نام بدل کر مدینۃ النبیؐ ہوگیا۔ جسے مختصراً مدینہ کہا جاتا ہے۔ مدینہ صُوبہ حجاز کا ایک بڑا شہر ہے۔ یہ شہر سطح سمندر سے ۶۱۹ میٹر بلند اور طُول ۳۹ درجہ ۵۵ دقیقہ اور عرض ۲۴ درجہ ۱۵ دقیقہ شمال خطِ استوا پر واقع ہے۔ موسم گرما میں درجہ حرارت ۴۸ درجہ بڑھتا ہے۔ موسم سرما میں صفر سے دس درجہ اوپر اور رات کو صفر سے ۵ درجہ نیچے ہوتا ہے۔ اس لئے جاڑوں میں صُبح کو اکثر پانی یخ ہو جاتا ہے۔ پہلے یہاں عمالیق آباد تھے۔ لیکن عہد اسلام میں یہاں یُہود اور قبائل اوس اور خزرج آباد تھے۔ جن کا لقب اسلام میں انصار ہُوا۔ محققینِ حال کا بیان ہے۔ کہ یثرب مصری لفظ اتھریبس کی تعریب ہے۔ شہر کی تعمیر کا زمانہ ۱۶۰۰ قبل مسیح اور ۲۲۰۰ قبل مسیح کے درمیان ہے۔ مدینہ میں آنحضرت صلعم کا داخلہ عجب شاندار تھا۔ گلی، کوچے تحمید و تقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے۔ انصار کا عظیم الشان گروہ ہتھیار

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
سجائے آپؐ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے آپؐ کے جلو میں چل رہا تھا۔ مدینہ کی پردہ نشین عورتیں نبیؐ اللہ کے چہرۂ اقدس کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے چھتوں پر نکل آئیں۔ اور ترانۂ خیر مقدم گانے لگیں:۔ "اُن پہاڑوں سے جو جنُوب کی جانب ہیں۔ ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہُوا۔ ایسی عُمدہ تعلیم اور دین کے لئے ہم پر اللہ تعالیٰ کا شکر واجب ہے (اے نبیؐ اللہ) تیرے ہر حکم کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔ کیونکہ تو اللہ کا فرستادہ ہے"۔ مدینہ کا ہر آدمی فرطِ محبّت وعقیدت سے ناقہ کی لگام پکڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور ہر دل میں یہ خُواہش مچل رہی تھی۔ کہ اللہ کے رسولؐ اپنے مُبارک قدموں سے اُس کے گھر کو رَونق بخشیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے لوگوں سے فرمایا:۔ "میری ناقہ کو چھوڑ دو، وہ خُدا کی طرف سے مامُور ہے"۔ آخر ناقہ حضرت ابوایُّوب انصاریؓ کے گھر کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔ ناقہ قدرے توقّف کے بعد اُٹھی اور ایک چکّر کاٹ کر پھر اُسی جگہ آ کر بیٹھ گئی۔ چونکہ اس فیصلہ میں کسی کو کوئی دخل نہ تھا۔ اس لئے سب خاموش رہے۔ مشیّتِ الٰہی کے مطابق میزبانی کا شرف حضرت ابوایُّوب انصاریؓ کے حصّہ میں آیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے۔ کہ جب لوگوں میں حضورؐ کی میزبانی کے لئے جھگڑا ہُوا۔ تو آپؐ نے فرمایا:۔ "مَیں بنو نجّار میں اُتروں گا۔ جو عبدالمطّلب کے ماموں ہیں"۔ حضرت ابوایُّوب انصاری کا مکان دو منزلہ تھا۔ اُنہوں نے بالائی منزل پیش کی۔ مگر حضورؐ نے زائرین کی سہولت کے پیشِ نظر نیچے		

واقعاتِ عظیمہ	عُمرِ مبارک	سن
کا حصّہ پسند فرمایا۔ حضرت ابو ایّوبؓ دو وقت کا کھانا آنحضرت صلعم کی خدمتِ اقدس میں بھیجتے۔ جو کچھ آنحضرت صلعم چھوڑ دیتے۔ وہ حضرت ابو ایّوبؓ اور اُن کی اہلیہ کے حصّہ میں آتا۔		
اتّفاق سے ایک دن بالائی منزل میں پانی کا برتن ٹوٹ گیا۔ اس اندیشہ سے کہ پانی نیچے بہہ کر حضورؐ کے لئے تکلیف کا باعث نہ بنے حضرت ابو ایّوبؓ نے پانی جذب کرنے کے لئے اُس پر لحاف ڈال دیا۔ یہی ایک لحاف حضرت ابو ایّوبؓ کے گھر میں تھا۔ آنحضرت صلعم نے تقریباً سات مہینے یہیں قیام فرمایا۔		
مسجدِ نبوی کی تاسیس	۵۳ سال	ربیع الاوّل
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ناقہ محلّہ بنو مالک بن نجّار میں جس جگہ بیٹھی تھی۔ اُسی جگہ مسجدِ نبوی کی نیو اُٹھائی گئی۔ اس جگہ ایک مویشی خانہ تھا۔ اور اردگرد کھجور کے درخت اور مشرکین کی قبریں تھیں۔ یہ زمین بنو نجّار کے دو یتیم لڑکوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی۔ آنحضرت صلعم نے جب اس جگہ پر مسجد کی تعمیر کا ارادہ فرمایا۔ تو لڑکوں نے اپنی خوشی سے مویشی خانہ اور زمین خدمتِ اقدس میں بلاقیمت پیش کی۔ جسے آپؐ نے قبول نہ فرمایا۔ حضرت ابو ایوبؓ نے قیمت ادا کر کے زمین خرید لی۔ درخت اور قبریں اُکھڑوا کر زمین ہموار کر دی گئی، اور مسجد کی تعمیر شروع ہوئی۔	ایک ماہ تقریباً	سنہ ۱ھ مطابق اکتوبر ۶۲۲ء
سرورِ دو عالمؐ نے بہ نفسِ نفیس تعمیرِ مسجد میں شرکت فرمائی۔ آپؐ صحابۂ کرامؓ کے ساتھ پتھر اُٹھا اُٹھا کر لاتے تھے۔ صحابہؓ یہ رجز پڑھتے جاتے اور حضورؐ بھی صحابہؓ کے ساتھ آواز ملاتے۔ اور فرماتے:۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"اے خدا! کامیابی صرف آخرت کی کامیابی ہے۔" "اے خدا! مہاجرین اور انصار کو بخش دے۔" مسجد کی تعمیر میں کسی تکلّف کو روا نہ رکھا گیا۔ یہ مسجد اسلام کی سادگی کی تصویر تھی۔ دیواریں کچّی اینٹوں سے اٹھائی گئی تھیں چھت کے لئے کھجور کے ستون اور خرما کے پتّے ڈالے گئے۔ قبلہ بیت المقدّس کی سمت رکھا گیا۔ لیکن جب قبلہ بدل کر خانہ کعبہ کی طرف ہو گیا۔ تو شمال کی جانب ایک نیا دروازہ قائم کر دیا گیا۔ مسجد کا فرش کچّا تھا۔ بارش کے دنوں میں فرش پر کیچڑ ہو جاتی اور نماز ادا کرنے میں دقّت ہوتی۔ صحابہ کرامؓ ایک دفعہ کیچڑ سے بچنے کے لئے اپنے ساتھ کنکریاں لیتے آئے اور انہیں اپنی اپنی جگہ بچھا لیا۔ آنحضرت صلعم نے اس طریقہ کو بہت پسند فرمایا۔ اور سنگریزوں کا فرش بنوا دیا۔ آنحضرت صلعم نے مسجد کے ایک سرے پر ایک مسقّف چبوترہ تعمیر فرمایا۔ جو صُفّہ (سائبان) کہلاتا تھا۔ یہ اُن نادار مسلمانوں کے لئے تھا۔ جن کا کوئی گھر گھاٹ نہ تھا۔ یہ لوگ دن کو بارگاہِ نبوّت میں حاضر رہتے، حدیثیں سُنتے اور رات کو اسی چبوترہ پر پڑ رہتے۔ مسجد کا طول سَو گز اور چھت تین گز پر ڈالی گئی تھی۔ مسجد کے تین دروازے رکھے گئے۔ ایک دروازہ آخر میں رکھا گیا تھا۔ دوسرا "بابِ رحمت" اور تیسرے دروازے سے حضورؐ مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلعم نے مسجد کے مشرقی حصہ میں ایک حجرہ تعمیر کر دیا۔ جو بعد میں آپؐ کی آخری آرامگاہ بنا۔ دوسرا حجرہ حضرت سودہؓ کے لئے بنوایا گیا۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
″	″	**اذان کی ابتدا** مسجدِ نبوی کی تاسیس کے ساتھ ہی اب ایسے طریقہ کی ضرورت پیش آئی جس سے مسلمان نمازِ پنجگانہ کے اوقات سے آگاہ ہو سکیں اور نماز باجماعت ادا کر سکیں۔ اس طریقہ کی عدم موجودگی میں لوگ آگے پیچھے آتے اور جو جس وقت آتا، نماز پڑھ لیتا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا۔ کہ کچھ لوگ مقرر کر دیے جائیں جو وقت پر لوگوں کو گھروں سے بلا لائیں۔ لیکن اس میں زحمت تھی۔ چنانچہ صحابہؓ کو بلا کر آپؐ نے مشورہ فرمایا۔ دربارِ رسالتمآبؐ میں بہت سی تجاویز پیش کی گئیں۔ کسی کی رائے تھی کہ اہلِ یہود کی طرح ناقوس بجایا جائے، اور کسی کی تجویز عیسائیوں کی طرح گھنٹیاں بجانے کے متعلق تھی۔ یہ رائے بھی دی گئی۔ کہ نماز کے وقت جھنڈا کھڑا کیا جائے۔ جسے دیکھ کر لوگ باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں پہنچ جائیں۔ مگر آنحضرت صلعم ان تمام تجاویز سے متفق اور مطمئن نہ تھے۔ یہ سعادت حضرت عمرؓ کے حصّہ میں آئی۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ایک خواب کی تفصیل دربارِ رسالتؐ میں پیش کی۔ کہ ایک آدمی یہ الفاظ کہہ کر لوگوں کو نماز کے لئے بلا رہا ہے۔ حضرت عبداللہؓ بن زید نے بھی ایسے ہی خواب کا ذکر کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ الفاظ بہت پسند آئے۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ اس سے ایک طرف تو نماز کی عام اطلاع ہو جاتی تھی۔ دوسرے دن میں پانچ دفعہ دعوتِ اسلام کا اعلان ہو جاتا تھا۔

سَن	عُمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
ربیع الثانی ۱ھ مطابق اکتوبر۔ نومبر ۶۲۲ء	۵۳ سال ۲ دو ماہ (تقریباً)	**فرض نماز میں اضافہ** اگرچہ نماز مکّہ میں فرض ہُوئی تھی لیکن نمازِ مغرب جس میں تین ۳ رکعتیں تھیں، کے علاوہ باقی سب دو۲ دو۲ رکعت پڑھی جاتی تھیں ہجرت کے تقریباً ایک دو۲ مہینہ بعد ظہر، عصر اور عشا میں دو۲ دو۲ رکعت کا اضافہ ہُوا۔ یعنی چار۴ چار۴ رکعتیں فرض ہُوئیں۔ البتّہ سفر کے لیٔے اب بھی وہی دو۲ رکعتیں قائم ہیں۔
"	"	**عبداللہؓ بن سلام کا قبولِ اسلام** آنحضرت صلعم جب مدینہ منوّرہ میں رونق افروز ہُوئے۔ تو عُلماء یہود خاص طور پر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہُوئے اور آپؐ سے امتحاناً مختلف قسم کے سوالات کیٔے۔ کیونکہ عُلماء یہود کو انبیاء سابقین کی بشارتوں سے نبی آخر الزماں کے ظہور کا بخُوبی علم تھا۔ انہی عُلماء میں عبداللہؓ بن سلام بھی تھے۔ جو یہود مدینہ کے دینی پیشوا اور بڑے عالم فاضل بُزرگ تھے۔ ایک روز عبداللہؓ بن سلام نے آنحضرت صلعم کو وعظ فرماتے سُنا، اور حضورؐ کے یہ الفاظ اُنہیں از بر یاد ہوگیٔے:۔ اَیُّھَا النَّاسُ! اَفْشُوا السَّلَامَ وَ اَطْعِمُوا الطَّعَامَ وَ صِلُوا الْاَرْحَامَ وَ صَلُّوْا بِالَّیْلِ وَ النَّاسُ نِیَامٌ۔ — اے لوگو! سب کو سلام کر لیا کرو۔ اور سب کو کھانا کھلایا کرو اور قرابت داروں سے اچھا برتاؤ کیا کرو، اور رات کے وقت جب لوگ سو جاتے ہیں، تم نمازیں پڑھا کرو۔ عبداللہؓ بن سلام نے آنحضرت صلعم کے حالات پر غور کیا۔ اور حضورؐ کو قدیم صحائف کی پیشین گوئیوں کے مصداق پایا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم کی خدمت

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
مَیں حاضر ہُوئے، چند سوال کئے اور جواب سُنے جس کا اثر عبداللہؓ بن سلام پر بھی پڑا۔ کہ ایسے جوابات صرف نبیؐ ہی دے سکتا ہے۔ عبداللہؓ بن سلام نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ کہ مَیں مسلمان ہوتا ہُوں۔ لیکن میری قوم کے عمائد کو بُلا کر میرے متعلّق دریافت فرمائیے۔ کہ وہ مجھے کیسا آدمی سمجھتے ہیں؟ آنحضرت صلعم نے عمائدِ یہود کو طلب فرمایا۔ اور عبداللہؓ بن سلام کے متعلّق پُوچھا۔ کہ وہ کیسے آدمی ہیں؟ عمائدِ یہود نے یک زبان ہو کر کہا۔ کہ عالم ہیں اور ہم میں بہترین انسان ہیں۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام جو آڑ میں بیٹھے ہُوئے تھے۔ فوراً سامنے تشریف لائے اور کلمہ شہادت پڑھا۔ یہودیوں نے فوراً اپنے الفاظ بدل ڈالے اور کہا۔ کہ یہ جاہل ابن جاہل اور ہم میں بدترین انسان ہیں۔		
حضرت ابو قیسؓ صرمہ بن ابی انس کا اسلام لانا۔ یہ عیسائی راہب اور فصیح و بلیغ شاعر تھے مشہور واعظ اور فاضلِ الٰہیات تھے۔ انہی دنوں آپ بھی حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔	〃	
مہاجرین وانصار میں مواخات اگرچہ مہاجرین کی مہمان نوازی انصارِ مدینہ اپنے لئے سعادت خیال کرتے تھے۔ تاہم ایک مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے مہاجرین وانصار کو حضرت انسؓ بن مالک کے گھر جمع کیا۔ حاضرین کی تعداد نوّے ۹۰ تھی۔ جس میں مہاجرین وانصار نصف نصف تھے۔ آنحضرت صلعم نے کچھ حضرات کو کچھ حضرات کے ساتھ وابستہ فرما دیا۔ اور پھر اس بھائی چارہ کو پُختہ کرنے کی طرف حضورؐ کی ہمیشہ توجہ رہتی تھی۔ یہ مواخات اگرچہ	〃	

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		مکہ معظمہ میں ہی جڑ پکڑ چکی تھی۔ تاہم مدینہ منورہ میں اس رشتہ مودت و یگانگت نے جو صورت اختیار کی، وہ بے نظیر تھی۔ اسی سے ایسی اسلامی قومیت کی بنیاد پڑی جو نسل، وطن، رنگ اور زبان کی ہر قید سے آزاد ہے۔
		مکہ کے مسلمان اپنا سب اثاثہ مکہ میں ہی چھوڑ آئے تھے۔ وہ فقط اپنی جان اور ایمان بچا کر مدینہ پہنچے تھے لیکن انصارِ مدینہ نے اپنے مہاجر بھائیوں کے ساتھ ایسا عظیم الشان برتاؤ کیا۔ کہ کوئی مہاجر مہاجر نہ رہا۔ وہ زمین، جائیداد اور مال و دولت میں انصار کے ساتھ برابر ہو گئے۔ جس انصاری نے جس مہاجر مسلمان کو بھائی بنایا۔ اس نے اپنی جائیداد میں اُسے برابر کا حصّہ دیا۔ مہاجرین و انصار میں رشتۂ اخوت یہانتک بڑھا۔ کہ حضرت سعدؓ بن ربیع انصاری کی دو بیویاں تھیں۔ آپ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے بھائی قرار پائے۔ آپ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا۔ کہ میں ایک کو طلاق دیتا ہوں۔ آپ اس سے نکاح کر لیں۔ لیکن انہوں نے احسانمندی کے ساتھ انکار کر دیا۔
		آنحضرت صلعم کے ہاتھوں مہاجر و انصار میں قائم کردہ بھائی چارہ ایک ایسا حقیقی رشتہ بن گیا۔ کہ اگر کوئی انصاری مرتا تھا۔ تو اُس کی جائیداد اور مال اُس کے مہاجر بھائی کو ملتا اور بھائی بند محروم رہتے۔
		یہ اسلام کی تعلیم اور رسول اکرمؐ کی ارفع و اعلیٰ شخصیت کا اعجاز تھا۔ کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر جان چھڑکتا تھا۔ اس رشتہ سے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ اپنے سگے بہن بھائیوں سے بھی زیادہ

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		پیار و محبت سے رہتے اور احترام کرتے تھے۔ مسلمانوں کا یہ اتفاق و اتحاد اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام تھا۔ اس نعمت کے ذکر میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے: فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ج وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ط (آلِ عمران: - آیت ۱۰۳) مسلمانو! یہ اللہ کی ایک نعمت ہے۔ کہ تم سب بھائی بھائی بن گئے ہو۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے۔ اللہ نے تمہیں اس میں گرنے سے بچا لیا۔
جمادی الآخر سنہ ۱ھ مطابق دسمبر جنوری سنہ ۶۲۲-۶۲۳ء	۵۳ سال ۸ ماہ (تقریباً)	**مدینہ کے یہودیوں سے معاہدہ** جن دنوں آنحضرت صلعم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ میں رونق افروز ہوئے۔ اُن دنوں اہلِ یہود کے تین قبیلے یعنی بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ اطراف مدینہ میں آباد تھے۔ اور مضبوط قلعے اور برج بنا لئے تھے۔ انصار کے مشہور دو قبائل اوس اور خزرج میں جو آخیر معرکہ (جنگ بعاث) ہوا تھا۔ اُس نے انصار کا زور توڑ دیا تھا۔ اور یہود ہمیشہ اس کوشش میں رہتے۔ کہ انصار کے دونوں قبائل میں اتحاد نہ ہو۔ چنانچہ اس مقصد کے پیشِ نظر اہلِ یہود ریشہ دوانیاں کرتے رہتے۔ آنحضرت صلعم جب مدینہ میں تشریف لائے۔ تو آپؐ نے پہلا کام یہ کیا۔ کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات واضح اور منضبط فرمائے۔ یعنی حضورؐ نے انصار اور یہود کو بلا کر ایک معاہدہ لکھوایا۔ جسے فریقین نے قبول کیا۔ یہ دُنیا کا اوّلین باقاعدہ تحریری وفاقی دستور تھا۔ جو آنحضرت صلعم کی قیادت میں مرتب و نافذ ہُوا۔ معاہدہ کا خلاصہ یہ ہے:- "یہ تحریر ہے۔ محمد النبیؐ کی جانب سے مسلمانوں کے درمیان جو قریشی

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
یا یثرب کے باشندے ہیں۔ اور اُن لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں کے ساتھ ملے ہوئے اور کاروبار میں اِن کے ساتھ شامل ہیں۔ ● ــــ کہ یہ سب لوگ ایک ہی قوم سمجھے جائیں گے۔ بنی عوف کے یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک قوم ہیں۔ ● ــــ اور جو کوئی اس معاہدہ کرنے والی قوم کے ساتھ جنگ کرے گا۔ تو اس کے خلاف سب کے سب مِل کر کام کریں گے مسلمان اس کی نُصرت کریں گے۔ ● ــــ معاہدہ اقوام کے باہمی تعلّقات باہمی خیر خواہی، خیر اندیشی اور فائدہ رسانی کے ہوں گے۔ ضرر اور گناہ کے نہ ہوں گے۔ ● ــــ جنگ کے دنوں میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ مصارف میں شامل رہیں گے۔ ● ــــ یہودیوں کی دوستدار قوموں کے حقوق یہودیوں کے برابر سمجھے جائیں گے۔ ● ــــ کوئی شخص اپنے معاہد کے ساتھ مخالفانہ کارروائی نہ کرے گا۔ ● ــــ مظلوم کی مدد و نُصرت کی جائے گی۔ ● ــــ مدینہ کے اندر کُشت و خُون کرنا اس معاہدہ کرنے والی تمام قوموں پر حرام ہوگا۔ ● ــــ زنہاری بھی معاہد قوموں جیسے سمجھے جائیں گے۔ ● ــــ اس معاہدہ کی قوموں کے اندر اگر کوئی ایسی نئی بات یا		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		جھگڑا پیدا ہو جائے۔ جس میں فساد کا خوف ہو۔ تو اس کا فیصلہ خدا اور اُس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سمجھا جائے گا۔ اس معاہدہ پر جب مدینہ کی تمام آباد قوموں کے دستخط ہو گئے۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا۔ کہ گرد و نواح کے قبائل بھی اس معاہدہ میں شامل کئے جائیں۔ اس کے دو فائدے ہوں گے:۔ (ا) قبائل کے درمیان خانہ جنگی اور مخلوقِ خدا کا خونِ ناحق بہنے کا انسداد ہو جائے گا۔ (ب) قریشِ مکہ معاہد قوموں کو مسلمانوں کے خلاف برانگیختہ نہ کر سکیں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے اس مبارک اور امن بخش ارادہ کی تکمیل کے لئے ہجرت کے پہلے ہی سال ودّان (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان ہے) تک سفر کیا۔ اور قبیلہ بنی حمزہ بن بکر بن عبد مناف کو اس معاہدہ میں شریک فرما لیا۔ اس عہدنامہ پر عمرو بن مخشی الضمری نے دستخط کئے تھے۔
رمضان المبارک ۱ھ مطابق مارچ ۶۲۳ء	۵۳ سال چھ ماہ (تقریباً)	**سریہ سیف البحر** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رمضان المبارک میں پہلا عَلَم حضرت امیر حمزہ رضؓ بن عبد المطلب کے لئے درست فرمایا، یہ عَلَم سفید تھا۔ ان کی قیادت میں تیس ۳۰ مسلمانوں کو قریش کی ایک جماعت کے مقابلہ کے لئے بھیجا۔ جو تین سو ۳۰۰ کفار پر مشتمل ابوجہل کی ماتحتی میں شام سے آ رہی تھی۔ حضرت امیر حمزہ رضؓ مقامِ عیص کے قریب سیف البحر پہنچے۔ کہ کفار سے آمنا سامنا ہو گیا۔ قتال کے لئے صفیں درست ہو گئی تھیں لیکن ایک شخص مجدی بن عمرو الجہنی نے، جو فریقین کا حلیف تھا، بیچ میں پڑ کر لڑائی موقوف کرا دی۔

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
سریہ رابغ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ساٹھ یا اسّی مہاجر سواروں کو حضرت عبیدہؓ ابن الحارث کی ماتحتی میں رابغ کی طرف روانہ فرمایا۔ اُن کے لئے جو علَم تیار ہُوا وہ بھی سفید تھا اور مسطح بن اثاثہ علَم بردار تھے۔ مجاہدین جب ثنیتہ المرّہ کے نیچے پہنچے تو وہاں دو سو قریش ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابو جہل کی قیادت میں موجود پائے۔ فریقین میں کوئی لڑائی نہ ہُوئی۔ البتّہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے کفّار پر تیر پھینکا۔ اور یہ پہلا تیر تھا جو مسلمانوں کی طرف سے کفّار پر پھینکا گیا۔ دو مسلمان مقداد بن عمرو البہرانی اور عتبہ بن غزوان المازنی بھی کفار کے ساتھ تھے۔ وہ اُسی روز بھاگ کر مسلمانوں سے آملے۔	۵۳ سال ساتۂ ماہ (تقریباً)	شوال سنہ۱ھ مطابق اپریل سنہ۶۲۳ء
اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی آنحضرت صلعم سے حضرت عائشہؓ کا نکاح شوال سنہ۱۰ بعثت میں ہجرت سے تین سال قبل مکّہ میں ہُوا تھا لیکن رخصتی اس ماہ عمل میں آئی۔ (حضرت عائشہ صدیقہؓ کی زندگی کے مختصر حالات گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں)		"
سریہ خرّار آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قریش کی ایک جماعت کو روکنے کے لئے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو بیس سواروں کا دستہ دے کر خرّار بھیجا اور فرمایا کہ خرّار سے آگے نہ جانا۔ ان کے لئے بھی جو علَم بنا وہ سفید تھا اور مقداد بن عمروؓ علَم بردار تھے یہ لوگ صرف رات کے وقت سفر کرتے۔ پانچویں دن صبح کے وقت خرّار پہنچے تو معلوم ہُوا۔ کہ قریش کی جماعت ایک روز پہلے جا چکی تھی۔ مجاہدین جحفہ تک گشت لگا کر واپس چلے آئے۔	۵۳ سال آٹھ ماہ (تقریباً)	ذیقعد سنہ۱ھ مطابق مئی سنہ۶۲۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالت مآب ﷺ

حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

حیاتِ اقدس کا دس سالہ مدنی دور

واقعاتِ عظیمہ

۲ھ

(یکم محرم تا آخر ذوالحجہ)

مطابق

۵ جولائی ۶۲۳ء تا ۲۳ جون ۶۲۴ء

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ

بلاشبہ اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں بھی خرید لیں، اور ان کا مال بھی، اور اس قیمت پر خرید لیں کہ ان کے لئے بہشت (کی جاودانی زندگی) ہو۔ وہ (کسی دنیوی مقصد کی راہ میں نہیں بلکہ) اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔ پس مارتے بھی ہیں اور مرتے بھی ہیں۔

(سورۃ التوبہ آیت ۱۱۱)

عنوانات

واقعاتِ عظیمہ ۲ھ

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
۱۲ صفر ۲ھ مطابق ۱۵ اگست ۶۲۳ء	۵۳ سال ۱۱ ماہ ۴ دن	**فرمانِ جہاد** جب تک سرورِ دو عالم صلعم مکہ مکرمہ میں رہے۔ اُس وقت تک حضورؐ کو صرف دلائل اور حجت کے ساتھ لوگوں کو توحید کی طرف بلانے کا حکم تھا۔ چنانچہ آپؐ بطریقِ احسن لوگوں کو بت پرستی سے منع فرماتے اور کفار کی ایذا رسانیوں اور شرارتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کرتے۔ تاکہ حجت الٰہیہ قائم ہو جائے اور حق و باطل واضح ہو جائے۔ مکہ معظمہ کی زندگی میں حرب و قتال کی اجازت نہ تھی اور تبلیغِ اسلام کے لئے قتال جائز نہ تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ خدا کے اسی حکم اور آپؐ کی تعلیم کا نتیجہ تھا۔ کہ صحابہؓ نے نہایت خاموشی کے ساتھ اپنا گھر بار، خاندان و اقربا، مال و متاع غرضیکہ سب کچھ اللہ اور اُس کے رسول کی محبت میں چھوڑ کر ہجرت میں آپؐ کا ساتھ دیا۔ اور راہِ حق میں ہر صعوبت کو نہایت خندہ پیشانی اور صبر و استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ سارا عرب اور تمام یہود ان تھوڑے سے اللہ کے بندوں کو دُنیا سے فنا کرنے کے لئے متفقہ طور پر کھڑے ہو گئے اور چاروں طرف سے اہلِ اسلام پر عرصۂ حیات تنگ کیا جانے لگا۔ جب یہ حالت ہو گئی۔ تو مندرجہ ذیل آیت کریمہ کا نزول ہوا۔ تمام مفسرین و محدثین کے نزدیک یہی وہ پہلا حکم الٰہی ہے۔ جس نے مسلمانوں کو حملہ آور دشمنوں کے مقابلہ پر اپنی مدافعت کی اجازت بخشی۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ:- أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقٰتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى — جنگ کرنے والوں کو اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ اُن پر ظلم ہوا اور خدا اُن

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ

نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ
(سورۃ الحج۔ آیت ۳۹-۴۰)

کی مدد پر بے شک قادر ہے۔ یہ لوگ اپنے وطن سے بلا وجہ صرف اس لئے نکالے گئے۔ کہ انہوں نے اللہ کو اپنا رب مان لیا ہے اور اگر بعض لوگوں (حملہ آوروں) کو بعض لوگوں (مسلمانوں) سے اللہ پاک دفع نہ کراتا۔ تب ضرور عیسائیوں کے گرجے یہودیوں کے معابد اور ترسا کے مندر اور مسلمانوں کی مسجدیں، جن میں اسم الٰہی کا ذکر کثیر ہوتا ہے، گرا دی جائیں؛

اللہ تعالیٰ کے اسی ارشاد کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عام لڑائی اور جہاد میں امتیاز کے لئے حسب ذیل آدابِ جہاد قولاً و عملاً مقرر فرمائے۔

آنحضرت صلعم کا دستور تھا۔ کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے اپنے صحابہؓ سے بیعت لیتے تھے۔ کہ عین لڑائی میں کوئی راہِ فرار اختیار نہ کرے۔ جہاد کے اقرار کی بیعت حضورؐ اسی طرح لیتے تھے جس طرح قبولِ اسلام کی۔

حضورؐ جہاد کے معاملہ میں اپنے اصحابؓ سے مشورہ فرماتے۔ جہاد کے موقعہ پر منزل کے انتخاب وغیرہ کے متعلق مشورہ کرتے۔ دشمن کی سرگرمیوں کی ٹوہ لگانے کے لئے جاسوس مقرر فرماتے۔ دشمن کے جاسوسوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے۔ کوئی مسلمان اگر مسلمانوں کے پوشیدہ مشورہ کی خبر کفار کو پہنچاتا تو آپؐ سخت ناراض ہوتے۔ علَم اور رایات سے کوئی لشکر خالی نہ ہوتا۔ زرہ اور دیگر سامانِ حرب کا ہر ممکن بندوبست فرماتے۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اگر سامانِ حرب کم ہوتا تو کفّار سے بھی عاریتاً لے لیتے۔ سفر کے وقت راحت کا خیال رکھتے اور تیز دھوپ میں مقام فرماتے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا قاعدہ تھا۔ کہ جب دشمن کے مقام کے قریب پہنچتے تو جیش کو روکتے۔ خدا سے نصرت کی دُعا کرتے۔ پھر فرماتے اب پڑھو، بسم اللہ۔ دشمن کی تعداد اور تیاری زیادہ ہوتی۔ تو آپؐ صحابہؓ سے فرماتے۔ فتح و نصرت کثرتِ تعداد اور کثرتِ آلاتِ حرب پر موقوف نہیں۔ بلکہ اصل چیز اس کے لئے خدا پر اعتماد اور صبر و استقامت ہے"۔ جہاد کے دَوران آنحضرت صلعم کا طریقہ تھا۔ کہ دشمن پر صبح کے وقت حملہ کرتے یا آفتاب ڈھلنے کے بعد۔ رات کے وقت حملہ نہیں فرماتے تھے۔ عین معرکۂ جنگ میں اُن کافروں کے خلاف، جن سے حرب قائم ہو، ہر قسم کی تدبیر اختیار کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ آنحضرت صلعم عورتوں، بچّوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے سے منع فرماتے۔ آپؐ کا حکم تھا۔ کہ منکرینِ خدا کو قتل کرو۔ مگر ناک، کان وغیرہ نہ کاٹو۔ کفّار سے جب معاہدہ کرو تو بدعہدی نہ کرو۔ حضورؐ کا حکم تھا۔ کہ اُس بوڑھے کے قتل سے دریغ نہ کرو جو صاحب تجربہ ہو اور کفّار اُس کی رائے سے فائدہ اُٹھائیں۔ آپؐ صحابہ کرامؓ سے فرماتے۔ کہ دشمن کے علاقہ میں قرآن حکیم لے کر نہ جائیں۔ آپؐ امیرِ سریہ سے فرماتے۔ کہ مقاتلہ شروع ہونے سے پہلے اسلام کی دعوت دیا کرو۔ اگر دشمن دعوت قبول نہ کرے تو مقاتلہ کرو۔ ورنہ ہاتھ روک لو۔ ایسی بستی جس سے اذان کی آواز سُنی جائے یا اسلام کی کوئی علامت معلوم ہو۔ وہاں

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حملہ کرنے سے آپؐ منع فرماتے۔ آپؐ کا حکم تھا کہ جو شخص کلمہ پڑھ لے، خواہ اُس نے جان کے خوف سے ہی پڑھا ہو اُسے قتل نہ کیا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام قاعدہ یہ تھا۔ کہ آپؐ فتح کے بعد وہاں تین دن تک قیام فرماتے۔ مالِ غنیمت کبھی اُسی مقام پر تقسیم فرما دیتے، کبھی وہاں سے چل کر راستے میں اور کبھی مدینہ منورہ پہنچ کر۔ ازواجِ مطہرات میں سے ایک نہ ایک غزوات میں آپؐ کے ساتھ ہوتیں، قبائل کی عورتیں بھی مرہم پٹی کے لئے کبھی کبھی ساتھ ہو جاتی تھیں۔ اُن کے علاوہ غلام بھی ساتھ ہوتے تھے۔ حضورؐ غلاموں کی خدمات کے پیشِ نظر مالِ غنیمت میں سے کچھ نہ کچھ اُنہیں عنایت فرما دیا کرتے۔ مالِ غنیمت میں سے چھپا کر کچھ لینے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبائر میں شمار فرماتے تھے۔ لیکن شہد، انگور اور کھانا اس میں داخل نہ تھے۔ صحابہؓ بقدرِ ضرورت کھانے کی اشیاء لے لیتے تھے۔
صفر ۲ھ مطابق اگست ۶۲۳ء	۵۳ سال ۱۱ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**غزوہ ودّان** اس غزوہ کو غزوہ الابواء بھی کہتے ہیں۔ یہ پہلا غزوہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ نفسِ نفیس شرکت فرمائی۔ آنحضرت صلعم قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کی غرض سے مقام ودّان تک گئے۔ مگر وہ لوگ نہ ملے۔ حضورؐ کے ساتھ ستّر مجاہدین تھے۔ علم سفید تھا، اور حضرت حمزہؓ علَم بردار۔ اپنے پیچھے حضرت سعدؓ بن عبادہ کو خلیفہ بنا کر آپؐ غزوہ کے لئے نکلے تھے۔ اس غزوہ میں آپؐ پندرہ[۱۵] دن مدینہ سے باہر رہے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
ربیع الاول ۲ھ مطابق ستمبر ۶۲۳ء	۵۴ سال اور ۲۲ دن تقریباً	**غزوۂ بواط** ہجرت کے تیرہویں مہینے مدینہ پر حضرت سعدؓ بن معاذ کو خلیفہ بنا کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم دو سو اصحاب کے ساتھ پھر غزوہ کے لئے نکلے۔ عَلَم سفید تھا اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص عَلَم بردار تھے۔ اس غزوہ سے آپؐ کو قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت مقصود تھی۔ جس میں امیہ بن خلف الجمعی کی زیرِ قیادت ایک سو قریش اور اڑھائی ہزار اونٹ تھے۔ آپؐ بواط تک تشریف لے گئے۔ مگر قریش سے مڈبھیڑ نہ ہوئی۔ اس لئے آپؐ واپس مدینہ لوٹ آئے۔ بواط شام کی راہ میں جحفہ کے قریب ایک دو شاخہ پہاڑ ہے۔ ابنِ اسحاق کے نزدیک اس دفعہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے پیچھے سائب بن عثمان بن مظعون کو خلیفہ بنایا تھا۔ واللہ اعلم۔
〃	〃	**غزوۂ سفوان (غزوۂ بدرِ اولیٰ)** اسی مہینہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کرز بن جابر الفہری کے تعاقب کو نکلے۔ اُس نے مدینہ کی ایک جانب ڈاکہ ڈالا تھا۔ اس غزوہ میں عَلَم سفید تھا اور حضرت علیؓ عَلَم بردار۔ اس دفعہ آپؐ نے زیدؓ بن حارثہ کو مدینہ کا خلیفہ بنایا۔ حضورؐ نے ستّر اصحاب کے ساتھ بدر کے قریب وادئ سفوان تک کرز کا تعاقب کیا۔ مگر وہ نہ ملا۔ پھر آنحضرت صلعم مدینہ لوٹ آئے۔ اس کو غزوہ بدرِ اولیٰ بھی کہتے ہیں۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
جمادی الآخر ۲ھ مطابق دسمبر ۶۲۳ء	۵۴ سال ۳ ماہ اور ۲۲ دن تقریباً	**غزوہ ذو العُشیرہ** ہجرت کے سولہویں مہینہ حضرت ابو سلمہؓ بن عبد الاسد المخزومی کو اپنے پیچھے خلیفہ مقرر فرما کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ صد[۱۵۰] مہاجرین کے ساتھ پھر قُریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کے لئے نکلے۔ سفید عَلَم حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ آنحضرت صلعم کو خبر ملی تھی۔ کہ قُریش کی ایک جماعت مالِ تجارت لے کر مکہ سے شام کے لئے روانہ ہو چکی ہے۔ اسی کی تلاش میں آپؐ ذُو العشیرہ تک تشریف لے گئے۔ یہاں پہنچ کر حضورؐ کو معلوم ہُوا۔ کہ قُریش کی یہ جماعت کئی روز پہلے یہاں سے آگے بڑھ چکی ہے۔ جب یہی جماعت شام سے واپس ہوئی اور پھر آنحضرت صلعم مزاحمت کے لئے نکلے تو غزوہ بدرِ کُبریٰ واقع ہُوا۔ ذو العشیرہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بندرگاہ ینبوع کی جانب ہے۔ اسی سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنی مدلج اور ان کے حلیف بنی ضمرہ سے معاہدہ فرمایا۔
رجب ۲ھ مطابق جنوری ۶۲۴ء	۵۴ سال اور چار[۴] ماہ ۲۲ دن تقریباً	**سریہ نخلہ** ہجرت کے سترہویں مہینے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کو بارہ[۱۲] مہاجرین کے ساتھ قُریش کی نقل و حرکت کی تحقیق کے لئے روانہ فرمایا۔ دو دو[۲] آدمی ایک ایک اُونٹ پر سوار تھے۔ ابنِ اسحاق لکھتے ہیں۔ کہ عبد اللہؓ بن جحش کے علاوہ بارہ[۱۲] کی بجائے آٹھ[۸] مجاہدین تھے۔ واللہ اعلم! آنحضرت صلعم نے حضرت عبد اللہؓ کو ایک بند خط دیتے ہُوئے فرمایا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کہ دو دن گزرنے کے بعد اس خط کو پڑھنا اور مندرجہ ہدایات کے مطابق عمل کرنا۔ حضرت عبداللہؓ نے حسب الحکم دو دن کی مسافت طے کرنے کے بعد خط کھول کر پڑھا۔ اُس میں حکم دیا گیا تھا۔ کہ نخلہ چلے جاؤ۔ جو طائف اور مکہ کے درمیان ہے۔ اور قریش کے قافلوں کی نقل و حرکت کی تحقیق کر کے ہمیں خبر دو۔ یہ چونکہ ایک خطرناک مُہم تھی۔ اس لئے حضرت عبداللہؓ نے ساتھیوں کو ساتھ چلنے یا واپس لوٹ جانے کا اختیار دیا۔ مگر سب نے اس مہم میں شرکت پر رضامندی ظاہر کی۔
		اتفاق سے جس اُونٹ پر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور عتبہؓ بن غزوان سوار تھے۔ وہ اُونٹ راستے میں کہیں گُم ہو گیا۔ جب وہ اس کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوئے تو خود راستہ بھول گئے۔ مگر باقی مجاہدین معہ اپنے قائد کے نخلہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔
		شام کے وقت قریش کا ایک قافلہ آیا۔ جو عمرو بن الحضرمی، عبداللہ بن المغیرہ کے دو لڑکوں (یعنی عثمان اور نوفل) اور بنی مغیرہ کے مولیٰ حکم بن کیسان پر مشتمل تھا۔ اُونٹوں پر کھجور اور دیگر سامانِ تجارت تھا۔
		اُس دن رجب الحرام کی آخری تاریخ تھی۔ (اس مہینہ میں قتل و قتال حرام تھا) لیکن مجاہدین نے ماہ شعبان کے شُبہ میں قافلہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت واقدؓ بن عبداللہ نے قافلہ سردار عمرو بن الحضرمی کو ایک تیر مارا جس سے وہ مر گیا۔ اس کے مرتے ہی قافلہ والے خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مجاہدینِ اسلام نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر کے مال و اسباب پر قبضہ کر لیا۔ نوفل بھاگ گیا۔ اس وقت تک چونکہ تقسیمِ غنائم کے متعلق کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کے قائد

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضرت عبداللہ بن حجش نے محض اپنے اجتہاد سے مالِ غنیمت کا پانچواں حصّہ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے رکھ کر باقی چار حصّے آپس میں تقسیم کر لئے۔ مجاہدین جب مدینہ پہنچے۔ تو دربارِ رسالت میں حاضر ہو کر تمام واقعات عرض کئے اور مالِ غنیمت کا خمس پیش کیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے شہرِ حرمت میں لڑائی کو سخت ناپسند کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو لڑائی کی اجازت نہ تھی پھر کیوں لڑے؟ مسلمانوں میں بھی یہ بات ناپسندیدہ سمجھی گئی۔ اس پر حضرت عبداللہ بن حجش اور اُن کے رُفقاء بہت نادم اور پشیمان ہوئے۔ اِدھر کفّار نے شور مچا دیا۔ کہ مسلمانوں نے شہورِ حرام کی حرمت بھی توڑ دی۔ آنحضرت صلعم پر ہر طرف سے یہ سوالات ہونے لگے۔ کہ ان مہینوں کے متعلق آخر اسلام کا کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:۔
		يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ۭ (البقرۃ:۔ آیت ۲۱۷)
		آپؐ سے ماہ حرام میں قتال کرنے کی بابت دریافت کرتے ہیں۔ آپؐ جواب میں کہہ دیجئے کہ بے شک ماہِ حرام میں قصداً قتال کرنا بڑا گناہ ہے لیکن خدا کے راستے سے کسی کو روکنا اور خدا کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اہلِ حرم کو حرم سے نکالنا اللہ کے نزدیک یہ جرم سب جرموں سے زیادہ سخت اور بڑا ہے اور کفر اور شرک کا فتنہ اس قتل سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے اور یہ کافر ہمیشہ تم سے جنگ کرتے رہیں گے تاکہ تم کو تمہارے دین سے ہٹا دیں اگر ان میں طاقت ہو

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
بہرکیف عمرو بن الحضرمی پہلا کافر تھا۔ جو مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔ اور یہ خمس اسلام کا پہلا خمس تھا۔ اور عثمان و حکم دونوں اسلام کے پہلے قیدی تھے۔		
قریش نے عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کا فدیہ بھیجا۔ مگر آنحضرت صلعم نے حضرت سعدؓ اور حضرت عتبہؓ کی واپسی تک ان دونوں کو چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ چند دن بعد جب دونوں صحابہؓ بسلامت مدینہ پہنچ گئے۔ تو آنحضورؐ نے نہ صرف عثمان اور حکم کو رہا فرما دیا۔ بلکہ مقتول کا خون بہا ادا کرنے کے ساتھ یہ بھی ظاہر فرمایا۔ کہ مسلمانوں نے یہ کام اجازت سے بڑھ کر کیا تھا۔		
رہائی کے بعد عثمان مکہ واپس آگیا اور یہیں حالتِ کفر میں مرا۔ البتہ حکم بن کیسان مسلمان ہو گئے۔ اور سریہ بیر معونہ میں شہادت پائی۔		
حضرت سلمانؓ پارسی کا اسلام لانا	"	"
حضرت سلمانؓ پارسی اصفہان کے باشندے تھے۔ ان کے قدیم مذہب میں ابلق گھوڑے کی پرستش کی جاتی تھی۔		
آپ دینِ حقہ کی تلاش میں گھر سے نکلے۔ کسی نے آپ کو پکڑ کر غلام بنا لیا اور پھر بیچ ڈالا۔ حضرت سلمانؓ نے دس سے زیادہ مذاہب اختیار کرنے کے بعد یہودیت میں پناہ لی۔ آپؓ جس یہودی کے پاس رہا کرتے تھے۔ وہ پیدا ہونے والے ایک نبیؐ کے اوصاف اکثر بیان کیا کرتا تھا۔ چنانچہ آپ بھی اس بات سے متاثر ہو کر اس ظہور کے منتظر تھے جب حضرت سلمانؓ نے مدینہ منورہ میں نبیؐ کریم صلعم کی زیارت کی تو اپنے آقا کے بیان کردہ اوصافِ نبی سے آنحضرت صلعم کو پہچان لیا۔ کہ جس		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نبیؐ کا انتظار تھا۔ وہ آپؐ ہی ہیں۔ اس قلبی تصدیق کے بعد حضرت سلمانؓ پارسی نے اسلام قبول کر لیا۔ اہلِ فارس میں آپ سب سے پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایمان کی حلاوت چکھی۔ غزوۂ خندق میں آنحضرت صلعم نے حضرت سلمانؓ پارسی کے مشورہ پر ہی مدینہ کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ حضرت سلمانؓ پارسی کی بتائی ہوئی تدبیر کارگر ثابت ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو اس غزوہ میں فتحیاب کیا۔ نوٹ:۔ مورخین نے حضرت سلمانؓ پارسی کے ایمان لانے کی تصریح میں صرف ۲ھ ہی لکھا ہے۔ کسی مہینہ کا ذکر نہیں کیا۔ لہٰذا مؤلف "رحمۃ للعالمین" کی ترتیب کے مطابق حضرت سلمانؓ پارسی کے ایمان لانے کا واقعہ یہاں درج کیا گیا ہے:
۱۵ شعبان ۲ھ مطابق ۱۱ فروری ۶۲۴ء	۵۴ سال ۵ پانچ ماہ ۷ سات دن	**تحویل قبلہ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد نبویؐ تعمیر کرتے وقت قبلہ بیت المقدس کی سمت رکھا تھا۔ اور حضورؐ ہجرت کے بعد سترہ (۱۷) اٹھارہ (۱۸) مہینوں تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ہی نماز ادا فرماتے رہے۔ مکہ کی زندگی میں آپؐ مقامِ ابراہیمؑ کے سامنے نماز پڑھتے تھے جس کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا۔ اس طرح دونوں قبلے سامنے آجاتے تھے۔ مگر حضورؐ کی دلی خواہش تھی۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کا تعمیر کردہ کعبۃ اللہ مسلمانوں کا قبلہ قرار پائے۔ چنانچہ آپؐ بار بار آسمان کی طرف دیکھ کر قبلہ کے ضمن میں حکمِ خداوندی کا انتظار فرماتے۔ آخر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپؐ کی اس قلبی خواہش کو شرفِ قبولیت

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
بخشا اور ارشاد فرمایا:۔ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (البقرۃ۔ آیت: ۱۴۴) ہم آپؐ کا رُخ آسمان کی طرف دیکھ رہے ہیں۔ پس ہم یقیناً آپؐ کو اس قبلہ کی طرف پھیر دیں گے، جسے آپؐ چاہتے ہیں۔ پس اپنا رُخ مسجد الحرام کی طرف پھیر لیجئے۔ قبلہ کی تبدیلی سے یہودی سخت برہم ہوئے۔ کیونکہ تحویلِ قبلہ سے مسلمانوں کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہوگئی تھی۔ پہلے یہودی سمجھتے تھے۔ کہ چونکہ مسلمان بہت سی باتیں اُن جیسی ہی کرتے ہیں۔ اس لئے وہ مسلمانوں کو بہت جلد اپنے اندر جذب کر لیں گے۔ مگر تحویلِ قبلہ سے اُن کی سب تمنّائیں خاک میں مل گئیں۔ تحویلِ قبلہ پر اُنہوں نے یہ طعنہ دینا شروع کیا۔ کہ آنحضرت صلعم نے ہماری مخالفت کے ارادہ سے قبلہ بدل دیا ہے۔ چنانچہ یہودیوں نے لوگوں کو بدظن کرنے کے لئے عجیب عجیب باتیں بنانا شروع کیں۔ جہلا اور منافقین نے اُن کا ساتھ دیا۔ مگر وہ لوگ جو راہِ حق پر تھے اور آپؐ کی رسالت کے دل وجان سے قائل تھے۔ تحویلِ قبلہ سے بہت خوش ہوئے۔ کیونکہ اس سے وہ تمام مارِ آستین اصلی رُوپ میں سامنے آ گئے تھے جو دل میں اسلام اور بانیٔ اسلام سے بُغض وحسد رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے نزدیک کعبہ کا قبلہ قرار دیا جانا حضورؐ سرورِ کائنات صلعم کی رسالت کے شایانِ شان تھا۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
آخری عشرہ شعبان ۲ھ مطابق مابین ۱۶-۲۶ فروری ۶۲۴ء	۵۴ سال ۵ پانچ ماہ اور مابین ۱۲-۲۲ دن	**روزوں کی فرضیّت** روزے مسلمانوں پر آخری عشرہ شعبان ۲ھ میں فرض ہوئے روزہ کی غرض و غایت تقویٰ ہے۔ یعنی اپنی خواہشات کو قابو میں رکھنا اور جذبات کی طلاطم خیزیوں سے اپنے آپ کو بچا لینا۔ قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:۔ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ ٱلصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ٥ — مسلمانو! تم پر روزے فرض کئے گئے۔ (اسی طرح) جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر فرض تھے۔ تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ پھر مدّت کا تعیّن کیا گیا۔ یعنی:۔ أَيَّامًا مَّعْدُودَٰتٍ ط — چند گنتی کے دن۔ اور پھر یہ بتایا گیا۔ کہ وہ سال کے کونسے دن ہیں، اور اُن کی اہمیت کیا ہے؟ شَهْرُ رَمَضَانَ ٱلَّذِىٓ أُنزِلَ فِيهِ ٱلْقُرْءَانُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَٰتٍ مِّنَ ٱلْهُدَىٰ وَٱلْفُرْقَانِ ج — وہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اُتارا گیا۔ اس قرآن میں لوگوں کے لئے ہدایت، اور حق و باطل میں امتیاز کی دلیلیں ہیں۔ مزید ارشاد باری تعالیٰ ہوا:۔ فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ ٱلشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط — (تو)، جو اس مہینہ کو پائے۔ مہینہ بھر روزے رکھے۔ روزے رکھنے کے لئے پورے رمضان المبارک کے تعیّن و تحدید کے

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
بعد اس فرض کی ادائیگی کے لئے ایک ضابطہ مقرر فرمایا۔ یعنی فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا اَوْ — اگر تم میں کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو۔ وہ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ — رمضان کے بعد ان دنوں کے بدلے میں وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ — روزہ رکھ لے، اور وہ لوگ جو روزہ رکھنے طَعَامُ مِسْكِيْنٍ — کی طاقت اپنے اندر نہ پاتے ہوں (یعنی شیخ فانی) اُن پر ایک مسکین کا کھانا ہے: روزہ رکھنے اور افطار کرنے کے اوقات کے تعین کے متعلق ارشاد ہوا۔ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ — اور اس وقت تک کھاؤ پیو۔ جب تک لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ — رات کا تاریک خط صبح کے سپید خط الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ — سے ممتاز نہ ہو جائے۔ اور: ——— ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ — پھر صوم (روزہ) رات تک پورا کرو۔ اِن ایام میں تعلقات زن وشو کیسے ہونے چاہئیں؟ اِس ضمن میں حکم الٰہی ہوا:۔ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ — شبِ صیام میں بیویوں سے مقاربت الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ — تمہارے لئے حلال کی گئی۔ وہ تمہاری لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ — پوشاک ہیں اور تم اُن کی۔ خدا جانتا لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ — ہے کہ تم اپنے نفس سے خیانت کرتے تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ — تھے۔ تو اُس نے معاف کیا۔ اب عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ — بیویوں سے ملو جلو۔ اور خدا نے تمہارے بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا — مقدر میں جو کچھ رکھا ہے (یعنی اولاد)		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		كَتَبَ اللهُ لَكُمْ ص اس کی تلاش کرو۔ روزوں کی فرضیت اور ضابطہ کے بعد ان کی اہمیت کے متعلق ارشاد ہوا: ۱- وَلِتُكَبِّرُوا اللهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ (تاکہ) خدا نے جو تم کو ہدایت کی ہے۔ اس پر اللہ کی بزرگی اور عظمت بیان کرو۔ ۲- وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اور (تاکہ، اس ہدایت کے ملنے پر) تم خدا کا شکر ادا کرو۔ ۳- لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۙ تاکہ تم متقی بنو۔ (احکامِ رمضان، سورۃ البقرہ آیت نمبر ۱۸۳-۱۸۴-۱۸۵-۱۸۷)
۱۲ تا ۱۷ رمضان المبارک ۲ھ مطابق ۸ تا ۱۳ مارچ ۶۲۴ء	۵۴ سال چھ ماہ اور (مابین) ۴ تا ۹ دن	**غزوۂ بدر** بدر ایک گاؤں کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے تقریباً اسّی میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہاں ایک بڑا بُت خانہ تھا۔ اور سامانِ تجارت کے تبادلہ کے لئے منڈی لگتی تھی۔ بُتوں کی پرستش اور سامانِ تجارت کے تبادلے کے لئے عرب سال میں ایک بار یہاں آتے تھے۔ جس کی وجہ سے اس اجتماع نے ایک میلہ کی شکل اختیار کر لی تھی۔ بدر کے چاروں طرف پہاڑ ہیں۔ مگر زیادہ حصّہ ریتلا ہے۔ ساحلِ سمندر یہاں سے تقریباً دس میل کے فاصلے پر ہے۔ یہاں پانی کا ایک چشمہ ہے۔ اور ارد گرد باغات موجود ہیں۔ تمام مورخین کا اس بات پر اتّفاق ہے۔ کہ نہ صرف غزوہ بدر بلکہ تمام لڑائیاں، جو قریشِ مکّہ سے پیش آئیں۔ ان سب کا سبب عمرو بن الحضرمی کا قتل ہے۔ (جس کی تفصیل سریہ نخلہ کے حالات میں گزر چکی ہے) علامہ طبری غزوہ بدر کے اسباب میں لکھتے ہیں:-

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"اور جس چیز نے بدر کے واقعہ کو اُبھارا اور وہ تمام لڑائیاں چھیڑ دیں جو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اور مشرکینِ قریش میں پیش آئیں، سب کا سبب یہی تھا۔ کہ واقد سہمی نے حضرمی کو قتل کر دیا تھا۔"
		اکثر مؤرخین نے غزوۂ بدر کی بُنیادی وجہ یہ بھی بیان کی ہے کہ جس قافلہ کی تلاش میں آنحضرت صلعم ذی العشیرہ تک گئے تھے۔ اسی قافلۂ تجارت کے متعلّق جب حضورؐ کو خبر ملی۔ کہ وہ ابوسفیان کی قیادت میں بہت زیادہ مالِ تجارت کے ساتھ شام سے مکّہ لوٹ رہا ہے۔ تو حضورؐ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا۔ کہ یہ قریش کا قافلہ ہے۔ جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا ہے۔ اور تمہارے اموال پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے۔ چلو شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس کا بدلہ دے۔ (واللہ اعلم)
		بہر حال اِدھر حضرمی کا اتّفاقیہ قتل ہوگیا تھا۔ اُدھر مکّہ میں یہ افواہ پھیل گئی تھی۔ کہ مسلمان شام سے واپس آنے والے قریش کے تجارتی قافلہ کو لُوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہی اطلاع کسی طرح سالارِ قافلہ ابوسفیان کو بھی پہنچ گئی۔ اُس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اہلِ مکّہ کے پاس روانہ کیا اور کہلا بھیجا کہ قریش کے تجارتی قافلہ کو مسلمانوں سے سخت خطرہ ہے۔ اس لئے آگے بڑھو اور قافلہ کو بچاؤ۔ اس خبر نے اہلِ مکّہ کی آتشِ انتقام کو اور بھڑکا دیا۔ چنانچہ وہ شمشیر برہنہ مکّہ سے نکل کھڑے ہُوئے۔
		آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جب اہلِ مکّہ کی اس تیاری کی خبر ملی۔ تو آپؐ نے صحابہؓ سے مشورہ کیا اور مہاجرین وانصار کے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ارادوں کا حال جاننے کے لئے سب کی رائے دریافت فرمائی۔ مہاجرین کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور بعدازاں حضرت عمر فاروقؓ نے جانثاری کا یقین دلایا۔ اَب انصار کی باری تھی۔ کیونکہ حضورؐ بار بار انصار کی طرف دیکھتے تھے۔ چنانچہ قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ نے کھڑے ہوکر بارگاہِ رسالت مآبؐ میں عرض کیا:۔
		"اگر حضورؐ کا اشارہ ہماری طرف ہے تو مَیں انصار کی طرف سے یقین دلاتا ہُوں۔ کہ خدا کی قسم آپؐ فرمائیں تو ہم سمندر میں کُود پڑیں"۔
		اِن کے بعد حضرت مقدادؓ کھڑے ہُوئے اور عرض کیا:۔
		"ہم حضرت مُوسیٰعؑ کی قوم کی طرح یہ نہ کہیں گے۔ کہ "تُو اور تیرا خدا جاؤ اور لڑو ہم تو بیٹھے ہیں"۔ قسم ہے اُس ذات کی جس نے حق و صداقت کے ساتھ آپؐ کو بھیجا ہے کہ اگر آپؐ برک الغماد (اقصائے یمن کا ایک مقام ہے) تک جائیں گے تو ہم ساتھ ساتھ ہوں گے اور حضورؐ کو درمیان میں لیتے ہُوئے آگے پیچھے، دائیں بائیں، جنگ لڑیں گے"۔
		حضرت مقدادؓ بن عمرو انصاری کی اس تقریر سے حضورؐ کا چہرہ مبارک چمک اُٹھا۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا:۔
		"تُم لوگوں کو بشارت ہو۔ اللہ جلّ شانہٗ نے مُجھ سے فتح و نُصرت کا وعدہ فرمایا ہے"۔
		۱۲ رمضان المبارک ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین صد چودہ (۳۱۴) صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہُوئے۔ اسلامی لشکر

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے ساتھ ستّر ۷۰ اُونٹ اور تین گھوڑے سواری کے لئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے تین تین سواریوں کے لئے ایک ایک اُونٹ مقرر فرمایا۔ اِن تین میں سے ایک پیدل چلتا اور دو ۲ سوار ہوتے۔ آنحضرت صلعم کی سواری میں سیدنا علی المرتضیٰؓ اور ابولبابہؓ شامل تھے۔ جب حضرت ابولبابہؓ راستہ سے ہی حاکمِ مدینہ بنا کر واپس کئے گئے۔ تو اب مجاہدین کی تعداد تین صد تیرہ ۳۱۳ رہ گئی تھی۔ ابولبابہؓ کی جگہ حضرت زیدؓ بن حارثہ نے لی۔ باقی سب غازی پیدل تھے۔ اِن تین صد تیرہ ۳۱۳ مجاہدین میں تراسی ۸۳ مہاجرین، ایک سو اکیاون ۱۵۱ انصار اور اُناسی ۷۹ متعلقینِ انصار تھے۔ بعض مورّخین نے مہاجرین کی تعداد ستّر ۷۰ لکھی ہے۔ (واللہ اعلم) لشکرِ اسلام کے ساتھ آنحضرت صلعم نے ذفران نامی وادی سے آگے بڑھنا شروع کیا۔ ابھی مسلمان اس وادی کو قطع بھی نہ کرنے پائے تھے کہ آنحضرت صلعم کو خبر ملی۔ کہ اہلِ مکّہ ابوسفیان کے قافلۂ تجارت کی حفاظت کے لئے قریب پہنچ گئے ہیں۔ حضورؐ نے ذفران کی وادی طے کر کے اصافر نامی گھاٹیوں کی راہ اختیار کی، اور دَبّہ نام کے ایک قصبہ میں اُترے۔ پھر آپؐ نے بدر میں پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ (یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ معرکہ چونکہ فرضیتِ صوم کا حکم نازل ہوتے ہی پیش آیا تھا۔ اس لئے مسلمان روزے کی حالت میں ہی یہاں تک پہنچے اور جہاد میں شریک ہوئے تھے۔) قریش بڑے ساز و سامان کے ساتھ مکّہ سے نکلے تھے۔ کفّار کا لشکر ایک ہزار آدمیوں پر مشتمل تھا۔ جس میں سَو ۱۰۰ سواروں کا رسالہ تھا۔ رؤسائے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		قُریش یعنی ابوجہل، اُمیّہ، حرث بن عامر وغیرہا سب شریکِ لشکر تھے۔ فوج کی کمان قُریش کے معزز رئیس عتبہ بن ربیعہ کے ہاتھ میں تھی۔ ابوجہل مکّہ سے ابھی چار منزل پر ہی پہنچا تھا۔ کہ اُسے اطلاع مل گئی۔ کہ ابوسفیان کا قافلہ بسلامت مکّہ پہنچ گیا ہے۔ اس اطلاع کے ملتے ہی اہلِ لشکر نے ابوجہل سے مکّہ واپس لوٹ جانے کے متعلّق کہا۔ مگر ابوجہل نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم یثرب کے قرب و جوار تک پہنچیں اور وہاں جشنِ شادی مُرتّب کریں۔ اس کا اثر یہ ہوگا۔ کہ گرد و نواح کے قبائل ہماری کثرت و شوکت سے مرعوب ہو کر مسلمانوں سے ہم عہد ہونا پسند نہ کریں گے۔ چنانچہ اہلِ لشکر نے ابوجہل کی اس رائے سے متفق ہو کر سمندر کا ساحل چھوڑ دیا اور مدینہ کے رُخ آگے بڑھنے لگے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ جب ابوسفیان کے قافلۂ تجارت کی بسلامت مکّہ پہنچنے کی خبر ملی۔ اور بظاہر مسلمانوں سے لڑائی کی کوئی وجہ نہ رہی۔ تو حکیم بن حزام نے عتبہ کو اس تصادم سے بچنے اور واپس مکّہ لوٹ جانے پر راضی کر لیا تھا۔ مگر جب ابوجہل کو اس بات کا علم ہُوا۔ تو اس نے عتبہ کو لڑائی سے پیٹھ پھیرنے اور بزدلی دکھانے کا طعنہ دیا اور حضرمی کے بھائی عامر کو بُلا کر بھڑکایا۔ عامر نے عرب دستور کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور گرد اڑا کر نعرے مارنے شروع کئے۔ اس واقعہ نے تمام فوج میں آگ لگا دی اور لشکرِ کفّار بدر میں آگے بڑھ کر عقنقل کے ٹیلہ کے پیچھے خیمہ زن ہو گیا۔ قریش چونکہ پہلے پہنچ گئے تھے۔ اس لئے انہوں نے مناسب جگہوں اور کنوؤں پر قبضہ کر لیا تھا۔ رات کو کچھ بارش ہو گئی جس کی وجہ سے وادی میں سخت دلدل ہو گئی اور قریش کو آگے بڑھنے میں دشواری پیش آئی۔ لہٰذا وہ آنحضرت ﷺ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے لشکر سے پہلے پہنچ کر چشمے پر قبضہ نہ کر سکے اور اسلامی لشکر اس پر قابض ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ چشمہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ مگر ساقیٔ کوثر کے فیضِ عام نے کفار پر پانی روکنا گوارا نہ کیا۔ اس لئے لشکرِ قریش کو بھی پانی لینے کی عام اجازت تھی۔
		جنگ سے ایک روز پیشتر آنحضرت صلعم نے میدانِ جنگ کا ملاحظہ فرمایا۔ صحابہ کرامؓ ساتھ تھے۔ حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم جگہ جگہ ٹھہر کر فرماتے کل یہاں فلاں کافر کی لاش ہو گی اور وہاں فلاں کافر کی۔ اس طرح جملہ سردارانِ قریش کے نام حضورؐ نے گنوا دیئے۔
	〃	**بدر میں صف بندی اور معرکۂ کارزار**
		یوم الجمعہ ۱۷ رمضان ۲ھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکرِ اسلام کی صف بندی فرمائی۔ آنحضرت صلعم کے دستِ مبارک میں پتلی سی چھڑی تھی۔ آپؐ نے ایک انصاری کے پیٹ پر چھڑی لگا کر فرمایا کہ برابر ہو جاؤ۔ انصاری نے عرض کیا "یا رسول اللہ! مجھے اس سے سخت تکلیف ہوئی ہے۔ آپؐ پیغمبرِ عدل و انصاف ہیں۔ میں تو بدلہ لوں گا۔" حضورؐ پُرنور صلعم نے اپنا کرتہ اوپر اٹھایا تو اس انصاری نے جھٹ آگے بڑھ کر آنحضرت صلعم کے بطنِ اطہر کو چوم لیا۔ حضورؐ نے اس کا سبب پوچھا۔ انصاری بولا۔ حضورؐ دنیا میں یہ آخری گھڑیاں ہیں اور آخری سانس ہے۔ میں نے چاہا کہ اس شرف سے مشرف ہو جاؤں۔" رحمۃ للعالمینؐ نے انصاری کو دعائے خیر دی اور پھر یہ دعا فرمائی:-
		"اے بارِ الٰہا! اگر مسلمانوں کی یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی۔ تو روئے زمین پر تیری پاکی بیان کرنے والا اور تیری اطاعت

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کرنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔"
		ازاں بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے عریش (چھپر) میں داخل ہو گئے۔ (یہ لشکرِ اسلامی سے پیچھے ایک بلند ٹیلے پر حضورؐ کے لئے بنایا گیا تھا۔ تاکہ آپؐ بلندی سے دونوں لشکروں کا محاربہ ملاحظہ کر سکیں) حضورؐ نے دو رکعت نماز کی نیت باندھی حضرت ابوبکر صدیقؓ ننگی تلوار لے کر پہرہ پر کھڑے رہے۔ نماز کے بعد حضورؐ نے لمبا سجدہ فرمایا۔ اور سجدہ کے بعد بھی اس تضرع اور عاجزی کے ساتھ مصروفِ دعا رہے کہ حضورؐ کے مبارک کاندھوں سے چادر گر گئی۔ اتنے میں حضورؐ پر اونگھ سی طاری ہو گئی۔ اور اُدھر ساری فوج بھی اونگھ گئی۔ حضورؐ نے آنکھ کھولتے ہی فرمایا:۔
		"ابوبکر! تجھے بشارت ہو کہ نصرتِ الٰہی آپہنچی۔ جبرئیلؑ بھی آگئے ہیں۔"
		آنحضرت صلعم میدانِ جنگ میں تشریف لائے اور فوج کو مخاطب کرکے فرمایا:۔
		"اپنی اپنی جگہ قائم رہنا۔ دشمن حملہ کی شکل میں آگے بڑھے تو اسے آگے آنے دینا۔ جب وہ تمہارے تیروں کی زد میں آجائے۔ تب خوب تیر برسانا۔ دشمن اور ہی قریب آجائے تو نیزوں کا استعمال کرنا۔ تلوار کا استعمال سب سے بعد ہو۔"
		بدر میں ایک عجیب منظر تھا۔ دو لشکر ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے۔ نور و ظلمت، سعادت و شقاوت اور حق و باطل آمنے سامنے

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن

تھے۔ چند لمحوں بعد اسلام اور کفر آپس میں ٹکرا کر دنیا میں عبرت کی یہ عظیم یادگار چھوڑنے والے تھے۔ کہ ہمیشہ کی حکومت اور غلبہ خدا کا ہے اور تا ابد فتحمندی و عظمت حق کا مقدر اور شکست و ذلّت کفر کی قسمت میں رہے گی۔ بدر کی اس صورت حال کے متعلق قرآن حکیم کا ارشاد ہے:۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ
(سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۲)

جو لوگ باہم لڑے۔ ان میں تمہارے لئے عبرت کی نشانیاں ہیں۔ ایک خدا کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا منکرِ خدا تھا۔

بہرحال اسی دن بدر میں لڑائی چھڑ گئی۔ لڑائی میں دشمن نے پہل کی۔ سب سے پہلے عامر حضرمی جس کو بھائی کے خون کا دعویٰ تھا۔ آگے بڑھا، حضرت عمرؓ کے غلام مہجعؓ مقابلہ کو نکلے، اور شہید ہو گئے۔ (آپ غزوۂ بدر کے سب سے پہلے شہید ہیں) اس کے بعد عتبہ حضرت حمزہؓ اور ولید حضرت علیؓ کے مقابل ہوا۔ دونوں مارے گئے۔ البتہ عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہؓ کو زخمی کر دیا۔ لیکن خود حضرت علیؓ کی تلوار سے جہنم رسید ہوا۔ زخمی عبیدہؓ کو اُٹھا کر آنحضرت صلعم کے پاس لایا گیا۔ حضرت عبیدہؓ نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا "کیا میں شہادت سے محروم رہا؟" حضورؐ نے فرمایا "نہیں تم نے شہادت پائی"۔ انصار میں سے دو بھائیوں معاذؓ اور معوذؓ نے باز کی طرح جھپٹ کر ابوجہل پر حملہ کیا اور اُسے قتل کر دیا۔ پھر عکرمہ بن ابوجہل کا تعاقب کیا۔ مگر وہ بچ کر نکل گیا۔ اس کے بعد لشکرِ کفار نے عام حملہ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ

بول دیا۔

حضورؐ نے لشکرِ اسلام کی صف بندی کچھ اس انداز سے فرمائی تھی۔ کہ دشمن کے تمام وار خالی گئے۔ رسولِ خدا صلعم نے ایک مُٹھی ریت دُشمنانِ اسلام کی طرف پھینکی۔ ہوا کا ایک جھونکا آیا۔ اور ریت کفّار کی آنکھوں میں ڈال گیا۔ دُشمن کی فوج میں بھگڈر مچ گئی۔ اور مسلمانوں کے زبردست حملہ سے کُفّار کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس افراتفری میں اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ بتائیدِ الٰہی فتح نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کے قدم چُومے اور حق و باطل کا یہ اوّلیں معرکہ اپنے عظیم نتائج کے ساتھ آنحضرت صلعم کی عظیم الشّان قیادت میں ختم ہو گیا۔

یہ اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم تھا۔ کہ اُس نے مسلمانوں کی بے سروسامان اور قلیل جماعت کو اسلحہ سے لیس اور تعداد میں اپنے سے تین گنا زیادہ دُشمن پر فتحیاب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی احسان کو اُحد کے موقع پر یاد دلایا ہے :۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ	یقیناً خدا نے بدر میں تمہاری مدد کی۔
وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ	جب تم کمزور تھے۔ تو خدا سے
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○	ڈرو۔ تاکہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

(سُوْرَۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۲۲)

لڑائی کے بعد آنحضرت صلعم کُفّار کی لاشوں کے قریب تشریف لائے۔ لاشیں اُسی جگہ پڑی تھیں۔ جس جگہ کی نشاندہی حضورؐ نے معرکہ سے ایک دن قبل فرمائی تھی۔ حضورؐ نے کُفّار کی لاشوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
"کسی نبی کے لئے اُس کے قرابت مند جس درجہ بُرے ہو سکتے ہیں۔ تم اپنے نبیؐ کے لئے ایسے ہی بُرے ثابت ہُوئے تم نے مجھے جُھٹلایا اور دُوسرے لوگوں نے میری صداقت کی گواہی دی۔ تُم نے مجھے وطن سے نکالا اور دُوسرے لوگوں نے مجھے اپنے پاس جگہ دی۔ تُم میرے خلاف لڑنے اُٹھے اور دُوسرے لوگوں نے مجھے اپنا تعاون پیش کیا۔"		
اس کے بعد آنحضرت صلعم نے کُفّار کی لاشوں کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ چوبیس ۲۴ سردارانِ قُریش کو ایک گڑھے میں اور باقی کُفّار کو دُوسرے گڑھے میں زیرِ خاک کر دیا گیا۔ تیسرے روز نبیٔ اکرمؐ اُس گڑھے کے کنارہ تک تشریف لے گئے جہاں سردارانِ قُریش کے ناپاک جُثّے گرائے گئے تھے۔ حضُورؐ نے بلند آواز سے فرمایا:۔		
"اَے عتبہ بن ربیعہ، اَے شیبہ بن عتبہ، اَے اُمیّہ بن خلف، اَے ابو جہل بن ہشام، اَے فلاں اَے فلاں، اللہ نے جو تمہاری بابت کہا تھا۔ کیا اُس کو تُم نے ٹھیک پایا مجھے تو جو اللہ نے وعدہ فرمایا تھا۔ مَیں نے تو اُسے بالکل دُرست دیکھ لیا۔"		
لڑائی کے فیصلہ کے بعد حضورؐ تین روز تک یہاں مُقیم رہے۔ پھر اموالِ غنیمت اور قیدیوں کو لے کر روانہ ہُوئے۔ جب مقام صفراء میں پہنچے تو اموالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ اِسی مقام پر نضر بن الحارث بن کلدہ کو قتل کیا۔ پھر یہاں سے چل کر جب عرق الظبیہ میں پہنچے۔ تو وہاں عتبہ بن ابی معیط کو قتل کیا۔ پھر آپؐ مظفر و منصور مدینہ منورہ		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		میں داخل ہوئے۔ اس معرکہ میں ۱۴ مسلمان شہید ہوئے جبکہ ۷۰ کفار قتل اور اتنے ہی گرفتار ہوئے اس فتح سے ہر جگہ مسلمانوں کا رعب چھا گیا۔ اطراف کے دشمن ڈرنے لگے اور مدینہ کے بہت سے لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ عبداللہ بن اُبی منافق اور اُس کے ساتھیوں نے بھی انہی ایام میں بظاہر اسلام قبول کیا۔ سطورِ بالا میں اگرچہ شہدائے بدر کی تعداد لکھی جا چکی ہے۔ تاہم حق و باطل کے اس عظیم معرکہ میں شہید ہونے والے صحابہؓ کا ذکر اس بات کا متقاضی ہے۔ کہ اس ضمن میں کچھ اور وضاحت کی جائے۔ بلاشبہ شہدائے بدر کا مرتبہ بہت بلند و ارفع ہے۔ یوں تو ہر شہیدِ حق کا مقام خدا کے نزدیک اتنا ارفع ہے۔ کہ انسانی شعور ان کی عظمتوں کا احاطہ کرنے سے قاصر ہے۔ اور قرآن حکیم کے اس ارشاد وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ○ — خدا کے راہ پر شہیدوں کو مُردہ نہ کہو۔ وہ زندہ ہیں۔ لیکن تم نہیں سمجھتے۔ (سورۃ البقرہ۔ آیت ۱۵۴) کے بعد شہدائے حق کی عظمتیں اور ہمیشہ زندہ رہنے والے کارنامے مزید کسی انسانی تعریف و توصیف کے محتاج نہیں رہتے۔ پھر بھی غزوۂ بدر کے حالات بیان کرتے وقت شہدائے بدر کا نام بنام ذکر اسلام کے اوّلین معرکہ کے محیر العقول نتائج اور مرعوب کُن اثرات کو سمجھنے کے لئے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کیونکہ یہاں اللہ تعالیٰ کے ہاں شہدا کے بلند مرتبے کا ذکر کرنا مقصود نہیں۔ بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے۔ کہ کس طرح مومنین کی مٹھی بھر

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن

جماعت نے رسول اللہؐ کی زبردست پیغمبرانہ قیادت میں باطل کی قوتوں کو شکست فاش دی۔ اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جانیں قربان کر کے اسلام کے روشن مستقبل کے لئے راستہ ہموار کیا۔ یقیناً یہ اسی جانفروشی اور اسلام کی عظمت کے لئے جان پر کھیل جانے کا نتیجہ تھا۔ کہ اِن مومنین کے شوقِ شہادت اور جذبہ جہاد کو ہمیشہ پائندہ و تابندہ رکھنے کے لئے اللہ کی رحمتیں جھوم جھوم کر آئیں اور فرشتوں نے آسمانوں سے اُتر کر جنگ میں ان کا ساتھ دیا۔ تاکہ یہ کامیاب و کامران ہوں، اور ان کے خُون کی چھینٹوں سے حق و صداقت کا چہرہ ہمیشہ تابناک رہے۔ یقیناً یہ انہی چند گِنے چُنے اللہ کے خاص بندوں کی غیرتِ حق کا نتیجہ ہے۔ کہ تاریخ اسلام میں اِن کا نام ہر نوع کی مسابقت اور ہمسری سے ہمیشہ بلند تسلیم کیا گیا ہے۔

صحیح بُخاری میں رفاعہ بن رافع الزرقیؓ صحابی بن صحابی سے روایت ہے

جَاءَ جِبْرَئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا تَعُدُّوْنَ أَهْلَ بَدْرٍ فِيكُمْ قَالَ مِنْ أَفْضَلِ الْمُسْلِمِينَ قَالَ وَكَذَالِكَ مَنْ شَهِدَ بَدْرًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ	جبرئیل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ پُوچھا تم اہلِ بدر کو مسلمانوں میں کیسا سمجھتے ہو۔ رسول اللہؐ نے فرمایا۔ سب مسلمانوں سے افضل سمجھتا ہُوں۔ جبرئیل نے بتایا۔ کہ فرشتوں میں سے جو فرشتے بدر میں حاضر ہوئے اُن کا درجہ ملائکہ میں بھی ایسا ہی سمجھا جاتا ہے۔

حضرت ابُوہریرہؓ نے کہا:۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ	فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِطَّلَعَ اللّٰهُ عَلٰی اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ (ابوداؤد) — نے اللہ تعالیٰ نے اہلِ بدر کو دیکھا اور فرمایا اب تم جو چاہو کرو میں تم کو بخش چکا ہوں۔ مورّخین کے مطابق جب حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں مسلمانوں کے روزینے مقرر کئے گئے۔ تو اصحاب بدر کو عامۃ المسلمین سے ممتاز سمجھا گیا۔ اور سب کے نزدیک انہیں ہر قسم کی اعانت کا زیادہ حقدار مانا گیا بہر حال غزوۂ بدر میں جن چودہ ۱۴ صحابہؓ نے چمنِ اسلام کی آبیاری کے لئے اپنا خون پیش کیا۔ اُن کے مُبارک اسماء یہ ہیں :۔ ● — حضرت مہجع بن صالح رضی اللہ عنہ آپ غزوۂ بدر میں سب سے پہلے شہید ہوئے۔ آپ سیّدنا حضرت عمر فاروقؓ کے آزاد کردہ غلام اور قوم عک سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ کی شہادت پر رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا۔ یَوْمَئِذٍ مَهْجَعُ سَيِّدُ الشُّهَدَاءِ۔ یہ اسلام کی انسانیت نوازی ہے۔ کہ پیغمبرِ اسلام ﷺ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے انہیں سیّد الشہداء کے خطاب سے نوازا۔ ● — حضرت عبیدہؓ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف بن قصیٰ آپ قرشی المطلبی ہیں۔ ابو الحارث یا ابو معاویہ کنیت فرماتے تھے۔ اسلام کے اوّلین سریہ میں آپ ہی کو امیر بنایا گیا تھا غزوۂ بدر میں جب آنحضرت صلعم نے اپنے گھرانے کے تین سرداروں کو جنگ میں جانے کا حکم دیا۔ تو حضرت امیر حمزہؓ اور حضرت علیؓ کے ساتھ آپ بھی تھے۔ بوقتِ شہادت آپ کی عمر تقریباً تریسٹھ ۶۳ سال تھی۔

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
● ـــ حضرت عمیرؓ بن ابو وقاص (مالک) بن اُہیب بن عبد مناف آپ نسباً قرشی الزہری اور حضرت سعد بن ابو وقاص کے چھوٹے بھائی ہیں۔ آپ نے سولہ سال کی عمر میں جامِ شہادت نوش کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو کم عمری کی بنا پر جب جنگ میں شریک ہونے سے روکنا چاہا تو آپ رو پڑے۔ جس پر حضورؐ نے اجازت فرمادی۔ غزوۂ بدر میں آپ نہایت پامردی سے لڑے اور ہنستے مسکراتے روضۂ رضواں کو سدھارے۔ ● ـــ حضرت عاقلؓ بن عبد یالیل آپ کا تعلق قبیلہ بنو لیث سے ہے۔ آپ کے دوسرے بھائی خالدؓ غزوۂ رجیع میں شہید ہوئے۔ ● ـــ حضرت عمیرؓ بن عبد عمیر بن نقلہ آپ بنو زہرہ کے حلیف تھے۔ آپ کی کنیت ابو محمدؓ اور لقب ذو الشمالین تھا۔ ● ـــ حضرت عوفؓ یا عوذ بن عفراء آپ کے والد کا نام حارث تھا۔ مگر اپنی والدہ عفراء کے نام سے مشہور ہیں۔ اس بلند مرتبہ خاتون کے ساتوں فرزند غزوہ بدر میں شریک تھے۔ آپ نسباً انصاری نجاری ہیں۔ ● ـــ حضرت معوذؓ بن عفراء آپ عوف یا عوذؓ بن عفراء کے سگے بھائی تھے۔ ● ـــ حضرت حارثؓ (یا حارثہ) بن سراقہ بن حارث آپ حضرت انسؓ بن مالک کے پھوپھی زاد ہیں۔ دورانِ جنگ میں		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
ایک تیر آپ کے حلق پر لگا جس سے آپ نے شہادت پائی۔ آپ کا تعلق انصارِ مدینہ سے تھا۔ ● — حضرت یزیدؓ بن حارث (یا حرث) بن قیس بن مالک آپ کو مواخات میں آنحضرت صلعم نے حضرت عمیرؓ بن عبد عمیر بن نقلہ کا دینی بھائی مقرر فرمایا تھا۔ آپ اپنے دینی بھائی کے ساتھ خُلدِ بریں کو سدھارے۔ آپ نسباً انصاری نجّاری تھے۔ ● — حضرت رافعؓ بن معلّٰے بن لوذان آپ کا تعلق انصارِ مدینہ سے ہے۔ ● — حضرت عمیرؓ بن حمام بن جموح بن زید بن حرام آپ نسب کے لحاظ سے انصاری اسلمی تھے۔ مواخات میں آپ حضرت عبیدہؓ (مہاجر) کے دینی بھائی بنے۔ آپ دونوں زندگی میں اکٹھے رہے اور اس غزوہ میں شہید ہو کر دونوں بہشت میں بھی اکٹھے گئے۔ ● — حضرت عمارہؓ بن زیاد بن سکن بن رافع آپ انصاری الاشہلی ہیں۔ آپ کے بھائی حضرت عمارہ بن زیادؓ اور چچا حضرت یزید بن سکنؓ نے غزوۂ اُحد میں شہادت پائی۔ ● — حضرت سعدؓ بن خیثمہ الانصاری الاوسی آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب سعد الخیر تھا۔ آپ نقیبِ محمدیؐ تھے۔ آپ کے والد بھی غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ جنگ میں آپ کو باپ نے کہا۔ کہ تم ٹھہرو میں جاتا ہوں۔ مگر آپ نے جواب دیا۔ "ابّا مجھے بہشت میں جانے سے نہ روکو۔" آپ کے والد خیثمہ غزوۂ اُحد		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		میں شہید ہوئے۔ اس لحاظ سے آپ شہید ابن شہید اور صحابی ابن صحابی ہیں۔
		● — حضرت مبشر رضی اللہ عنہ بن عبد المنذر بن زبیر
		آپ کا تعلق انصارِ مدینہ کے قبیلہ اوس سے تھا۔
۲۴-۲۵	۵۴ سال	**غزوۂ بنی سلیم**
رمضان المبارک	۶ ماہ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بدر سے مدینہ منورہ واپس
سنہ ۲ھ	اور	تشریف لائے۔ تو اس کے فوراً بعد سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ یا ابنِ امِ مکتوم رضی اللہ عنہ کو
مطابق	۱۶ یا	حاکمِ مدینہ بنا کر بنی سلیم کی جنگ کو تشریف لے گئے۔ آپ ؐ کو خبر ملی تھی کہ
مارچ ۲۰-۲۱	۱۷ دن	بنی سلیم مسلمانوں کے خلاف جمع ہو رہے ہیں۔ آپ ؐ ماء الکدر تک گئے۔
سنہ ۶۲۴ء		مگر وہ لوگ نہ ملے۔ تین روز وہاں مقیم رہنے کے بعد آپ ؐ مدینہ لوٹ آئے۔
۲۸	۵۴ سال	**زکوٰۃ الفطر اور نمازِ عید**
رمضان المبارک	۶ ماہ	ماہ رمضان کے ختم ہونے میں دو دن باقی تھے۔ کہ صدقۃ الفطر اور نمازِ
سنہ ۲ھ	۲۰ دن	عید کا حکم ہوا۔ اور یہ آیت نازل ہوئی :۔
مطابق		قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ — تحقیق فلاح پائی اُس شخص نے جو باطنی
۲۴ مارچ		وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ — نجاستوں سے پاک ہوا اور (عید کی)
سنہ ۶۲۴ء		(سُوْرَةُ الْاَعْلٰى۔ آیت ۱۴-۱۵) — نماز پڑھی۔
		حضرت عمر بن عبد العزیز اور ابو العالیہ اس آیت کی یوں تفسیر فرماتے تھے
		"فلاح پائی اُس شخص نے جس نے زکوٰۃ الفطر ادا کی اور نمازِ
		عید پڑھی۔"
شوال سنہ ۲ھ	۵۴ سال	**زکوٰۃ کی فرضیت**
مطابق مارچ-اپریل	۷-۸ ماہ	علماء کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ مال کی سالانہ زکوٰۃ کب فرض ہوئی۔
سنہ ۶۲۴ء	(تقریباً)	جمہور کا قول یہ ہے۔ کہ ہجرت کے بعد فرض ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ زکوٰۃ کا پورا

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نظام آہستہ آہستہ فتح مکہ کے بعد قائم ہُوا (اور اسی بنا پر محدثین نے اس کی فرضیت ۸ھ میں بیان کی ہے) مگر اصل یہ ہے۔ کہ زکوٰۃ ۲ھ میں صومِ رمضان کی فرضیت کے بعد فرض ہُوئی۔ اس کی بنیاد حضرت قیس بن سعدؓ کی وہ روایت ہے۔ جسے مسند احمد، صحیح ابن خزیمہ، نسائی اور ابن ماجہ نے نقل کیا ہے۔ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوٰۃ کا حکم نازل ہونے سے پیشتر ہمیں صدقۃ الفطر دینے کا حکم فرمایا۔
		نماز کے بعد زکوٰۃ اسلام کا اہم ترین رُکن ہے۔ زکوٰۃ کا ذکر قرآنِ حکیم نے عموماً نماز کے بعد کیا ہے۔ عُلماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ نماز حقوق اللہ اور زکوٰۃ حقوق العباد میں سے ہے۔
		نماز کی طرح زکوٰۃ بھی ابتدائے اسلام سے ہی مسلمانوں کے لئے ضروری قرار دی گئی تھی۔ مگر عُلماء کی تشریح کے مطابق شروع اسلام میں زکوٰۃ کا لفظ صرف صدقہ وخیرات کے مترادف تھا جس کا اطلاق تعمیم کے ساتھ ہر مالی اور جسمانی امداد اور نیکی پر ہوتا ہے۔ لیکن فقہی اصطلاح میں "زکوٰۃ" صرف اس مالی امداد کو کہتے ہیں۔ جو ہر اُس مسلمان پر سال میں صرف ایک دفعہ واجب ہے جو دولت کی ایک مخصوص مقدار کا مالک ہو۔
		زکوٰۃ کی تقسیم کے لئے قرآنِ حکیم نے ذیل کی آٹھ مدات بیان فرمائی ہیں:۔
		(۱) فقیروں کے لئے (۲) مسکینوں کے لئے۔
		(۳) زکوٰۃ کو جمع کرنے والوں کی تنخواہوں کی ادائیگی۔
		(۴) وہ لوگ جن کی دِل افزائی اسلام میں منظور ہو یعنی نو مسلم لوگ۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		(۵) غلاموں کو آزادی دلانے کے لئے۔ (۶) ایسے قرضداروں کا قرضہ چکانے کے لئے جو قرض ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں۔ (۷) اللہ کے راستے میں۔یعنی دیگر نیک کاموں کے لئے۔ (۸) اور ـــــ مسافروں کے لئے۔ زکوٰۃ کا مرکزی مقصد وہی ہے۔جو خود لفظِ زکوٰۃ کے اندر ہے زکوٰۃ کے لفظی معنی "پاکی" اور "صفائی" کے ہیں یعنی گناہ اور دوسری روحانی، قلبی اور اخلاقی برائیوں سے پاک صاف ہونا۔زکوٰۃ کا اہم ترین فائدہ نظامِ جماعت کے لئے مالی سرمایہ بہم پہنچانا ہے۔زکوٰۃ مال، مال کی حرص اور بخل کو ختم کرنے کا تیر بہدف علاج ہے۔دوسروں کے ساتھ ہمدردی کرنا اور شخصی اغراض کی جگہ جماعتی اغراض کے لئے اپنے اوپر ایثار کرنا زکوٰۃ کے اعلیٰ مقاصد میں سے ہے۔
"	"	**ازدواجِ حضرت علیؓ و فاطمۃ الزہراؓ** اس ماہ میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی عمل میں آئی۔ مورّخینِ اسلام سیدہؓ کے نکاح و رخصتی کی مدّت کے تعیّن میں متّفق نہیں۔بعض کا خیال ہے۔کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے چار مہینے بعد اوائل محرم ۲ھ میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا عقد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے کیا۔بروایت دیگر اربابِ سیر حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے غزوہ اُحد کے بعد ہوئی۔بعض مورّخین کہتے ہیں۔کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ساڑھے چار ماہ بعد نکاح ہوا۔اور ساڑھے سات مہینے گزرنے کے بعد

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضرت فاطمۃ الزہرا کی رخصتی ہوئی۔ اور بعض کا گمان ہے۔ کہ آپ کا عقد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ساڑھے پانچ ماہ بعد ہوا۔ اور حضرت علیؓ نے ساڑھے نو ماہ بعد رخصتی کرائی۔ یہاں اس حقیقت کی بنا پر، کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ شوال کی شادی اور رخصتی کو پسند فرماتی تھیں، شوال ۲ھ کے واقعاتِ عظیمہ میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی درج کی گئی ہے۔ دوسرے یہ مدت تیسری روایت کے مطابق صحیح بیٹھتی ہے جس میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ساڑھے چار ماہ بعد اور پھر رخصتی ساڑھے سات ماہ بعد بیان کی گئی ہے۔ یعنی حضرت عائشہ صدیقہؓ کی رخصتی کے ایک سال بعد حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی رخصتی عمل میں آئی۔ واللہ اعلم (حضرت علیؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ کے مختصر حالاتِ زندگی گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں)
۱۵ شوال ۲ھ مطابق ۱۰ اپریل ۶۲۴ء	۵۴ سال ۷ ماہ ۷ دن	**غزوۂ بنی قینقاع** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ادھر بدر میں کفارِ مکہ سے برسرِ پیکار تھے۔ ادھر مدینہ کے یہودیوں نے آپؐ کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مدینہ میں مسلمانوں کو تنگ کرنا شروع کیا جب مسلمان بدر میں فتحیاب ہوئے۔ تو مدینہ کے یہودیوں کو اسلام کی طاقت سے خطرہ محسوس ہوا۔ اہلِ یہود میں بنی قینقاع سب سے جری قبیلہ تھا۔ اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت سے مرعوب ہو کر سب سے پہلے اس قبیلہ نے مسلمانوں کے خلاف اعلانِ جنگ کیا۔ مورخین کے مطابق :-

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
"بنو قینقاع پہلے یہود تھے۔ جنہوں نے اِس معاہدہ کو توڑ ڈالا۔ جو اُن میں اور آنحضرت صلعم میں تھا۔ اور بدر اور اُحد کے درمیانی زمانہ میں مسلمانوں سے لڑائی کی۔" ابن سعید نے غزوہ بنو قینقاع کے ذکر میں لکھا ہے۔ کہ:۔ "واقعہ بدر میں سب یہودیوں نے شورش کی اور حسد ظاہر کیا اور عہد کو توڑ ڈالا۔" ایک اتفاقی حادثہ نے حسد کی اس آگ کو اور بھڑکایا۔ واقعہ یہ ہُوا کہ ایک انصاری عورت مدینہ کے بازار میں ایک یہودی کی دُکان پر گئی۔ یہودی نے اس کی بے حُرمتی کی۔ اس سے غضبناک ہو کر ایک غیر تمند مسلمان نے یہودی دُکاندار کو قتل کر دیا۔ جس سے سارے مدینہ میں کشیدگی بڑھ گئی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے تو آپؐ کو سب حالات کا علم ہُوا۔ آنحضرت صلعم نے اس فعل پر یہودیوں کی ملامت کی۔ جس پر بنو قینقاع بگڑ گئے، اور بولے کہ ہم قریش نہیں۔ جب ہم سے معاملہ پڑے گا۔ تو ہم دکھلا دیں گے۔ کہ لڑائی کسے کہتے ہیں۔ یہودیوں کی طرف سے یہ جواب نہ صرف معاہدہ توڑنے بلکہ اعلانِ جنگ کے ہم معنی تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے وسط شوال ۲ھ میں یہودیوں کا محاصرہ کر لیا۔ اور یہ محاصرہ پندرہ دن تک رہا۔ حتّٰی کہ ذی قعدہ کا چاند نظر آگیا۔ بالآخر مسلمانوں کی طاقت سے مرعوب ہو کر بنو قینقاع نے بلا شرط رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حکم پر رضامندی ظاہر کی۔ رأس المنافقین		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		عبداللہ بن اُبیّ اور حضرت عبادہؓ بن الصامت کی سفارش پر بنو قینقاع قتل سے تو بچ گئے۔ مگر آنحضرت صلعم نے اُن کی جلاوطنی کا حکم صادر فرمایا۔ اور آپؐ مالِ غنیمت لے کر واپس مدینہ تشریف لائے مالِ غنیمت کا خمس آپؐ نے لیا باقی فاتحین پر تقسیم فرمایا۔ بدر کے بعد یہ پہلا خمس تھا۔ جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ و آلہ وسلّم نے اپنے دستِ مبارک سے لیا۔
۵ ذی الحجہ سنہ ۲ھ مطابق ۲۹ مئی سنہ ۶۲۴ء	۵۴ سال ۸ ماہ ۲۷ دن	**غزوۂ سویق** بدر میں ذلت آمیز شکست اور سردارانِ قریش کے قتل کی وجہ سے مکّہ کے ہر گھر میں صفِ ماتم بچھ گئی تھی۔ ابو سفیان اب قریش کا رئیس تھا۔ اس کا منصب اس امر کا متقاضی تھا۔ کہ وہ مسلمانوں سے غزوۂ بدر کے مقتولین کا انتقام لے۔ چنانچہ ابو سفیان نے مشرکین کی بدر سے واپسی پر منّت مانی۔ کہ وہ جب تک مسلمانوں سے بدر کا بدلہ نہ لے گا غسلِ جنابت نہیں کرے گا۔ ابو سفیان اسی جوشِ انتقام میں دو سو شتر سواروں کے ساتھ مدینہ کی طرف بڑھا۔ اُسے یقین تھا کہ مدینہ کے یہودی مسلمانوں کے مقابلہ پر اُس کی مدد کریں گے۔ اسی خیال کے تحت وہ پہلے حیی بن اخطب کے پاس گیا۔ مگر اُس نے دروازہ ہی نہ کھولا۔ اِدھر سے مایوس ہو کر وہ سلام بن مشکم کے ہاں پہنچا۔ سلام بنو نضیر کا سردار اور یہودیوں کے تجارتی خزانہ کا مہتمم تھا۔ سلام نے ابو سفیان کا نہ صرف پُرجوش استقبال کیا۔ بلکہ اُسے خوش ذائقہ کھانے کھلائے، شراب پلائی اور مدینہ کے مخفی راز بتائے۔ صبح اُٹھ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کر ابوسفیان مدینہ سے تین میل دُور عریض نام کی ایک بستی پر حملہ آور ہُوا۔ سعد بن عمرو انصاری کو قتل کیا اور گھاس کے انبار اور چند مکانات جلا کر اپنی قسم پوری کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپؐ ابوسفیان کے تعاقب کو نکلے۔ ابوسفیان گھبراہٹ میں ستّو کے چند تھیلے چھوڑ کر مکّہ کی طرف بھاگ گیا۔ یہ تھیلے مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ عربی میں ستّو کو سویق کہتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ واقعہ غزوۂ سویق کے نام سے موسوم ہُوا۔
۱۰ ذوالحجہ ۲ھ مطابق ۳ جون ۶۲۴ء	۵۴ سال ۹ ماہ ۲ دن	**مسلمانوں کی پہلی بقر عید** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۹ ذی الحجہ کو غزوہ سویق سے واپس مدینہ تشریف لائے۔ حضورؐ نے ۱۰ ذوالحجہ کو دو رکعت نمازِ عید ادا فرمائی اور دو مینڈھے قربانی کئے۔ آپؐ نے مسلمانوں کو بھی قربانی کرنے کا حکم دیا۔ یہ مسلمانوں کی پہلی بقر عید تھی۔
		رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ "اور مجھ پر تیس دن رات (مسلسل) ایسے گزرے ہیں کہ میرے اور بلالؓ کے لئے کوئی ایسا کھانا مہیّا نہیں ہو سکا، جسے جاندار کھاتے ہیں۔ بجز اس شئے کے، جسے (چھوٹی سی پوٹلی بنا کر) بلالؓ اپنی بغل میں داب لیتے۔" (روایت حضرت انسؓ۔ مشکوٰۃ جلد ۲۔ کتاب الرقاق)

وَ اَبْیَضَ یُسْتَسْقَی الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ
ثِمَالَ الْیَتَامٰی، عِصْمَۃً لِلْاَرَامِلِ

——— ابو طالب

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

وہ دانائے سُبُل، مولائے کُل ختم الرُّسُل جس نے
غُبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وُہی اوّل وُہی آخر
وُہی قرآں، وُہی فرقاں، وُہی یٰسین، وُہی طٰہٰ

اقبال

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

رسالت مآبؐ

حضرت محمدؐ رسول اللہ

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کی

حیاتِ اقدس کا دس سالہ مدنی دور

واقعاتِ عظیمہ

سنہ ۳ھ

محرم تا ذوالحجہ

مطابق

۲۴ جون ۶۲۴ء تا ۱۲ جون ۶۲۵ء

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ! — وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ٥

(الصف : ۹)

وُہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ضابطۂ ہدایت اور دینِ حق دے کر اس غرض سے بھیجا ہے کہ وہ ہر دین کے مقابلے میں اسے (پوری انسانی زندگی پر) غالب کر دے! اگرچہ یہ مشرکوں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو!

عنوانات

واقعاتِ عظیمہ

سنہ ۳ھ

- —— غزوۂ غطفان
- —— سریہ محمدؐ بن مسلمہ رضی اللہ عنہ
- —— غزوہ بحران
- —— سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- —— اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح
- —— غزوۂ اُحد
- —— غزوہ حمراء الاسد
- —— اُم المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنتِ خزیمہ سے نکاح

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
محرم ۳ھ مطابق جون جولائی ۶۲۴ء	۵۴ سال ۱۰ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**غزوہ غطفان** غزوۂ سویق سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بقیہ ذی الحجہ مدینہ منورہ میں ہی مقیم رہے۔ اسی دوران میں حضورؐ کو یہ خبر ملی۔ کہ بنی ثعلبہ اور بنی محارب (قبیلہ غطفان کی شاخیں) نجد میں جمع ہو رہے ہیں اور اپنے سردار دعثور غطفان کی قیادت میں اطرافِ مدینہ میں لوٹ مار کا ارادہ رکھتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں حضرت عثمانؓ کو اپنا نائب مقرر فرما کر چار صد پچاس (۴۵۰) صحابہؓ کے ساتھ نجد کی طرف خروج فرمایا۔ حضورؐ کی آمد کی خبر سن کر غطفان قبائل پہاڑوں میں منتشر ہو گئے۔ صرف بنی ثعلبہ کا ایک شخص صحابہؓ کے ہاتھ لگا۔ جسے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ وہ آنحضرت صلعم کی دعوت پر مسلمان ہو گیا۔ آنحضرت صلعم نے صفر کا پورا مہینہ وہاں ہی گزارا۔ اس دوران میں کوئی شخص مقابلہ پر نہ آیا۔ آخر آپؐ بلا جدال و قتال ربیع الاول میں رجعت فرمائے مدینہ ہوئے۔ اس غزوہ کو غزوہ انمار یا غزوہ ذی امر بھی کہتے ہیں
۱۴ ربیع الاول ۳ھ مطابق ۴ ستمبر ۶۲۴ء	۵۵ سال ۶ دن	**سریہ محمدؐ بن مسلمہؓ (قتل کعب بن اشرف یہودی)** کعب بن اشرف ایک یہودی تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت تکلیف دیتا تھا۔ مدینہ منورہ میں جب فتح بدر کی خوشخبری پہنچی۔ تو اس یہودی کو سخت صدمہ ہوا، اور کہا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے کہ مکہ کے بڑے بڑے سردار اور اشراف مارے گئے ہیں۔ تو پھر زمین کی پشت سے زمین کا بطن بہتر ہے (یعنی جینے سے مرنا بہتر ہے) تاکہ اس ذلت اور رسوائی کو آنکھیں نہ دیکھیں۔ اور جب اس خبر

سن	عُمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کی تصدیق ہوگئی۔ تو مقتولینِ بدر کی تعزیت کے لئے مکّہ روانہ ہُوا۔ مکّہ پہنچ کر اُس نے اہلِ مکّہ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ وہ جگہ جگہ مقتولینِ بدر کے مرثیے پڑھتا اور لوگوں کو رُلاتا۔ اُس نے قُریشِ مکّہ کے دِلوں میں مسلمانوں کے خلاف آتشِ انتقام بھڑکانے کے بعد قبائل کا دَورہ کیا اور اُن کو لڑائی پر اکسایا۔ پھر مدینہ واپس آکر مسلمان عورتوں کے متعلق حسبِ سابق عشقیہ اشعار کہنے شروع کئے اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہجو لکھی۔
		آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اس یہودی کی حرکات سخت ناپسند تھیں۔ مسلمان بھی اس سے حد درجہ نفرت کرتے تھے۔ چنانچہ محمّد بن مسلمہؓ، عباد بن بشرؓ، حارث بن اوسؓ، ابوعبیس بن جبرؓ اور ابو نائلہ سلکان بن سلامہؓ اُس کے قتل پر تیار ہُوئے اور حضورؐ سے اجازت چاہی، آنحضرت صلعم نے اجازت فرمائی اور صحابہؓ کو رُخصت کرنے کے لیے بقیع الغرقد تک اُن کے ساتھ تشریف لے گئے۔
		اِن صحابہؓ میں سے ابو نائلہ، کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ پہلے ابو نائلہ تنہا اُس کے دروازے پر پہنچے اور آواز دے کر اُسے بلایا۔ جب وہ بالاخانہ پر آیا۔ تو ابو نائلہ نے اُس پر یہ ظاہر کیا۔ کہ ہم رسول اللہ صلعم سے منحرف ہوگئے ہیں۔ اور تمہارے پاس غلّہ قرض لینے آئے ہیں۔ کعب یہ سُن کر بہت خُوش ہُوا۔ مگر غلّہ قرض دینے کے عوض کوئی چیز رہن رکھنے کو کہا۔ آخر وہ ہتھیار رہن رکھنے پر راضی ہوگیا۔ اس طرح ابو نائلہ اپنے ساتھیوں کو مسلّح

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اس کے مکان تک لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ جب یہ لوگ وہاں پہنچے اور اسلحہ لینے کے لئے کعب نیچے آیا۔ تو ابونائلہ نے اُسے پکڑ لیا۔ دوسرے ساتھیوں نے قتل کیا اور اس یہودی کا سر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر حضورؐ کے سامنے ڈال دیا۔ آخر شب تھی اور حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ نے یہودی کا سر دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا۔ حضرت حارث بن اوسؓ اپنے ہی ساتھیوں میں سے کسی کی تلوار سے زخمی ہو گئے تھے۔ آنحضرت صلعم نے لعابِ دہن لگایا۔ جس سے وہ اچھے ہو گئے۔ اسی رات یہودیوں کو کعب کے قتل کا علم ہو گیا۔ جس کے باعث وہ سخت مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے۔ جب صبح ہوئی تو یہود کی ایک جماعت آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے سردار کے اس طرح قتل ہو جانے پر اپنی پریشانی کا اظہار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ کہ وہ مسلمانوں کو طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتا اور لوگوں کو ہمارے خلاف قتال پر اکساتا تھا۔ اور تم لوگ کعب کے اشعار، گفتگو اور طرزِ عمل سے اچھی طرح واقف ہو۔ یہودی یہ جواب سُن کر دم بخود رہ گئے۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے ان سے ایک عہد نامہ لکھوایا کہ یہود میں سے آئندہ کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔
ربیع الثانی ۳ھ مطابق ستمبر-اکتوبر ۶۲۴ء	۵۵ سال ایک ماہ (تقریباً)	**غزوۂ بحران** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے غزوہ غطفان سے واپسی کے بعد ماہ ربیع الاوّل مدینہ منوّرہ میں گزارا۔ اوائل ربیع الثانی میں حضورؐ کو خبر ملی۔ کہ مقامِ بحران جو حجاز کا معدن ہے۔ وہاں بنی سلیم

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
مسلمانوں کی مخالفت پر جمع ہو رہے ہیں۔ حضورؐ عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ کو خلیفہ بنا کر تین سو صد صحابہؓ کے ساتھ بنی سلیم کے مقابلہ کی نیّت سے نکلے۔		
بنی سلیم آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خبر سنتے ہی منتشر ہو گئے، اور آپؐ چند روز وہاں قیام فرما کر بلا جدال و قتال مدینہ واپس آ گئے۔		
عُلماءِ سیر کا اس میں اختلاف ہے۔ کہ آپؐ نے کتنی مُدّت بحران میں قیام فرمایا۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ حضورؐ نے دس شب قیام کیا اور بعض کے نزدیک آنحضرت صلعم ۶ جمادی الاوّل تک وہیں مقیم رہے۔ واللہ اعلم۔		
سریہ زید بن حارثہؓ (سریہ قردہ)	۵۵ سال	جمادی الآخر
قریشِ مکّہ بدر کے واقعہ سے اس درجہ مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے تھے۔ کہ انہوں نے بغرضِ تجارت مجاہدینِ اسلام کی چھیڑ چھاڑ کے اندیشہ سے شام کا قدیم تجارتی راستہ چھوڑ کر عراق کا راستہ اختیار کیا۔ اور رہنمائی کے لئے فرات بن حیّان عجلی کو اُجرت پر اپنے ہمراہ لیا۔ قافلہ مکّہ سے مالِ کثیر لے کر براہ عراق روانہ ہُوا۔ قافلہ میں دیگر قریشِ مکّہ کے علاوہ ابو سفیان بن حرب، صفوان بن اُمیّہ، حویطب بن عبدالعزیٰ اور عبداللہ بن ابی ربیعہ بھی شامل تھے۔	۴ ماہ (تقریباً)	۳ھ مطابق اکتوبر نومبر ۶۲۴ء
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جب اس قافلہ کی اطلاع ہُوئی تو سو صحابہؓ کی جمعیّت کو حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں قریش کے قافلۂ تجارت پر حملہ کے لئے روانہ فرمایا۔		
مجاہدین نے پہنچتے ہی قریش کے قافلہ پر حملہ کر دیا۔ سامانِ تجارت پر قبضہ کرنے میں تو کامیاب ہو گئے۔ مگر قائدینِ قافلہ معہ دیگر لوگوں کے		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		بھاگ گئے۔ صحابہؓ صرف قافلہ کے رہنما فرات بن حیّان عجلی کو گرفتار کر کے مدینہ لائے۔ جو یہاں پہنچ کر مسلمان ہو گئے۔ مجاہدین جتنا مالِ غنیمت ساتھ لائے تھے۔ اس کی کثرت کا اندازہ صرف اس امر سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ اس کے خمس کی مالیت بیس۲۰ ہزار درہم تھی۔
شعبان ۳ھ مطابق جنوری فروری ۶۲۵ء	۵۵ سال ۶ ماہ (تقریباً)	**اُم المومنین حضرت حفصہؓ سے نکاح** آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے شعبان ۳ھ میں حضرت حفصہؓ بنتِ عمر فاروق اعظمؓ سے نکاح فرمایا۔ نکاح ثانی کے وقت حضرت حفصہؓ کی عمر تقریباً بیس۲۰ اکیس۲۱ سال تھی۔ مورخین نے آپ کی پیدائش آنحضرت صلعم کی نبوّت سے پانچ سال پہلے لکھی ہے۔ آپ کی والدہ کا نام زینب بنتِ مظعونؓ تھا۔ اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ کے اسلام لانے کا ذکر صراحتاً مذکور نہیں۔ لیکن یہ ضرور معلوم ہوتا ہے۔ کہ جب حضرت عمرؓ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ تو آپ کا قبیلہ بھی ساتھ ہی مسلمان ہوا۔ اور ان میں حضرت حفصہؓ بھی تھیں۔ حضرت حفصہؓ کا پہلا نکاح خنیسؓ بن حذافہ بن قیس بن عدی سے ہوا۔ آپ کے شوہر اسلام میں آپ کے ساتھ تھے۔ ہجرت مکّہ میں بھی آپ دونوں ساتھ ساتھ تھے۔ حضرت خنیسؓ جنگِ بدر میں شریک ہوئے۔ اس موقعہ پر آپ نے کافی مہلک زخم کھائے۔ جن کی وجہ سے مدینہ پہنچ کر وفات پائی۔ جب حضرت حفصہؓ بیوہ ہو گئیں۔ تو حضرت عمر خطابؓ کو اُن کے نکاح ثانی کی فکر ہوئی۔ آپ نے حضرت عثمان غنیؓ سے تذکرہ کیا۔ کیونکہ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		انہی دنوں حضرت عثمان غنیؓ کی زوجۂ محترمہ حضرت رقیہؓ بنت رسول کریم صلعم کا انتقال ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے جواب دیا۔ کہ ابھی وہ نکاح کرنا نہیں چاہتے۔ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے اس جواب سے بہت رنجیدہ ہوئے۔ اور بارگاہِ رسالتؐ میں تمام حالات بیان کئے۔ آنحضرت صلعم اور حضرت عمرؓ کے تعلقاتِ خصوصی ایسے نہ تھے۔ کہ قرابت کی نوبت نہ آتی۔ دوسرے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ صدیقہ حضور سرورِ دو عالمؐ کے نکاح میں آچکی تھیں۔ اور اب حضرت حفصہؓ کو بھی یہ شرف عطا ہونا مقتضائے مشیّت تھا۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے فرمایا:۔ "حفصہ کا نکاح ایسے شخص سے نہ ہو جائے۔ جو عثمان سے بہتر ہے اور عثمان کو ایسی بیوی نہ مل جائے۔ جو حفصہ سے بہتر ہے۔" پھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عمرؓ کو حضرت حفصہؓ کا پیام دے کر نکاح کر لیا۔ اُمّ المومنین حضرت حفصہؓ بہت سمجھدار تھیں۔ آپ کو تعلیم و تفہیم کا بہت شوق تھا۔ حضرت حفصہؓ سے ساٹھ ۶۰ حدیثیں منقول ہیں۔ جو اُنہوں نے خود آنحضرت صلعم اور حضرت عمرؓ سے سُنی تھیں۔ حضرت حفصہؓ بڑی عبادت گزار اور مذہب کی پابند تھیں۔ قائم اللیل اور صائم النہار تھیں۔ آخری وقت تک روزہ نہ چھوڑا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ ایک دوسرے کی نہایت قدر کرتی تھیں۔ مگر کبھی کبھی رقابت کا اظہار بھی ہو جاتا تھا۔ حضرت حفصہؓ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے مزاج میں قدرے تیزی تھی اور بعض اوقات آنحضرت صلعم کو برابر سے جواب دیتی تھیں۔ مگر حضرت عمرؓ ہمیشہ ایسا کرنے سے آپ کو منع فرماتے اور عذابِ الٰہی سے ڈراتے رہتے۔ ایک بار حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت حفصہؓ نے حضرت صفیہؓ سے کہا:۔ "ہم رسول اللہؐ کے نزدیک تم سے زیادہ معزز ہیں۔ ہم آپؐ کی بیوی بھی ہیں اور چچازاد بہن بھی۔" یہ بات حضرت صفیہؓ کو ناگوار گزری۔ انہوں نے اس کا ذکر آنحضرت صلعم سے کیا۔ حضورؐ نے سن کر ارشاد فرمایا:۔ "تم نے یہ کیوں نہیں کہا۔ کہ تم مجھ سے زیادہ معزز کیسے ہو سکتی ہو۔ میرے شوہر محمدؐ میرے باپ ہارونؑ اور میرے چچا موسیٰؑ ہیں۔" حضرت حفصہؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کے زمانہ خلافت ۴۵ھ میں وفات پائی۔ مروان عاملِ مدینہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ حضرت ابوہریرہؓ ان کا جنازہ مغیرہ کے گھر سے مدفن تک لے گئے۔ اِن کے بھائی عبداللہؓ، عاصمؓ، سالم اور عبداللہؓ بن عمر کے لڑکوں نے آپ کی میّت قبر میں اُتاری۔ جنت البقیع آپ کا مدفن ہے۔
۶ شوال ۳ھ مطابق ۲۲ مارچ ۶۲۵ء	۵۵ سال ۶ ماہ اور ۲۸ دن	**غزوہ اُحد** غزوہ سویق میں اگرچہ ابوسفیان کی قسم پوری ہو گئی تھی۔ تاہم قریشِ مکہ کا جذبۂ انتقام ابھی ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ اسی اثناء میں زیدؓ بن حارثہ کے ہاتھوں قریشِ مکہ کو قافلۂ تجارت کے لُٹ جانے کے باعث ایک

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
لاکھ درہم کا نقصان بھی برداشت کرنا پڑا۔ اس واقعہ میں چونکہ ابوسفیان کو ہزیمت اُٹھانی پڑی تھی۔ اور مقتولین بدر کا بدلہ لینے کے لئے بھی وُہی قُریش کا سب سے بڑا سربراہ تھا۔ اس لئے مدینہ پر ایک زبردست حملہ کرنے کے لئے ابوسفیان نے پُوری کوشش شروع کر دی۔ چنانچہ اس جنگی تیاری کی ابتدا ہوتے ہی مکّہ کے گلی کوچوں سے انتقام، انتقام کی صدا بلند ہونے لگی۔ جنگ بدر کے وقت جتنا سامانِ تجارت شام سے آیا تھا۔ اُس کا منافع انتقامی مُہم کے لئے پہلے ہی الگ کر دیا گیا تھا۔ مزید برآں جنگی مصارف کے لئے چندہ بھی فراہم کیا گیا اور مسلمانوں کے خلاف ایک زبردست فوجی قوّت اُبھارنے کے لئے بے شُمار رقم جمع کی گئی۔ عُمرو جمحی اور مسافع دو شُعرا نے عرب قبائل کا دورہ کیا اور جگہ جگہ اپنے اشعار سے لوگوں کو مشتعل کیا۔ دیگر قبائل میں سے کنانہ اور تہامہ بھی مسلمانوں کے خلاف قُریش کے ساتھ مل گئے۔ اس طرح ابُوسفیان قُریش اور اُن کے حلیف قبائل کو ملا کر تقریباً تین ہزار (۳۰۰۰) آدمی جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ جب یہ لوگ مکّہ سے روانہ ہُوئے تو اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا۔ تاکہ اُن کی حمایت اور غیرت کی وجہ سے کوئی بھاگ نہ سکے۔ الغرض قُریش اس تعداد اور جنگی سامان کے ساتھ جبلِ اُحد کے قریب مقامِ عینین میں آ کر خیمہ زن ہو گئے۔ مؤرخین کے مطابق جو عورتیں قُریش کے ساتھ اس معرکہ میں شرکت کے لئے آئی تھیں۔ اُن میں ابوسفیان کی بیوی ہند بنتِ عتبہ، عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی اُمِّ حکیم بنتِ الحارث، خالد بن ولید		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
کی بہن فاطمہ بنت الولید، طائف کے رئیس مسعود ثقفی کی بیٹی برزہ بنتِ مسعود، عمرو بن العاص کی زوجہ ریطہ بنتِ منبہ اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کی ماں حنّاس قابلِ ذکر ہیں۔ حضرت عباسؓ نے (جو جنگ بدر کے بعد مسلمان ہوئے تھے مگر اب تک مکّہ میں ہی مقیم تھے) خفیہ طور پر قریشِ مکّہ کی تیاری اور عسکری قوت کی تفصیل ایک تیز رفتار قاصد کے ذریعہ لشکرِ کفّار کے پہنچنے سے تین دن پہلے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تک پہنچادی تھی۔ آنحضرت صلعم نے اِن حالات سے باخبر ہوتے ہی حضرت انسؓ اور حضرت مونسؓ کو لشکرِ کفّار کا پتہ لگانے کے لئے روانہ فرمایا۔ وہ خبر لائے کہ قریش مدینہ کے قریب پہنچ گئے ہیں اور مدینہ کی چراگاہیں تباہ کر رہے ہیں۔ پھر حضرت خباب بن الارثؓ کو تحقیقِ احوال کے لئے بھیجا۔ انہوں نے رسُولِ خدا صلعم کو آکر اطلاع دی۔ کہ مشرکینِ مکّہ نے مدینہ سے دو میل دُور جبلِ اُحد کے قریب پڑاؤ ڈال دیا ہے۔ اس صُورتِ حال کا مقابلہ کرنے کے لئے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا۔ آنحضرت صلعم کی ذاتی رائے یہ تھی۔ کہ ہم لوگ مدینہ سے باہر نہ نکلیں بلکہ مدینہ میں ہی رہ کر مقابلہ کریں۔ کفّار جب شہر پر حملہ آور ہوں تو مرد دُوبدُو جنگ کریں اور عورتیں مکانوں کے اُوپر سے کفّار پر سنگ باری کریں۔ یہی رائے رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَی کی تھی اور کفّار کی کثرتِ تعداد کے پیشِ نظر یہی رائے مناسب تھی۔ مگر بہت سے جلیل القدر صحابہؓ کو اس رائے سے اختلاف تھا۔ خصُوصیت سے وہ صحابہؓ جو کسی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے		

سَن	عُمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تھے۔ بڑے پُر جوش تھے اور مدینہ سے باہر نکل کر دشمن سے نبرد آزما ہونے کے حق میں تھے۔ اُن کی دلیل یہ تھی کہ شہر میں بیٹھ رہنا بزدلی کی علامت ہے۔ ہمیں باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بادلِ نخواستہ مکان میں تشریف لے گئے اور مسلح ہو کر باہر آئے۔ جانثار صحابہؓ کو اپنے اصرار پر پشیمانی ہوئی۔ انہوں نے دربارِ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم نے بیجا اصرار کیا ہے۔ اگر حضورؐ کے نزدیک مدینہ سے نکل کر جنگ کرنا مناسب نہیں تو یہیں ٹھہریئے اور جس طرح مناسب ہو کیجئے۔ مگر حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم نے فرمایا:۔
		"نبی جب سلاح (ہتھیار) پہن لے۔ تو جائز نہیں ہے۔ کہ دشمن سے فیصلہ کئے بغیر سلاح اُتارے"
		الغرض آنحضرت صلعم ۶ شوال بعد از نمازِ جمعہ حضرت ابن اُمّ مکتومؓ کو اپنے پیچھے خلیفہ مقرر فرما کر ایک ہزار صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے نکلے۔ جب حضورؐ مدینہ اور اُحد کے درمیان ایک مقام شیخین پر پہنچے۔ تو عبد اللہ بن اُبَی تین سو منافقین کو ساتھ لے کر اسلامی فوج سے علیحدہ ہو گیا اور کہا:۔
		"آپؐ نے میری رائے نہیں مانی۔ ہم بے وجہ کیوں اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالیں۔ یہ جنگ نہیں ہے۔ اگر ہم اسے جنگ سمجھتے تو آپؐ کا ساتھ دیتے"
		انہی لوگوں کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:۔
		وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ — اور منافقوں کو بھی معلوم کرلے اور (جب) اُن سے کہا گیا کہ آؤ خدا کے راستے میں جنگ

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
اَوِادْفَعُوْا قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّااتَّبَعْنٰکُمْ ھُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِیْمَانِ یَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاھِھِمْ مَّا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا یَکْتُمُوْنَ ۝ (سورہ آل عمران - آیت ۱۶۷)		
کرو۔ تو کہنے لگے کہ اگر ہم کو لڑائی کی خبر ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ رہتے۔ یہ اُس دن ایمان کی نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے مُنہ سے وہ باتیں کہتے ہیں۔ جو اُن کے دل میں نہیں ہیں اور جو کچھ وہ چھپاتے ہیں خدا اُن سے خوب واقف ہے۔		
عبداللہ بن اُبی اور اُس کی جماعت کے جُدا ہونے کے بعد باقی سات سَو صحابہؓ رہ گئے تھے۔ جن میں صرف ایک سَو آدمی زرہ پوش تھے اور سارے لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک حضورؐ کا اور ایک ابوبردہ بن نیار حارثیؓ کا۔		
قبیلہ خزرج میں سے بنی سلیم اور قبیلہ اوس میں سے بنی حارثہ نے بھی ابنِ اُبی کی تقلید کا ارادہ کیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اُن پر کرم فرمایا اور وہ اس ارادہ سے باز رہے۔ ان کے بارہ میں قرآن حکیم کا ارشاد ہے		
اِذْھَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْکُمْ اَنْ تَفْشَلَا وَاللّٰہُ وَلِیُّھُمَا وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ (سورہ آل عمران - آیت ۱۲۲)		
اُس وقت تم میں سے دو جماعتوں نے جی چھوڑ دینا چاہا۔ مگر خدا اُن کا مددگار تھا۔ اور مومنوں کو خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔		
بہرحال آنحضرت صلعم ابھی اسی مقام پر تھے۔ کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ حضورؐ نے معہ صحابہؓ کے شب کو یہیں قیام فرمایا۔ محمد بن مسلمہؓ نے رات بھر پاسبانی کی۔ وہ وقتاً فوقتاً لشکر کا ایک چکر لگاتے اور واپس آکر پھر آنحضرت صلعم کے خیمہ مبارکہ کا پہرہ دیتے۔ رات کے آخری حصّہ میں		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
حضورؐ نے یہاں سے کُوچ فرمایا۔ اُحد کے قریب جا کر نمازِ فجر کا وقت ہو گیا۔ آپؐ نے تمام اصحابؓ کو یہیں نماز پڑھائی۔ سنیچر کے روز نماز سے فراغت کے بعد حضورؐ نے مدینہ کو سامنے اور اُحد کو پس پُشت رکھ کر مجاہدین کی صفوں کو مُرتّب فرمایا اور حضرت سمرہ بن جندبؓ اور حضرت رافع بن خدیجؓ کے علاوہ کم عُمر نوجوانوں کو قتال میں شرکت سے روک دیا یہ دونوں بڑے اچھے تیر انداز تھے۔ اور عُمر میں بھی پندرہ ۱۵ سال کے لگ بھگ تھے۔ پھر آپؐ نے پچّاس تیر اندازوں کا ایک دستہ جبلِ اُحد کے پیچھے ایک درّہ کی نگرانی کے لئے بٹھا دیا۔ تاکہ قُریش پُشت سے حملہ آور نہ ہو سکیں۔ مجاہدین کے اس دستہ کے امیر حضرت عبداللہؓ بن جبیر تھے۔ حضورؐ نے امیرِ دستہ کو حکم دیا۔ کہ جیسے کیسے بھی حالات ہوں وہ اس درّہ کو نہ چھوڑیں۔ اس دِن حضُورؐ نے دو ۲ زرہیں پہنی تھیں۔ اور رایتِ اسلام حضرتِ مصعب بن عمیرؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضورؐ نے میمنہ اور میسرہ پر زبیر بن العوامؓ اور منذر بن عمرؓ کو مقرّر فرمایا۔ آپؐ نے اپنی تلوار حضرت ابی دُجانہؓ کو عنایت فرمائی جنہوں نے کفّار کا نہایت بے جگری سے مقابلہ کر کے تلوار کا حق ادا کر دیا۔ قُریش تین ہزار تھے۔ جن میں سات ۷۰۰ سو زِرہ پوش، دو ۲۰۰ سو گھوڑے اور تین ہزار اُونٹ تھے۔ مردوں کو لڑائی میں اُبھارنے کے لئے اشرافِ مکّہ کی عورتیں بھی لشکرِ قُریش کے ساتھ آئی تھیں۔ قُریش نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید، میسرہ پر عکرمہ بن ابو جہل اور پیادوں پر صفوان بن اُمیّہ کو مقرّر کیا۔ سب سے پہلے قُریش کی عورتیں اشعار پڑھتی ہوئی آگے بڑھیں		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن

مسلمانوں کے خلاف قُریشِ مکّہ کا بُغض اور جوشِ انتقام دیکھنے کے قابل ہے۔ کہ طبل جنگ کی بجائے عورتوں نے اشعار پڑھ کر کفّار کو لڑائی پر اُکسایا اور کُشتگانِ بدر کا واسطہ دے کر ان کے جذبۂ انتقام کو تازہ کیا۔ ابو سفیان کی بیوی ہند آگے آگے اور دیگر خواتینِ قریش ساتھ ساتھ تھیں۔ اشعار یہ تھے:۔

نحنُ بناتُ طارق — ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں
نمشی علے النمارق — ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں
ان تقبلوا نعانق — اگر تم بڑھ کر لڑوگے تو ہم تم سے گلے ملیں گے
او تدبروا نفارق — اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہو جائیں گے

لڑائی کا آغاز اس طرح ہوا کہ مُشرکین کی طرف سے مدینہ منوّرہ کا ایک مقبولِ عام شخص ابو عامر عبداللہ بن عمرو بن صیفی میدان میں آیا۔ یہ شخص زمانہ جاہلیت میں قبیلہ اوس کا سردار تھا اور اپنی پارسائی کے باعث راہب کے نام سے پُکارا جاتا تھا۔ جب مدینہ میں نُورِ اسلام چمکا تو یہ شپرہ چشم اس کی تاب نہ لاسکا اور مدینہ سے مکّہ چلا گیا۔ آنحضرت صلعم نے اس کے لئے "راہب" کی بجائے "فاسق" کا نام تجویز فرمایا جو اس کے نام کا ایک ضروری حصّہ بن گیا۔ اس نے قُریش مکّہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ مجھے دیکھتے ہی بنی اوس آنحضرت صلعم کا ساتھ چھوڑ کر میرے ساتھ آملیں گے۔ اسی خیال سے وہ سب سے پہلے میدان میں آیا اور للکار کر کہا:۔ "اے گروہِ اوس میں ابو عامر ہُوں"۔

گروہِ اوس نے اس کافرانہ پُکار کا جواب مجاہدانہ للکار سے دیا۔ اور کہا:۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"اے خدا کے فاسق اور نافرمان، خدا کبھی تیری آنکھ ٹھنڈی نہ کرے۔"
		ابو عامر یہ جواب سن کر نہایت ذلیل ہوا۔ اور واپس جا کر قریش مکّہ سے کہنے لگا:-
		"میرے بعد میری قوم کی حالت بدل گئی ہے۔"
		اس کے بعد مشرکین کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ میدان میں آیا، اور دعوتِ مبازرت دی۔
		لشکرِ اسلام سے حضرت علیؓ میدان میں نکلے۔ آپ نے تلوار کے پہلے وار سے طلحہ کا پیر کاٹ دیا اور دوسرے وار سے اس کی کھوپڑی کے دو ٹکڑے کر دئے۔ طلحہ کے بعد عثمان بن ابی طلحہ نے علم سنبھالا اور رجز پڑھتا ہوا میدان میں آیا۔ مگر حضرت حمزہؓ کی تلوار سے جہنم رسید ہوا۔ پھر مشرکین کی طرف سے ابو سعد بن ابی طلحہ نے جھنڈا ہاتھ میں لیا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے تاک کر ایک تیر اس کے حلق پر مارا جس سے اس زبان باہر نکل آئی اور جہنم رسید ہوا۔ ازاں بعد مسافع بن ابی طلحہ نے علم اٹھایا اور حضرت عاصم بن ثابتؓ کے ایک ہی وار سے قتل ہوا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے قریش کے چند سردار قتل ہو گئے۔
		حضرت ابو دجانہؓ جنہیں آنحضرت صلعم نے اپنی تلوار عنایت فرمائی تھی نہایت شجاع اور بہادر تھے۔ بڑی شان کے ساتھ میدان میں اترے اور صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھے۔ جو بھی سامنے آیا اسے ڈھیر کر دیا۔ حتّٰی کہ ابو سفیان کی بیوی ہند سامنے آگئی۔ آپ نے اس خیال سے تلوار روک لی۔ کہ یہ کسی طرح زیبا نہیں کہ آنحضرت صلعم

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کی تلوار کو ایک عورت کے خون سے رنگین کیا جائے۔ یہی حالت حضرت حمزہؓ کی تھی۔ آپ کے مردانہ وار حملوں سے کفّار سخت پریشان تھے۔ کفّار نے عام لڑائی کے لئے جب صفیں درست کیں اور قتال شروع ہو گیا۔ تو سباع بن عبدالعزّٰی للکارتا ہوا آگے بڑھا حضرت حمزہؓ کی تلوار کے ایک ہی وار نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ وحشی بن حرب جو جبیر بن مطعم کا حبشی غلام تھا۔ وہ آزاد ہونے کی شرط پر حضرت حمزہؓ کی تاک میں ایک پتھّر کے نیچے چھُپ کر بیٹھ گیا۔ جب حضرت حمزہؓ ادھر سے گزرے تو وحشی نے پیچھے سے ناف پر نیزہ مارا جو پار گیا حضرت حمزہؓ چند قدم چلے لڑکھڑا کر گرے اور شہادت پائی (وحشی نے جب اسلام قبول کیا۔ تو اس ندامت کو مٹانے کے لئے اُس نے مسیلمہ کذّاب کو ناف ہی پر نیزہ مار کر قتل کیا۔ اس طرح وحشی نے اپنے گناہ کا کفّارہ ادا کیا) جب دونوں فریقین میں گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ تو مسلمانوں کے دلیرانہ حملوں سے قریش کے پاؤں اُکھڑ گئے۔ اور ادھر اُدھر منہ چھپا کر اور پُشت دکھا کر بھاگنے لگے۔ کفّار کی ہمت بندھانے والی عورتیں بھی پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔ عین اُس وقت جب مسلمان مالِ غنیمت سمیٹنے میں مشغول تھے۔ تیر اندازوں کی وہ جماعت جو حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کی ماتحتی میں درّہ کی حفاظت کے لئے کھڑی کی گئی تھی حضرت عبداللہؓ کے روکنے کے باوجود درّہ چھوڑ کر مالِ غنیمت جمع کرنے والی جماعت میں شامل ہو گئی

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		درّہ پر صرف عبداللہ بن جبیرؓ معہ دس آدمیوں کے رہ گئے۔ خالد بن ولید نے درّہ خالی دیکھ کر مسلمانوں پر پُشت سے حملہ کر دیا اور عبداللہ بن جبیرؓ کو معہ اُن کے دس ساتھیوں کے شہید کر دیا۔ اس اچانک حملہ سے مسلمانوں کی فتح شکست میں تبدیل ہو گی۔ مسلمانوں کی صفیں اس ناگہانی اَور یکبارگی حملہ سے درہم برہم ہو گئیں اَور دُشمنانِ خُدانے رُسولِ کریم صلعم کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ مسلمانوں کے علمبردار حضرت مصعب بن عمیرؓ جو آنحضرت صلعم کے قریب تھے۔ کفّار سے مقابلہ کرتے ہُوئے شہید ہو گئے۔ عَلَم حضرت علیؓ نے اُٹھا لیا۔ اسی دوران میں کسی شیطان نے یہ افواہ اُڑا دی کہ رُسول کریم صلعم شہید ہو گئے ہیں اس افواہ سے مسلمانوں میں سراسیمگی اَور اضطراب پھیل گیا۔ اس وحشت اثر خبر کے سُنتے ہی سب کے سب بدحواس ہو گئے۔ اسی عالمِ بدحواسی نے دوست دُشمن کی تمیز مٹا دی اَور آپس میں ایک دُوسرے پر تلواریں چلنے لگیں۔
		خالد بن ولید کے حملے سے اگرچہ بڑے بڑے بہادروں کے پاؤں اُکھڑ گئے تھے۔ مگر رسُول کریم صلعم کے پائے ثبات کو ذرّہ بھر بھی لغزش نہ آئی۔ اس ہلچل اَور اضطراب میں چودہ [14] اصحابؓ نبی اکرم صلعم کے ساتھ تھے۔ جن میں سات مہاجرین اَور سات انصار تھے۔ اِن کی تعداد میں اگرچہ وقت کی نزاکت کے مطابق کمی بیشی ہوتی رہی۔ مگر آنحضرت صلعم ایک لمحہ کے لئے بھی اکیلے نہ رہے۔ ایک روایت کے مطابق جب قُریش کا آنحضرت صلعم پر ہجُوم ہُوا۔ تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: "کون مرد ہے کہ جو ہمارے لئے اپنی جان فروخت کرے"۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ارشادِ نبوّت سنتے ہی حضرت زیاد بن مسکن رضؓ معہ دیگر پانچ انصار کے کھڑے ہو گئے اور یکے بعد دیگرے سب جانثاری اور جانبازی کے جوہر دکھلاتے ہوئے شہید ہو گئے۔ کہتے ہیں کہ جب زیاد بن مسکن رضؓ زخموں سے چور ہو کر گرے تو حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم نے فرمایا کہ ان کو میرے قریب لاؤ۔ لوگوں نے ان کو حضورؐ کے قریب کر دیا۔ حضرت زیاد بن مسکن رضؓ نے اپنے رخسار آنحضرت صلعم کے مبارک قدموں پر رکھے اور جامِ شہادت نوش فرمایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کے بھائی عتبہ بن ابی وقاص نے موقع پا کر رسول کریم صلعم پر ایک پتھر پھینکا جس سے حضورؐ کا نیچے کا دانت شہید اور نیچے کا لب زخمی ہو گیا۔ قریش کے ایک مشہور پہلوان عبداللہ بن قمیہ نے آنحضرت صلعم پر اس زور سے حملہ کیا۔ کہ رخسار مبارک زخمی ہوا اور خود کے دو حلقے رخسار مبارک میں گھس گئے۔ عبداللہ بن شہاب زہری نے آنحضرت صلعم کو پتھر مار کر آپ ﷺ کی پیشانی مبارک کو زخمی کیا۔ آنحضرت صلعم کے جسم اطہر پر چونکہ دو آہنی زرہوں کا بوجھ تھا اس لئے ایک گڑھے میں گر گئے۔ حضرت علی رضؓ نے حضورؐ کا ہاتھ پکڑ کر اور حضرت طلحہ رضؓ نے کمر تھام کر حضورؐ کو کھڑا کیا۔ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا:۔ "جو شخص زمین پر چلتے پھرتے زندہ شہید کو دیکھنا چاہے وہ طلحہ رضؓ کو دیکھ لے"۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جب پہاڑ پر چڑھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو نقاہت اور ضعف کے باعث قدم آگے بڑھانا مشکل

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ہو گیا۔ حضرت طلحہؓ نیچے بیٹھ گئے اور آنحضرت صلعم اُن پر اپنے پاؤں مُبارک رکھ کر اُوپر چڑھے۔ حضرت طلحہؓ کی دُشمنوں کے وار روکتے روکتے اُنگلیاں کٹ گئیں اور جسم پر ستّر زخم آئے۔ مگر حضرت طلحہؓ ڈھال بن کر حضورؐ کے سامنے کھڑے رہے۔ یہی حالت ابو دجانہؓ کی تھی۔ آپ آنحضرت صلعم کے سامنے دُشمنوں کی طرف پیٹھ کئے کھڑے رہے اور ہر تیر کو اپنی پُشت پر روکا۔ حضرت قتادہ بن نعمانؓ اپنا چہرہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے چہرہ مُبارک سے ملا کر کھڑے ہو گئے۔ اس حالت میں آپ کی آنکھ پر تیر لگا جس سے آپ کی آنکھ جاتی رہی۔
		جب یہ خبر مشہور ہُوئی کہ آنحضرت صلعم قتل ہو گئے ہیں۔ تو حضرت اَنس بن مالکؓ کے چچا حضرت اَنس بن نضرؓ نے کہا "اے لوگو! اگر محمدؐ قتل ہو گئے تو محمدؐ کا رب تو قتل نہیں ہو گیا۔ جس چیز پر آنحضرت صلعم نے جہاد و قتال کیا تم بھی اُسی پر جہاد و قتال کرو۔ اور اسی پر قُربان ہو جاؤ۔ ہم آنحضرت صلعم کے بعد زندہ رہ کر کیا کریں گے"۔ پھر آپ دُشمنوں کی صفوں میں گُھس گئے اور دادِ شُجاعت دیتے ہُوئے شہید ہو گئے۔
		اس افراتفری کے عالم میں سب سے پہلے حضرت کعب بن مالکؓ نے آنحضرت صلعم کو پہچانا۔ وہ خُود میں مستور چہرۂ انور دیکھ کر بآوازِ بلند پکارے۔ اے مسلمانو! تم کو بشارت ہو۔ آنحضرت صلعم یہ ہیں۔ حضورؐ نے اشارہ سے حضرت کعبؓ کو منع فرمایا۔ مگر چونکہ مسلمانوں کے کان ادھر لگے ہُوئے تھے۔ اس لئے فوراً آنحضرت صلعم کے گرد جمع ہو گئے۔ دُشمنوں نے یہ آواز سُنتے ہی آنحضرت صلعم پر تیر برسانے

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
شروع کر دیئے۔ جنہیں حضرت کعبؓ نے اپنے سینے پر روکا۔ اس طرح آپ کو بیس سے زائد زخم آئے۔ اتنے میں اُبی بن خلف گھوڑا دوڑاتا ہُوا آنحضورؐ کے قریب پہنچنے کی کوشش کرنے لگا۔ جب وہ قریب آ گیا تو حضورؐ نے حضرت حارث بن صمہؓ سے نیزہ لے کر اُس کی گردن پر مارا جس سے وہ بلبلا اُٹھا اور مکّہ کی طرف بھاگ کھڑا ہُوا۔ مقامِ سرف پر پہنچ کر گھوڑے سے گرا اور واصلِ جہنّم ہُوا۔ جب حضورؐ گھاٹی پر پہنچے تو لڑائی ختم ہو چکی تھی۔ حضرت علیؓ نے چہرہ مُبارک کے خون کو دھویا اور حضورؐ کے سر پر پانی ڈالا۔ بعد ازاں اسی گھاٹی پر حضورؐ نے وضو کیا اور بیٹھ کر نمازِ ظہر ادا فرمائی۔ صحابہؓ کرام نے بھی بیٹھ کر اقتداء کی۔ لشکرِ اسلام نے جہاں ایک طرف آنحضرت صلعم پر جان قربان کر کے جنّت خرید لی تھی۔ وہاں لشکرِ کفّار نے ایسی بہمیّت کا مظاہرہ کیا اور ایسا ظلم رَوا رکھا تھا۔ جس کی مثال تاریخ میں شاید ہی ملے گی۔ مُشرکین نے مسلمانوں کی لاشوں کے ناک اور کان کاٹے اور سب کے پیٹ چاک کئے۔ عورتوں نے بھی مردوں کا ساتھ دیا۔ ابوسفیان کی بیوی ہند نے اپنے باپ عتبہ کا بدلہ لینے کے لئے حضرت حمزہؓ کا مثلہ کیا۔ پیٹ اور سینہ چاک کر کے جگر نکالا اور چبایا اور اس خوشی میں حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کو اپنا تمام زیور اُتار کر دیا۔ مزید سنگدلی کا مظاہرہ یہ کیا۔ کہ مسلمانوں کے کٹے ہوئے ناک اور کان رسّی میں پرو کر ہار بنایا اور اپنے گلے میں ڈالا۔ قریش نے جب واپسی کا ارادہ کیا۔ تو ابوسفیان پہاڑ پر		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		چڑھ کر پکارا "کیا تم میں محمدؐ زندہ ہیں"۔ آنحضرت صلعم نے اس کا جواب دینے سے منع فرمایا۔ پھر اُس نے تین دفعہ اسی طرح پکارنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر خطابؓ کا نام بھی تین تین بار پکار کر لیا۔ مگر ہر بار مسلمانوں کی طرف سے کوئی جواب نہ دیا گیا۔ پھر خوش ہو کر ابوسفیان اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا:۔ "بہرحال یہ سب قتل ہو گئے۔ اگر زندہ ہوتے تو ضرور جواب دیتے"۔ حضرت عمرؓ اس بات کی تاب نہ لا سکے اور باآواز بلند فرمایا:۔ "اے اللہ کے دشمن خدا کی قسم تو نے بالکل غلط کہا۔ تیرے رنج کا سامان اللہ نے ابھی باقی رکھ چھوڑا ہے"۔ ابوسفیان نے یہ سن کر کسی قدر تعجب کیا۔ پھر از راہِ فخر کہنے لگا:۔ "اے ہبل تیری جے ہو اور تیرا ہی بول بالا ہو"۔ حضورؐ کے حکم سے حضرت عمرؓ نے جواب دیا:۔ "اللہ ہی سب سے برتر اور سب سے بڑا ہے۔ اس کے بعد ابوسفیان اور حضرت عمرؓ کے درمیان مکالمہ ہونے لگا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت عمرؓ کو ابوسفیان کے ہر سوال کا جواب بتایا۔ پھر ابوسفیان نے کہا:۔ "عزّیٰ (دیوی) ہماری ہے، تمہاری نہیں"۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا:۔ "اللہ ہمارا ہی مددگار ہے، تمہارا نہیں"۔ ابوسفیان بولا:۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"جنگ اُحد جنگ بدر کا بدلہ ہے۔ اب ہم اور تم دونوں برابر ہیں۔" حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا:۔ "برابری نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارے آدمی جنّت میں اور تمہارے جہنّم میں ہیں۔" میدانِ جنگ سے روانہ ہونے سے پہلے ابوسفیان نے کہا:۔ "دیکھو تُم اپنے آدمیوں کے ناک اور کان کٹے ہُوئے پاؤ گے، نہ مَیں اس سے خوش ہُوا اور نہ ہی برہم۔ نہ مَیں نے مُثلہ کرنے کا حُکم دیا نہ مَیں نے منع کیا۔" اس کے بعد کفّار روانہ ہو گئے۔ مگر ابوسفیان کہتا گیا۔ کہ اب ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔ لشکرِ کفّار کے جانے کے بعد حضورؐ حضرت حمزہؓ کی تلاش میں نکلے۔ حضرت حمزہؓ بطنِ وادی میں مُثلہ کئے ہُوئے پائے گئے۔ حضورؐ کا دل یہ جگر خراش منظر دیکھ کر بھر آیا اور فرمایا "تم پر اللہ کی رحمت ہو۔" اس کے بعد تمام شُہداء کی نمازِ جنازہ پڑھ کر ایک ایک قبر میں دُو دُو تین تین شُہداء دفن کیے گئے۔ بعض شُہداء کی نعشیں بعض لوگ مدینہ لے گئے تھے۔ مگر بعد میں حضورؐ نے فرما دیا۔ کہ نہیں شُہداء کو اُن کے مقتل میں ہی دفن کرو۔ غزوۂ اُحد کا دن مسلمانوں کے لئے بڑی مصیبت اور ابتلاء کا دن تھا۔ کیونکہ اس میں بہت سے جلیل القدر صحابہؓ شہید ہو گئے تھے۔ اس غزوہ میں اگرچہ فتح وشکست کا فیصلہ تو نہ ہو سکا۔ تاہم

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		صادق الایمان اور منافق ضرور پہچانے گئے اور صحابہؓ کو معلوم ہو گیا۔ کہ رسولؐ اللہ کے حکم اور رائے کی ادنیٰ مخالفت بھی کیسے کیسے مصائب کا باعث بن سکتی ہے۔ اس غزوہ میں چالیس ۴۰ مسلمان زخمی اور ستر ۷۰ شہید ہوئے۔ دشمن کے تیئس ۲۳ آدمی مارے گئے۔ اسی غزوہ میں حضرت عمر بن ثابتؓ، جن کا لقب اصیرم تھا، شہید ہوئے۔ آپ غزوۂ اُحد کے دن مسلمان ہوئے، تلوار لے کر میدان میں پہنچے، کافروں سے نہایت بےجگری سے نبرد آزما ہوئے اور مرتبہ شہادت کو پہنچے۔ آپ پہلے صحابیؓ ہیں، جنہوں نے ایک نماز بھی نہیں پڑھی، مگر اہل جنّت میں شامل ہوئے۔
۸ شوال ۳ھ مطابق ۲۴ مارچ ۶۲۵ء	۵۵ سال ۷ ماہ	**غزوۂ حمراء الاسد** قریش جب اُحد سے واپس ہوئے اور مدینہ سے چل کر مقام روحا میں ٹھہرے۔ تو یہ خیال آیا کہ کام ابھی پورا نہیں ہوا اور مسلمان چونکہ خستہ حالت میں ہونے کے باعث مقابلہ کی تاب نہ لاسکیں گے۔ اس لئے چل کر مدینہ پر اچانک حملہ کر دینا چاہیئے۔ صفوان بن اُمیّہ نے کہا کہ بہتر یہ ہے۔ کہ ہم مکّہ واپس چلیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اصحابؓ جوشِ جہاد میں بھرے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کہ دوسرے حملے میں ہمیں کامیابی نہ ہو۔ ابھی اس گفتگو میں ایک شب بھی گزرنے نہ پائی تھی کہ رسول کریم صلعم کو مخبر نے قریش کے ارادے سے آگاہ کر دیا۔ رسول کریم صلعم نے اسی وقت حضرت بلالؓ کو بھیج کر تمام مدینہ میں منادی کرادی کہ خروج کے لئے تیار ہو جائیں حضورؐ نے یہ حکم بھی فرمایا۔ کہ صرف وہی لوگ ہمراہ چلیں جو

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		غزوہ اُحد میں شریک تھے۔ ۸ شوال کو مدینہ سے چل کر حضور ﷺ نے مقام حمراءالاسد پر قیام فرمایا۔ یہ جگہ مدینہ سے تقریباً آٹھ میل کے فاصلے پر تھی حضور ﷺ معہ اصحابؓ کے اسی مقام پر مقیم تھے۔ کہ قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد خزاعی دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ وہ غزوۂ اُحد کے شہداء کی تعزیت کے لئے آیا تھا۔ معبد خزاعی حضور ﷺ سے رخصت ہو کر ابوسفیان سے جا کر ملا۔ ابوسفیان نے اُس کے سامنے اپنے ارادہ کا اظہار کیا۔ معبد خزاعی نے ابوسفیان کو بتایا۔ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بڑی عظیم الشّان جمعیّت کے ساتھ قریش مکّہ کے مقابلہ اور تعاقب کے لئے نکلے ہیں۔ ابوسفیان نے یہ سنتے ہی مکّہ کی راہ لی۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام پر تین دن تک قیام فرمانے کے بعد مدینہ واپس تشریف لائے۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی :۔ اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ جنہوں نے باوجود زخم کھانے کے خدا اور رسول (کے حکم) کو قبول کیا۔ جو لوگ ان میں نیکوکار اور پرہیزگار ہیں اُن کے لئے بڑا ثواب ہے ؛ (آلِ عمران۔ آیت ۱۷۲) اس غزوہ میں پانچ صد چالیس ۵۴۰ اصحابِ رسول ﷺ نے شرکت کی تھی۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
شوال تا ذوالحجہ ٣ھ مطابق مارچ تا مئی ٦٢٥ء	٥٥ سال ٧ ماہ تا ٩-١٠ ماہ (تقریباً)	**اُمّ المومنین حضرت زینبؓ بنتِ خزیمہ سے نکاح** **اُمّ المومنین کا شجرۂ نسب اور مختصر حالات زندگی** حضرت زینب بنتِ خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمرو بن عبد مناف بن ہلال بن عامر۔ زمانۂ جاہلیت میں اُمّ المومنین کا لقب اُمّ المساکین تھا۔ آپ حد درجہ فیّاض تھیں۔ آپ کا پہلا نکاح طفیل سے اور دُوسرا نکاح عُبیدہ سے ہُوا۔ یہ دونوں نبئ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے عمزاد تھے۔ یعنی حارث بن عبدالمطّلب کے فرزند تھے۔ حضرت زینبؓ کا تیسرا نکاح عبداللہ بن حجش سے ہُوا۔ جو جنگ اُحد میں شہید ہُوئے۔ حضرت عبداللہؓ کی شہادت کے بعد آپ نبئ کریم صلعم کے نکاح میں آئیں اور دو تین ماہ زندہ رہ کر جنّت کو سدھاریں۔ اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد آپ پہلی زوجہ محترمہ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلعم کی مبارک زندگی میں انتقال فرمایا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نماز جنازہ پڑھائی اور بقیع میں دفن فرمایا۔ انتقال کے وقت آپ کی عمر تقریباً تیس ٣٠ سال تھی ؛

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُهُمْ ط

پیغمبر مومنوں پر اُن کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں ؛

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

رسالت مآب ﷺ

حضرت محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

حیاتِ اقدس کا دس سالہ مدنی دور

واقعاتِ عظیمہ

سنہ ۴ھ

محرّم تا ذوالحجہ

مطابق

۱۳ر جون سنہ ۶۲۵ء تا یکم جون سنہ ۶۲۶ء

اَلَمۡ یَعۡلَمُوۡۤا اَنَّہٗ مَنۡ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوۡلَہٗ فَاَنَّ لَہٗ نَارَ جَہَنَّمَ خَالِدًا فِیۡہَا ؕ ذٰلِکَ الۡخِزۡیُ الۡعَظِیۡمُ ۝

سورۃ التّوبۃ آیت ۶۳

کیا (ابھی تک) اُنہوں نے یہ بات (بھی) نہ جانی۔ کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مقابلہ کرتا ہے، اُس کے لئے دوزخ کی آگ ہے۔ ہمیشہ اُس میں جلے گا؟ اور بہت ہی بڑی رسوائی ہے (جو کسی انسان کے حصے میں آسکتی ہے؟)

عنوانات

واقعاتِ عظیمہ

سنہ ۴ ھ

- سریہ ابی سلمہ مخزومی رض
- سریہ عبداللہ بن انیس رض
- سریہ رجیع
- سریہ بیر معونہ
- قنوتِ نازلہ
- غزوۂ بنی نضیر
- حرمتِ شراب کا قطعی حکم
- غزوۂ ذات الرقاع
- اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہ رض سے نکاح
- غزوہ بدر الاُخریٰ

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
سریہ ابی سلمہ مخزومی رضؓ غزوۂ اُحد اور غزوۂ حمراء الاسد کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بقیہ شوال اور ذیقعدہ و ذوالحجہ مدینہ میں ہی مقیم رہے۔ یکم محرم کو ایک شخص نے آکر آپؐ کو یہ خبر دی۔ کہ خویلد کے بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنی قوم کے علاوہ بنی اسد بن خزیمہ کو مسلمانوں سے جنگ پر آمادہ کر رہے ہیں۔ اس خبر کے ملتے ہی حضورؐ نے حضرت ابوسلمہ رضؓ کو ڈیڑھ صد ۱۵۰ مہاجرین و انصار کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ فرمایا۔ مجاہدین میں حضرت ابو سبرۃؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ جیسے جلیل القدر صحابہ رضؓ بھی تھے۔ لشکرِ اسلام نے اگرچہ معروف راستہ بدل کر پیش قدمی کی۔ پھر بھی مشرکین کو اطلاع ہوگئی اور بغیر کسی مقابلہ کے بھاگ گئے۔ غنیم کے بہت سے اونٹ اور بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں جن کو لے کر لشکرِ اسلام مدینہ واپس آگیا۔ جنگ اُحد میں حضرت ابوسلمہ رضؓ کے شانہ پر ایک زخم آیا تھا۔ جو اگرچہ بظاہر اچھا ہوگیا تھا۔ مگر اس سفر میں پھر تازہ ہوگیا اور نتیجۃً جان لیوا ثابت ہوا۔	۵۵ سال ۹ ماہ ۲۳ دن (تقریباً)	یکم محرم سنہ ۴ھ مطابق ۱۳ جون سنہ ۶۲۵ء
سریہ عبداللہ بن انیس رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر ملی۔ کہ خالد بن سفیان الہذلی اہلِ اسلام سے جنگ کرنے کے لئے لشکر جمع کر رہا ہے حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن انیس رضؓ کو خالد بن سفیان کے قتل کے لئے بھیجا۔ عبداللہ بن انیس جاکر اس سے ملے، موقع پاکر اس کو قتل کیا اور سر کاٹ کر ایک غار میں جا چھپے۔ لوگوں نے آپ کا تعاقب کیا	۵۵ سال ۹ ماہ ۲۷ دن (تقریباً)	۵ محرم سنہ ۴ھ مطابق ۱۷ جون سنہ ۶۲۵ء

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اور غار تک آئے۔ مگر قدرتِ حق سے وہ آپ کی تلاش میں ناکام رہے۔ بعد ازاں آپ غار سے نکل کر عازمِ مدینہ ہوئے۔ آپ شب کو چلتے اور دن کو پوشیدہ ہو جاتے۔ اسی طرح منازل طے کرتے کرتے ۲۳ محرّم کو مدینہ منوّرہ پہنچے اور بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہو کر خالد کا سر حضورؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضورؐ اس مُہم کی کامیابی پر بہت خوش ہوئے اور حضرت عبداللہؓ کو ایک عصا انعام میں دے کر ارشاد فرمایا:- "اس عصا کو پکڑ کر جنّت میں چلنا۔ جنّت میں عصا لے کر چلنے والا کوئی شاذونادر ہوگا۔" حضرت عبداللہؓ ساری عمر اس عصا کی حفاظت کرتے رہے۔ مرتے وقت وصیّت کی کہ عصا کو میرے کفن میں رکھ دینا۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔
صفر ۴ھ مطابق جولائی اگست ۶۲۵ھ	۵۵ سال ۱۱ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	سریہ رجیع ماہ صفر میں قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا چند لوگ ہمارے ساتھ کر دیجیے۔ جو ہمیں قرآنِ حکیم پڑھائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اُن لوگوں کی درخواست قبول فرماتے ہوئے حضرت مرثد ابن ابیؓ مرثد الغنوی، حضرت خالد بن بکیر اللیثیؓ، حضرت عاصمؓ بن ثابت بن ابی الافلحؓ، حضرت خبیبؓ بن عدی، حضرت زید الدثنہؓ بن معاویہ اور عبداللہؓ بن

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		طارق کو اُن کے ہمراہ کیا۔ جماعتِ صحابہؓ کے امیر مرثد ابن ابیؓ مرثد یا حضرت عاصم بن ثابتؓ تھے۔ بعض مورخین نے صحابہؓ کی تعداد چھ کی بجائے دس ۱۰ لکھی ہے۔ واللہ اعلم۔ یہ لوگ جب مقام رجیع پر پہنچے جو مکّہ اور عسفان کے مابین واقع ہے۔ تو اِن غدّاروں نے مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کی اور آواز دے کر بنی ہذیل کو بُلایا۔ بنی ہذیل ڈیڑھ سو آدمی لے کر جن میں سَو آدمی تیرانداز تھے، مسلمانوں کے تعاقب میں روانہ ہُوئے جب وہ قریب پہنچے تو حضرت عاصمؓ معہ اپنے رُفقاء کے ایک ٹیلے پر چڑھ گئے اور لڑائی پر آمادہ ہُوئے۔ مشرکینِ ہذیل وعضل وقارہ نے کہا۔ کہ آپ لوگ ٹیلے سے نیچے اُتر آئیں۔ ہم آپ کو امان دیتے ہیں۔ ہمارا مقصود لڑائی کرنا نہیں بلکہ صرف تم کو آزمانا تھا۔ کہ اگر اہلِ مکّہ سے مقابلہ ہوجائے تو تم لوگ اُن کے مقابلہ پر ٹھہر سکو گے یا نہیں۔ مگر مرثدؓ، خالدؓ اور عاصمؓ نے کہا۔ کہ ہم مشرکین کا عہد قطعًا قبول نہ کریں گے اور پھر ترکش سے تیر نکال کر مقابلہ کیا۔ جب تیر ختم ہوگئے تو تینوں صحابہؓ نے نیزے سنبھال لئے۔ حضرت عاصمؓ نے جوش میں آکر ساتھیوں سے کہا:۔ "تمہارے ساتھ دھوکا کیا گیا ہے۔ مگر گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ شہادت کو غنیمت جانو۔ تمہارا محبوب تمہارے ساتھ ہے اور جنّت کی حُوریں تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔" یہ الفاظ سُنتے ہی صحابہؓ نہایت بے جگری سے لڑے حتّٰی کہ جب

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نیزے ٹوٹ گئے۔ تو تلواریں نکال لیں۔ مگر کفار کی تعداد زیادہ ہونے کے باعث کچھ پیش نہ گئی اور تینوں شہید ہو گئے۔ شہادت کے وقت حضرت عاصمؓ نے دعا کی۔ "یا اللہ! اپنے رسولؐ کو ہمارے حال سے آگاہ فرمادے"۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا قبول فرمائی اور اسی وقت آنحضورؐ کو اس واقعہ کا علم ہو گیا۔ حضرت عاصمؓ چونکہ یہ بھی سن چکے تھے کہ سلافہ (جس کے دو بیٹوں کو حضرت عاصمؓ نے غزوہ اُحد میں قتل کیا تھا) نے میرے کاسۂ سر میں شراب پینے کی منت مانی ہے۔ اس لئے دمِ آخر درگاہِ رب العزت میں یہ دعا بھی کی کہ:۔ "یا اللہ! میرا سر تیرے راستے میں کاٹا جا رہا ہے۔ سو تو ہی اس کا محافظ ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو شرفِ قبولیت بخشا چنانچہ شہادت کے بعد جب کفار نے آپ کا سر کاٹنے کا ارادہ کیا تو بحکمِ تعالیٰ شہد کی مکھیوں اور ایک روایت کے مطابق بھڑوں کے ایک غول نے آپ کے جسدِ خاکی کو گھیر لیا۔ کفار نے خیال کیا کہ رات کے وقت جب یہ اڑ جائیں گی۔ تو سر کاٹ لیں گے۔ مگر رات کو زبردست بارش کا ایک ریلہ نعش بہا کر لے گیا اور آپ کے کاسۂ سر میں شراب پینے کی حسرت کفار کے دل میں ہی رہ گئی۔ باقی تین صحابہؓ یعنی خبیبؓ، زیدؓ اور عبداللہؓ بن طارق کے ساتھ کفار نے پھر عہد و پیمان کیا۔ کہ تم اپنے آپ کو ہمارے حوالے کر دو۔ ہم تمہارے ساتھ قطعی بدعہدی نہیں کریں گے۔ صحابہؓ نے کفار کے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		عہد کا یقین کر لیا اور ٹیلے سے نیچے اتر آئے۔ مشرکین نے حسبِ عادت عہد توڑ ڈالا اور تینوں کو رسیوں سے جکڑ لیا۔ جب یہ لوگ مقامِ ظہران پر پہنچے۔ تو حضرت عبداللہ بن طارق رضؓ کسی طرح آزاد ہو گئے اور مقابلہ کرنے کے لئے تلوار نکال لی۔ مگر کفار نے دور سے پتھر مار کر شہید کر دیا اور آپ کی شہادت گاہ ہی آپ کا مدفن بنی۔ مشرکین حضرت خبیب رضؓ اور حضرت زید رضؓ کو رسیوں میں جکڑا ہوا مکہ لے گئے اور اپنے دو آدمیوں کے بدلے ہیں، جو قریش کے پاس قید تھے، دونوں صحابہ رضؓ کو قریش کے ہاتھوں بیچ ڈالا۔ قریش نے ایک سو اونٹ کے عوض حارث کے قتل کا انتقام لینے کے لئے حضرت خبیب رضؓ کو عتبہ بن حارث بن ربیعہ کے لئے خریدا اور حضرت زید رضؓ بن الدثنہ کو پچاس اونٹوں کے عوض صفوان بن امیہ کے لئے، تاکہ وہ اپنے باپ امیہ بن خلف کے قتل کا انتقام لے سکے۔ صفوان نے حضرت زید رضؓ کو حرم کے باہر مقامِ تنعیم پر اپنے غلام نسطاس کے ہاتھوں قتل کرا دیا۔ حضرت زید رضؓ کے قتل کا تماشا دیکھنے کے لئے بہت سے لوگ جمع تھے جن میں ابوسفیان بھی تھا۔ کہتے ہیں کہ قتل سے پہلے ابوسفیان نے حضرت زید رضؓ سے پوچھا۔ کہ اے زید رضؓ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم کو چھوڑ دیا جائے۔ تاکہ تم خوشی خوشی اپنے اہل و عیال میں رہو اور تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی گردن مار دی جائے۔ عاشقِ رسول حضرت زید رضؓ نے جواب دیا کہ "واللہ! ہمیں یہ بھی پسند نہیں کہ ہم آزاد ہوں اور اپنے اہل میں رہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جہاں بھی ہوں وہیں ان کو ایک کانٹا بھی چبھے"۔ یہ سن کر ابوسفیان

سَن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نے کہا۔ کہ مَیں نے کسی کو کسی کا ایسا مُحبّ نہیں پایا۔ جیسا کہ محمدؐ کے اصحابؓ محمدؐ کو محبُوب رکھتے ہیں۔ حضرت خبیبؓ کو کفّار نے صلیب پر چڑھا کر شہید کیا۔ شہادت سے پہلے چند روز تک آپ کفّار کی قید میں رہے۔ کہتے ہیں کہ ایک روز اہلِ خانہ کا بچّہ کھیلتا ہُوا حضرت خبیبؓ کے قریب چلا گیا۔ آپ نے بچّے کو اپنے زانو پر بٹھا لیا۔ گھر کی مالکن اپنے بچّے کو حضرت خبیبؓ کے زانو پر بیٹھا دیکھ کر اس خیال سے کانپنے لگی۔ کہ حضرت خبیبؓ بچّے کو مار ڈالیں گے۔ جب آپ نے عورت کی یہ پریشانی دیکھی۔ تو مُسکرا کر کہا۔ کہ جس بات سے تم ڈرتی ہو وہ کام مَیں نہیں کروں گا۔ پھر بچّے کو چھوڑ دیا۔ درندہ صفت کفّار جب خبیبؓ کو صلیب دینے حرم سے باہر تنعیم میں لے گئے۔ تو حضرت خبیبؓ نے ۲ دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت چاہی، اجازت ملنے پر آپ نے نہایت خشوع و خضوع سے نماز ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے مجمع سے فرمایا:۔ "اگر تم لوگ یہ نہ سمجھتے کہ مَیں موت کے ڈر سے دیر کر رہا ہُوں تو مَیں نماز میں اَور تاخیر کرتا" اس کے بعد کفّار نے اس پیکرِ تسلیم و رضا کو سُولی پر لٹکا دیا اَور نگرانی کے لئے ایک نگہبان مقرر کر کے گھروں کو واپس چلے گئے۔ مگر رات کو موقعہ پا کر حضرت خبیبؓ کی لاش کو حضرت عمرو بن اُمیّۃ الضمری لے گئے اَور دفن کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

سَن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
"	"	**سریہ بیرِ معونہ** اسی ماہ میں دُوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ ابو براء عامر بن مالک، جو ملاعب الاسنہ مشہور تھا، حضورؐ کی خدمت میں آیا۔ آنحضورؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ وہ نہ تو مسلمان ہُوا اور نہ ہی اسلام سے کسی نفرت کا اظہار کیا۔ بلکہ دربارِ رسالتؐ میں عرض کی۔ کہ اگر حضورؐ دین اسلام کی دعوت کے لئے اپنے اصحابؓ کو نجد بھیجیں۔ تو مجھے اُمید ہے کہ وہ لوگ اس دعوت کو قبول کریں گے۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ مجھے اہلِ نجد سے اندیشہ ہے۔ ابو براء نے مسلمانوں کی حفاظت کی ضمانت دی۔ جس پر آنحضرتؐ مسلمانوں کی ایک جماعت تبلیغِ اسلام کی غرض سے نجد بھیجنے پر آمادہ ہو گئے اور حضرت منذر بن عمرو ساعدی کو امیر مقرّر فرما کر چالیس ۴۰ یا ستّر ۷۰ صحابہؓ کو اُن کے ہمراہ کر دیا۔ صحابہؓ کی یہ نہایت مقدّس اور پاکباز جماعت مدینہ میں دن کو لکڑیاں چُنتی اور شام کو فروخت کر کے اصحابِ صُفّہ کے خور و نوش کا انتظام کرتی اور رات کا کچھ حصّہ درسِ قرآن اور کچھ حصّہ تہجّد میں گزارتی تھی۔ مسلمانوں میں یہ جماعت قُراء کے نام سے مشہور تھی۔ صحابہؓ کی روانگی کے وقت آنحضرت صلعم نے ایک خط ابو براء کے بھتیجے اور بنی عامر کے رئیس عامر بن طفیل کے نام لکھوا کر حضرت انسؓ کے ماموں حرام بن ملحانؓ کے سپرد فرمایا۔ جب قُراء کی جماعت بیرِ معونہ پہنچی۔ تو حرام بن ملحان آنحضرت صلعم کا مبارک خط لے کر عامر

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
بن طفیل کے پاس گئے۔ اس ملعون نے حضورؐ کا خط دیکھنے سے پہلے ہی ایک شخص کو اشارہ کر کے حضرت حرامؓ کو قتل کرا دیا۔ پھر اس بدبخت نے بنی عامر کو باقی صحابہؓ کے قتل پر اُبھارا۔ مگر عامر کے چچا ابو براء کے پناہ دے دینے کی وجہ سے بنی عامر نے عامر کی امداد سے انکار کر دیا جب عامر اپنی قوم سے نااُمید ہو گیا۔ تو اُس نے بنی سلیم سے امداد چاہی۔ بنی سلیم کے قبائل عصیہ، رعل اور ذکوان اس کی امداد پر تیار ہو گئے اور سب نے مل کر تمام صحابہؓ کو گھیر لیا۔ صحابہؓ نے کہا۔ کہ ہم تم سے لڑنے نہیں آئے بلکہ رسولِ خدا صلعم کی طرف سے ایک کام پر مامور ہیں اور وہیں جا رہے ہیں۔ مگر کفّار نہ مانے۔ حالات کی نزاکت سے مجبور ہو کر صحابہؓ نے کچھ مدافعت کی۔ لیکن سب شہید کر دیئے گئے۔ صرف کعب بن زید انصاری بچے۔ جن میں حیات کی کچھ رمق باقی تھی۔ کفّار نے ان کو مُردہ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا۔ بعد ازاں آپ ہوش میں آ گئے اور ایک مُدّت زندہ رہنے کے بعد غزوہ خندق میں شہادت پائی۔ اِن کے علاوہ دو شخص یعنی حضرت منذرؓ بن محمد اور عمرو بن اُمیہ ضمری بھی زندہ بچ گئے تھے۔ یہ دونوں مویشی چرانے جنگل گئے ہوئے تھے۔ اِن حضرات نے جب دُور سے معرکہ کی جگہ پر پرندوں کو منڈلاتے دیکھا تو انہیں شُبہ گزرا اور فوراً جائے وقوعہ پر پہنچے۔ یہاں پہنچ کر اُنہوں نے ایک عبرتناک منظر دیکھا۔ کہ تمام رُفقاء خون میں نہائے ہوئے بستر شہادت پر سو رہے ہیں۔ دونوں نے مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیئے۔ عمرو بن اُمیہ نے مدینہ چل کر آنحضرت صلعم کو خبر دینے کے متعلق رائے دی۔ مگر حضرت منذرؓ نے آگے بڑھ کر مقابلہ کرنے کی		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ٹھانی اور لڑ کر شہید ہو گئے۔ حضرت عمرو بن اُمیّہ کفّار کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ عامر نے ان کے بال کاٹے اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منّت مانی تھی۔ لہٰذا میں اس نذر میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔ حضرت عمرو بن اُمیّہ نے وہاں سے چل کر مقامِ قرقرہ میں ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیام کیا۔ اتّفاق سے وہیں بنی کلاب کے دو ۲ اشخاص بھی آکر ٹھہرے جب وہ دونوں سو گئے۔ تو حضرت عمروؓ اصحاب رسولؐ اللہ کے بدلے میں انہیں قتل کر کے مدینہ پہنچ گئے۔ (غزوہ بنی نضیر اسی واقعہ کی ایک کڑی ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ سطور میں ملاحظہ فرمائیے)
//	//	**قنوتِ نازلہ** تمام روائتیں متفق ہیں۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بیر معونہ کے واقعہ کے بعد قراءِ صحابہؓ کے قاتلین پر ایک مہینہ تک نمازِ فجر میں رکوع کے بعد بد دُعا کی اور لعنت بھیجی۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے۔ کہ اس واقعہ سے پہلے ہم نے کبھی قنوت نہیں پڑھے تھے۔ اسی واقعہ سے قنوت کی ابتدا ہوئی۔ اس کے بعد آنحضرت صلعم نے فجر میں کبھی قنوت نہ کیا۔ حتّٰی کہ آپؐ دُنیا سے رُخصت ہو گئے۔
ربیع الاوّل سنہ ۴ھ مطابق اگست ستمبر سنہ ۶۲۵ء	۵۶ سال (تقریباً)	**غزوہ بنی نضیر** جیسا کہ سریہ بیر معونہ میں یہ لکھا جا چکا ہے۔ کہ حضرت عمرو بن اُمیّہ رضؓ مقامِ قرقرہ میں دو اشخاص کو قتل کر کے مدینہ پہنچ گئے تھے۔ یہاں پہنچ کر جب حضرت عمروؓ نے دو آدمیوں کے قتل اور دیگر حالات آنحضرت صلعم کے گوش گزار کیئے۔ تو حضورؐ نے سُن کر فرمایا کہ دونوں مقتول قبیلہ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		بنی کلاب کے آدمی تھے۔ جو ہمارا معاہد قبیلہ ہے۔ اس لئے اُن کی دیت دینی ہوگی۔ یہودیوں کا قبیلہ بنی نضیر بھی چونکہ بنی کلاب کا حلیف تھا۔ اس واسطے آنحضرت صلعم دیت کے متعلق گفتگو کرنے کو بنی نضیر کے پاس تشریف لے گئے۔ حضورؐ کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے علاوہ دوسرے صحابہؓ بھی تھے۔ بنی نضیر بظاہر آپؐ سے بڑے اخلاق سے ملے اور حضورؐ کو ایک دیوار کے پاس بٹھایا لیکن پوشیدہ طور پر ایک شخص کو بھاری پتّھر دے کر چھت پر چڑھانے کا مشورہ کیا کہ جس وقت حضورؐ دیت کے متعلق گفتگو میں مصروف ہوں اُس وقت پتّھر گرا کر آپؐ کا کام تمام کر دیا جائے۔ سلام بن مشکم یہودی کو جب اس مشورہ کی خبر ہوئی۔ تو اُس نے اہلِ یہود سے کہا:۔
		"ایسا ہرگز نہ کرو۔ خدا کی قسم اس کا رب اس کو خبر کر دے گا۔ نیز یہ بدعہدی ہے"۔
		مگر اہلِ یہود نے اس بات کی پرواہ نہ کی اور عمرو بن حجاش کو پتّھر گرانے کے لئے چھت پر چڑھا دیا۔ اسی اثنا میں جبریلؑ امین وحی لے کر نازل ہوئے اور حضورؐ کو یہودیوں کے مشورہ سے مطلع کر دیا۔ آنحضرت صلعم فوراً وہاں سے اُٹھ کر مدینہ تشریف لے آئے۔ حضورؐ وہاں سے اس طرح اُٹھے تھے۔ جیسے کوئی کسی اہم ضرورت کے تحت اُٹھتا ہو۔ اس لئے صحابہؓ وہاں ہی بیٹھے رہے۔ یہود کو جب حضورؐ کے چلے جانے کا علم ہُوا تو بہت نادم ہوئے۔ کنانہ بن حویراء یہودی نے کہا؛ تم کو معلوم نہیں کہ محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کیوں اُٹھ کر چلے گئے ہیں۔ خدا کی قسم اُن کو تمہاری غدّاری کا علم ہو گیا ہے۔ بخدا

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		وہ اللہ کے رسولؐ ہیں"۔ بہر حال جب آنحضرت صلعم کی واپسی میں تاخیر ہوئی۔ تو صحابہؓ آپؐ کی تلاش میں مدینہ آئے حضورؐ نے صحابہؓ کو یہودیوں کی غداری سے مطلع فرمایا۔ اس کے بعد حضورؐ نے بنی نضیر کو کہلا بھیجا کہ تم کو دسؔ روز کی مہلت دی جاتی ہے۔ اِن دنوں میں تم اطراف مدینہ سے نکل جاؤ۔ ورنہ اس مدت کے بعد تمہارا جو شخص بھی پایا جائے گا قتل کر دیا جائے گا۔ بنو نضیر کو یہ شرط منظور تھی اور مہلت کے دنوں میں اطرافِ مدینہ سے نکل جانے پر راضی تھے۔ مگر اس بنا پر انکار کر دیا۔ کہ راس المنافقین عبداللہ بن اُبی نے بنی قریظہ اور بنی غطفان کی حمایت اور اپنی طرف سے دوؔ ہزار آدمی بھیج کر انہیں امداد کا یقین دلایا تھا۔ آنحضرت صلعم نے بنی نضیر کے انکار کے بعد حملہ کی تیاری کا حکم دیا۔ چنانچہ عبداللہ ابنِ مکتومؓ کو اپنے پیچھے مدینہ کا عامل بنا کر بنی نضیر کی طرف روانہ ہوئے۔ اس غزوہ میں رائتِ اسلام حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا حضورؐ نے جاتے ہی بنی نضیر کا محاصرہ فرما لیا مسلمانوں کے ڈر سے کوئی قبیلہ اُن کی مدد کو نہ پہنچا۔ اسی اثنا میں انہوں نے ایک اور عیاری کی۔ وہ یہ کہ آنحضرت صلعم کو پیغام بھیجا کہ آپؐ تین آدمی اپنے ہمراہ لائیں۔ جو ہمارے تین علماء سے گفتگو کریں گے۔ اگر ہمارے عالم ایمان لے آئے۔ تو ہم بھی

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ایمان لے آئیں گے۔ مگر پوشیدہ طور پر اپنے علماء کو ہدایت کی۔ کہ وہ تین خنجر اپنے کپڑوں میں چھپا کر لے جائیں۔ اور ملاقات کے وقت موقع پا کر حضورؐ کو قتل کر دیں۔ اللہ کے حکم سے چونکہ آنحضرت صلعم ملاقات سے پہلے ہی بنی نضیر کی اس چالاکی اور عیّاری سے باخبر ہو گئے تھے۔ اس لئے ملاقات کی نوبت ہی نہ آئی۔ محاصرہ پندرہ ۱۵ روز تک جاری رہا۔ اس دوران میں آنحضرت صلعم نے بنی نضیر کے باغوں اور درختوں کے کاٹنے اور جلانے کا حکم دیا۔ بالآخر بنی نضیر ذلیل ہو کر امن کے خواستگار ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے اُن کی درخواست قبول فرماتے ہوئے اُنہیں دس۱۰ دن کی مہلت دی اور فرمایا کہ وہ سامانِ حرب کے علاوہ اپنے اہل و اعیال اور جس قدر سامان اونٹوں پر اور سواریوں پر لاد کر لے جا سکتے ہیں لے جائیں۔ بنی نضیر نے اس رعایت سے یہاں تک فائدہ اُٹھایا کہ مکانوں کے دروازے اور چوکھٹ بھی اُکھاڑ لئے اور جہاں تک بن پڑا اونٹوں پر زیادہ سے زیادہ مال اسباب لاد کر لے گئے۔ ان جلاوطن یہودیوں میں سے اکثر خیبر میں جا کر ٹھہرے اور بعض شام چلے گئے۔ بنی نضیر کی اس جلاوطنی میں اُن کے سردار حیی بن اخطب، کنانہ بن الرّبیع اور سلام بن ابی الحقیق بھی ان کے ساتھ تھے۔ جو خیبر میں جا کر آباد ہوئے۔ سامانِ حرب جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ اُن میں پچاس ۵۰ خود، پچاس ۵۰ درع اور تین صد چالیس ۳۴۰ تلواریں تھیں۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
"	"	**حرمتِ شراب کا قطعی حکم** سیرت نگاروں کو ابنِ اسحاق کی اس تصریح سے اتفاق ہے۔ کہ تحریم خمر کا حکم اسی غزوہ میں نازل ہوا اور اس پر بھی متفق ہیں کہ یہ حکم تدریجی تھا۔ جو اس غزوہ میں تمام ہُوا۔ ابتدائے اسلام میں عام رسومِ جاہلیت کی طرح شراب نوشی بھی عام تھی۔ آنحضرت صلعم جب مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے۔ تو اہلِ مدینہ میں بھی شراب نوشی اور قمار بازی کی عادت اہل مکّہ سے کم نہ تھی۔ مگر بعض صحابہؓ ان ہر دو عادات کو اس قدر نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کہ اُنہوں نے حلال ہونے کے زمانہ میں بھی کبھی شراب کو ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ چنانچہ مدینہ منوّرہ میں آنحضرت صلعم کی ہجرت کے بعد جب اسلام کی سچّی تعلیم میں ڈھلا ہُوا ایک معاشرہ قائم ہُوا اور پیغمبرِ اسلام کے قُرب نے اہلِ ایمان کے قلوب کو اور جِلا بخشی تو ان سعید طبیعتوں میں اسلامی معاشرہ کو ہر قسم کے مفاسد سے پاک کرنے کا احساس پیدا ہُوا۔ اسی احساس کے تحت حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ معہ چند انصاری صحابہؓ کے دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہُوئے اور عقل و مال کو تباہ کرنے والے ان مفاسد کے متعلق حضورؐ کا فتویٰ پُوچھا چنانچہ اس سوال کے جواب میں ارشاد باری تعالیٰ ہُوا:۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ (اے پیغمبر) تجھ سے شراب اور جوئے کے متعلق پُوچھتے ہیں۔ کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نَّفْعِهِمَا ؕ کچھ فائدہ کی چیزیں بھی ہیں اور اُن کا گناہ اُن کے فائدہ سے بڑا ہے۔ (البقرہ۔ آیت ۲۱۹) اس آیت میں صاف طور پر شراب کو حرام تو نہ کیا گیا۔ مگر اس کی خرابیاں اور مفاسد بیان کر دئے گئے۔ اس آیت میں گویا ان مفاسد کے ترک کرنے کے لئے ایک قسم کا مشورہ دیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد بعض صحابہؓ نے اس مشورہ کو قبول کیا اور شراب پینی ترک کر دی۔ مگر بعض، یہ اہتمام کر کے کہ شراب کبھی مفاسدِ دینی کا سبب نہ بنے حسب عادت پیتے رہے۔ حتیٰ کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس کی بنا پر شراب نوشی کو روکنے کے لئے دُوسرا قدم اُٹھایا گیا۔ سیرت نگاروں نے اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ایک روز حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے چند احباب کی دعوت کی۔ کھانے کے بعد حسب دستور شراب کا دَور چلا اور اسی حالت میں نمازِ مغرب کا وقت آگیا۔ اہلِ مجلس نماز کے لئے کھڑے ہوئے اور اپنے میں سے ایک صاحب کو امامت کے لئے آگے بڑھایا۔ اُنہوں نے بحالتِ نشہ سُورۃ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ کو غلط پڑھا۔ اس لئے یہ آیت نازل ہوئی:۔ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ (یعنی) اے ایمان والو تم نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔ یہاں تک کہ تم جانو کہ تم کیا کہتے ہو۔ (سُورہ النِّسَآء۔ آیت ۴۳) اس آیت کریمہ میں اوقاتِ نماز کے اندر شراب کو قطعی حرام کر دیا

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
گیا۔ مگر باقی اوقات میں اجازت رہی۔ چنانچہ کچھ حضرات علاوہ اوقاتِ نماز کے شراب پیتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک اور واقعہ پیش آیا جس کی بناء پر آنحضرت صلعم کی دُعا کے نتیجہ میں شراب کی قطعی حُرمت کا حُکم نازل ہُوا۔ واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عتبان رضؓ بن مالک نے چند صحابہؓ کی دعوت کی۔ جن میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی تھے۔ کھانے کے بعد حسبِ دستور شراب پی گئی۔ پھر اسی حالت میں شعر و شاعری اور اپنے اپنے مفاخر کا بیان شروع ہُوا۔ نشہ کی حالت میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں اپنی قوم کی تعریف اور انصارِ مدینہ کی ہجو بیان کی گئی تھی۔ اس پر ایک انصاری نوجوان کو غصہ آ گیا اور اُس نے اُونٹ کے جبڑے کی ہڈی حضرت سعدؓ کے سر پر دے ماری جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے۔ حضرت سعدؓ نے بارگاہِ رسالت مآبؐ میں اس انصاری کی شکایت کی۔ آنحضرت صلعم نے شکایت سن کر دُعا فرمائی:۔ "یا اللہ شراب کے بارے میں ہمیں کوئی واضح بیان اور قانون عطا فرما دے"۔ اس پر شراب کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی جس میں شراب کو مطلقاً حرام قرار دے دیا گیا:۔ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ — اے ایمان والو! شراب اور جُوا اور چڑھاوے کے بُت اور پانسے گندے کام ہیں، شیطان کے، سو ان سے بچتے رہو۔ شاید تمہارا بھلا ہو۔ شیطان		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تُفْلِحُوْنَ ○ اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ — تو یہی چاہتا ہے۔ کہ تمہارے آپس میں شراب اور جوئے سے دشمنی اور بیر ڈال دے اور تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے روک دے۔ پھر اب تم باز آتے ہو۔ (سورہ المآئدہ۔ آیت ۹۰-۹۱)
		جب یہ حکم نازل ہوا۔ تو بعض صحابہؓ نے چلّا کر کہا۔ "خداوندا! ہم باز آگئے۔" حضرت انسؓ کا بیان ہے۔ کہ کچھ لوگ حضرت ابوطلحہؓ کے گھر بیٹھے تھے۔ اور وہ (یعنی حضرت انسؓ) انہیں شراب پلا رہے تھے کہ حُرمتِ شراب کی مُنادی ہونے لگی۔ ابوطلحہؓ نے سُنتے ہی کہہ دیا۔ کہ جتنی شراب باقی ہے۔ اُس کو باہر پھینک دیا جائے۔ اس دن مدینہ کا یہ حال تھا۔ کہ ہر طرف گلیوں میں خُم اُلٹے جا رہے تھے اور شراب زمین پر بہائی جا رہی تھی۔
		اکثر مفسّرین کے نزدیک شراب کے بارے میں بتدریج تین کی بجائے چار احکام نازل ہوئے۔ اُنہوں نے مذکورہ بالا آیات کے علاوہ حُرمتِ شراب کی طرف پہلا قدم جس آیت کریمہ کو قرار دیا ہے۔ وہ یہ ہے:-
		وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ — اور کھجور اور انگور کے میوے دئے، تم اُن سے نشہ بناتے ہو۔ اور اچھی روزی۔ اس میں ان لوگوں کے لئے خدا کی نشانی ہے۔ جو سمجھتے ہیں۔ (سورہ النحل۔ آیت ۶۷)

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
اس آیت میں کھجور اور انگور سے فقط شراب بنانے کا ذکر ہے۔ شراب کی مخالفت کا نہیں۔ البتہ نشہ کو "رزقِ حسن" کے مقابلہ میں رکھ کر یہ لطیف اشارہ فرمایا ہے۔ کہ نشہ "رزقِ حسن" نہیں۔ یہ اشارہ شراب کی کراہت اور ناپسندیدگی کی طرف پہلے مرحلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ جس نے بالآخر ایک قطعی حکم کی شکل اختیار کی اور بتدریج شراب مطلقاً حرام ہوگئی۔ یہاں جوئے کی حرمت کے بیان کی علیحدہ ضرورت نہیں۔ کیونکہ جس حکم نے شراب کو مطلقاً حرام قرار دیا۔ اسی نے جوئے کو بھی حرام قرار دیا۔ اور ان مفاسد دینی کو "شیطانی عمل" قرار دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اہلِ ایمان کی زندگی سے خارج کردیا۔ واللہ یھدی من یشاء۔		
غزوہ ذات الرقاع غزوہ بنو نضیر کے بعد شروع جمادی الاول تک آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم مدینہ میں ہی مقیم رہے۔ اوائل جمادی الاول میں آنحضرت صلعم کو یہ خبر ملی۔ کہ بنی غطفان کے قبائل بنی محارب اور بنی ثعلبہ آپؐ کے مقابلہ کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابوذر غفاری یا حضرت عثمان بن عفانؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرما کر چار سو یا سات سو صحابہؓ کے ہمراہ نجد کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حضورؐ نجد پہنچے تو بنی غطفان کی ایک بڑی جمعیت مقابلہ پر آئی۔ مگر جنگ نہ ہوئی۔ واپسی پر آنحضرت صلعم اپنی تلوار ایک درخت کے ساتھ لٹکا کر خود اس کے سایہ میں استراحت فرمانے لگے۔ ایک مشرک آیا اور تلوار اتار کر اسے حرکت دینے لگا۔ پھر حضورؐ سے پوچھا کہ بتلائیے اب میرے ہاتھ سے آپؐ کو کون بچائے گا؟	۵۶ سال ۳ ماہ (تقریباً)	جمادی الاول سنہ ۴ھ مطابق اکتوبر نومبر سنہ ۶۲۵ء

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		آپؐ نے نہایت اطمینان سے جواب دیا" خدا بچانے والا ہے"۔ آخر اُس نے تلوار غلاف میں بند کرکے پھر درخت کے ساتھ لٹکا دی۔ مورخین نے اس مُشرک کا نام غورث بن حارث لکھا ہے۔ وہ اپنی قوم سے کہہ آیا تھا۔ کہ مَیں محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) کو قتل کرتا ہوں۔
		ابن اسحاق کی روایت کے مطابق حضرت جبرئیلؑ امین نے اس مشرک کے سینہ پر ایک گھونسہ رسید کیا جس کی وجہ سے تلوار اُس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دُور جا پڑی۔ آنحضرت صلعم نے تلوار کو اُٹھا کر فرمایا۔ اَب بتلا میرے ہاتھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے اُس نے عرض کیا۔ کوئی نہیں۔ یہ سُن کر آپؐ نے فرمایا" اچھا جاؤ مَیں نے تُم کو معاف کیا"۔ یہ شخص اُسی وقت مسلمان ہو گیا۔ اَور اپنے قبیلہ میں پہنچ کر اُس نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔ بہت سے لوگ اُس کی دعوت سے مسلمان ہُوئے۔
		بہرحال یہاں سے چل کر آنحضرت صلعم ایک گھاٹی میں ٹھہرے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ اَور حضرت عباد بن بشرؓ کو درّہ کی پاسبانی پر مقرّر فرمایا۔ دونوں صحابہؓ نے آپس میں طے کیا۔ کہ پہلی نصف شب عباد بن بشرؓ پہرہ دیں اَور نصف آخر میں عمار بن یاسرؓ۔
		حضرت عباد بن بشرؓ پاسبانی کے دوران میں نماز پڑھ رہے تھے۔ کہ ایک مُشرک آیا اَور اُن کو تیر مارا۔ آپ نے جسم سے تیر نکال کر پھینک دیا۔ مگر نماز کو نہ توڑا۔ کافر نے یکے بعد دیگرے تین تیر مارے۔ اَور آپ نے ہر بار یہی عمل کیا۔ آخر نماز سے فارغ ہو کر

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ساتھی کو جگایا اور اپنا حال بیان کیا۔ آپ کے جسم کو خون میں لت پت دیکھ کر حضرت عمارؓ نے کہا۔ کہ آپ نے مجھے پہلے ہی تیر پر کیوں بیدار نہ کیا؟ حضرت عبادؓ نے فرمایا کہ میں ایک سورت پڑھ رہا تھا۔ یہ بات پسند نہ آئی کہ اس کو پورا نہ کروں۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے مروی ہے۔ کہ اس غزوہ کو غزوہ ذات الرّقاع اس لئے کہتے ہیں۔ کہ چلتے چلتے ہمارے پیر پھٹ گئے تھے۔ اور پیروں پر چیتھڑے لپیٹ لئے تھے۔ اس لئے اسے غزوہ ذات الرّقاع یعنی چیتھڑوں والا غزوہ کہنے لگے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ ذات الرّقاع ایک پہاڑ کا نام ہے۔ یہاں حضورؐ نے اس غزوہ میں نزول فرمایا تھا۔ اس پہاڑ میں سیاہ، سُرخ اور سفید نشانات تھے۔ واللہ اعلم۔
شوال سنہ ۴ھ مطابق مارچ سنہ ۶۲۶ء	۵۶ سال اور ۷۔۸ ماہ کے درمیان	**اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ سے نکاح** حضرت اُمّ سلمہؓ کے والد کا نام ابو اُمیّہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم اور والدہ کا نام عاتکہ بنتِ عامر بن ربیعہ بن مالک ہے۔ اُمّ المومنین کا اصل نام "ہند" اور کنیت اُمّ سلمہ ہے۔ آپ کا نام رملہ بھی بتایا جاتا ہے۔ مگر اس کی کوئی اصل نہیں۔ آپ کا پہلا نکاح عبداللہؓ بن عبدالاسد سے ہوا جو تاریخ اسلام میں ابو سلمہؓ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ اپنے شوہر ابو سلمہؓ کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہوئیں اور ہجرتِ حبشہ میں اپنے شوہر کا ساتھ دیا۔ حبشہ سے آپ مکّہ تشریف لائیں اور پھر بڑے

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
مصائب برداشت کرنے کے بعد ہجرت کرکے مکہ سے مدینہ پہنچیں۔ جب کبھی آپ اپنی ہجرت کا ذکر فرماتیں۔ تو فخر یہ کہتیں "میں نہیں جانتی کہ اہلِ بیت میں سے کسی نے وہ مصیبتیں اٹھائی ہوں جو اسلام کی خاطر خاندانِ ابو سلمہؓ کو جھیلنا پڑیں"۔ جہاں اور اوصاف میں حضرت اُمّ سلمہؓ دیگر ازواج سے ممتاز تھیں۔ ہجرت میں بھی اُن کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ آپ پہلی پردہ نشین خاتون تھیں۔ جن کو ابتداً مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کا اتفاق ہوا۔ آپ کے پہلے شوہر حضرت ابو سلمہؓ غزوہ بدر اور اُحد میں شریک ہوئے۔ ابو سلمہؓ کو غزوہ اُحد میں ایک مہلک زخم شانہ پر آیا تھا۔ جو بظاہر اچھا ہو گیا تھا۔ مگر محرم ۴ھ کے سریہ ابو سلمہؓ میں پھر تازہ ہو گیا۔ جس کے باعث آپ نے آخر جمادی الثانی ۴ھ میں وفات پائی۔ ابو سلمہؓ کی نمازِ جنازہ آنحضرت صلعم نے پڑھائی اور ۹ تکبیریں کہیں۔ لوگوں نے اسے سہو سمجھتے ہوئے آنحضورؐ سے اس کا سبب پوچھا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ابو سلمہؓ ہزار تکبیر کے مستحق تھے۔ حضرت ابو سلمہؓ کے انتقال کے وقت حضرت اُمّ سلمہؓ حمل سے تھیں۔ چنانچہ وضع حمل کی عدّت گزرنے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آپ کی غربت و کس مپرسی کے خیال سے اپنے نکاح کا پیام دیا۔ جسے حضرت اُمّ سلمہؓ نے قبول نہ کیا۔ حضرت عمرؓ کے متعلق بھی یہی کہا جاتا ہے۔ کہ آپ نے بھی نکاح کا پیام دیا تھا۔ مگر زیادہ صحیح یہ ہے کہ حضرت		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
عمرؓ نے آنحضرت صلعم کے نکاح کا پیام دیا تھا۔ بہر حال حضرت اُمِ سلمہؓ کے لئے یہ تو ناممکن تھا۔ کہ تعمیل ارشاد سے انکار کرتیں۔ البتہ چند عُذر ضرور پیش کئے۔ یعنی ا۔ مَیں سخت غیور عورت ہوں۔ ب۔ صاحبِ عیال ہوں۔ ج۔ میری عمر زیادہ ہو گئی ہے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ان تمام زحمتوں کو گوارا فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں حضرت اُمّ سلمہؓ نکاح ثانی پر رضامند ہو گئیں چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے عمرؓ سے کہا۔ "اُٹھو اور رسُولِ خدا صلعم سے میرا نکاح کر دو"۔ چنانچہ شوال ۴ھ میں آپ کی رسمِ ازدواج ادا ہوئی۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک بار حضرت اُمّ سلمہؓ نے اپنے شوہر حضرت ابو سلمہؓ سے کہا۔ کہ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ اگر کسی عورت کے شوہر کو اللہ تعالیٰ جنّت عطا فرمائے اور عورت اُس کے بعد نکاح ثانی نہ کرے تو خدائے عزّوجل اُس عورت کو خاوند کے ساتھ جنّت میں جگہ عنایت فرماتا ہے اور یہی صُورت مرد کے لئے ہے۔ اس بنا پر ہم دونوں کو انتقال کے بعد عقدِ ثانی نہ کرنے کا عہد کر لینا چاہیئے۔ یہ سُن کر حضرت ابو سلمہؓ نے کہا "کیا تم میری اطاعت کرو گی؟" حضرت اُمّ سلمہؓ کی طرف سے اثبات میں جواب پا کر ابو سلمہؓ نے کہا "جب مَیں مر جاؤں تو میرے بعد نکاح کر لینا"۔ پھر حضرت ابو سلمہؓ نے دُعا مانگی:۔ "یا اللہ! میرے بعد اُمّ سلمہؓ کو مجھ سے بہتر جانشین عطا فرما"۔ حضرت اُمّ سلمہؓ فرمایا کرتی تھیں۔ کہ جب ابو سلمہؓ انتقال کر		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		گئے۔ تو میں اپنے دل میں خیال کرتی کہ ابو سلمہؓ سے بہتر کون ہوگا پھر کچھ عرصہ بعد حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم سے میرا نکاح ہوگیا۔ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ نہایت ذہین اور معاملہ فہم خاتون تھیں۔ صلح حدیبیہ میں رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو صائب مشورہ دینا آپ کی ذہانت اور معاملہ فہمی کا ایک عظیم الشّان ثبوت ہے آپ نے آنحضرت صلعم کو مشورہ دیا تھا۔ کہ صلح حدیبیہ (جسے مسلمانوں نے اپنی شکست خیال کیا تھا) کے باعث مسلمانوں کی بے دِلی اور تذبذب کو ختم کرنے کے لئے حضورؐ خود قربانی کریں اور احرام کھولنے کے لئے بال مُنڈوائیں۔ مسلمان آپؐ کا اتّباع کریں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے ایسا ہی کیا اور جب مسلمانوں نے دیکھا کہ آپؐ کا فرمان ناطق ہے اور آپؐ خود اس پر عمل پیرا ہیں۔ تو سب نے حضورؐ کے اتباع میں قربانیاں کیں اور احرام کھولے۔ حضرت اُمّ سلمہؓ کی زندگی سراپا زُہد تھی۔ آپ دُنیاوی معاملات کی طرف بہت کم توجہ فرماتی تھیں۔ ہر مہینہ میں دوشنبہ، جمعرات اور جُمعہ کا روزہ رکھتی تھیں۔ آپ بڑی فیّاض اور ہاتھ کی سخی تھیں لوگوں کو ہر وقت سخاوت کی ترغیب دیتی تھیں۔ ایک بار حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے آپ سے عرض کیا۔ کہ میرے پاس اتنا مال جمع ہوگیا ہے کہ اب تباہی کا خطرہ ہے۔ آپ نے مشورہ دیا۔ بیٹا خرچ کرو۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ "بہت سے صحابہؓ ایسے ہیں جو مجھ کو میری موت کے بعد پھر کبھی نہ دیکھیں گے۔" آپ آنحضورؐ کے آرام کا بہت خیال رکھتی تھیں حضرت سفینہؓ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کو، جو آنحضرت صلعم کے مشہور خادم اور دراصل اُن کے غلام تھے، حضرت اُمّ سلمہ رضؓ نے اس شرط پر آزاد کیا تھا۔ کہ جب تک سرورِ دو عالم صلعم زندہ ہیں حضرت سفینہ رضؓ اُن کی خدمت میں حاضر رہیں۔
		پہلے خاوند سے آپ کے ۲ دو لڑکے اور ۲ دو لڑکیاں تھیں حضور سرورِ دو عالم صلعم کے صُلب سے آپ کی کوئی اولاد نہیں ہُوئی حضرت اُمّ سلمہ رضؓ نے ۶۳ھ میں انتقال فرمایا۔ اسی سال حضرت عبداللہ بن زبیر رضؓ کے محاصرہ کے لئے شامی فوج نے مکّہ پر چڑھائی کی تھی۔ وفات کے وقت آپ کی عُمر تقریباً چوراسی ۸۴ سال تھی۔ ازواجِ مطہرات میں آپ نے سب سے آخر انتقال فرمایا۔ اِن دنوں ولید بن عتبہ مدینہ کا والی تھا۔ قاعدہ تھا کہ حاکمِ وقت جنازہ کی نماز پڑھاتا تھا۔ مگر حضرت اُمّ سلمہ رضؓ کی وصیّت کی وجہ سے وُہ نہ آنے پایا۔ چنانچہ یہ فرض حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے ادا کیا۔ کیونکہ صحابہ رضؓ میں فضل وکمال کے اعتبار سے یہی سب سے جلیل القدر تھے۔
		آپ کے سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ واقدی نے ۵۹ھ اور خیثمہ نے ۶۰ھ لکھا ہے۔ مگر دیگر مورّخین کے نزدیک ۶۳ھ زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم۔
ذیقعد ۴ھ مطابق اپریل ۶۲۶ء	۵۶ سال ۹ ماہ (تقریباً)	**غزوہ بدر الاُخریٰ**
		غزوہ اُحد سے لوٹتے وقت ابوسفیان نے کہا تھا۔ کہ اب ہمارا تمہارا مقابلہ آئندہ سال بدر میں ہوگا۔ اس بات کو آنحضرت صلعم نے بھی قبول فرمایا تھا۔
		ابوسفیان جوش میں آکر اگرچہ بہ بڑھا نک گیا تھا۔ مگر اندر سے

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
ابوسفیان کا دِل سخت مرعُوب تھا اور چاہتا تھا کہ پیغمبرِ اسلام صلعم بدر نہ آئیں - تاکہ وہ اس کی آڑ میں ندامت اور شرمندگی سے بچ جائے اور الزام مسلمانوں کے سر رہے - چنانچہ اس تصادم سے بچنے کے لئے ابوسفیان نے نعیم بن مسعود کو، جو مدینہ جا رہا تھا، مال دینا منظور کیا - کہ وہ مدینہ پہنچ کر یہ مشہور کرے کہ اہلِ مکّہ نے مسلمانوں کے استیصال کے لئے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے اور وہ مسلمانوں کو مشورہ دے - کہ تمہارے لئے یہی بہتر ہے کہ تم قُریش کے مقابلہ کے لئے نہ نکلو - ابوسفیان کا مقصد یہ تھا - کہ جب ایسی خبریں مشہور ہوں گی - تو مسلمان خوفزدہ ہو جائیں گے اور جنگ سے گُریز کریں گے - مگر اس پروپگنڈے کا نتیجہ اُس کے اپنے خیال کے برعکس نکلا - قریشِ مکّہ کی اس تیاری کی خبر سُن کر مسلمانوں کے جوشِ ایمانی میں اور اضافہ ہوگیا - چنانچہ آنحضرت صلعم ایفائے عہد کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرما کر پندرہ ۱۵ سو صحابہؓ کے ساتھ بدر کی طرف روانہ ہُوئے - رائتِ اسلام حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا - حضورؐ نے بدر میں پہنچ کر قیام فرمایا - اُدھر ابوسفیان بھی دو ۲ ہزار آدمی اور پچاس ۵۰ گھوڑے لے کر مکّہ سے مقام ظہران یا عسفان تک آیا لیکن یہیں سے خشک سالی کا بہانہ بنا کر واپس مکّہ چلا گیا - آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آٹھ ۸ روز تک بدر میں لشکرِ کفّار کا انتظار کیا - مگر جب ابوسفیان نہ آیا - تو آپؐ مدینہ لوٹ آئے ؛		

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ؕ

رسالت مآب

حضرت محمد رسول اللّٰہ

صلّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کی

حیاتِ اقدس کا دس سالہ مدنی دور

واقعاتِ عظیمہ

۵ ؁ھ

محرّم تا ذوالحجہ

مطابق

۲ جون ؁۶۲۶ء تا ۲۲ مئی ؁۶۲۷ء

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ (سورۂ احزاب - آیت ۴۰)

محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے والد نہیں ہیں - بلکہ خدا کے پیغمبر اور نبیوں (کی نبوت) کی مہر - (یعنی اس کو ختم کردینے والے ہیں)

عنوانات

واقعاتِ عظیمہ

سنہ ۵ھ

- ــــــ غزوۂ دومۃ الجندل
- ــــــ غزوۂ بنو مصطلق یا مریسیع
- ــــــ تیمّم کے حکم کا نزول
- ــــــ حضرت جویریہ رضؓ سے نکاح
- ــــــ حضرت زینب رضؓ بنت جحش سے نکاح
- ــــــ نزولِ حجاب
- ــــــ غزوۂ خندق
- ــــــ غزوۂ بنو قریظہ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
۲۵ ربیع الاوّل ۵ھ مطابق ۲۴ اگست ۶۲۶ء	۵۷ سال ۱۷ دن	**غزوۂ دومۃ الجندل** آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خبر ملی۔ کہ دومۃ الجندل میں بہت سے مشرکین مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے جمع ہو رہے ہیں۔ اس مرتبہ آپؐ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفّاری کو اپنا نائب مقرّر فرما کر مدینہ سے ایک ہزار صحابہؓ کے ساتھ پیشقدمی فرمائی۔ دومۃ الجندل مدینہ سے پندرہ روز کی مسافت پر ہونے کی وجہ سے آنحضرت صلعم نے رہبری کے لئے بنی عذرا کا ایک شخص اپنے ساتھ لے لیا۔ مشرکین کو جب آپؐ کی اطلاع ہوئی تو منتشر ہو گئے۔ حضورؐ نے چند روز تک یہاں قیام فرمایا اور مختلف اطراف میں فوج بھیجی مگر کوئی مقابلہ نہ ہوا۔ آخر حضورؐ بلا جدال و قتال مدینہ لوٹ آئے۔
۲ شعبان ۵ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۶۲۶ھ	۵۷ سال ۴ ماہ ۲۵ دن	**غزوۂ بنو مصطلق یا مریسیع** مریسیع ایک چشمہ یا تالاب کا نام ہے۔ جہاں بنو مصطلق سے مقابلہ ہوا۔ بنو مصطلق بنی خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔ اس غزوہ کے سنہ وقوع میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ۶ھ میں ہوا اور بعض نے ۴ھ لکھا ہے۔ لیکن زیادہ روایات شعبان ۵ھ کے متعلق ہیں۔ حافظ عسقلانی فرماتے ہیں۔ کہ یہی قول صحیح ہے۔ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو اطلاع ملی۔ کہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کی غرض سے بنی المصطلق کے سردار حارث بن ابی ضرار نے بہت سی فوج جمع کی ہے۔ آنحضرت صلعم نے بریدہ بن حصیب اسلمیؓ کو خبر

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت بریدہ رضؓ نے واپس آکر عرض کیا۔ کہ خبر صحیح ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے صحابہ رضؓ کو خروج کا حکم دیا۔ صحابہ رضؓ حکم ملتے ہی فوراً تیار ہو گئے۔ تیس ۳۰ گھوڑے ہمراہ لئے۔ جن میں دس ۱۰ مہاجرین کے اور بیس ۲۰ انصار کے تھے۔ اس دفعہ مالِ غنیمت کی لالچ میں منافقین کا ایک گروہِ کثیر بھی ساتھ ہولیا جو اس سے پیشتر کبھی کسی غزوہ میں شریک نہ ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں حضرت زید بن حارثہ رضؓ یا حضرت ابوذر غفاری کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ مہاجرین کا عَلم حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور انصار کا عَلم حضرت سعد بن عبادہ رضؓ کے ہاتھ میں تھا۔ مقدمہ میں حضرت عمر فاروق رضؓ تھے۔ امہات المومنین رضؓ میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ اور حضرت اُمّ سلمہ رضؓ آنحضرت صلعم کی شریکِ سفر تھیں۔ راستہ میں ایک جاسوس ملا۔ جسے کفار نے مخبری کے لئے مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضؓ نے اُسے گرفتار کرکے قتل کر دیا۔ جب کفار کو آنحضور صلعم کی آمد اور جاسوس کے قتل کی اطلاع ملی تو ان پر اتنا رُعب چھا گیا۔ کہ حارث کے قبیلہ کے علاوہ دیگر قبائل کے تمام لوگ منتشر ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیز رفتاری کے ساتھ چل کر اچانک اُن پر حملہ کر دیا۔ اس وقت وہ لوگ اپنے مویشیوں کو پانی پلا رہے تھے۔ اچانک حملہ سے بدحواس ہو گئے۔ کفار کے دس ۱۰ آدمی قتل ہوئے اور باقی سب گرفتار کر لئے گئے۔ مالِ غنیمت میں دو ۲ ہزار اُونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
اِنہی قیدیوں میں قبیلہ کے سردار حارث کی بیٹی جویریہ بھی تھیں۔ اس غزوہ میں کوئی مسلمان شہید نہ ہُوا۔ البتّہ کلب بن عوف کے ایک شخص ہشام بن صبابہؓ خود حضرت عبادہ بن صامتؓ کے ہاتھ سے قتل ہُوئے اُنہوں نے ہشامؓ کو غلطی سے دُشمن کا آدمی سمجھ کر قتل کر دیا تھا۔		
تیمّم کے حُکم کا نزول	″	″
اسی غزوہ سے واپسی پر راستے میں کہیں حضرت عائشہ صدیقہؓ کی مالا گُم ہو گئی۔ آنحضرت صلعم اُس کی تلاش میں ٹھہر گئے اور آپؐ کے ساتھ سب کو ٹھہرنا پڑا۔ اُس جگہ پانی نہ تھا اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی موجود تھا۔ لوگوں کو وُضو کے لئے سخت پریشانی ہُوئی۔ کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے اور حضرت عائشہؓ کی شکایت کی کہ اُنہوں نے رسُولِ کریم صلعم اور صحابہؓ کو ایسی جگہ روک دیا جہاں پانی میسّر نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عائشہؓ صدیقہ کے پاس گئے اور اُن سے بہت غُصّہ ہُوئے۔ کہ تُم لوگوں کے لئے بلا اور مصیبت کا ذریعہ بن گئی ہو۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں "اُس وقت آنحضرت صلعم میرے زانو پر سر رکھ کر سوئے ہوئے تھے۔ نہ تو میں بات کر سکتی تھی نہ ہی اپنی جگہ سے حرکت کر سکتی تھی۔"		
الغرض اسی حال میں صبح ہو گئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی پریشانی دُور فرماتے ہُوئے آیتِ تیمّم نازل فرمائی اور حکم دیا:۔		
وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ — اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے ہوکر آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن

أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (سورہ المائدہ۔ آیت ۶)

پانی نہ مل سکے، تو پاک مٹّی لو اور اُس سے مُنہ اور ہاتھوں کا مسح یعنی تیمّم کر لو، خدا تم پر کسی قسم کی تنگی نہیں کرنا چاہتا، بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔

صحابہؓ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق تیمّم کر کے نمازِ فجر ادا کی۔ تمام صحابہؓ اس آیت کے نزول سے بہت خُوش ہُوئے۔ حضرت اُسید بن حضیرؓ نے جوشِ مُسرّت میں کہا:۔

"اے آلِ ابی بکر! یہ تیمّم کا حکم نازل ہونا تمہاری پہلی برکت نہیں۔ بلکہ تمہاری برکت سے اور بھی بہت سی سہولتوں اور آسانیوں کے احکام نازل ہو چکے ہیں"۔

ازاں بعد صحابہؓ نے مالا کی تلاش شروع کی۔ مگر نہ ملی۔ آخر جب حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اُونٹنی اُٹھی تو اُس کے نیچے سے مالا مل گئی۔

بعض روایات میں ہے۔ کہ جو لوگ مالا کی تلاش کرنے گئے تھے اُن کو راستے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ اُنہوں نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے بے وضو نماز ادا کی۔ واپسی پر آنحضرت صلعم سے اس کا ذکر کیا۔ جس پر تیمّم کی آیت نازل ہُوئی۔ واللہ اعلم۔

بعض دیگر راویوں نے مالا گُم ہو جانے کا ذکر حضرت عائشہؓ کے کسی

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اُور سفر سے منسوب کیا ہے۔ اُن کے نزدیک اس غزوہ میں مالا ضرور گُم ہوئی تھی۔ مگر تیمّم کی آیت کا نزول نہیں ہُوا۔ واللہ اعلم۔
شعبان ۵ھ مطابق دسمبر، جنوری ۶۲۷ء	۵۷ سال ۶ ماہ (تقریباً)	**حضرت جویریہ رضؓ بنتِ حارث بن ابی ضرار بن حبیب بن عائذ بن مالک سے نکاح** گذشتہ سطور میں یہ عرض کیا جا چکا ہے۔ کہ حضرت جویریہ رضؓ غزوۂ مریسیع کے قیدیوں میں تھیں جب مالِ غنیمت تقسیم ہُوا۔ تو حضرت جویریہ رضؓ حضرت ثابت بن قیس رضؓ کے حصّہ میں آئیں اُور حضرت ثابت رضؓ نے انہیں مکاتبہ بنا دیا۔ حضرت جویریہ رضؓ کی پہلی شادی مسافح بن صفوان سے ہُوئی۔ جو غزوہ مریسیع میں قتل ہو گیا تھا۔ مسافح آپ کا ابنِ عم تھا۔ اسلام میں یہ اجازت ہے۔ کہ اگر آقا راضی ہو تو لونڈی غُلام کچھ رقم دے کر اپنے آپ کو آزاد کرا سکتے ہیں۔ اس طریقہ کو فقہا کی اصطلاح میں "کتابت" کہتے ہیں۔ اسی اُصول کے تحت حضرت جویریہ رضؓ مکاتبہ بن گئیں۔ آپ کو اس شرط کے مطابق ۹ اوقیہ سونا اُدا کرنا تھا۔ لیکن اس کی ادائیگی آپ کی طاقت سے باہر تھی۔ چنانچہ آپ دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئیں اُور عرض کیا۔ کہ مَیں سردارِ قوم حارث کی بیٹی ہُوں۔ جو مصائب مجھ پر ٹوٹے ہیں، حضور ﷺ سے پوشیدہ نہیں۔ مَیں مالِ غنیمت کے طور پر ثابت بن قیس رضؓ کے حصّہ میں آئی ہُوں اُور ۹ (نو) اوقیہ سونے پر اُن سے عہدِ مکاتبت کیا ہے۔ لیکن مَیں اس کو ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتی۔ آپ ﷺ میری امداد فرمائیے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"کیا یہ بہتر نہ ہوگا۔ کہ مَیں تمہارا زرِ کتابت ادا کردوں اور تم سے نکاح کر لوں"۔ حضرتِ جویریہؓ راضی ہوگئیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے زرِ کتابت دے کر نکاح کر لیا۔ جب مسلمانوں کو یہ حال معلوم ہُوا۔ تو اُنہوں نے بھی حضورؐ کے اتّباع میں بنو مصطلق کے سارے قیدی رہا کردے کیونکہ اب قرابتِ نبویؐ کا پاس مانع تھا۔ اس تقریب میں بنو مصطلق کے سو خاندان آزادی کی دولت سے بہرہ مند ہوئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ حضرت جویریہؓ کو اس خصوصیّت پر مستحقِ تحسین قرار دیتی ہیں اور فرماتی ہیں۔ "مَیں نے کسی عورت کو جویریہؓ سے زیادہ اپنی قوم کے لئے وجۂ برکت نہیں دیکھا" آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے نکاح میں آنے کے کچھ دن بعد حضرت جویریہؓ کے والد حارث بن ابی ضرار بہت سے اُونٹ لے کر مدینہ منوّرہ روانہ ہُوئے۔ تاکہ فدیہ دے کر اپنی بیٹی کو آزاد کرا لائیں۔ راستہ میں مقام عقیق پر اپنے اُونٹ چرنے کے لئے چھوڑ دئے ان میں سے ۲ دو اُونٹ، جو اُنہیں بہت پسند تھے، کسی گھاٹی میں چھپا دئے۔ مدینہ پہنچ کر دربارِ رسالتمآبؐ میں حاضر ہُوئے اور عرض کیا "آپؐ میری بیٹی کو قید کر لائے ہیں۔ اس کا فدیہ لے لیجئے اور اس کو میرے ساتھ کر دیجئے"۔ پھر جو مال وہ بطور فدیہ لائے تھے۔ دربار رسالتمآبؐ میں پیش کرنے لگے۔ آنحضورؐ نے فرمایا۔ وہ ۲ دو اُونٹ کہاں ہیں۔ جن کو تم عقیق کی پہاڑیوں میں چُھپا آئے ہو؟ حارث پر اس اطلاع کا بڑا اثر ہُوا۔ اور وہ فوراً مسلمان

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
ہو گئے۔ پھر جب انہیں معلوم ہوا کہ جس بیٹی کو وہ چھڑانے آئے ہیں وہ حرمِ نبویؐ کی رونق بنی ہوئی ہے۔ تو بہت خوش ہوئے اور ہنسی خوشی معہ اپنی قوم کے گھر لوٹ گئے۔ حضرت جویریہؓ کا پہلا نام بَرّہ تھا۔ حضورؐ نے بدل کر جویریہؓ رکھا۔ کیوں کہ پہلے نام میں ایک قسم کی بدشگونی پائی جاتی تھی اور خود ستائی کا پہلو نکلتا تھا۔ حضرت جویریہؓ بہت خوددار تھیں۔ عزتِ نفس کا بے انتہا خیال رکھتی تھیں۔ چنانچہ اپنی آزادی کے لئے جدّوجہد اس کا کافی ثبوت ہے۔ آپ کو زُہد و عبادت سے بہت شغف تھا۔ اکثر روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے اور حضرت جویریہؓ کو تسبیح و تہلیل میں مصروف پایا۔ ایک روایت کے مطابق جُمعہ کے دن آنحضرت صلعم حضرت جویریہؓ کے پاس تشریف لائے۔ اُس دن وہ روزہ سے تھیں۔ آنحضورؐ ایک روزہ رکھنا چونکہ مکروہ خیال فرماتے تھے۔ اس لئے دریافت کیا "تُم نے کل روزہ رکھا تھا؟" حضرت جویریہؓ نے عرض کیا "نہیں"۔ ارشاد ہُوا کل ارادہ ہے" انہوں نے عرض کیا "نہیں"۔ فرمایا "تو تم افطار کرلو"۔ حضرت جویریہؓ نے بعمر اکہتّر سال ربیع الاوّل ۵۶ھ میں بعہدِ خلافتِ امیر معاویہؓ انتقال فرمایا۔ والئی مدینہ مروان بن حکم نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنّت البقیع میں دفن ہوئیں۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
شوال ۵ھ مطابق فروری مارچ ۶۲۷ء	۵۷ سال ۸ ماہ (تقریباً)	**اُمّ المومنین حضرت زینبؓ بنت جحش سے نکاح** اُمّ المومنین کا نام زینبؓ اور کنیت اُمّ حکم ہے۔ آپ کا تعلق خاندانِ اسدیہ سے تھا۔ آپ کا نسب یہ ہے:۔ زینبؓ بنتِ جحش بن رباب بن یعمر بن صبیرہ بن مرّہ بن کثیرہ بن غنم بن دودان بن اسد بن حزیمہ الاسدی۔ آپ کی والدہ کا نام اُمیمہ بنت عبدالمطلب ہے۔ جو حضرت عبداللہؓ بن عبدالمطلب کی سگی بہن تھیں۔ اس رشتہ سے حضرت زینبؓ جنابِ رسالتمآبؐ کی حقیقی پھوپھیری بہن ہوئیں۔ قبولِ اسلام کے لحاظ سے آپ کا شمار سابقون الاوّلون میں ہوتا ہے۔ یعنی آپ اسلام کے دورِ اوّل میں ہی اس نعمتِ عظمیٰ سے مستفید ہوئیں اور ہجرت میں جن عورتوں کو آنحضرت صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوا۔ اُن میں آپ بھی تھیں۔ حضرت زینبؓ کا پہلا نکاح حضرت زیدؓ بن حارثہ سے ہوا۔ جو آنحضرت صلعم کے آزاد کردہ غلام اور آپؐ کے متبنّیٰ تھے۔ بظاہر یہ نکاح ایک معمولی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن اگر جانبین کے فرقِ مراتب کو بنظرِ عمیق دیکھا جائے۔ تو اس نکاح کو اسلامی مساوات کی بے لوث تعلیم کے سنگِ بنیاد کی حیثیت حاصل ہو جاتی ہے۔ مورخین نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ کا آبائی نسب قضاعہ تک پہنچتا ہے۔ اسی طرح حضرت زیدؓ کی والدہ کا نسب بنی معن بن طی سے ملتا ہے۔ اس لحاظ سے حضرت زیدؓ نجیب الطرفین تھے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضرت زیدؓ زندگی کے ہر دور سے گزر کر ایک ارفع و اعلیٰ مقام تک پہنچے تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ ایک گروہ نے حضرت زیدؓ کو بچپن میں اُٹھا کر سوقِ حباشہ (مکہ کے پاس ایک سالانہ منڈی لگا کرتی تھی) میں فروخت کر دیا۔ جہاں سے حکیم بن حزام ان کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے لئے خرید لائے۔ جب اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ کا نکاح آنحضرت صلعم سے ہُوا۔ تب اُنہوں نے نبی صلعم کو زیدؓ ہبہ کر دیئے۔ حضرت زیدؓ کے والدین ان کی تلاش میں تھے ٹوہ لگاتے لگاتے مکہ معظمہ پہنچ گئے۔ اُنہوں نے نبیٔ اکرم صلعم سے حضرت زیدؓ کی واپسی کی درخواست کی۔ جسے حضورؐ نے منظور فرما لیا۔ مگر حضرت زیدؓ پر حضورؐ کی مہربانیوں اور شفقتوں کا اتنا گہرا اثر تھا کہ آپؐ کو چھوڑ کر اپنے والدین کے ساتھ جانا اُنہوں نے قبول نہ کیا۔ ان کے والدین اس اطمینان کے بعد کہ آپ نہایت شفقت سے فرزندانہ پرورش پا رہے ہیں، حضرت زیدؓ کو یہیں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ آنحضرت صلعم حضرت زیدؓ سے اس قدر محبت فرماتے تھے کہ مکہ میں انہیں زیدؓ بن محمدؐ کا خطاب مل گیا تھا۔ یہ سب واقعات حضورؐ کی نبوت سے پیشتر کے ہیں۔ نبوت کے بعد جن اُمور کی حضورؐ نے اصلاح فرمائی اُن میں غلاموں کی حالت کی درستی بھی تھی۔ چنانچہ اس ضمن میں حضورؐ نے ایک بلند ترین مثال قائم کرنے کے ارادے سے حضرت زیدؓ اور حضرت زینبؓ کے نکاح کی تجویز فرمائی۔ لیکن جو لوگ خاندانی غرور و تکبر پر جان دینے والے تھے۔ وہ مصلح اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس تجویز پر آسانی سے متفق نہ ہو سکتے تھے۔ اس لئے حضرت زینبؓ کے رشتہ داروں نے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اس رشتے سے انکار کر دیا۔ مگر مصلحِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بہترین مثال کو قائم کرنے کا ارادہ فرما لیا تھا۔ اُس پر برابر قائم رہے۔ حتّٰی کہ قرآن حکیم نے اس قطعی حکم کا اعلان فرما دیا۔ کہ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ (سورہ احزاب۔ آیت ۳۶) جب خدا اور اُس کا رسولؐ کسی امر کا فیصلہ فرما دے، تب کسی مومن مرد یا عورت کے لئے اس کام میں اپنا کوئی اختیار نہیں رہتا۔ اس ارشادِ الٰہی کے بعد حضرت زینبؓ اور اُن کے رشتہ داروں نے اپنے ذاتی مفاخر اور قومی خیالات چھوڑ دئے اور نکاح ہو گیا۔ یہ نکاح گویا انسانیت پر احسانِ عظیم تھا۔ ارشادِ الٰہی اور منشائے نبوّت کے مطابق یہ نکاح ہونے کو تو ہو گیا اور تقریباً ایک سال تک دونوں نے اس رشتہ کو نباہا بھی۔ مگر اس کے بعد ناگواریاں بڑھنے لگیں۔ آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ حضرت زیدؓ نے دربارِ رسالت مآبؐ میں آکر حضرت زینبؓ کے رویہ کی شکایت کی اور کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ ان کو طلاق دے دوں۔ یہ سن کر آنحضرت صلعم نے اُن کو سمجھایا کہ وہ طلاق نہ دیں۔ قرآنِ حکیم نے اسی واقعہ کی طرف یہ اشارہ فرمایا ہے:۔ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْۤ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ۔ (سورہ الاحزاب۔ آیت ۳۷) اور جب کہ تم اس شخص سے جس پر اللہ نے اور تم نے احسان کیا یہ کہتے تھے، کہ اپنی بیوی کو نکاح میں رکھو اور خدا سے خوف کرو۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ

مگر حضرت زیدؓ نے روزمرّہ کی بڑھتی ہُوئی ناگواریوں کے پیشِ نظر بالآخر طلاق دے دی۔

جب حضرتِ زینبؓ طلاق کی عِدّت پُوری کر چکیں۔ تو حضورؐ نے اس خیال سے کہ وہ آپؐ ہی کی زیرِ تربیت سنِ شعور کو پہنچیں اور آپؐ ہی کے حکم سے حضرت زیدؓ سے نکاح پر راضی ہُوئی تھیں۔ اُن کی دلجوئی کے لئے خُود نکاح کرنا چاہا مگر اس وقت چونکہ زمانہ جاہلیت کی رسُومات کا اثر باقی تھا جن کے تحت متبنّٰی کو حقیقی بیٹے کا درجہ حاصل تھا اس لئے منافقین کے اعتراض کا خیال وجہ تأمّل ہُوا۔ قرآن حکیم میں بہت پہلے سے یہ نازل ہو چکا تھا:۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ۔ — محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) تم مردوں میں سے کسی کے بھی باپ نہیں ہیں۔

(الاحزاب - آیت ۴۰)

اور:۔

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ — مومنو! لے پالکوں کو اُن کے (اصل) باپوں کے نام سے پکارا کرو۔ خدا کے نزدیک یہی بات دُرست ہے۔

(الاحزاب - آیت ۵)

ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے دل سے یہ خطرہ نکال دیا۔ دُوسری طرف چونکہ حکمِ الٰہی ہو چکا تھا اور اب کوئی امر مانع نہ رہا تھا۔ اس لئے حضورؐ نے حضرت زیدؓ کو نکاح کا پیام دے کر حضرت زینبؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے پیام سُن کر کہا "جب تک خدا کا حکم نہ ہو مَیں کچھ نہیں کہہ سکتی"۔ یہ کہہ کر آپ مسجد میں چلی گئیں۔ اِدھر اللہ تعالیٰ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نے یہ آیت نازل فرمائی:- فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا۔ (الاحزاب - آیت ۳۷) پھر جب زید اُس (عورت) سے بے تعلقی کر چکا (یعنی طلاق دے دی اور عورت کی عِدّت بھی پوری ہوگئی) تو ہم نے تمہارے ساتھ اُس (عورت) کا نکاح کر دیا۔ اِس حکمِ الٰہی کے نزول کے ساتھ ہی نکاح کی تکمیل ہوگی اور حضورؐ حضرتِ زینبؓ کے پاس آنے جانے لگے۔ حضرت زینبؓ دیگر ازواج مطہرات کے مقابلہ پر اپنے نکاح پر فخر کرتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ میرا عقد اللہ تعالیٰ نے آسمان پر کیا اور میرے نکاح پر آنحضرت صلعم نے گوشت روٹی سے ولیمہ کیا۔ حضرت زینبؓ میں جو اخلاقی خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ اُن کے پیشِ نظر کم عورتیں ایسی ہوں گی۔ جو ان صفات میں اُن کی شریک ہوں۔ آپ نہایت فیّاض، فراخ دست، متوکّل اور قانع تھیں۔ یتامیٰ اور مساکین کی سرپرست اور فُقرا کی پُشت پناہ تھیں۔ ابنِ سعد ایک روایت میں لکھتے ہیں:- "زینب بنت جحش نے درہم و دینار کچھ نہ چھوڑا۔ وہ جو کچھ پاتی تھیں۔ صدقہ کر دیتی تھیں۔ وہ مساکین کی ملجاد ماویٰ تھیں۔" حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ان کی اکثر تعریف کی ہے فرماتی ہیں:- "آنحضرت صلعم کی ازواج میں سوائے زینبؓ بنت جحش کے آپؐ کے نزدیک حُسن منزلت میں کوئی میرا مدِّمقابل نہ تھا۔"

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		آپ نہایت متقی اور نیک دل خاتون تھیں۔ حضرت اُمّ سلمہؓ کا ارشاد ہے۔ "وہ بہت نیک، بہت روزہ دار اور بڑی عبادت گزار بی بی تھیں"۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشادِ گرامی اَسْرَعُکُنَّ لِحَاقًا بِی اَطْوَلُکُنَّ یَدًا (تم میں مجھ سے جلد وہ ملیگی جس کا ہاتھ لمبا ہوگا) حضرت زینبؓ کے متعلق بہت مشہور اور ان کی خصوصیات سے ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے۔ کہ رسول اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے رحلت سے قبل ازواجِ مطہرات سے فرمایا تھا۔ کہ تم میں سے جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہوگا۔ وہ سب سے پہلے مجھ سے ملے گی۔ یہاں ہاتھ کی لمبائی سے حضورؐ کا مطلب فیّاضی تھا۔ مگر ازواجِ مطہرات حدیث کے حقیقی معنی ملحوظ رکھتے ہوئے جب کبھی یک جا ہوتیں تو ایک دوسرے کا ہاتھ ناپا کرتیں۔ اور جب تک حضرت زینبؓ کی وفات نہ ہوئی۔ کسی کو آنحضرت صلعم کے ارشاد کا حقیقی مفہوم معلوم نہ ہوسکا۔ چنانچہ حضرت زینبؓ کی وفات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا:۔ "ہم میں سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی حضرت زینبؓ تھیں۔ کیونکہ وہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے صدقہ کرتی تھیں"۔ اُمّ المومنین حضرت زینبؓ نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں انتقال فرمایا۔ مورّخین نے آپ کا سنہ وفات ۲۰ھ لکھا ہے۔ نکاح ثانی کے وقت آپ کی عمر چھتیس ۳۶ سال اور رحلت کے وقت اکاون ۵۱ سال

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تھی۔ آپ نے مرنے سے قبل تاکید فرمائی تھی کہ میں نے اپنا کفن تیار کر لیا ہے۔ اگر حضرت عمرؓ کفن بھیجیں۔ تو ایک صدقہ کر دیں۔ آپ نے یہ وصیت بھی فرمائی تھی کہ مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابوت میں اُٹھایا جائے۔ اس سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ شرف حاصل ہو چکا تھا۔ عورتوں میں سب سے پہلے یہ شرف آپ کو حاصل ہُوا کہ آپ تابوتِ نبویؐ پر اُٹھائی گئیں۔ حضرت عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ محمد بن عبداللہ بن جحش، اسامہ بن زید، عبداللہ بن ابی احمد بن جحش اور محمد بن طلحہ نے قبر میں اُتارا۔ جس دن آپ کی قبر کھودی گئی۔ اُس دن شدید گرمی تھی۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے یہاں ایک خیمہ لگوا دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ پہلا خیمہ تھا جو بقیع میں قبر پر نصب کیا گیا۔
سہ شنبہ یکم ذیقعد ۵ھ مطابق ۲۴ مارچ ۶۲۷ء	۵۷ سال ۷ ماہ ۲۳ دن	**نزولِ حجاب** مورخین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ حضرت زینبؓ کے ولیمہ کے روز آیتِ حجاب نازل ہُوئی۔ اور اسی روز سے حجاب کا حکم ہُوا۔ اس بارے میں مورخین نے تصریح کی ہے۔ کہ ولیمہ میں گوشت روٹی کا انتظام کیا گیا تھا۔ جو مسلمانوں نے شکم سیر ہو کر کھایا۔ کھانے کے بعد لوگ باتوں میں مشغول ہو گئے۔ آنحضرت صلعم حضرت زینبؓ کے گھر تشریف رکھتے تھے۔ اِن لوگوں کے سبب سے بار بار آتے اور پھر چلے جاتے اخلاقاً کچھ نہ فرماتے۔ اس پر یہ آیت اُتری:۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ اے ایمان والو، نبیؐ کے گھر نہ آؤ۔ مگر اس صورت میں کہ تم کو کھانے کا اِذن

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ

لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىهُ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْكُمْ ؗ وَاللّٰهُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ (سورہ الاحزاب - آیت ۵۳)

دیا جائے - اس کے برتنوں پر نظر ڈالے بغیر (آسکتے ہو) لیکن جب تم کو دعوت دی جائے تو آجاؤ اور جب کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتوں میں نہ لگ جاؤ - تمہارا یہ فعل نبیؐ کو تکلیف دیتا ہے اور وہ تم سے بسبب شرم کچھ نہیں کہتا - مگر اللہ کو حق بات کہنے سے کوئی شرم نہیں - اور جب تم اُن سے (نبیؐ کی بیویوں سے) کچھ مانگو تو اُن سے پردہ کی آڑ سے مانگو -

اس آیت کریمہ کے نزول کے ساتھ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے اپنے مکان کے دروازہ پر پردہ لٹکالیا اور لوگوں کو اندر جانے کی ممانعت ہوگئی -

آیت حجاب کے بعد اُمہات المومنینؓ کے آباء اور اولاد وا قربا نے نبئ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے دریافت کیا کہ اس بارے میں ہمارے لئے کیا حکم ہے - کیا ہم لوگ بھی پردہ کی آڑ سے بات کرسکیں گے؟ اس پر یہ ارشاد الٰہی ہوا :-

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰی لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

(اے نبیؐ) مومن مردوں سے کہو کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت و عفت کی حفاظت کریں - یہ ان کے لئے زیادہ پاکیزگی کا طریقہ ہے یقیناً اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اور مومن عورتوں سے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ — کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی
		مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ — عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت
		عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ص وَلَا يُبْدِيْنَ — کو ظاہر نہ کریں سوائے اس زینت کے
		زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ — جو کچھ ظاہر ہو جائے اور وہ اپنے سینوں
		اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ — پر اپنی اوڑھنیوں کی بُکل مار لیا کریں
		اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ — اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ مگر ان لوگوں
		اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ — کے سامنے شوہر، باپ، خُسر، بیٹے، سوتیلے
		اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ — بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی عورتیں،
		اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ — اپنے غُلام، وہ مرد خدمتگار جو عورتوں سے
		غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ — کچھ مطلب نہیں رکھتے، وہ لڑکے جو ابھی
		اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا — عورتوں کی پردہ کی باتوں سے آگاہ نہیں
		عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ص وَلَا يَضْرِبْنَ — ہُوئے ہیں (نیز ان کو حکم دو کہ) وہ چلتے وقت
		بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ — اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ مارتی چلیں کہ جو
		مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ط — زینت اُنہوں نے چھپا رکھی ہے (آواز کے ذریعہ) اس
		(سُورۃ النّور - آیات ۳۰-۳۱) — کا اظہار ہو۔
		الغرض حکم ہُوا کہ مخصُوص رشتہ داروں کے سوا مُسلمان عورتیں کسی کے سامنے نہ ہوں اور بلا حجاب کسی سے بات نہ کریں۔ اپنی زینت چھُپائے رکھیں۔ اپنی عفّت و عصمت کی حفاظت کریں اور نگاہیں نیچی رکھیں۔ پاؤں جھٹک کر نہ چلیں اور اپنے سینوں پر اوڑھنی کی بُکل مار لیا کریں۔ مگر سیرت نگاروں کی تصریح سے پتہ چلتا ہے۔ کہ منافقین و کفّار عورتوں کو بعض وقت راستے میں چھیڑا کرتے تھے اور جب پُوچھا جاتا تو عدم شناخت

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کا بہانہ بناتے۔ چنانچہ اس قباحت کو روکنے کے لئے ارشادِ الٰہی ہُوا:۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ (سُورۃ الاحزاب۔ آیت ۵۹) اَے نبیؐ! اپنی بیویوں اور اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنے اُوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ اس تدبیر سے یہ بات زیادہ متوقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی اور انہیں ستایا نہ جائے گا۔ پردہ کے اِن احکامات کے بعد عورت کی عفّت و عصمت محفوظ ہوگئی اور ہر قسم کی آلودگی سے اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورت کو بچا لیا۔
۸ ذیقعد ۵ھ مطابق ۳۱ مارچ ۶۲۷ء	۵۷ سال ۸ ماہ	**غزوۂ احزاب یا خندق** مؤرخین کا اس غزوہ کے سالِ وقوع میں اختلاف ہے۔ ابنِ اسحاق کہتے ہیں کہ غزوہ خندق شوال ۵ھ میں ہُوا اور دلیل یہ دی ہے۔ کہ غزوہ اُحد (جو بالاتفاق ۳ھ میں ہُوا) سے واپسی پر ابوسفیان نے کہا تھا کہ آئندہ سال بدر میں مقابلہ ہوگا۔ چنانچہ آنحضرتؐ صلعم ایفائے عہد کے لئے ۴ھ میں بدر تک گئے۔ مگر قریش خشک سالی کی وجہ سے نہ آئے۔ پھر اس کے دُوسرے سال یعنی ۵ھ میں آئے اور غزوہ خندق ہُوا۔ ابنِ حزم نے موسیٰ بن عتبہ کی روایت کی بنا پر اس کا سنہ وقوع ۴ھ لکھا ہے۔ مؤلف "رحمۃ اللعالمین" نے اس غزوہ کا سالِ وقوع شوال۔ ذیقعد ۵ھ متعین کیا ہے۔ جب کہ علامہ شبلیؒ نے ۸ ذیقعد ۵ھ لکھا ہے۔ واللہ اعلم۔ سیرت نگاروں اور مؤرخین نے غزوہ کے نام یعنی غزوہ[1] خندق

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		یا احزاب کی تشریح میں لکھا ہے۔ کہ اس غزوہ میں چونکہ حفاظت کے لئے صحابہؓ نے خندق کھودی تھی اس لئے یہ جنگ غزوہ خندق کے نام سے موسوم ہوئی اور چونکہ بہت سے قبائل نے مل کر مسلمانوں سے جنگ کی تھی۔ اس لئے اسی غزوہ کا دوسرا نام غزوہ احزاب مشہور ہوا۔ غزوہ بنی نضیر کے حالات میں یہ لکھا جا چکا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے یہودیوں کے اس قبیلہ کو مدینہ بدر کر دیا تھا اور یہ لوگ مدینہ سے نکل کر مختلف دیار میں منتشر ہو گئے تھے۔ انہی جلاوطن لوگوں کی ایک جماعت خیبر میں جا کر آباد ہو گئی تھی۔ چنانچہ جب خیبر والوں کو غزوہ اُحد میں قریش کے غلبے کی خبر ملی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوسفیان نے پھر جنگ کی دھمکی دی ہے۔ تو سلام بن مشکم، حی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع وغیرہ رؤسا بنی نضیر اور ہوذہ بن قیس اور ابوعمارہ وغیرہ سرداران بنی وائل کچھ لوگوں کے ساتھ مکّہ گئے۔ اور اپنی امداد کا یقین دلا کر قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کرنے کی ترغیب دی۔ جس پر قریشِ مکّہ تیار ہو گئے۔ مزید برآں یہودیوں کے بیس ۲۰ سردار عرب کے گوشے گوشے میں پھیل گئے۔ یہانتک کہ دس ہزار اور سیرۃ النبی کے تصریح کے مطابق چوبیس ۲۴ ہزار سے زائد کفار کا ایک لشکر جرّار مسلمانوں کے استیصال کے لئے جمع ہو گیا۔ لشکر میں یہودی، قریش مکّہ، اہل تہامہ، اہل نجد، بنو اشجع، بنو مرّہ اور بنو فزارہ وغیرہ سب شامل تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ خبریں پہنچیں تو حضورؐ

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نے اپنے اصحابؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ ایرانی ہونے کے باعث خندق کے طریقہ سے واقف تھے۔ اُنہوں نے رائے دی کہ کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنے کی بجائے ایک محفوظ مقام میں لشکرِ اسلام جمع کیا جائے۔ اور اس کے گرد خندق کھودی جائے۔ آنحضرت صلعم اور دیگر صحابہؓ نے اس رائے کو پسند کیا۔ ازاں بعد مدینہ منورہ کے دفاع کا جائزہ لیا گیا۔ مدینہ کی تین اطراف محفوظ تھیں اور آنحضرت صلعم کو اطمینان تھا کہ دشمن اِن اطراف سے چڑھائی نہیں کر سکتا۔ صرف شامی رُخ کھُلا ہُوا تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلعم نے تین ۳۰۰۰ ہزار صحابہؓ کے ہمراہ شہر سے نکل کر اسی جانب خندق کھودنے کی تیاری شروع کی۔ خندق کھودنے کا کام ایک روایت کے مطابق چھ اور دُوسری روایت کے مطابق بیس ۲۰ دنوں میں تین ۳۰۰۰ ہزار متبرک ہاتھوں سے مکمل ہُوا۔ حضورؐ نے خود حدود قائم کیں اور دس ۱۰ دس ۱۰ آدمیوں کو دس ۱۰ دس ۱۰ گز خندق کھودنے کا کام سُپرد کیا۔ خندق کی گہرائی پانچ گز تھی۔ خندق کھودنے، پتھر توڑنے اور مٹی ڈھونے میں حضورؐ نے حسبِ سابق پُورا حصّہ لیا۔ خندق کھودتے وقت حضورؐ کے مُوئے مُبارک مٹی سے اَٹ گئے اور ان دنوں میں آپؐ نے پیٹ پر پتھر باندھ کر تین تین دن فاقے سے گزارے۔ مسلمان خندق کھودتے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے :۔ "ہم وہ ہیں جنہوں نے محمدؐ سے اسلام پر بیعت کی ہے۔" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے :۔ "اللہ ہدایت نہ دیتا تو ہمیں ہدایت کیسے میسّر آتی۔ نہ ہم زکوٰۃ دیتے اور نہ نماز پڑھتے۔ اے اللہ! ہم کو اطمینانِ

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
قلب عطا فرما اور دشمن کے مقابلہ پر ثابت قدم رکھ۔ یہ ظالم خواہ مخواہ ہم پر چڑھ آئے ہیں۔ یہ فتنہ انگیز ہیں، اور ہمیں فتنہ پسند نہیں۔"		
خندق کھودتے اور پتھر توڑتے وقت اتفاقاً ایک سخت چٹان آگئی۔ اس پر کوئی ضرب کارگر نہیں ہو رہی تھی۔ رسُول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف لائے۔ آپؐ تین دن کے فاقہ سے تھے اور پیٹ پر پتھر بندھا ہُوا تھا۔ آپؐ نے دستِ مبارک سے پھاوڑا مارا۔ تو چٹان ایک تودۂ خاک ثابت ہُوئی۔		
مدینہ کے باہر کفّار کا لشکرِ جرّار تھا اور مدینہ کے اندر یہودیوں کا قبیلہ بنو قریظہ موجود تھا جس نے اگرچہ مسلمانوں سے معاہدۂ صلح نہیں توڑا تھا۔ تاہم جاسُوسی کے کام میں ضرور مشغول تھا اور گڑبڑ مچا رہا تھا۔ آنحضرت صلعم نے بنو قریظہ کو پیغام بھیجا کہ وہ اندرونِ شہر کسی قسم کی شورش بپا نہ کریں۔ اُنہوں نے جواب دیا:۔		
"ہم نہیں جانتے محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) کون ہیں اور معاہدہ کیا چیز ہے۔"		
لشکرِ اسلام کی تعداد صرف تین ہزار تھی۔ اُن میں بھی کچھ منافق تھے اور کسی وقت مسلمانوں کو دغا دے سکتے تھے۔ اس لئے کچھ مسلمان اندرون شہر یہودیوں کی شورش کا مقابلہ کرنے کے لئے چھوڑ دئے گئے۔ لشکرِ اسلام کی تعداد پہلے ہی بہت کم تھی۔ اس پر مستزاد اندرونِ شہر بنو قریظہ کی موجودگی نے حالات کو انتہائی سنگین بنا دیا تھا۔ اس وقت مسلمانوں کی جو حالت تھی اُس کے متعلق قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ۝ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ۝
		جبکہ دشمن اُوپر کی طرف اور نشیب کی طرف سے تم پر (چڑھ) آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے۔ اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔
		(الاحزاب ۔ آیت ۱۰ ۔ ۱۱)
		الغرض خندق کھُد جانے کے باعث کُفّار مدینہ کے اندر تو داخل نہ ہو سکے البتہ تقریباً ایک ماہ تک سخت محاصرہ کئے رکھا۔ خندق کا عرض چونکہ بڑا نہ تھا اس لئے کفّار پتھر اور تیر برساتے رہتے ۔ مگر مسلمانوں کے صبر و استقلال کے سامنے اُن کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہُوئی۔ آخر ایک دِن خندق کا ایک کم چوڑا حصّہ دیکھ کر پار ہو گئے۔ اور سلع و خندق کے درمیان والے میدان میں پہنچ گئے ۔ ان لوگوں میں عمرو بن عبدوَدّ بھی تھا۔ جو اگرچہ نوّے سال کا بُوڑھا تھا مگر اُس کی بہادری کا لوہا مانا جاتا تھا۔ اُس کی دعوتِ مبازرت پر حضرت علیؓ باہر نکلے۔ اور اُسے لڑنے کے لئے للکارا۔ وہ حضرت علیؓ کو دیکھ کر ہنس پڑا اور کہنے لگا:۔
		"اس آسمان کے نیچے ایسی درخواست بھی مجھ سے کی جا سکتی ہے"
		عمرو بن عبدوَدّ گھوڑے پر سوار تھا اور حضرت علیؓ پیدل۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		وہ گھوڑے سے نیچے اُتر پڑا اور پوچھا "تم کون ہو" حضرت علیؓ نے اپنا نام بتایا۔ یہ سُن کر اُس نے کہا "مَیں لڑنا نہیں چاہتا" حضرت علیؓ نے فرمایا "مگر مَیں تم سے لڑنا چاہتا ہُوں"۔ یہ سُنتے ہی عمرو بن عبدودّ نے تلوار کا وار کیا۔ جسے حضرت علیؓ نے ڈھال پر روکا۔ اس وار سے آپ کی پیشانی زخمی ہو گئی۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے وار کیا اور ابن عبدودّ کی لاش زمین پر تڑپنے لگی۔ پھر جبیرہ بڑھا اور بھاگ گیا۔ ضرار آیا مگر پیچھے ہٹ گیا۔ نوفل نے مُنہ کی کھائی اور پیچھے ہٹتے وقت خندق میں جا گرا۔ حضرت علیؓ نے خندق میں کُود کر اُس کا سَر قلم کر دیا۔ لڑائی میں حضرت علیؓ نمایاں تھے۔ باقی کفّار نے جب اپنا کوئی بھی وار کارگر نہ دیکھا تو بھاگ گئے۔
		اس روز حضورؐ اور صحابہؓ اس قدر مصروف رہے۔ کہ حضورؐ کی چار نمازیں قضا ہو گئیں۔ حضورؐ کو نمازوں کے قضا ہونے کا اتنا افسوس ہُوا کہ آپؐ نے زندگی میں پہلی بار کفّار کے حق میں بددُعا کی۔
		بہر حال محاصرہ طویل ہونے کے باعث مسلمانوں پر جو پریشانیاں اور مصیبتیں اس غزوہ میں نازل ہُوئیں وہ کسی غزوہ میں نازل نہ ہُوئی تھیں۔ گو غزوہ اُحد میں بڑے بڑے مصائب پیش آئے تھے۔ مگر وہ ایک روز کا قصّہ تھا اور صرف قُریش سے مقابلہ تھا جب کہ اس غزوہ میں بہت سے قبائل کا اجتماع تھا۔ تقریبًا تمام کفّار جمع تھے اور مخالفین کی کثرت سے مسلمان سخت اضطراب میں تھے۔ یہ حال دیکھ کر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ والہٖ وسلّم نے بنی غطفان کے سردار عُیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو بُلا کر مدینہ کی ایک تہائی پیداوار

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		پر مصالحت کی بات پختہ کرنے کے لئے باضابطہ معاہدہ لکھا مگر دستخط کرنے سے پہلے حضورؐ نے حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کو بلوا کر مصالحت کے بارے میں مشورہ فرمایا۔ دونوں صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! یہ خدا کی طرف سے ہے یا حضورؐ نے ہماری حالت دیکھ کر اپنی رائے سے یہ ارادہ فرمایا ہے۔ رسولِ خدا صلعم نے فرمایا۔ کہ ہم نے مسلمانوں کی حالت کے پیشِ نظر کفّار کی کثرت توڑنے کے لئے اپنی رائے سے ایسا کیا ہے۔ جانثار صحابہؓ نے عرض کیا۔ تو پھر خدا کی قسم ہمیں ایسے معاہدے کی ضرورت نہیں ہے۔ کفر کی حالت میں بھی کفّار ہمارا مال نہ لے سکے۔ آج جب اللہ پاک نے ہمیں اسلامی شرف عنایت کیا۔ تو ہم اُن کو اپنا مال یونہی دے دیں؟ یہ سُن کر آنحضرت صلعم نے مصالحت کی تحریر حضرت سعد بن معاذؓ کے حوالے فرما دی جسے اُنہوں نے محو کر دیا۔ صحابہؓ بڑی سخت مصیبت میں گھرے ہوئے تھے۔ کفّار کا ہر طرف سے دباؤ بڑھ رہا تھا۔ شب و روز کی مصیبت تھی اور بظاہر کوئی اُمید افزا حالت نہ تھی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی زبوں حالی پر رحم فرمایا اور ایک ایسا ذریعہ پیدا فرما دیا۔ کہ مصائب کے بادل چھٹ گئے اور امن و سلامتی کا سورج طلوع ہوا۔ اس غیبی امداد کی تفصیل یہ ہے کہ بنی غطفان کے ایک شخص حضرت نعیم بن مسعودؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ کہ یا رسولؐ اللہ! میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ مگر ابتک کفّار اس بات سے بے خبر ہیں۔ اگر آپؐ اجازت فرمائیں تو مَیں کوئی تدبیر کر دوں۔ حضورؐ نے اجازت فرما دی۔ چنانچہ

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
حضرت نعیم بن مسعودؓ پہلے بنی قریظہ کے پاس گئے۔ اظہارِ یگانگت اور ہمدردی کے بعد کہا۔ کہ تم لوگ قریشِ مکہ اور بنی غطفان کے ساتھ جنگ میں شریک تو ہو گئے ہو۔ مگر شاید نتیجہ پر غور نہیں کیا۔ کیونکہ اگر فیصلہ تم لوگوں کے حق میں ہُوا۔ تو خیر۔ بصورت دیگر قریش اور غطفان تو روانہ ہو جائیں گے۔ پھر تمہارا کیا حال ہوگا؟ بنو قریظہ کی سمجھ میں یہ بات آگئی۔ اُنہوں نے حضرت نعیمؓ کی رائے پُوچھی حضرت نعیمؓ نے اُنہیں مشورہ دیا کہ تم لوگ اپنے اطمینان کی خاطر قریش اور غطفان کے کچھ آدمی اپنے پاس رہن رکھو۔ اگر دے دیں تو اُن کا ساتھ دو ورنہ الگ رہو۔ سب نے کہا کہ واقعی یہ بہت صحیح ہے۔ اس کے بعد حضرت نعیم بن مسعودؓ قریش کے پاس آئے اور کہا کہ مَیں نے ایک بات سُنی ہے۔ وہ یہ کہ یہود اپنے کئے پر سخت پشیمان ہیں۔ اُنہوں نے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پیغام بھیجا ہے۔ کہ اگر آپؐ راضی ہوں تو ہم قریش اور غطفان کے کچھ آدمی گرفتار کرکے آپؐ کے حوالے کر دیں، اور اس پیغام کو رسُولِ کریم صلعم نے قبول کر لیا ہے اب یہودیوں کا ارادہ تم سے کچھ آدمی بطور رہن طلب کرنے کا ہے تاکہ وہ اُن کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حوالے کر دیں۔ یہاں سے ہٹ کر حضرت نعیم بن مسعودؓ نے ایسی ہی باتیں بنی غطفان سے بیان کیں۔ چونکہ حضرت نعیم بن مسعودؓ کی حکمتِ عملی سے سب قبائل ایک نئی اُلجھن میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اس لئے اس پریشانی کو جلد از جلد ختم کرنے کے لئے قریش اور غطفان نے عکرمہ بن ابو جہل کو بنی قریظہ کے پاس بھیجا کہ وہ باہر نکل کر مسلمانوں پر زبردست حملہ کرنے کے		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
لئے اُن کی امداد کریں۔ بنو قریظہ نے ایک تو یومِ سبت کا بہانہ کیا۔ دُوسرے ضمانت کے طور پر کچھ سردار اُن کے پاس رہن رکھنے کی شرط پیش کی۔ تاکہ ان کو اطمینان ہو جائے کہ وہ کسی حالت میں بھی بنو قریظہ کو مسلمانوں کے مقابلہ میں تنہا چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔		
بنو قریظہ کے اس جواب سے قُریش اور غطفان کو حضرت نعیم بن مسعودؓ کی بات کا یقین ہو گیا اور آدمی بھیج کر یہ پیغام دیا کہ ہم کوئی آدمی رہن رکھنے پر راضی نہیں۔ تم کو اگر لڑنا ہے تو آؤ۔ اس جواب سے بنی قریظہ کو بھی معلوم ہو گیا۔ کہ حضرت نعیمؓ نے جو کچھ کہا وہ صحیح ہے۔		
قریش پہلے ہی کفّار کے لشکرِ جرّار کا خرچ برداشت کرنے سے تنگ تھے۔ کہ اس نئی صُورتِ حال سے وہ اور دل برداشتہ ہوئے۔		
لطائفِ غیبی سے ایک اور امداد یہ ہُوئی۔ کہ اس روز رات کو سخت طوفان آیا۔ قریش کے خیمے ڈیرے اُکھڑ گئے۔ طنابیں ٹوٹ گئیں اور ظُروف منتشر ہو گئے۔ سردی کا موسم تھا۔ تیز ہوا کی وجہ سے سردی اتنی بڑھی کہ ناقابلِ برداشت ہو گئی۔ آنحضرت صلعم نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو لشکرِ کفّار کا حال دریافت کرنے کے بھیجا۔ اُنہوں نے جا کر دیکھا کہ سارے کفّار حواس باختہ ہیں اور جانے کی تیاری کر رہے ہیں۔ حضرت حذیفہؓ ابھی وہیں موجود تھے۔ کہ پہلے قریشِ مکّہ اور پھر بنی غطفان روانہ ہو گئے۔ اس طرح یہ تمام قبائل جو متفقّہ طور پر اسلام اور رسُولِ کریم صلعم کو ختم کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ نہایت ذلّت کے ساتھ ناکام و نامراد واپس ہُوئے۔ (اللّٰہ اکبر!)		
اللّٰہ تعالےٰ نے سُورۂ احزاب میں اس معرکہ کا حال اس طرح		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		بیان فرمایا ہے :- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرًا ۝ (سورہ الاحزاب - آیت ۹) اے مسلمانو! اللہ کی وہ مہربانی یاد کرو جو تم پر اُس وقت کی گئی جب تم پر کئی لشکر چڑھ آئے تھے۔ ہم نے اُن کو بھگانے کے لئے آندھی بھیج دی اور ایسی فوجیں بھیج دیں۔ جو تمہیں نظر نہ آتی تھیں اور اس وقت تمہاری جدّوجہد اللہ دیکھ رہا تھا۔ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا ۚ وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ۝ (سورہ الاحزاب - آیت ۲۵) اللہ تعالےٰ نے کفار کو غصہ میں پیچ و تاب کھلا کر لوٹا دیا۔ اُن کے دِل کی دل میں رہ گئی۔ میدانِ قتال میں اللہ مسلمانوں کے آڑے آگیا اور اللہ قوّت والا زبردست ہے : اِس غزوہ میں چھ مسلمان شہید اور دشمن کے دس آدمی ہلاک ہوئے۔
ذی الحجہ ۵ھ مطابق اپریل مئی ۶۲۷ء	۵۷ سال ۹ ماہ (تقریباً)	**غزوۂ بنی قریظہ** غزوہ خندق کے حالات میں بنو قریظہ کے طرزِ عمل کے متعلق لکھا جا چکا ہے۔ کہ کس طرح یہودیوں کا یہ قبیلہ بھی مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہو کر قریش اور غطفان سے مل گیا تھا اور ہرچند کہ حضرت سعد بن معاذ رضؓ اور حضرت سعد بن عبادہ رضؓ نے اسے بدعہدی سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ مگر یہ مخالفت پر ڈٹا رہا چنانچہ غزوہ خندق سے واپسی پر آنحضرت صلعم کو بنو قریظہ کے خلاف جہاد کی وحی ہوئی۔ حضورؐ نے ارشادِ الٰہی کے مطابق صحابہؓ کو تیار رہنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ کوئی شخص سوائے بنی قریظہ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے نمازِ عصر ادا نہ کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرما کر بنو قریظہ کا محاصرہ کر لیا۔ جو پچیس ۲۵ دنوں تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ بنو قریظہ محاصرہ کی شدت سے دہشت زدہ ہو گئے۔ محاصرہ کے دوران بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے اپنی قوم کو جمع کیا اور خطاب کرتے ہوئے تین باتیں پیش کیں۔ پہلی یہ کہ مسلمان ہو جاؤ۔ جسے یہودیوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ ہم اپنا آبائی دین چھوڑنے کو تیار نہیں۔ اس نے دوسری بات یہ کہی۔ کہ اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے شمشیرِ برہنہ باہر نکل آؤ اور مسلمانوں سے قتال کرو۔ یہودیوں نے کہا کہ ہم خواہ مخواہ اپنے بیوی بچوں کو کیوں ہلاک کریں۔ پھر کعب نے کہا کہ تیسری بات یہ ہے۔ کہ آج ہفتہ کی رات ہے۔ مسلمانوں کو ہماری طرف سے اطمینان ہوگا کہ ہم اس دن کے احترام میں حملہ نہ کریں گے۔ سو مسلمانوں کی اس بے خبری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر شب خون مارو۔ مگر یہودیوں نے یہ بات بھی ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت ابو لبابہؓ بن عبد المنذر کو، جنکے یہودیوں سے حلیفانہ تعلقات تھے، اہلِ یہود کی درخواست پر آنحضرت صلعم نے یہودیوں کے پاس مشورہ کے لئے بھیجا۔ حضرت ابو لبابہؓ کو دیکھ کر سب یہودی جمع ہو گئے اور زار و قطار رونے لگے۔ عورتوں اور بچوں کی چیخ و پکار سن کر حضرت ابو لبابہؓ کا دل بھر آیا۔ بنو قریظہ نے ابو لبابہؓ کی رائے دریافت کی کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا شرط اطاعت کر لیں اور

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		آپ صلعم کے فیصلہ پر راضی ہو کر قلعہ بندی ترک کر دیں؟ حضرت ابولبابہ رضؓ نے اثبات میں سر ہلایا۔ مگر ساتھ ہی اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اُنہیں یہ سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ قلعہ سے اُترنا بس ذبح ہونا ہے یہ اشارہ کرنے کے فوراً بعد حضرت ابولبابہ رضؓ نے محسوس کیا کہ اُنہوں نے اللہ اور اُس کے رسول صلعم کے معاملہ میں خیانت کی ہے چنانچہ وہ سیدھے مسجد میں پہنچے اور اپنے آپ کو ستُون کے ساتھ باندھ دیا۔ حضور صلعم کو جب اس واقعہ کا علم ہوا۔ تو آپ صلعم نے فرمایا کہ اگر ابولبابہ رضؓ میرے پاس آتے تو مَیں اللہ تعالیٰ سے اُن کے قصُور کی معافی کے لیئے دُعا کرتا۔ لیکن اَب مَیں ابولبابہ رضؓ کو اُس وقت تک کھول نہیں سکتا۔ جب تک اللہ تعالیٰ اُن کی خطا سے درگزر نہ فرمائے۔ حضرت ابولبابہ رضؓ چھ روز تک مسجد کے ستُون کے ساتھ بندھے رہے۔ ان دنوں میں حضرت ابولبابہ رضؓ کی زوجہ اُنہیں اوقاتِ نماز میں کھولتیں اور نماز کے بعد پھر باندھ دیتیں۔ حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں معاف فرمایا اور ساتویں روز حضور صلعم سرورِ دوعالم نے اپنے دستِ مُبارک سے اُنہیں کھولا۔ الغرض محاصرہ سے مجبُور ہو کر بنو قریظہ اس پر آمادہ ہو گئے کہ رسُولِ خُدا صلعم جو حُکم دیں، بلا شرط منظور کر لیں۔ اس پر بنی اوس جو بنو قریظہ سے حلیفانہ تعلّقات رکھتے تھے۔ پیغمبرِ اسلام سے مستدعی ہوئے۔ کہ جس طرح حضور صلعم نے خزرج کے التماس پر بنی نضیر سے معاملہ فرمایا تھا۔ اسی طرح ہماری درخواست پر بنو قریظہ سے معاملہ فرمائیں۔ حضور صلعم نے ارشاد فرمایا کہ تم اس پر راضی نہیں کہ تمہارا فیصلہ ایسا شخص کرے جو تم میں سے ہو؟ اس ارشاد پر بنو اوس راضی ہو گئے۔ ازاں بعد حضور صلعم نے یہ فیصلہ

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضرت سعدؓ بن معاذؓ کے سپرد فرما دیا۔ حضرت سعد بن معاذؓ غزوہ خندق میں زخمی ہونے کے باعث مسجدِ نبوی صلعم کے پاس ایک خیمہ میں مقیم تھے۔ ایک آدمی آیا اور انہیں بُلا کر لے گیا۔ حضرت سعدؓ نے فیصلہ صادر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ بنو قریظہ کے تمام مرد قتل کر دئے جائیں۔ عورتیں اور بچّے لونڈی غلام بنا لئے جائیں اور مال و اسباب مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آنحضرت صلعم نے یہ سُن کر حضرت سعدؓ سے فرمایا۔ کہ بے شک تم نے منشائے الٰہی کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ مورّخین کی تصریح کے مطابق آنحضرت صلعم کا حضرت سعدؓ کے فیصلہ کو منشائے الٰہی کے مطابق سمجھنا تورات کے مندرجہ ذیل حکم کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے۔ کہ "جب کسی شہر پر حملہ کرنے کے لئے تُو جائے تو پہلے صلح کا پیغام دے، اگر وہ صلح تسلیم کر لیں اور تیرے لئے دروازے کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہو جائیں گے لیکن اگر صلح نہ کریں تو تُو ان کا محاصرہ کر، اور جب تیرا خدا تجھ کو اُن پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے، باقی بچّے، عورتیں، جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں، سب تیرے لئے مالِ غنیمت ہوں گی۔" (توراۃ کتاب تثنیہ، اصحاح ۲۰۔ آیت ۱۰) اور یہی وجہ تھی کہ جب یہودیوں کو یہ حکم سُنایا گیا۔ تو جو فقرے اُن کی زبان سے نکلے اُس سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ خود بھی اس فیصلہ کو حکم الٰہی

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے موافق سمجھتے تھے۔ بہرحال فیصلہ کے مطابق تمام مرد جن کی تعداد چھ سات سو کے درمیان تھی۔ قتل کردئے گئے۔ عورتوں میں صرف حکم قرظی کی زوجہ بنانہ کو قصاص کے طور پر قتل کیا گیا۔ اس عورت نے دیوار کے اوپر سے چکّی کا پاٹ گرا کر حضرت خلادؓ بن سوید بن صامت کو شہید کر دیا تھا۔ بنی قریظہ کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:۔ وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ۚ — اور جن اہلِ کتاب نے اُنکی مدد کی تھی اللہ تعالیٰ نے اِن کو انکے قلعوں سے نیچے اُتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رُعب ڈال دیا۔ ایک گروہ کو تو تم قتل کرتے تھے اور ایک گروہ کو قید کرتے تھے۔ وَاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَئُوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرًا ۚ — اور اللہ نے تم کو وارث بنایا ان کی زمین کا اور ان کے گھروں کا اور ان کے مالوں کا اور اس زمین کا جس پر تم نے ابھی تک قدم نہیں رکھا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (سورۃ الاحزاب۔ آیات ۲۶۔۲۷) مؤرخین نے لکھا ہے۔ کہ حضرت سعدؓ نے (جو غزوہ خندق میں زخمی ہو گئے تھے) بنی قریظہ کے متعلق فیصلہ دینے کے بعد بارگاہ ربّ العزّت میں اپنی شہادت کے متعلق دُعا کی، جو مستجاب ہوئی۔ چنانچہ دُعا کے ختم ہوتے ہی زخم سے خون جاری ہو گیا اور آپ واصل بالحق ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

رسالت مآب

حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

حیاتِ اقدس کا دس سالہ مدنی دور

واقعاتِ عظیمہ

سنہ ۶ھ

(یکم محرم تا آخر ذوالحجہ)

مطابق

۲۳ مئی ۶۲۷ء تا ۱۰ مئی ۶۲۸ء

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (سورۃ الفتح آیات ۲۸-۲۹)

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت (کی کتاب) اور دینِ حق دے کر بھیجا۔ تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور حق ظاہر کرنے کے لئے خدا ہی کافی ہے۔ محمدؐ خدا کے پیغمبر ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں۔ وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحمدل (اے دیکھنے والے) تو ان کو دیکھتا ہے۔ کہ (خدا کے آگے) جھکے ہوئے اور خدا کا فضل اور اسکی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔

عنوانات

واقعاتِ عظیمہ سنہ ۶ھ

- —— سریہ محمدؓ بن مسلمہؓ انصاری
- —— غزوہ بنی لحیان
- —— غزوہ ذی قردہ یا غابہ
- —— سریہ عکاشہؓ بن محصن
- —— سریہ ذی القصہ
- —— سریہ بنو ثعلبہ
- —— سریہ جموم
- —— سریہ عیص
- —— سریہ طرف
- —— سریہ وادیٔ القریٰ
- —— سریہ دومۃ الجندل
- —— سریہ فدک
- —— سریہ اُمّ قرفہ
- —— سریہ عبداللہ بن رواحہؓ
- —— سریہ کرزؓ بن جابر الفہری
- —— غزوہ حدیبیہ
- —— کفار سے اہلِ اسلام کے نکاح کی حرمت
- —— اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہؓ سے نکاح

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
۱۰ محرم سنہ ۶ھ مطابق یکم جون سنہ ۶۲۷ء	۵۷ سال ۱۰ ماہ ۲ دن	**سریہ محمدؓ بن مسلمہ انصاری** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیس ۳۰ سواروں کو محمدؓ بن مسلمہ کی زیر قیادت قرطا کی طرف روانہ فرمایا۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچتے ہی اہلِ قرطا پر چھاپہ مارا اور دس ۱۰ آدمی قتل کئے۔ باقی بھاگ گئے۔ اس سریہ میں ڈیڑھ سو ۱۵۰ اونٹ اور تین ہزار ۳۰۰۰ بکریاں غنیمت میں ہاتھ آئیں۔ جن کو لے کر مسلمان اُنیس ۱۹ دن کے بعد یعنی اُنتیس ۲۹ محرم کو مدینہ پہنچے۔ حضورؐ نے مالِ غنیمت میں سے خمس نکال کر باقی مجاہدین پر تقسیم فرما دیا۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق صحابہؓ اہل قرطا کے سردار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر کے حضورؐ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لائے۔ حضورؐ نے اُسے ایک ستون کے ساتھ باندھنے کا حکم فرمایا۔ آنحضرت صلعم جب اُس کے پاس سے گزرے۔ تو فرمایا:۔ "اے ثمامہ میری نسبت تیرا کیا گمان ہے؟" ثمامہ نے عرض کیا:۔ "اگر آپؐ قتل کریں تو ایک خونی کو قتل کریں گے۔ جو قتل کا مستحق ہے اور اگر انعام واحسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر انعام واحسان ہو گا۔ اور اگر مال مطلوب ہے۔ تو جتنا چاہیں حاضر کر دوں۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سُن کر خاموش گزر گئے۔ دوسرے دن پھر جب اُدھر سے گزرے تو وہی سوال ثمامہ سے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		دریافت فرمایا۔ ثمامہ نے وُہی جواب عرض کیا۔ پھر تیسری دفعہ جب آپؐ اُدھر سے گزرے۔ تو وُہی سوال فرمایا اور ثمامہ نے وُہی جواب عرض کیا۔ اس مرتبہ آنحضرت صلعم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ثمامہ کو کھول دو۔ ثمامہ نے رہا ہوتے ہی مسجد کے قریب ایک نخلستان میں جا کر غسل کیا اور واپس مسجد میں آکر اسلام قبول کر لیا۔
یکم ربیع الاول سہ شنبہ سنہ ۶ھ مطابق ۲۱ جولائی سنہ ۶۲۷ء	۵۷ سال ۱۱ ماہ ۲۳ دن	**غزوۂ بنی لحیان** حضور سرکارِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بہ نفسِ نفیس حضرت عاصم بن ثابتؓ اور دیگر شہدائے رجیع کا بدلہ لینے کے لئے دو سَو سواروں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوئے۔ بنو لحیان آپؐ کی خبر پاتے ہی پہاڑوں میں چھپ گئے۔ حضورؐ نے ایک دو روز یہاں قیام فرمایا اور آس پاس چھوٹی چھوٹی مہمّیں روانہ فرمائیں۔ جن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی معہ دس سواروں کے حصّہ لیا۔ جب کوئی مقابلہ پر نہ آیا تو آپؐ بلا جدال و قتال واپس مدینہ تشریف لے آئے۔
ربیع الآخر سنہ ۶ھ اگست اور ستمبر سنہ ۶۲۷ء	۵۸ سال ایک ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**غزوۂ ذی قردہ یا غابہ** بلادِ غطفان کے قریب ذی قردہ ایک چشمہ کا نام ہے۔ یہاں رسولِ کریم صلعم کی اُونٹنیوں کی چراگاہ تھی۔ یہ جگہ کوہِ سلع کے پاس ہونے کے باعث سرسبز و شاداب تھی۔ ایک روز رسول اللہؐ نے اپنے غلام حضرت رباحؓ کو اپنے اُونٹ دیکھنے کے لئے بھیجا۔ اُن کے ساتھ سلمہ بن الاکوعؓ بھی تھے۔ یہ

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
لوگ ابھی راستے میں ہی تھے کہ عیینہ بن حصن فزاری یا عبد الرحمن بن عیینہ نے چراگاہ میں رسول کریم صلعم کے اونٹوں پر حملہ کیا اور سب اونٹ ہانک کر لے گیا۔ بعض روایتوں میں ہے کہ راعی حضرت ابوذر رضؓ کے لڑکے تھے۔ جن کو حملہ آوروں نے قتل کردیا اور ابوذرؓ کی بیوی کو پکڑ کر لے گئے۔ سلمہ بن الاکوعؓ کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو اُن لوگوں کے تعاقب میں روانہ ہوئے۔ ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر "یا صباحا" کے تین نعرے لگائے جس سے تمام مدینہ گونج اُٹھا۔ سلمہ بن اکوعؓ بڑے اچھے تیر انداز تھے۔ اُنہوں نے دوڑ کر حملہ آوروں کو چشمہ پر جا لیا۔ وہ تیر چلاتے اور کہتے جاتے تھے:۔		
"مَیں اکوع کا بیٹا ہوں۔ آج کے دن معلوم ہو جائے گا۔ کہ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے۔"		
یہاں تک کہ حملہ آوروں سے نہ صرف تمام اونٹنیاں چھڑا لائے۔ بلکہ غنیمت میں ۳۰ چادریں بھی چھین لیں۔ حضورؐ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو پہلے چند سوار روانہ فرمائے۔ پھر پانچسو ۵۰۰ یا سات سو ۷۰۰ آدمی لے کر خود روانہ ہوئے۔ جو سوار حضورؐ سے پہلے پہنچ چکے تھے اُنہوں نے دشمن سے مقابلہ کیا اور مشرکین کے دو ۲ آدمی قتل کئے۔ جب حضرت سلمہؓ کو حضورؐ کی آمد کی اطلاع ملی تو فوراً خدمت میں پہنچے اور عرض کیا کہ مَیں حملہ آوروں کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ آیا ہوں اگر سو آدمی مل جائیں تو مَیں سب کو گرفتار کر لاؤں۔ حضورؐ نے سُن کر فرمایا:۔		
"اے ابنِ اکوعؓ جب تُو قابو پائے تو نرمی کر۔"		
آخر مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے۔ رسول کریم صلعم نے ایک		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		شبانہ روز وہیں قیام فرمایا اور صلوٰۃ الخوف پڑھی۔ پھر پانچ دن کے بعد مدینہ لوٹ آئے۔
		اس غزوہ میں تین مسلمان شہید اور ایک مسلمان عورت زخمی ہوئی۔
؍؍	؍؍	**سریہ عکاشہؓ بن محصن**
		اسی ماہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عکاشہ بن محصنؓ کو چالیس آدمیوں کے ساتھ بنی اسد کے مقابلہ کے لئے غمر بھیجا۔ ان کے ہمراہ حضرت ثابت بن ارقمؓ اور حضرت سباع بن وہبؓ بھی تھے۔ جب مسلمان غمر کے قریب پہنچے۔ تو بنی اسد مکانوں کو خالی چھوڑ کر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ جب وہاں کوئی نہ ملا تو امیر عسکر حضرت عکاشہ بن محصنؓ ان کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ صرف ایک شخص ہاتھ لگا جس نے بنی اسد کے مویشیوں اور چراگاہ کا پتہ دیا۔ وہاں پہنچ کر مجاہدین نے چھاپہ مارا۔ دو سو اونٹ مالِ غنیمت میں ملے جنہیں ہانک کر مدینہ لے آئے۔
؍؍	؍؍	**سریہ ذی القصّہ**
		انہی دنوں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت محمّد بن مسلمہؓ کو دس آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ اور بنی غوال کے مقابلہ کے لئے ذی القصّہ کی طرف روانہ فرمایا۔ مسلمان رات کے وقت اس مقام پر پہنچے۔ غنیم کو جب مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو پہاڑوں میں چھپ گئے۔ مگر رات کو جب صحابہؓ بے خبر سو رہے تھے۔ شبخون مارا۔ اور سب صحابہؓ کو شہید کر دیا۔ حضرت محمّد بن مسلمہؓ بھی شدید زخمی ہوئے۔ اور کفّار ان کو مُردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ ایک مسلمان اُدھر سے

سَن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		گزرا جو آپ کو اٹھا کر مدینہ لایا۔ اس سریہ میں ۹ مسلمان شہید اور ایک زخمی ہوا۔ مورّخین کے نزدیک بنی ثعلبہ کی تعداد ایک سو تھی۔
〃	〃	**سریہ بنو ثعلبہ**
		حضرت محمدؐ بن مسلمہؓ کے واقعہ کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت ابو عبیدہؓ کو بنی ثعلبہ سے انتقام لینے کے لئے چالیس ۴۰ آدمیوں کی ہمراہی میں ذی القصّہ روانہ فرمایا۔ مجاہدینِ اسلام رات کے اندھیرے میں وہاں پہنچے۔ اور صبح کے وقت اُن پر حملہ کر دیا۔ وہ لوگ حملہ کی تاب نہ لاکر پہاڑوں میں چھپ گئے۔ صرف ایک شخص ملا جو مسلمان ہو گیا اس لئے اس کو چھوڑ دیا۔ حضرت ابو عبیدہؓ بنی ثعلبہ کے مویشی پکڑ کر مدینہ منوّرہ لے آئے۔ اِس سریہ کو سریہ ذی القصّہ ثانی بھی کہتے ہیں
〃	〃	**سریہ جموم**
		اِسی ماہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت زیدؓ بن حارثہؓ کو جموم کی جانب بنی سلیم کے مقابلہ پر بھیجا۔ جموم مدینہ سے چار کوس کے فاصلے پر بطنِ نخلہ کے پاس بنی سلیم کی بستی تھی۔ جب حضرت زیدؓ وہاں پہنچے تو حلیمہ نام کی ایک عورت ملی۔ جس نے بنی سلیم کے ایک مقام کا پتہ بتایا جہاں اُن کے جانور رہتے تھے۔ حضرت زیدؓ کو اس مقام سے بہت سے اُونٹ، بکریاں اور قیدی ملے۔ اِن قیدیوں میں حلیمہ کا شوہر بھی تھا۔ ان سب کو مدینہ منوّرہ لایا گیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حلیمہ اور اُس کے شوہر کو آزاد فرما دیا۔

سن		واقعاتِ عظیمہ
جمادی الاوّل سنہ ۶ھ مطابق ستمبر، اکتوبر سنہ ۶۲۷ء	۵۸ سال ۲ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**سریہ عیص** رسولِ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اطلاع ملی۔ کہ قریش کا ایک کاروانِ تجارت شام سے واپس آ رہا ہے۔ اس اطلاع کے ملنے پر آنحضرت صلعم نے حضرتِ زید بن حارثہ رضؓ کو تقریباً ستّر سواروں کے ساتھ مقامِ عیص کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ مقام مدینہ سے چار دن کی مسافت پر ساحلِ بحر کے قریب واقع تھا۔ یہاں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے تھے۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر اہلِ قافلہ کو گرفتار اور ان کے مال و متاع پر قبضہ کر لیا۔ ان سب کو لے کر وہ بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ ان قیدیوں میں آنحضرت صلعم کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی تھے جنہیں حضرت زینب رضؓ نے پناہ دی۔ آنحضرت صلعم نے بھی اس پناہ کو قبول فرمایا اور معہ مال و اسباب کے انہیں رہا فرما دیا۔ نوٹ:۔ حضرت ابو العاص کی واپسی اور ان کے اسلام کا ذکر حضرت زینب رضؓ بنتِ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے حالات میں بالتفصیل لکھا جا چکا ہے::
جمادی الآخر سنہ ۶ھ مطابق اکتوبر نومبر سنہ ۶۲۷ء	۵۸ سال ۳ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**سریہ طرف** طرف ایک چشمہ کا نام ہے۔ جو مدینہ منوّرہ سے چھتیس ۳۶ میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت زید رضؓ بن حارثہ کو پندرہ ۱۵ آدمیوں کے ساتھ بنی ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے اس چشمہ کی طرف روانہ فرمایا۔ غنیم خبر ملتے ہی بھاگ گیا۔ حضرت زید رضؓ کچھ اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ واپس ہوئے۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
رجب ۶ھ مطابق نومبر دسمبر ۶۲۷ء	۵۸ سال ۴ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**سریہ وادی القرٰی** اس ماہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت زید بن حارثہؓ کو بارہ ۱۲ آدمیوں کے ہمراہ بنی فزارہ کی سرکوبی کے لئے وادی القرٰی کی جانب روانہ فرمایا۔ کفّار نے مجاہدین پر اچانک حملہ کر کے نو ۹ کو شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔
شعبان ۶ھ مطابق دسمبر ۶۲۷ء جنوری ۶۲۸ء	۵۸ سال ۵ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**سریہ دومتہ الجندل** حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کیمطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم معہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہؓ کے مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایک انصاری حاضرِ خدمت ہوا اور سلام کر کے مجلس میں بیٹھ گیا چند سے توقف کے بعد اُس نے بارگاہِ رسالت مآبؐ میں عرض کیا:۔ "یا رسولؐ اللہ! سب سے بہتر کون سا مسلمان ہے؟" حضورؐ نے فرمایا:۔ "جس کے اخلاق سب سے بہتر ہیں" پھر انصاری نے عرض کیا:۔ "کون مسلمان سب سے زیادہ ہشیار اور سمجھدار ہے" رسالت مآبؐ نے فرمایا:۔ "جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے اور کہنے والا اور موت آنے سے پہلے سب سے زیادہ موت کی تیاری کرنے والا ہے ایسے ہی لوگ سمجھدار اور ہشیار ہیں" جنابِ رسالتِ مآبؐ کی مُبارک زبان سے یہ ارشادات سُننے

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
کے بعد انصاری خاموش ہو گیا۔		
پھر حضورؐ حاضرینِ مجلس کی طرف متوجّہ ہُوئے۔ اَور فرمایا کہ پانچ خصلتیں نہایت خطرناک ہیں۔ اللہ تعالیٰ تم کو اُن سے پناہ دے اَور اُن کے دیکھنے سے محفُوظ فرمائے۔ یعنی		
۱۔ جس قوم میں کھلم کھُلا بیحیائی پھیل جائے۔ تو اُس قوم میں طاعون اَور وہ بیماریاں پھیلتی ہیں جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہُوئی تھیں۔		
۲۔ جو قوم ناپ اَور تول میں کمی کرتی ہے۔ وہ قحطِ مال اَور مشقتوں میں مُبتلا ہوتی ہے اَور ظالم بادشاہ اُس پر مسلّط کر دیا جاتا ہے۔		
۳۔ جو قوم اپنے مال کی زکوٰۃ اَدا نہیں کرتی۔ اُس سے بارش روک لی جاتی ہے۔ اگر جانور نہ ہوتے تو بارش سے بالکل محرُوم کر دی جاتی۔		
۴۔ جو قوم اللہ تعالےٰ اَور اُس کے رسولؐ سے عہد توڑتی ہے۔ اُس قوم پر اللہ تعالیٰ اجنبی دُشمنوں کو مسلّط کر دیتا ہے۔ جو اُس قوم سے ہر چیز چھین لیتے ہیں۔		
۵۔ جب پیشوا اَور حُکّام کتاب اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے لگیں اَور مغرُور و سرکش ہو جائیں۔ تو اللہ تعالیٰ اُن میں پھُوٹ ڈال دیتا ہے۔		
اِن ارشادات کے بعد نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے فرمایا۔ کہ مَیں آج یا کل تم کو ایک مہم پر بھیجنے والا ہُوں۔ تم تیار ہو جاؤ۔		
دُوسری صبح نماز سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلعم نے		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کو بلا کر اپنے سامنے بٹھایا اور اپنے دستِ مبارک سے اُن کے سر پر عمامہ باندھ کر فرمایا:- "اے ابنِ عوف، اس طرح عمامہ باندھا کرو۔ یہ تم کو بہت بھلا لگتا ہے۔" پھر حضور ﷺ نے حضرت بلال رضؓ کو جھنڈا لانے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کو دینے کا حکم فرمایا۔ جس کی تعمیل کی گئی۔ ازاں بعد حضور ﷺ نے خدائے عزّوجل کی حمد و ثنا بیان فرمائی اور اپنے اُوپر درُود پڑھا۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے مخاطب ہو کر فرمایا:- "یہ جھنڈا لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے جاؤ۔ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اُن سے قتال کرو۔ خیانت اور غدر نہ کرنا کسی کا ناک اور کان نہ کاٹنا۔ کسی بچّے کو قتل نہ کرنا۔ یہ اللہ کا عہد اور اُس کے نبی ﷺ کی سُنّت ہے۔" اس ہدایت کے بعد آپ ﷺ نے انہیں سات سَو صحابہ رضؓ کے ساتھ دومۃ الجندل کی طرف جانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:- "وہ (اگر) تمہاری دعوت قبول کر کے اسلام لے آئیں تو وہاں کے رئیس کی بیٹی سے نکاح کرنے میں تامّل نہ کرنا۔" حضور ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ روانہ ہوئے اور دومۃ الجندل پہنچ کر لوگوں کو دعوتِ اسلام دی۔ آپ تین روز تک مسلسل اسلام کی دعوت دیتے رہے۔ تیسرے روز دومۃ الجندل کے عیسائی رئیس اصبغ بن عمر نے اسلام قبول کیا۔ اُس کے ساتھ اور بہت سے لوگ بھی مسلمان ہو گئے۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		فرمانِ رسول ﷺ کے مطابق حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ دومۃ الجندل کے رئیس اصبغ کی بیٹی تماضر سے نکاح کرکے اُسے مدینہ لے آئے۔ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ جو کبار تابعین اور جلیل القدر حفاظ میں سے ہیں۔ انہی کے بطن سے پیدا ہُوئے۔
〃	〃	**سریہ فدک** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر ملی۔ کہ خیبر کے یہودیوں کی مدد کے لیئے بنی سعد بن بکر نے فدک کے قریب لشکر جمع کیا ہے۔ حضورؐ کے حکم سے حضرت علیؓ دو سو ۲۰۰ آدمیوں کے ساتھ فدک کی جانب روانہ ہُوئے۔ آپ رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے۔ راستے میں آپ کو ایک شخص ملا۔ جسے بنی سعد نے اہلِ خیبر کی طرف اپنی امداد کا وعدہ دے کر بھیجا تھا اور شرط یہ پیش کی تھی۔ کہ یہودی اُنہیں خیبر کی کھجوریں دیں گے۔ اس شخص نے ڈرانے دھمکانے پر سب حالات ٹھیک ٹھیک بتادئے۔ حضرت علیؓ نے پہنچتے ہی قبیلہ پر اچانک حملہ کردیا۔ بنی سعد حملہ کی تاب نہ لاکر بھاگ گئے۔ آپ پانچسو ۵۰۰ اُونٹ اور دو ہزار بکریاں بطور مالِ غنیمت لے کر مدینہ تشریف لے آئے۔ اس سریہ میں مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ ہُوا۔
رمضان المبارک ۶ھ مطابق جنوری فروری ۶۲۸ء	۵۸ سال ۶ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**سریہ اُمِ قرفہ** اُمِ قرفہ ایک عورت کی کُنیت ہے جس کا اصل نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا۔ یہ عورت قبیلہ بنی فزارہ کی سردار تھی۔ ایک دفعہ حضرت زید بن حارثہؓ مالِ تجارت کے ساتھ شام کو جاتے ہُوئے یہاں سے گزرے۔ بنی فزارہ کے لوگوں نے حملہ کرکے اِن کو زخمی کیا

سن	عمر مبارک	واقعات عظیمہ
		اور تمام مال تجارت چھین لیا۔ حضرت زیدؓ زخمی حالت میں مدینہ پہنچے۔ حضور سرور دو عالم صلعم نے حالات سے باخبر ہوتے ہی ایک جماعت حضرت زیدؓ کی سرکردگی میں بنی فزارہ کی سرکوبی کے لئے بھیجی۔ جو نہایت کامیاب واپس آئی۔ مؤلف "رحمۃ اللعالمین" نے حضرت زیدؓ کی بجائے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا نام لکھا ہے۔ کہ دوسری بار یہ جماعت ان کی سرکردگی میں گئی تھی۔ واللہ اعلم
شوال ۶ھ مطابق فروری مارچ ۶۲۸ء	۵۸ سال ۷ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**سریہ عبداللہ بن رواحہ** اہل یہود نے ابورافع کے قتل کے بعد اُسیر بن رزام کو اپنا سردار بنا لیا تھا۔ اُسیر نے حضور سرور دو عالم صلعم سے جنگ کرنے کے لئے قبیلہ بنی غطفان اور دیگر قبائل کو اپنی حمایت پر آمادہ کیا۔ حضورؐ کو جب اس صورت حال کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو تحقیق احوال کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت عبداللہؓ نے واپس آکر خبر دی۔ کہ واقعہ صحیح ہے۔ اس پر حضور پُرنور صلعم نے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کو ہی تیس آدمیوں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ کہ وہ اُسیر کو ساتھ لے آئیں۔ تاکہ اُس سے زبانی گفتگو ہو سکے۔ اُسیر بن رزام بھی اپنے ہمراہ تیس ۳۰ آدمی لے کر حضرت عبداللہؓ کے ساتھ روانہ ہوا۔ ایک ایک اونٹ پر دو دو ۲ آدمی سوار تھے۔ یعنی ایک مسلمان اور ایک یہودی۔ راستہ میں اہل یہود کی نیّت میں فتور آگیا۔ اُسیر بن رزام اور حضرت عبداللہؓ ایک اونٹ پر سوار تھے۔ اُسیر نے بدنیتی سے دو ۲ دفعہ تلوار چلانی چاہی۔ مگر حضرت عبداللہؓ نے درگزر کیا۔ جب تیسری بار اُسیر نے یہی حرکت کی تو طرفین میں جنگ

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		چھڑ گئی۔ مسلمانوں نے اللہ کی امداد سے یہودیوں کو قتل کر دیا صرف ایک آدمی زندہ بچا جو بھاگ گیا۔ مسلمانوں میں صرف حضرت عبداللہؓ زخمی ہوئے باقی تمام بفضلِ تعالےٰ محفوظ رہے۔ جب یہ لوگ مدینہ واپس آئے اور تمام حالات دربارِ رسالت مآبؐ میں عرض کئے تو حضورؐ نے فرمایا۔ "اللہ تعالےٰ نے تم کو ظالموں سے نجات دی"۔ حضورؐ نے اپنا لعاب مبارک حضرت عبداللہؓ کے زخم پر لگایا۔ جس سے وہ صحت یاب ہو گئے۔ پھر حضرت عبداللہؓ کے چہرہ پر اپنا دستِ مبارک پھیر کر اُن کے حق میں دُعا فرمائی۔
"		**سریہ کرز بن جابر الفہری**
		قبیلہ عُکل اور عُرینہ کی ایک جماعت نے دربارِ رسالت مآبؐ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ مگر چند روز کے بعد آنحضرت صلعم سے شکایت کی۔ کہ مدینہ کی آب و ہوا اُنہیں راس نہیں آئی اور خلافِ عادت آبادی میں رہنے کی وجہ سے اُن کے پیٹ پھول گئے ہیں اور رنگ زرد ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اُنہیں اپنی ابتدائی پرورش کے مطابق میدانوں میں رہنے اور جانوروں کا دُودھ پینے کی اجازت فرمائی جائے۔ آنحضرت صلعم نے اُن کی درخواست قبول فرمائی اور شہر سے باہر چراگاہ میں رہنے اور دُودھ پینے کی اجازت دے دی۔ اس چراگاہ میں صدقات کے اُونٹ رہتے تھے۔ یہاں چند روز رہنے کے بعد جب وہ لوگ تندرست و توانا ہو گئے۔ تو اسلام سے پھر گئے۔ ازاں بعد چرواہے کو قتل کر کے اس کے ہاتھ، پاؤں، ناک اور کان کاٹے، آنکھوں میں کانٹے چبھوئے اور اُونٹوں کو بھگا کر لے گئے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپؐ نے حضرت کرز بن جابر الفہریؓ کو بیس آدمیوں کے ساتھ اُن کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ حضورؐ نے یہ دُعا بھی فرمائی کہ خداوندا! ان لوگوں پر راستہ تنگ کر دے۔ آخر یہی ہوا۔ وہ لوگ راستہ بھول گئے اور گرفتار کر لئے گئے جب مدینہ میں لائے گئے۔ تو حضورؐ نے ان سے قصاص اور بدلہ لینے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ لوگ اسی طرح قتل کئے گئے۔ جس طرح اِن لوگوں نے چرواہے کو قتل کیا تھا۔ لیکن آئندہ کے لئے حکم ہو گیا کہ کوئی مجرم خواہ کتنا ہی سخت جُرم کیوں نہ کرے اُسے ہرگز ایسی سزا نہ دی جائے۔ غرضیکہ قصاصاً اور انتقاماً بھی مُثلہ کرنا حرام ہو گیا۔ یعنی اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو قتل کر کے مُثلہ کرے تو اُس کے قصاص میں کافر کا قتل تو جائز ہوگا۔ مگر مُثلہ نہیں کیا جائے گا۔
یکم ذیقعد ۶ھ مطابق ۱۳ مارچ ۶۲۸ء	۵۸ سال ۷ ماہ ۲۳ دن	**غزوہ حدیبیہ** حدیبیہ ایک کنوئیں کا نام ہے جس کے متصل ایک گاؤں آباد ہے، جو اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ گاؤں مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے۔ سیرت نگار اس کا اکثر حصّہ حرم میں شمار کرتے ہیں۔ سیرت نگاروں کی تصریح کے مطابق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ آپؐ مع کچھ اصحابؓ کے مکّہ میں بآمن داخل ہوئے اور عمرہ کر کے بعض نے سر منڈایا اور بعض نے کترایا۔ آنحضرت صلعم نے اس خواب کا ذکر اپنے اصحابؓ سے فرمایا۔ صحابہؓ یہ خواب سُنتے ہی بیت اللہ کی زیارت کے لئے بے چین ہو گئے اور بیت اللہ کی محبت

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کی جو آگ ایک زمانہ سے دبی ہوئی تھی۔ سب کے دلوں میں یکایک بھڑک اٹھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کی نیت سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کا قصد فرمایا۔ تقریباً چودہ ۱۴۰۰ سو صحابہؓ آپؐ کے ہمراہ تھے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر آپؐ نے قربانی کے جانوروں کے کوہان دونوں جانب سے تھوڑے شق کیئے تا کہ خون جاری ہو جائے اور ان جانوروں کے گلوں میں علامت کے طور پر قلادے ڈالے۔ آنحضرت صلعم کے ہمراہ قربانی کے ستر ۷۰ اونٹ تھے۔ اسی طرح صحابہؓ نے بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق قربانی کے جانور ساتھ لیئے۔ حضورؐ سرور دو عالمؐ اور صحابہؓ نے احرام باندھ کر صرف اتنے ہتھیار ساتھ رکھے جتنے کہ سفر میں ضروری اور لازمی تھے۔ چونکہ اس سفر سے جنگ نہیں بلکہ صرف عمرہ کرنا مقصود تھا اس لئے باقی ہتھیار یہاں ہی چھوڑ دئے۔ جو ہتھیار ساتھ تھے وہ بھی بے نیام نہ تھے۔ آپؐ نے اسی مقام سے بنی خزاعہ کے ایک شخص بشر بن سفیان کو پہلے بھیج دیا کہ وہ قریشِ مکہ کا ارادہ جان کر آنحضورؐ کو اطلاع دے۔ مقام عسفان پر بشر بن سفیان مکہ سے لوٹ کر حضورؐ سے ملا اور خبر دی۔ کہ قریش نے حضورؐ کی روانگی کی اطلاع پاتے ہی لشکر جمع کیا ہے اور مسلمانوں کے مقابلہ پر تل گئے ہیں۔ مزید قریش نے یہ عہد بھی کیا ہے کہ وہ حضورؐ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ نیز یہ خبر بھی دی کہ خالد بن الولید بطور مقدمۃ الجیش کے دو ۲۰۰ سو سواروں کو ہمراہ لے کر مسلمانوں کو روکنے کے لئے مقام غمیم میں پہنچ گئے ہیں۔ حضورؐ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نے یہ اطلاع ملتے ہی اپنا راستہ تبدیل فرما دیا اور دوسرے راستہ سے نکل کر ثنیۃ المرار میں پہنچے۔ صحیح روایات کے مطابق جب حضورؐ نے اس مقام سے آگے بڑھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو آپؐ کی اونٹنی بیٹھ گئی۔ لوگوں نے ہر چند اونٹنی کو اٹھانا چاہا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی حضورؐ نے فرمایا کہ اس طرح کرنا اونٹنی کی عادت نہیں لیکن جس نے اصحابِ فیل کو مکّہ سے روک دیا تھا۔ اسی نے اس کو روک دیا ہے۔ ازاں بعد آپؐ نے فرمایا کہ خدا کی قسم میں ان تمام باتوں کو قبول کروں گا۔ جن میں حرم کی تعظیم ہو گی۔ اس کے بعد جب اونٹنی کو اٹھایا گیا۔ تو وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہاں سے ہٹ کر حضورؐ نے حدیبیہ پر آ کر مقام فرمایا۔ یہاں ایک کنواں تھا جس میں پانی نہایت قلیل تھا۔ لیکن اعجازِ نبویؐ سے اس میں اتنا پانی ہو گیا کہ سب سیراب ہو گئے۔
		حدیبیہ میں قیام کرنے کے بعد حضورؐ نے حضرت خراش بن امیہ خزاعی کو اونٹ پر سوار کر کے اہلِ مکّہ کے پاس بھیجا کہ ان کو آپؐ کے ارادۂ عمرہ سے باخبر کر دیں۔ اہلِ مکّہ نے حضرت خراشؓ کے اونٹ کو ذبح کر دیا اور چاہا کہ ان کو بھی قتل کر دیں مگر بعض لوگوں کے بیچ بچاؤ سے وہ اس ارادہ سے باز رہے۔ حضرت خراشؓ نے واپس آ کر تمام واقعات حضورؐ سے عرض کر دیئے۔
		ازاں بعد حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو پیام دے کر اہلِ مکّہ کے پاس بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے چند وجوہ کی بنا پر معذرت کی۔ حضورؐ نے ان کی معذرت قبول فرمانے کے بعد حضرت عثمانؓ کو اس کام کے لئے اہلِ مکّہ کے پاس روانہ فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے اہلِ مکّہ کو حضورؐ کے ارادہ سے آگاہ کیا۔ مگر رؤسائے قریش نے بالاتفاق کہا کہ ہم اس سال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مکّہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		دیں گے۔ اہلِ مکّہ نے حضرت عثمانؓ کو اجازت دی کہ اگر وہ چاہیں تو اکیلے طواف کر سکتے ہیں۔ مگر حضرت عثمانؓ نے قریش کی اس پیش کش کو قبول نہ کیا اور کہا کہ میں بغیر رسولِ خدا صلعم کے کبھی طواف نہ کروں گا۔ قریش یہ جواب سُن کر خاموش ہو گئے۔ مگر حضرت عثمانؓ کو وہیں روک لیا حضرت عثمانؓ کی واپسی میں تاخیر کے باعث یہ خبر مشہور ہو گئی کہ اُن کو شہید کر دیا گیا ہے۔
		جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر حضور پُر نور صلعم کو ملی۔ تو آپؐ کو سخت رنج ہُوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جب تک میں قریش سے بدلہ نہ لُوں گا۔ یہاں سے حرکت نہ کروں گا۔ آپؐ اُس وقت ایک درخت کے سایہ میں تشریف فرما تھے۔ وہاں ہی آپؐ نے صحابہؓ سے اس بات پر بیعت لینی شروع کر دی۔ کہ جب تک جان میں جان ہے۔ کافروں سے جہاد و قتال کریں گے۔ مر جائیں گے مگر بھاگیں گے نہیں۔
		مورخین کی تصریح کے مطابق سب سے پہلے حضرت ابو سنان اسدیؓ نے بیعت کی اور پھر باری باری سب صحابہؓ نے۔ حضرت سلمہ بن الاکوعؓ نے تین مرتبہ بیعت کی یعنی شروع میں، وسط میں اور آخر میں۔ حضرت عثمانؓ چونکہ موجود نہیں تھے۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے اپنے بائیں ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ کہہ کر اپنے داہنے ہاتھ میں رکھا اور فرمایا کہ یہ بیعت عثمانؓ کی طرف سے ہے۔ مورخینِ اسلام نے اس بیعت کو "بیعتِ رضوان" کا نام دیا ہے۔ اس کے متعلق قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے کہ:۔
		لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ تحقیق اللہ راضی ہُوا ایمان والوں سے

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۙ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۝ (سورہ الفتح۔ آیات ۱۸-۱۹) جس وقت کہ وہ آپؐ کے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔ ان کے دلوں میں (اللہ اور اُس کے رسولؐ کی محبت اور اخلاص) جو کچھ تھا۔ وہ اللہ کو خوب معلوم ہے۔ پس (اللہ تعالیٰ نے) اُن پر اپنی خاص سکینت اور طمانیت کو اُتار دیا اور انعام میں ان کو قریبی فتح عطا فرمائی اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے غنائم کو لیں گے اور اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے: لیکن بعد میں معلوم ہُوا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کی خبر غلط تھی۔ اِدھر قُریش کو جب اس بیعت اور حضور اکرم صلعم کے مبارک عزم کا حال معلوم ہُوا تو مرعُوب ہو گئے اور صُلح کے لئے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کیا۔ قبیلہ خزاعہ اگرچہ اَب تک اسلام نہ لایا تھا۔ لیکن ہمیشہ سے حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم کا حلیف، خیر خواہ اور راز دار تھا۔ مشرکین کعبہ جو سازش بھی حضورؐ کے خلاف کرتے اس قبیلہ کے لوگ نہایت راز داری سے حضورؐ کو مطلع کر دیتے۔ اسی ہمدردی کے تحت قبیلہ خزاعہ کا سردار بُدیل بن ورقہ معہ اپنے چند لوگوں کے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اہل مکّہ کی تیاریوں سے حضورؐ کو آگاہ کیا۔ اُس نے بتایا کہ قُریش نے نواحی حدیبیہ میں پانی کے بڑے بڑے چشموں پر لشکر جمع کیا ہے۔ تاکہ مسلمان مکّہ میں داخل نہ ہو سکیں۔ بُدیل نے یہ بھی بتایا کہ دُودھ والی اُونٹنیاں قُریش کے ہمراہ ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مقابلہ کے لئے طویل قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		آنحضرت صلعم نے قُریش کی تیاریوں کی تفصیل سُننے کے بعد فرمایا کہ ہم لڑنے کی غرض سے نہیں آئے۔ ہمارا ارادہ صرف عُمرہ کرنے کا ہے۔ لڑائی نے قُریش کو کافی حد تک کمزور کر دیا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو مَیں اُن کے لئے صُلح کی ایک مُدّت مُقرّر کر دُوں۔ کہ اس مُدّت میں کوئی ایک دُوسرے سے تعرّض نہ کرے۔ قُریش کو چاہیئے کہ معاہدۂ امن کرکے مجھ کو اور عرب کو چھوڑ دیں۔ اگر بفضلِ تعالیٰ میں غالب آیا۔ تو قُریش اگر چاہیں تو دینِ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اگر بالفرض عرب غالب آئے تو اُن کی تمنّا پُوری ہو جائے گی۔ لیکن یہ بات یاد رہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ضرور اس دین کو غالب کر کے رہے گا اور فتح و نُصرت کا جو وعدہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وہ پُورا ہو کر رہے گا۔ اگر قُریش اس بات کو قبول نہ کریں تو خُدا کی قسم مَیں ضرور اُن سے جہاد و قتال کروں گا۔ یہاں تک کہ میری گردن الگ ہو جائے۔ حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم سے رُخصت ہو کر بُدیل قُریش کے پاس گئے اور کہا کہ مَیں حضورؐ سے ایک بات سُن کر آیا ہُوں۔ اگر چاہو تو بیان کروں۔ اس پر عکرمہ بن ابوجہل اور حکم بن العاص وغیرہ نوجوانوں نے بدیل سے کہا کہ ہم سُننا نہیں چاہتے۔ لیکن قُریش کے معمّر اور اہل الرّائے لوگوں نے بدیل سے تمام حالات سُنے۔ اس پر عروہ ابنِ مسعود ثقفی نے کہا کہ اگر یہ باتیں محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) نے کہی ہیں تو نہایت پسندیدہ ہیں اور قبول کر لینی چاہئیں۔ مگر مجھے اجازت دو کہ مَیں خود جا کر محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) سے ملوں اور دیکھوں کہ یہاں اُن کے آنے کی غرض کیا ہے؟

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		پھر عروہ بن مسعودؓ آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضورؐ نے اُن سے وُہی کچھ فرمایا جو آپؐ بُدیل سے کہہ چکے تھے۔ دَورانِ گفتگو میں عروہ نے ایک ایسی بات کہی جو حضرت صدیقِ اکبرؓ کو ناگوار گزری اَور آپ نے عروہ کو ایسی بات کرنے سے ٹوک دیا۔ عروہ نے آپ کا نام پُوچھا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ ابوبکرؓ ہیں۔ عروہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو مخاطب کر کے کہا کہ تمہارا ہم پر احسان ہے جس کا بدلہ ہم نے ادا نہیں کیا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو ہم آپ کی اس سخت کلامی کا ضرور نوٹس لیتے۔ عروہ یہ کہہ کر پھر حضورؐ سے گفتگو میں مشغول ہو گیا۔ جس وقت عروہ گفتگو کر رہا تھا۔ اُس وقت حضرت مغیرہ بن شعبہؓ خود پہنے اَور تلوار لئے پاس کھڑے تھے۔ دورانِ گفتگو میں عروہ زمانۂ جاہلیت کے رواج کے مطابق اپنا ہاتھ حضورؐ کی ڈاڑھی مبارک تک لے جاتا حضرت مغیرہؓ کو عروہ کی یہ حرکت سخت ناگوار معلوم ہُوئی۔ اُنہوں نے فوراً کہا کہ وہ اپنا ہاتھ حضورؐ کی ڈاڑھی مبارک سے الگ رکھے۔ ایک مُشرک کے لئے کسی طرح زیبا نہیں کہ وہ رسول اللہ صلعم کو چھُو سکے۔ عروہ کو پھر غُصّہ آیا اَور ان کا نام پُوچھا۔ آنحضرت صلعم نے فرمایا "یہ تمہارا بھتیجا مغیرہ بن شُعبہؓ ہے" اَور عروہ غُصّہ میں پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔
		عُروہ اگرچہ اس طرح باتیں کر رہا تھا۔ مگر چونکہ پُرانا تجربہ کار شخص تھا۔ اس لئے گوشۂ چشم سے اصحابِ رسول اللہ صلعم کے طرزِ عمل کو بھی جانچ رہا تھا۔ اُس نے آج کی صُحبت میں سرورِ دو عالم صلعم

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے ساتھ صحابہؓ کی حسن عقیدت اور صدق واخلاص کا ایک ایسا منظر دیکھا۔ جو اُس نے اس سے پیشتر کبھی نہ دیکھا تھا۔ وہ جب قُریش کے پاس واپس گیا تو کہا:۔ "اے معشرِ قریش! مَیں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس بھی گیا ہُوں اور اُن کے آداب بھی دیکھے ہیں۔ مگر بخدا مَیں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے اصحاب ایسی تعظیم کرتے ہوں۔ جیسی محمدؐ کے اصحابؓ محمدؐ کی کرتے ہیں۔ اگر اُنؐ کا تھوک اُن کے ہاتھ پر پڑ جائے تو یہ اُس کو اپنے چہرہ اور جسم پر مَلتے ہیں۔ کوئی بات محمدؐ کی زبان سے نکلتی ہے تو سب اس کو پُورا کرنے کے لئے ٹُوٹ پڑتے ہیں۔ وضُو کرتے ہیں تو غُسالہ کا پانی لینے کے لئے اس طرح کوشش کرتے ہیں کہ گویا لڑ جائیں گے۔ محمدؐ کے سامنے بولتے ہیں تو نیچی آواز سے۔ تعظیم اور جلالتِ شان کی وجہ سے کبھی آنکھ نہیں ملاتے۔ اور اَے قُریش! محمّد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کوئی بیجا بات نہیں کہی ہے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں۔ مناسب ہے مان لو۔" اس کے بعد بنی کنانہ کا ایک شخص جس کا نام حُلیس تھا۔ قُریش کی اجازت سے آنحضرت صلعم کی طرف آیا۔ آنحضرت صلعم نے حُلیس کو جب دُور سے آتے دیکھا تو فرمایا کہ قُربانی کے جانوروں کو کھڑا کردو۔ یہ شخص اُن لوگوں میں سے ہے جو قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ حُلیس قُربانی کے اُونٹوں کو کھڑا دیکھ کر راستے سے ہی واپس ہوگیا۔

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
اور قریش سے جا کر کہا "ربِّ کعبہ کی قسم! یہ لوگ تو فقط عمرہ کرنے آئے ہیں۔ اِن لوگوں کو بیت اللہ سے ہرگز نہیں روکا جا سکتا۔" قریش نے حلیس کو گنوار اور جنگلی کہہ کر اُسے بات کرنے سے روک دیا۔ جس پر اُسے تاؤ آگیا اور اُس نے قریش کو دو ٹوک الفاظ میں کہہ دیا کہ "اگر تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بیت اللہ کی زیارت سے روکا تو میں تمام حبشیوں کو لے کر تم سے فوراً علیحدہ ہو جاؤں گا۔" قریش نے جب کام بگڑتا دیکھا تو حلیس کی خوشامد شروع کر دی اور کہا "تم ذرا چپ رہو اور ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مناسب فیصلہ کر لینے دو۔" حلیس کے بعد مکرز آیا۔ وہ حضورؐ سے ابھی گفتگو کر ہی رہا تھا۔ کہ اتنے میں قریش کی طرف سے سُہیل بن عمرو صلح کرنے کے لئے پہنچ گئے۔ حضورؐ نے جب سُہیل کو آتے دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا:۔ "البتہ تمہارا معاملہ کچھ سہل ہو گیا۔" سُہیل حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک صلح اور شرائطِ صلح پر گفتگو ہوتی رہی۔ آخر شرائطِ صلح طے پا گئیں جو ضبطِ تحریر میں آکر "معاہدہ حدیبیہ" کے نام سے موسوم ہوئیں۔ یہی وہ صلح حدیبیہ ہے۔ جسے عہدِ نبوی کی سیاستِ خارجہ کا شاہکار کہنا چاہیئے۔ معاہدہ کا اُردو ترجمہ یہ ہے:۔ ● — تیرے نام سے اے اللہ! ● — یہ وہ معاہدہ ہے۔ جو محمدؐ بن عبداللہ اور سُہیل بن عمرو میں طے ہوا۔		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		• ـــ اِن دونوں نے اس بات پر صلح کر لی ہے کہ دس سال تک جنگ روک دی جائے۔ جس دوران میں لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے رُکے رہیں۔ • ـــ یہ کہ محمدؐ کے ساتھیوں میں سے جو حج یا عمرے یا تجارت کے لئے مکّہ آئے۔ تو اُس کی جان و مال کا امان ہوگا اور قریش کا جو شخص تجارت کے لئے مصر یا شام (بروایت ابو عبید، عراق یا شام) جاتے ہوئے مدینے سے گزرے تو اُسے جان و مال کا امان حاصل ہوگا۔ • ـــ یہ کہ قریش کا جو شخص اپنے ولی (سرپرست) کی اجازت کے بغیر محمدؐ کے پاس آئے گا۔ تو آپؐ اُن کے سپرد کر دیں گے۔ اور محمدؐ کے ساتھیوں میں جو شخص قریش کے پاس آجائے گا۔ وہ اُسے آپؐ کے سپرد نہیں کریں گے۔ • ـــ یہ کہ ہم میں باہم سینے ہر طرح بند رہیں گے (جن میں باہر سے غدّاری داخل نہ ہو سکے گی) اور نہ تو خفیہ کسی دوسرے کو مدد دی جائے گی نہ علانیہ خود خلافِ عہد دغا کریں گے۔ • ـــ یہ کہ جو محمدؐ کے معاہدے اور ذمّہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ بھی ایسا کر سکے گا۔ اور جو قریش کے معاہدے اور ذمّہ داری میں داخل ہونا چاہتا ہے وہ بھی ایسا کر سکے گا۔ (اِس پر قبائل خزاعہ نے اُٹھ کر کہا کہ ہم محمدؐ کے معاہدے اور ذمّہ داری میں شریک ہوتے ہیں اور بنی بکر نے کہا کہ ہم قریش کے معاہدے اور ذمّہ داری میں شریک ہوتے ہیں) • ـــ یہ کہ تو اِس سال ہمارے پاس سے واپس چلا جائے گا اور ہمارے ہاں مکّہ نہ آسکے گا۔ البتّہ سالِ آئندہ ہم باہر چلے جائیں گے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اور تُو اور تیرے ساتھی وہاں (مکّہ میں) داخل ہو کر تین راتیں ٹھہر سکیں گے۔ تیرے ساتھ سوار کا ہتھیار ہوگا یعنی تلوار میان میں پڑی ہوئی۔ اس کے سوا کوئی اور ہتھیار لے کر تو وہاں نہ آ سکے گا۔ ● ـــ یہ کہ یہ قربانی کے جانور وہیں رہیں گے۔ جہاں ہم نے اُن کو پایا (یعنی حدیبیہ میں)، اور ان کو حلال کر دیا جائے گا اور ان کو ہمارے پاس (مکّہ قربانی کے لئے) نہیں لایا جائے گا اور صراحت کہ ہمارے اور تمہارے حقُوق اور واجبات برابر ہوں گے۔ (غالباً) مُہر نبویؐ (غالباً) مُہر سہیل بن عمرو گواہانِ اسلام:۔ ابُوبکرؓ، عمرؓ، عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عبداللہ بن سہیلؓ بن عمرو، سعد بن ابی وقاصؓ، محمُود بن مسلمہؓ، ابو عبیدہ بن الجراحؓ وغیرہ۔ گواہانِ قریش:۔ مکرز بن حفص وغیرہ۔ کاتب:۔ علی بن ابی طالب صُلحنامہ ابھی لکھا ہی جا رہا تھا کہ سُہیل کے بیٹے حضرت ابو جندلؓ قید سے نکل کر پا بہ زنجیر حاضرِ خدمت ہُوئے۔ آپ پہلے سے اسلام لا چکے تھے اور کفّارِ مکّہ کی ایذا رسانیوں کا شکار تھے۔ سُہیل نے انہیں دیکھتے ہی کہا کہ یہ پہلا شخص ہے جو عہد نامہ کے مطابق واپس ہونا چاہیئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ابھی تو تحریر مکمّل نہیں ہُوئی ہے۔ سہیل نے کہا تب تو قطعاً کسی بات پر صلح نہیں ہو سکتی۔ حضورؐ نے ابو جندلؓ کو اپنے لئے مانگا۔ مگر سہیل نے ایسا کرنے سے بھی انکار کر دیا۔ بالآخر حضورؐ نے ابو جندلؓ کو سُہیل کے حوالے کر دیا۔ ابو جندلؓ نے چونکہ مشرکینِ

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
مکّہ سے بہت تکالیف برداشت کی تھیں اس لئے نہایت حسرت بھرے الفاظ میں اُنہوں نے مسلمانوں سے مخاطب ہو کر کہا کہ افسوس اے گروہِ اسلام، میں کافروں کے حوالے کیا جا رہا ہوں۔ رسولِ کریم صلعم نے یہ سن کر اُنہیں تسلّی دی اور فرمایا:۔		
"اے ابو جندل، صبر کرو اور اللہ سے اُمید رکھو، ہم خلافِ عہد کرنا پسند نہیں کرتے اور یقین رکھو، اللہ تعالیٰ عنقریب تمہاری نجات کی کوئی صورت نکالے گا"		
لیکن مسلمانوں کو ان کی واپسی بہت شاق گزری۔ اس صورتِ حال پر حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا۔ اُنہوں نے دربارِ رسالت مآبؐ میں عرض کیا کہ جب ہم حق پر ہیں اور کفّار باطل پر تو پھر ہم یہ ذلت کیوں گوارا کریں۔ حضورؐ نے فرمایا:۔		
"مَیں اللہ کا رسُول اور نبیِ برحق ہوں۔ اس کے حکم کے خلاف نہیں کر سکتا۔ اور وُہی میرا معین و مددگار ہے"		
ازاں بعد حضرت عمرؓ حضرت صدیقِ اکبرؓ کے پاس گئے اور اُن سے بھی یہی گفتگو کی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی لفظ بلفظ وُہی جواب دیا جو رسول کریمؐ کی مبارک زبان سے نکلا تھا۔		
الغرض ان شرائط کے ساتھ صلحنامہ مکمّل ہو گیا اور فریقین کے دستخط ہو گئے۔		
تکمیلِ صلح کے بعد آنحضرت صلعم نے صحابہؓ کو قربانی کرنے اور سر منڈانے کا حکم دیا۔ مگر صحابہؓ اِن شرائطِ صلح سے اس درجہ مغموم و شکستہ خاطر تھے۔ کہ رسولِ کریم صلعم کے تین بار حکم دینے کے باوجود تعمیلِ ارشاد نہ کر سکے۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضور ﷺ نے جب یہ حالت دیکھی تو اُمّ المومنین رضؓ حضرت اُمِ سلمہ رضؓ کے پاس تشریف لے گئے اور بطور شکایت یہ واقعہ بیان فرمایا حضرت اُمِ سلمہ رضؓ نے عرض کیا۔ یا رسول ﷺ اللہ! یہ صلح مسلمانوں پر بہت شاق گزری ہے جس کی وجہ سے وہ بہت شکستہ خاطر اور افسردہ دل ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ ان سے کچھ نہ فرمائیں۔ خود باہر تشریف لے جائیے اور قربانی کر کے سر منڈائیے۔ صحابہ رضؓ خود بخود آپ ﷺ کی اتباع کریں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور بفضل تعالیٰ اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہ رضؓ کی صائب رائے سے حالات کا جمود ٹوٹ گیا۔
		تقریباً دو ہفتہ قیام کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حدیبیہ سے واپس ہوئے۔ جب آپ ﷺ مکّہ اور مدینہ کے مابین پہنچے۔ تو سورہ فتح نازل ہوئی:۔
		اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا ۙ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۙ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝ (اے محمدؐ) ہم نے تم کو فتح دی فتح بھی صریح و صاف تاکہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے اور تم کو سیدھے رستے چلائے۔ اور خدا تمہاری زبردست مدد کرے؛
		(سورہ الفتح۔ آیات ۱-۲)
		رسولِ کریم صلعم نے صحابہ رضؓ کو جمع فرما کر ارشادِ الٰہی سنایا۔ صحابہ رضؓ جس صلح کو اپنی شکست سمجھے ہوئے تھے جب اللہ تعالیٰ نے اُسے فتح مبین فرمایا تو از راہِ تعجب حضور ﷺ سے دریافت کیا "یا رسول اللہ، کیا یہ فتح ہے؟"

سن	عمر مبارک	واقعات عظیمہ

حضورؐ نے فرمایا:-

"قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے بے شک یہ عظیم الشّان فتح ہے۔"

اور واقعی یہ عظیم الشّان فتح تھی۔ اس کے بعد واقعات نے بتادیا کہ اشاعتِ اسلام اور تمام فتوحاتِ اسلامی کی بُنیاد اسی صلح پر ہے۔ مغمُوم و دلِ شکستہ صحابہؓ نے جلد ہی جان لیا کہ یہی مصالحت فتحِ عظیم اور نعمتِ کُبریٰ تھی۔ یہی مصالحت فتحِ مکّہ کا ذریعہ بنی اور یہی مصالحت اشاعتِ اسلام کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

″

کفّار سے اہلِ اسلام کے نکاح کی حُرمت

معاہدہ حدیبیہ کے بعد جو مسلمان مرد مکّہ سے بھاگ کر مدینہ آئے۔ آنحضرت صلعم نے از رُوے معاہدہ اُنہیں واپس کر دیا۔ انہی دنوں کچھ مسلمان عورتیں بھی ہجرت کر کے مدینہ پہنچیں۔ جن کی واپسی کا کفّار نے مطالبہ کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی اُن کی واپسی سے منع فرما دیا اور ظاہر کر دیا کہ واپسی کی شرط مردوں کے لئے مخصوص تھی۔ عورتیں اس شرط میں داخل نہیں۔ اس ضمن میں البتّہ حضورؐ نے یہ کیا کہ ان عورتوں کا مہر اُن کے شوہروں کو واپس دلایا۔ جب کہ اس سے پہلے جو عورتیں آئی تھیں اُن کا مہر واپس نہیں کیا گیا تھا۔

معاہدہ حدیبیہ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ آنے والی عورتوں میں عتبہ بن ابی معیط کی لڑکی اُمّ کلثوم بھی تھیں۔ اس بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا — اے ایمان والو۔ جب مسلمان عورتیں

إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ — ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں تو

سن	عمر مبارک	واقعات عظیمہ
		مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْئَلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝ (سُوْرَةُ الْمُمْتَحِنَة - اٰيَة ۱۰-۱۱) ان کا امتحان کر لو (کہ کس لئے ہجرت کر کے آئی ہیں) پس اگر امتحان کر کے تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ واقعہ میں مومن ہیں۔ تو پھر ان کو کافروں کی طرف واپس مت کرو یہ عورتیں اُن کافروں کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ کافر اُن کے لئے حلال ہیں اور اُن کافروں نے جو خرچ کیا ہے۔ وہ اُن کو ادا کر دو اور تمہارے لئے کوئی حرج نہیں ان مہاجر عورتوں کو مہر دے کر ان سے نکاح کر لو اور اے مسلمانو! تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور طلب کر لو کافروں سے جو تم نے خرچ کیا ہے اور کافر مانگ لیں جو انہوں نے خرچ کیا ہے یہ اللہ کا حکم ہے۔ جو تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی کافروں کی طرف چلی جائے پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیویاں ہاتھ سے نکل گئی ہیں تو جتنا مہر انہوں نے اپنی بیویوں پر خرچ کیا تھا اُس کے برابر اُن کو دے دو اور ڈرو اُس خدا سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
ذوالحجہ ۶ھ اپریل مئی ۶۲۸ء	۵۸ سال ۹ ماہ (تقریباً)	**اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہؓ سے نکاح** اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہؓ بنتِ ابوسفیان صخر بن حرب بن اُمیہ بن عبدالشمس کا اصل نام رملہ تھا۔ مگر آپ اپنی بیٹی حبیبہ کے نام سے اُمِّ حبیبہؓ مشہور ہوئیں۔ آپ کی والدہ کا نام صفیہ بنتِ ابی العاص بن اُمیہ تھا۔ جو حضرت عثمانؓ کی سگی پھوپھی تھیں۔ آپ بعثتِ نبویؐ سے سترہ سال قبل پیدا ہوئیں۔ آپ کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش بن رباب سے ہُوا۔ جو بنی اسد بن خزیمہ کے خاندان سے تھا۔ آپ نے اپنے شوہر کے ساتھ اسلام قبول کیا اور اُس کے ساتھ ہی ہجرت کرکے حبشہ چلی گئیں۔ حبشہ میں آپ کے ہاں ایک لڑکی پیدا ہُوئی جس کا نام حبیبہ تھا۔ کچھ دنوں کے بعد عبیداللہ نے اسلام ترک کرکے عیسائی مذہب اختیار کیا۔ چونکہ رندانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ اس لئے شراب نوشی کے عالم میں ہی مرگیا۔ اُمِّ حبیبہ اپنے شوہر کے مُرتد ہونے کے باوجود مسلمان رہیں۔ نبیٔ کریم صلعم کو جب آپ کی بیوگی اور غریب الوطنی کا علم ہُوا۔ تو حضورؐ نے نکاح کا پیغام دینے کے لئے عمرو بن اُمیہ ضمریؓ کو نجاشی شاہ حبش کے پاس بھیجا۔ اِن کے پہنچتے ہی نجاشی نے اپنی لونڈی ابرہہ کے ذریعہ حضرت اُمّ حبیبہؓ کے پاس رسول اللہ صلعم کا پیغام پہنچایا اور یہ بھی بتایا کہ آنحضرت صلعم نے مجھ کو آپ کے نکاح کے لئے لکھا ہے۔ لہٰذا آپ اپنا وکیل مقرر کریں کہ یہ تقریب انجام پائے۔ حضرت اُمّ حبیبہؓ نے اس صلے میں ابرہہ کو دو چاندی کے کنگن، دو پاؤں کے چھلے اور نقرئی انگوٹھیاں عنایت کیں۔ خالد بن سعید کو حضورؐ کے پیغام کی اطلاع دے کر

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اُنہیں اپنا وکیل بنایا۔ شام کے وقت نجاشی نے وہاں کے مسلمانوں اور حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کو بُلا کر خود نکاح پڑھایا اور چار سو دینار بطور مہر آنحضرت صلعم کی طرف سے خالد بن سعید کو ادا کئے۔ جب مراسمِ نکاح سے فراغت ہوئی اور لوگ اُٹھ کر جانے لگے۔ تو خالد بن سعید نے لوگوں کو ٹھہرا لیا کہ انبیاءؑ کی سُنّت یہ ہے کہ نکاح کرتے ہیں تو کھانا بھی کھلاتے ہیں۔ پھر سب کو کھانا کھلا کر رخصت کیا۔
		اُمّ المومنین حضرت اُمّ حبیبہؓ بڑے مستحکم ایمان کی خاتون تھیں اور اس خصوص میں وہ اپنے کسی عزیز رشتہ دار کی رعایت نہ کرتی تھیں۔ کُفر کے زمانہ میں اُن کے والد ابوسفیان آنحضرت صلعم کے پاس مدینہ آئے کہ صلح حدیبیہ کے متعلق جو تعطّل پیدا ہو گیا تھا۔ اُس کو ختم کرنے کے لئے حضورؐ سے درخواست کریں۔ مدینہ پہنچ کر وہ اپنی بیٹی کو دیکھنے بھی گئے۔ جب وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے بستر مبارک پر بیٹھنے لگے تو حضرت اُمّ حبیبہؓ نے بستر اُلٹ دیا۔ ابوسفیان کو یہ بات سخت ناگوار گزری۔ اُنہوں نے شکوہ کے انداز میں حضرت اُمِّ حبیبہؓ سے کہا "تجھ کو بچھونا اتنا عزیز ہے کہ میرے رشتے کا لحاظ بھی نہ رکھا۔" اُمّ المومنینؓ نے جواب دیا۔ "یہ رسول اللہ صلعم کا بستر مبارک ہے۔ آپ چونکہ مشرک ہیں اس لئے ناپاک ہیں۔" ابوسفیان نے کھسیانا ہو کر کہا۔ کہ بیٹی تو ہم سے جُدا ہو کر بگڑ گئی۔
		آپ حدیث پر بہت پابندی سے عمل کرتی تھیں اور دوسروں کو بھی اس پابندی کی تاکید کرتی رہتی تھیں۔ ایک بار آپ کے بھانجے ابنِ سعید آئے اور اُنہوں نے ستّو کھا کر کُلّی کی۔ تو بولیں "تم کو وضو کرنا چاہیئے۔ کیونکہ رسولِ خدا صلعم کا ارشاد ہے کہ جس چیز کو آگ پکائے اُس کے استعمال سے وضو لازم آتا ہے۔"

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
آپ نے امیر معاویہؓ کے دورِ خلافت ۴۴ھ میں بعمر تقریباً ۷۴ سال انتقال کیا اور مدینہ میں دفن ہوئیں۔ وفات سے قبل آپ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کو بلا کر کہا" مجھ میں اور آپ میں سوکنوں کے تعلقات تھے۔ اگر کوئی لغزش ہوئی ہو تو معاف کردیجئے اور میرے لئے دعائے مغفرت کیجئے"۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دعا کی تو بولیں :۔ "آپ نے مجھے خوش کیا۔ اللہ آپ کو خوش کرے"۔ اُمّ المومنین کی قبر کے متعلق ایک عجیب روایت ہے۔ وہ یہ کہ امام زین العابدینؓ نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا۔ تو ایک کتبہ برآمد ہوا۔ جس پر لکھا تھا" یہ رملہ بنتِ صخر کی قبر ہے"۔ آخر انہوں نے یہ دیکھ کر اس کتبہ کو پھر وہیں رکھ دیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہؓ کی قبر حضرت علیؓ کے گھر میں تھی۔ واللہ اعلم۔ حضرت اُمِّ حبیبہؓ کے سگے بھائی کا نام یزیدؓ بن ابوسفیان ہے۔ جو یزید الخیر کے نام سے مشہور ہیں اور فتح مکّہ کے دن مسلمان ہوئے تھے۔ آپ کے دوسرے بھائی حضرت امیر معاویہؓ دوسری ماں سے تھے۔ آپ کے والد فتح مکّہ سے ایک دو روز پہلے مسلمان ہوئے اور ۳۳ھ میں بعمر چھیانوے ۹۶ سال انتقال کیا۔ اُمّ المومنین حضرت اُمّ حبیبہؓ کے سالِ نکاحِ ثانی کے متعلق اختلاف ہے بعض مورخین نے ۷ھ مگر زیادہ نے ۶ھ لکھا ہے۔ بہرحال یہ واضح ہے۔ کہ نکاح کے بعد جب آپ حبشہ سے مدینہ پہنچیں۔ اس وقت حضور سرورِ دو عالم صلعم خیبر میں تشریف فرما تھے۔ چونکہ غزوہ خیبر کی تاریخ یعنی محرم الحرام ۷ھ پر سب کا اتفاق ہے اس لئے یہ حالات آخر ۶ھ میں درج کئے گئے ہیں ؛		

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

رسالتمآب ؐ

حضرت محمدؐ رسول اللہ
صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کی

حیاتِ اقدس کا دس سالہ مدنی دَور

واقعاتِ عظیمہ

۷ھ

(یکم محرم تا آخر ذوالحجہ)

مطابق

۱۱ مئی ۶۲۸ء تا ۳۰ اپریل ۶۲۹ء

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (سورہ سبا آیت ۲۸)

اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

عنوانات

واقعاتِ عظیمہ

سنہ ۷ھ

- سلاطین کو دعوت اسلام
- غزوۂ خیبر
- مراجعت اہل حبشہ
- وفد اشعریین کا قبولِ اسلام
- اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ سے نکاح
- غزوہ وادی القریٰ وتیما
- واقعہ لیلۃ التعریس
- سریہ کدید
- سریۂ حسمی
- سریہ تربہ
- سریہ بنو کلاب
- سریہ خربہ
- سریہ بنی مرّہ
- سریہ بشیر بن سعد انصاریؓ
- حضورؐ کا عمرہ — عمرۃ القضا
- اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ سے نکاح
- سریہ اخرم بن ابی العوجا

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
چہار شنبہ یکم محرم ۷ھ مطابق ۱۱ مئی ۶۲۸ء	۵۸ سال ۹ ماہ ۲۳ دن	**سلاطین کو دعوتِ اسلام** صلح حدیبیہ سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کسی قدر اطمینان نصیب ہوا۔ تو وقت آیا کہ اسلام کا پیغام تمام دُنیا کے کانوں تک پہنچایا جایا۔ اس بنا پر حضورؐ نے ایک دن صحابہؓ کو جمع فرمایا اور خطبہ دیا۔ کہ اے لوگو! مجھ کو خدا نے تمام دُنیا کے لئے رحمت اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔ دیکھو عیسیٰؑ کے حواریوں کی طرح اختلاف نہ کرنا۔ جاؤ میری طرف سے پیغام حق ادا کرو۔ ازاں بعد حضورؐ نے قیصرِ رُوم، شہنشاہِ عجم، عزیزِ مصر اور رؤسائے عرب کے نام ایک دن میں چھ خطوط ارسال فرمائے۔ حضورؐ نے اسلام کی دعوت کے خطوط دے کر حضرت دحیہ کلبیؓ کو قیصرِ رُوم، حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کو خسرو پرویز شاہِ ایران، حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کو عزیزِ مصر، حضرت عمرو بن اُمیۃ الضمریؓ کو نجاشی شاہِ حبش، حضرت سلیط بن عمرو عامری کو رؤسائے یمامہ اور حضرت شجاع بن وہب الاسدیؓ کو رئیسِ حدودِ شام، حارث غسانی کی طرف بھیجا۔ جو قاصد جس قوم کے پاس بھیجا گیا۔ وہ وہاں کی زبان جانتا تھا۔ تاکہ اپنے فرض کی ادائیگی بخوبی کر سکے بعض مؤرخین کے نزدیک یہ خطوط ۶ھ کے آخر یعنی ماہ ذوالحجہ میں صلح حدیبیہ کے بعد روانہ کئے گئے اور بعض اہل سیر کے مطابق ۷ھ میں بھیجے گئے۔ اکثر سیرت نگاروں نے لکھا ہے۔ کہ ممکن ہے کہ حضورؐ پُرنور صلعم نے شاہانِ عالم کے نام خطوط بھیجنے کا ارادہ تو ۶ھ کے آخر میں فرمایا ہو اور پھر ۷ھ میں خطوط روانہ کئے ہوں۔ مؤلف رحمۃ للعالمین نے یکم محرم ۷ھ کا ذکر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

سن	عمر مبارک	واقعات عظیمہ
		آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے یہ خطوط بھیجنے سے پہلے صحابہؓ کے مشورہ سے ایک مُہر کندہ کرائی جس کا حلقہ اور نگینہ چاندی کا تھا۔ مگر صنعت حبشہ کی تھی۔ اس مُہر پر "محمدؐ رسول اللہ" کندہ تھا۔ سب سے اوپر لفظ "اللہ" تھا اور سب سے نیچے لفظ "محمدؐ" درمیان میں لفظ "رسول" تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جو خط ہرقل قیصر رُوم کو حضرت دحیہ کلبیؓ کے ذریعہ بھیجا وہ یہ تھا:- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، من محمد عبد اللہ ورسولہ الی ھرقل عظیم الروم، سلامٌ علیٰ من اتبع الھدیٰ: امابعد فانی ادعوک بدعایۃ الاسلام اسلم تسلم یؤتک اللہ اجرک مرتین فان تولیت فعلیک اثم الاولیین ویٰاَھلَ الکتٰبِ تَعالَوا الی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللہَ وَلَا نُشْرِكَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ٥ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمدؐ کی طرف سے جو خدا کا بندہ اور رسول ہے یہ خط ہرقل کے نام ہے جو رُوم کا رئیس اعظم ہے، اس کو سلامتی ہو جو ہدایت کا پیرو ہے، اس کے بعد میں تجھ کو اسلام کی دعوت کی طرف بُلاتا ہوں اسلام لا، تو سلامت رہے گا، خدا تجھ کو دُگنا اجر دے گا اور اگر تُو نے نہ مانا تو اہل ملک کا گناہ تیرے اُوپر ہوگا، اے اہلِ کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ وہ یہ کہ ہم خدا کے سوا کسی کو نہ پُوجیں۔ اور ہم میں سے کوئی کسی کو خدا کو چھوڑ کر خدا نہ بنائے اور تم نہیں مانتے تو گواہ رہو کہ ہم مانتے ہیں۔ جن دنوں حضرت دحیہ کلبیؓ حضورؐ کا خط لے کر قیصر رُوم کے پاس گئے۔ ان دنوں ہرقل قیصرِ رُوم ایرانیوں کو شکست فاش دینے کے

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
بعد اس فتح کا شکرانہ ادا کرنے کے لئے حمص سے بیت المقدس آیا ہُوا تھا۔ اس زمانہ میں شام پر غسّانی خاندان کا حارث غسّانی قیصر کے حاکم کی حیثیت سے حکمرانی کرتا تھا۔ اس کا پایہ تخت بصرٰی تھا۔ حضرت دحیہ کلبیؓ نے نامہ مُبارک بصرے میں حارث غسّانی کو لاکر دیا۔ اُس نے خط کو قیصر کے پاس بیت المقدس بھیج دیا۔ جب قیصر کو خط ملا۔ تو اُس نے حکم دیا۔ کہ عرب کا کوئی شخص مل سکے تو لاؤ۔ اتفاق سے ابُوسفیان تجارت کی غرض سے غزّہ میں مقیم تھا۔ قیصر کے آدمی غزہ جاکر اسے لے آئے۔ ابوسفیان ان دنوں آنحضرت صلعم کا جانی دشمن تھا۔ اُس کا اپنا بیان ہے۔ کہ اگر مجھے اپنے ساتھیوں کی وجہ سے یہ ڈر نہ ہوتا، کہ میرا جھوٹ ظاہر ہو جائے گا۔ تو مَیں بہت سی باتیں بناتا مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا۔ ہرقل قیصر رُوم نے ابوسفیان سے متعدّد سوالات پُوچھے۔ یعنی یہ کہ مُدّعی نبوّت کا حسب کیسا ہے؟ ابوسفیان نے جواب دیا۔ شریف و عظیم۔ پھر قیصر نے پُوچھا۔ اُن کے آباؤ اجداد میں کوئی بادشاہ تھا؟ ابوسفیان نے نفی میں جواب دیا۔ پھر قیصر نے سوال کیا۔ دعوئ نبوّت سے پہلے تم لوگوں نے اُن کو کبھی جُھوٹا پایا؟ ابوسفیان نے جواب دیا، نہیں۔ پھر قیصر نے پُوچھا۔ کہ اُن کی اتّباع شُرفاء کرتے ہیں کہ ضُعفاء؟ ابوسفیان نے کہا، ضُعفاء۔ پھر پُوچھا، اُن کے پیرو بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں؟ ابوسفیان نے جواب دیا بڑھتے ہیں۔ قیصر بولا۔ اُن کے متبعّین میں سے کوئی ناراض ہو کر علیحدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ ابوسفیان نے نفی میں جواب دیا۔ قیصر نے		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سوال کیا۔ کیا اُن سے کبھی تم لوگوں کا مقاتلہ ہُوا؟ ابوسفیان نے اثبات میں جواب دیا۔ قیصر نے نتیجہ پُوچھا۔ ابوسفیان نے بتایا کہ کبھی ہم غالب ہُوئے کبھی وہ۔ قیصر نے پُوچھا۔ وہ کبھی عہد شکنی بھی کرتے ہیں؟ ابوسفیان نے نفی میں جواب دینے کے بعد کہا۔ لیکن ابھی ہمارے اور اُن کے درمیان ایک معاہدہ ہُوا ہے معلوم نہیں اس میں کیا کریں گے۔ پھر قیصر نے پُوچھا۔ کہ وہ تم لوگوں کو کس بات کا حکم دیتے ہیں؟ ابوسفیان نے کہا نماز، روزہ، صلہ رحمی اور عفاف کا۔
		ہرقل ان جوابات سے بہت مطمئن ہُوا۔ اور مترجم کے ذریعہ اُس نے کہا۔ کہ واقعی پیغمبر شریف النّسب ہوتے ہیں اور اگر ان سے پہلے کسی نے نبوّت کا دعویٰ کیا ہوتا تو مَیں سمجھتا کہ یہ خاندانی خیال کا اثر ہے۔ اگر اس خاندان میں کوئی بادشاہ ہوتا تو ثابت ہوتا کہ ان کو بادشاہت کی ہوس ہے۔ مزید کہا کہ جو شخص آدمیوں سے جھُوٹ نہیں بولتا وہ خدا پر بھی جھُوٹ نہیں باندھ سکتا۔ ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ پیغمبر کبھی فریب نہیں کرتے۔ سچّا مذہب ہمیشہ بڑھتا ہے۔ اور اس کے پیرو غریب ہی ہوتے ہیں۔ اور واقعی پیغمبر ہی نماز، تقویٰ اور عفاف کی ہدایت کرسکتا ہے۔
		ہرقل نے ان تمام باتوں پر غور کرنے کے بعد کہا۔ کہ جو کچھ تم نے کہا اگر دُرست ہے تو وہ ضرور "نبی ﷺ" ہیں۔ ہم لوگ تو جانتے تھے کہ ایک نبی کا ظہور ہونے کو ہے۔ مگر یہ معلوم نہ تھا کہ اُن کا ظہور تم لوگوں میں ہوگا۔ میری خواہش ہے کہ کاش اُن کی زیارت ہوتی۔ اگر مَیں ان کے پاس ہوتا۔ تو اُن کا پیرو ہوتا۔ اُن کی حکومت اس مقام

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تک پہنچے گی۔ جہاں اس وقت میرا قدم ہے۔ اس کے بعد اُس نے حضورؐ کا خط پڑھنے کا حکم دیا۔ اگرچہ اہلِ دربار کو خط کے الفاظ نہایت ناگوار گزرے تھے۔ تاہم قیصر کا دِل نُورِ اسلام سے چمک اُٹھا اور سچے دل سے مسلمان ہوگیا۔ لیکن سیرت نگاروں نے مسند امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے لکھا ہے۔ کہ ہرقل نے حضورؐ کو خط لکھا کہ مَیں مسلمان ہُوں۔ تو حضور صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا کہ کاذب جُھوٹ کہتا ہے۔ وہ تو اپنی نصرانیت پر ہے۔ اس کے علاوہ سریہ موتہ میں خُود ہرقل نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ واللہ اعلم۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جو نامہ مبارک خُسرو پرویز (شہنشاہ ایران) کو اپنے قاصد حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے ذریعہ بھیجا وہ یہ تھا:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ من محمد رسول اللہ الی کسریٰ عظیم فارس سلام علی من اتبع الھدیٰ وآمن باللہ ورسولہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الی الناس کافۃ لینذر من کان حیا اسلم تسلم فان ابیت فعلیک اثم المجوس۔ خدائے رحمٰن رحیم کے نام سے محمدؐ پیغمبر کی طرف سے کسریٰ (رئیسِ فارس) کے نام سلام ہے اُس شخص پر جو ہدایت کا پیرو ہو، اور خدا اور پیغمبر خدا پر ایمان لائے اور یہ گواہی دے کہ خدا صرف ایک خدا ہے اور یہ کہ خدا نے مجھ کو تمام دُنیا کا پیغمبر مقرر کر کے بھیجا ہے تاکہ وہ ہر زندہ شخص کو خُدا کا خوف دلائے تو اسلام قبول کر تو سلامت رہے گا ورنہ مجوسیوں کا وبال تیری گردن پر ہوگا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمیؓ نے یہ خط بحرین کے رئیس کو دیا۔ اُس نے آگے کسریٰ تک پہنچایا۔ کسریٰ نے جب اس خط کو سنا تو غصہ میں آکر اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ کسریٰ نے خط کو اپنی تحقیر سمجھا کیونکہ عجم کا طریقہ یہ تھا۔ کہ جو خطوط سلاطین کو لکھے جاتے تھے۔ اس کے عنوان پر پہلے بادشاہ کا نام ہوتا تھا۔ مگر نامہ مبارک میں پہلے خدا کا نام اور پھر عرب کے دستور کے مطابق رسول اللہ کا نام تھا۔ بہر حال خط کو پُرزہ پُرزہ کرنے کے بعد غُصّہ میں اُس نے کہا "میرا غلام ہو کر مجھ کو یُوں لکھتا ہے"۔ قُدرتِ خداوندی ملاحظہ فرمائیے۔ کہ نامہ مبارک کے چاک کرنے کے چند روز بعد خود سلطنت عجم کے پرزے اُڑ گئے اور وہ تمام شان و شکوہ اور غرورِ حکومت خاک میں مل گیا۔ جس سے خسرو پرویز کی گردن اکڑی ہوئی تھی۔ (اللہ اکبر) کہتے ہیں کہ نامہ مبارک پہنچنے کے بعد خسرو پرویز نے یمن کے گورنر باذان کو فرمان بھیجا۔ کہ کسی شخص کے ذریعہ مدعیٔ نبوت کو گرفتار کر کے میرے دربار میں بھیجو۔ باذان نے فرمانِ شاہ کی تعمیل میں دو اشخاص کو مدینہ منورہ روانہ کیا۔ ان کے نام مؤرخین نے بانویہ اور فرخسرو لکھے ہیں۔ ان دونوں نے بارگاہِ رسالت ؐ میں حاضر ہو کر فرمانِ شاہی سے حضورؐ کو مطلع کیا۔ اور ساتھ یہ بھی عرض کیا۔ کہ اگر حضورؐ نے تعمیلِ حکم نہ کیا تو کسریٰ حضورؐ کے ملک کو برباد کر دے گا۔ آنحضرت صلعم نے اُن سے فرمایا۔ کہ تم واپس جاؤ اور کہہ دینا کہ اسلام کی حکومت کسریٰ کے پایۂ تخت تک پہنچے گی۔ یہ لوگ جب یمن واپس آئے۔ تو

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ

خبر آئی کہ خسرو اپنے بیٹے شیرویہ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے
یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ جب باذان کے حکم سے یہ افسر مدینہ میں آنحضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تو حضورؐ نے اُن کو دوسرے دن آنے کو فرمایا۔ جب یہی لوگ دوسرے دن بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ آج رات تمہارے بادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا ہے۔ جاؤ اور تحقیق کرو۔ یہ سُن کر دونوں افسر یمن لوٹ آئے۔ وہاں آ کر اُنہیں معلوم ہوا کہ واقعی خسرو کو اُس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ جب حاکمِ یمن باذان کو نبی کریم صلعم کے عادات و اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق پُورا علم ہُوا تو وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے ساتھ اہلِ دربار اور ملک کا اکثر حِصّہ بھی مسلمان ہو گیا۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے مقوقس بادشاہ مصر و اسکندریہ کے نام اپنے قاصد حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کے ذریعہ یہ نامہ مبارک بھیجا:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط	بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمدؐ کی جانب سے
من محمد عبد اللہ ورسولہٖ	جو خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہے مقوقس کی
الی المقوقس عظیم القبط۔ سلامٌ	جانب جو قبط کا عظیم ہے سلام اس پر جو راہِ راست
علیٰ من اتّبع الھدیٰ اما بعد	کی پیروی کرے۔ اما بعد میں تم کو اسلام کے کلمہ
فانی ادعوک بدعایۃ الاسلامْ	کی طرف بُلاتا ہُوں۔ اسلام قبول
اسلم تسلم واسلم یؤتک	کرو سلامت رہو گے اسلام قبول کرو
اللہ اجرک مرّتین۔ فان	خدا تم کو دوہرا اجر دے گا،
تولّیت فعلیک اثم	اور اگر تُم نے روگردانی کی تو سارے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اھل القبط یا اھل الکتٰب تعالوا الٰی کلمۃ سواءٍ بیننا وبینکم ان لا نعبد الا اللہ ولا نشرك بہٖ شیئًا۔ ولا یتخذ بعضنا بعضًا اربابًا من دون اللہ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون ط — اہلِ قبط کا گناہ تم پر ہوگا اور اے اہلِ کتاب اُس بات کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان متفق علیہ ہے کہ خدا کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کریں خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں ہم میں سے بعض بعض کو خدا کے سوا مالک نہ بنائے۔ فان تولوا فقولوا اشھدوا بانا مسلمون۔
		حضرت حاطبؓ جب یہ خط لے کر مقوقس کے پاس پہنچے تو کہا کہ مَیں تم کو دینِ اسلام کی طرف بُلاتا ہُوں۔ اور یقیناً حضرت عیسیٰؑ کی بشارت حضرت محمدؐ کے حق میں ویسی ہی ہے جیسی حضرت مُوسیٰؑ کی بشارت حضرت عیسیٰؑ کے حق میں۔ مَیں تم کو قرآن حکیم کی طرف اس طرح بُلاتا ہُوں جس طرح تم یہُود کو انجیل کی طرف بُلاتے رہے ہو۔ تم نے نبیؐ کا زمانہ پایا ہے سو اب غور کرو کہ تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔ مقوقس نے جواب دیا کہ مَیں نے اُن کے متعلق بہت غور کیا ہے۔ اب اس نتیجہ پر پہنچا ہُوں کہ وہ کسی بُری بات کا حکم نہیں دیتے اور کسی اچھی بات سے منع نہیں کرتے نہ وہ گمراہ ساحر ہیں نہ جھوٹے کاہن۔ اور مَیں دیکھتا ہُوں کہ اُن میں نبوّت کی علامات بھی پائی جاتی ہیں۔ پھر مقوقس نے حضورؐ کے نامہ مبارک کو نہایت عزّت کے ساتھ وصُول کیا اور ہاتھی دانت کی ایک ڈبیہ میں محفُوظ کر کے رکھا۔ ازاں بعد کاتب کو بُلا کر عربی میں حضور پرنورؐ کے خط کا یہ جواب لکھوایا:۔
		لمحمد بن عبداللہ من المقوقس — محمّد بن عبداللہ کے نام مقوقس

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
عظیم القبط سلام علیك اما بعد فقد قرأت كتابك وفهمت ما ذكرت فيه وما تدعو اليه وقد علمت ان نبيا بقي وكنت اظن انه يخرج بالشام وقد اكرمت رسولك وبعثت اليك بجاريتين لهما مكان في القبط عظيم وبكسوة واهديت اليك بغلة لتركبها والسلام عليك رئیسِ قبط کی طرف سے سلام علیک کے بعد میں نے آپ کا خط پڑھا اور اس کا مضمون اور مطلب سمجھا مجھ کو اس قدر معلوم تھا کہ ایک پیغمبر آنے والے ہیں، لیکن میں یہ سمجھا تھا کہ وہ شام میں ظہور کریں گے، میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور دو لڑکیاں بھیجتا ہوں جنکی قبطیوں میں (مصر کی قوم) بہت عزت کی جاتی ہے، اور میں آپ کے لئے کپڑا اور سواری کا ایک خچر بھیجتا ہوں۔ والسلام علیک۔ بایں ہمہ عزیز مصر نے اپنا اسلام لانا ظاہر نہ کیا۔ دو لڑکیاں جو بھیجی تھیں ان میں ایک ماریہ قبطیہ تھیں۔ جو حرمِ نبوی میں داخل ہوئیں دوسری سیرین تھیں جو حضرت حسانؓ کی مِلک میں آئیں۔ خچر کا نام دُلدُل تھا۔ جو حضرت معاویہؓ کے زمانہ تک زندہ رہی۔ اس کے علاوہ اور چیزیں بھی مقوقس نے نذر کی تھیں۔ جو خط میں درج نہیں ہیں۔ علاوہ ازیں مقوقس نے حضرت حاطبؓ کو لباس پہنایا اور سو مثقال سونا دیا۔ واللہ اعلم۔ حضور سرورِ دو عالم صلعم نے ذیل کا خط نجاشی شاہ حبش کو حضرت عمرو ابن امیۃ الضمریؓ کی معرفت بھیجا تھا:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط من محمد رسول اللہ الی النجاشی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط محمد رسول اللہ کی جانب سے		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		مَلِكُ الحبشة اسلم انت فانی احمد الیك الله الذی لا اله الا ھو الملك القدوس السلام المؤمن المھیمن واشھد ان عیسیٰ بن مریم رُوح الله وکلمتہٗ القاھا الی مریم البتول الطیّبة الحصینة فحملت بعیسیٰ فخلقه الله من روحه ونفخهٖ کما خلق اٰدم بیدہٖ وانی ادعوك وجنودك الی الله عزّ وجل وبلغتُ ونصحتُ فاقبلوا نصیحتی والسّلامُ علٰی من اتّبع الھدٰی۔ نجاشی بادشاہ حبشہ کی جانب اسلام قبول کرو میں تمہاری طرف خدا کی حمد بھیجتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے۔ پاک ہے سارے عیوب سے سالم ہے اپنے رسولوں کی تصدیق کرنے والا ہے اپنے بندوں کو قیامت کے میدان میں امن دینے والا ہے اُن کو مدارج علیا عنایت کرنے والا ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰؑ بن مریمؑ خدا کی رُوح اور کلمہ ہیں۔ خدا نے اس کو مریم بتول پاک محصنہ پر ڈالا جس سے وہ حاملہ ہوئیں تو خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنی رُوح اور نفخ سے پیدا کیا جس طرح آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور میں تم کو اور تمہارے جیش کو خدائے عزّوجل کی طرف بلاتا ہوں میں نے خدا کا حکم پہنچا دیا اور نصیحت کردی تم میری نصیحت قبول کرو۔ اور سلام اُس پر جو راہِ راست کی پیروی کرے۔ اس میں اختلاف ہے۔ کہ یہ نجاشی مسلمان ہوا یا نہیں۔ صاحبِ رحمۃ اللعالمین نے صراحتاً لکھا ہے۔ کہ اس نجاشی کا نام اصحم بن الجبر تھا اور فرمانِ مُبارک پر مسلمان ہوگیا تھا کیونکہ نجاشی نے جو خط حضورؐ کے نامۂ مبارک کے جواب میں لکھا اس میں اپنا اسلام قبول کرنا اور رسول اللہ صلعم کی رسالت کو تسلیم کرنے کا اقرار ہے۔ اس ضمن میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ۹ھ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ہیں جب نجاشی کا انتقال ہُوا تو حضور پُر نُور صلعم نے غائبانہ نمازِ جنازہ پڑھی۔ لیکن علاّمہ شبلیؒ کے نزدیک جس نجاشی کی نمازِ جنازہ حضورؐ نے پڑھی تھی۔ وہ یہ نہ تھا بلکہ سابق نجاشی تھا۔ واللہ اعلم۔
		حضور پُر نُور صلعم نے جو نامہ مبارک اپنے قاصد حضرت سلیط بن عمرو عامریؓ کی معرفت صاحبِ یمامہ ہوذہ بن علی کی طرف ارسال فرمایا۔ اُس کے الفاظ یہ ہیں:۔
		بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط من محمد رسول اللہ الیٰ ہوذہ بن علی سلامٌ علیٰ من اتّبع الھدیٰ واعلم ان دینی سیظھر الیٰ منتھی الخف والحافر فاسلم تسلم و اجعلُ لك ما تحت یدیك۔ — بسم اللہ الرحمٰن الرحیم محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے ہوذہ بن علی کی جانب سلام ہو اس پر جو راہِ راست کی پیروی کرے اور جان لو کہ میرا دین وہاں تک پھیلے گا جہاں تک چوپائے اور گھوڑے جا سکتے ہیں تو اسلام قبول کرو۔ سلامت رہو گے اور جو کچھ تمہارے اختیار میں ہے اُس کا مالک ہم تمہی کو بنا دیں گے۔
		حضرت سلیطؓ بن عمرو عامری جب اس مُہر شدہ خط کے ساتھ ہوذہ بن علی کے پاس پہنچے تو اُس نے نہایت احترام کے ساتھ خط سُنا اور پھر اس کا جواب لکھا:۔
		ما احسن ماتدعوالیہ واجمله والعرب تھاب مکانی فاجعل الیّ بعض الامر اتّبعك۔ — کیسی اچھی اور کیسی بہتر بات ہے جس طرف آپؐ ہمیں بلاتے ہیں۔ عرب میرے مرتبہ کی عزّت کرتے ہیں۔ بعض اختیارات میرے سُپرد کیجئے۔ ہم آپ کی اتباع کریں گے۔

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
ہوذہ بن علی نے حضورؐ کے قاصد حضرت سلیطؓ بن عمرو کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا۔ اُنہیں ہجر کا بنا ہُوا کپڑا پہنایا اور خط دے کر رخصت کیا۔ حضرت سلیطؓ بن عمرو نے واپس آکر جب یہ خط حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو حضورؐ نے خط سُن کر فرمایا:۔ "زمین کا ایک ٹکڑا بھی ہو تو میں نہ دُوں گا" اس کے چند دن بعد ہوذہ کا انتقال ہوگیا۔ حضور پُرنُور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جو خط حارث ابن شمر غسّانی رئیس حدودِ شام کی طرف اپنے قاصد حضرت شجاع بن وہب الاسدیؓ کی معرفت بھیجا اس کے الفاظ یہ ہیں:۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ط من محمد رسول اللہ الی الحارث ابن ابی شمر۔ سلامٌ علیٰ من اتّبع الھدٰی واٰمن بہٖ وصدق وانّی ادعوک الیٰ اَن تؤمن باللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ یبقیٰ لک ملک۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ط محمد رسول اللہؐ کی طرف سے حارث ابن ابی شمر کی جانب سلام ہو اُس پر جو راہِ راست کی پیروی کرے اور اُس پر ایمان لائے اور سچا جانے مَیں تم کو بُلاتا ہُوں اس طرف کہ خدا پر ایمان لاؤ۔ جو ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں۔ تو تمہارا ملک تمہارے پاس باقی رہے گا۔ حارث پہلے تو خط سُن کر بہت بگڑا اور کہا کہ مَیں خود مدینہ پر حملہ کروں گا۔ مگر بعد میں قاصد کو نہایت اعزاز کے ساتھ رخصت کیا لیکن مسلمان نہ ہُوا۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
محرم ۷ھ مطابق مئی جون ۶۲۸ء	۵۸ سال ۱۰ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**غزوۂ خیبر** مورخین و سیرت نگاروں کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ غزوۂ خیبر محرم ۷ھ میں ہوا۔ حضور سرورِ دو عالم صلعم ذوالحجہ میں حدیبیہ سے لوٹ کر مدینہ منورہ تشریف لائے۔ بقیہ ذوالحجہ اور چند روز محرم کے مدینہ میں رہے۔ پھر اسی ماہ میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ مسلمانوں نے چونکہ حدیبیہ سے واپسی کو اپنی پسپائی سمجھا تھا۔ اس لئے یہودی اسے جو کچھ بھی سمجھتے اُس پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ یہودی مسلمانوں کو کمزور خیال کر کے جنگِ احزاب کا داغ مٹانا چاہتے تھے۔ عرب میں خیبر یہودیوں کا گڑھ تسلیم ہوتا تھا۔ کیونکہ اُنہیں یہاں کافی قوت حاصل تھی۔ خیبر کی بستی متعدد قلعوں پر مشتمل اور مدینہ منورہ سے تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر واقع تھی۔ خیبر کی زمینیں بڑی زرخیز تھیں۔ خیبر کے یہودیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے بنو غطفان کے چار ہزار نوجوانوں کو اس شرط پر آمادۂ جنگ کر لیا تھا۔ کہ فتحِ مدینہ کے بعد وہ خیبر کی نصف پیداوار اُن کو دیں گے۔ غرضیکہ یہودیوں نے مسلمانوں سے معرکہ آراء ہونے کے لئے چاروں طرف سازشوں کا جال پھیلا دیا تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اہلِ خیبر کی ان تیاریوں سے پوری طرح آگاہ تھے۔ چنانچہ آپؐ نے مدینہ سے نکل کر یہودیوں سے نبرد آزمائی کا فیصلہ فرمایا۔ کیونکہ آپؐ یہودی لشکر کو مدینہ تک پہنچنے کا موقع نہیں دینا چاہتے تھے۔ حضور پُرنور صلعم نے روانگی کے وقت اُن لوگوں کو غزوہ خیبر

واقعات عظیمہ	عمر مبارک	سن
میں شرکت سے روک دیا جو حدیبیہ میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ آپؐ کا یہ اقدام اللہ تعالےٰ کے اس ارشاد کے تحت تھا۔ سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝ (سُوْرَۃُ الْفَتْح - آیت ۱۵) جب تم لوگ غنیمتیں لینے چلو گے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ کہیں گے ہمیں بھی اجازت دیجئے کہ آپ کے ساتھ چلیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ خدا کے قول کو بدل دیں کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے اسی طرح خدا نے پہلے سے فرما دیا ہے پھر کہیں گے (نہیں) تم تو ہم سے حسد کرتے ہو بات یہ ہے کہ یہ لوگ سمجھتے ہی نہیں مگر بہت کم۔ الغرض آنحضرت صلعم حضرت سباع بن عرفطہ غفاریؓ کو اپنے پیچھے خلیفہ مقرر فرما کر چودہ ۱۴ سو پیدل اور دو ۲ سو سوار صحابہؓ کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ رائتِ اسلام حضرت علیؓ کے ہاتھ میں تھا۔ لشکرِ اسلام کے ساتھ زخمیوں کی مرہم پٹی کے لئے بیس ۲۰ عورتیں بھی تھیں۔ اَزواجِ مطہرات میں سے اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہؓ حضورؐ کی رفیقِ سفر تھیں۔ حضور سرورِ دو عالم صلعم مجاہدین کو ساتھ لے کر صہبا کی وادیوں کو قطع کرتے ہوئے رجیع میں جا کر اُترے۔ مقدمہ لشکر کے سردار حضرت عکاشہ بن محصنؓ اور میمنہ کے سردار حضرت عمر فاروقؓ تھے۔ رات کا وقت تھا مگر حضورؐ شب خون مارنا پسند نہیں فرماتے تھے۔ بس اتنا		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کیا کہ اُس میدان (یعنی رجیع) میں خیمہ زن ہوئے جو بنو غطفان اور اہلِ خیبر کے درمیان تھا۔ بنو غطفان مسلمانوں کی نقل و حرکت کا حال سُن کر اہلِ خیبر کی خبر گیری اور امداد کو روانہ ہوئے۔ مگر آگے بڑھ کر جب اُنہیں معلوم ہوا کہ خود اُن کا گھر خطرے میں ہے تو چُپ چاپ لوٹ گئے۔ حملہ کرنے سے پیشتر حضور سرورِ دو عالم صلعم نے بارگاہِ ربّ العزّت میں دُعا کی کہ:۔ "الٰہی! ہم تجھ سے خیبر کی، خیبر والوں کی اور خیبر کی ہر چیز کی بھلائی چاہتے ہیں۔ الٰہی! تو ہمیں ان کی شرارت سے محفوظ رکھ۔" پھر آپؐ نے حکم دیا کہ کیمپ یہاں ہی رہے گا اور لڑنے کے لئے دستے یہاں سے ہی جاتے رہیں گے۔ حضرت عثمان غنیؓ کو کیمپ کا نگران مقرّر کیا گیا۔ عورتیں اور سامانِ رسد وغیرہ یہاں چھوڑ کر مجاہدین خیبر کی طرف بڑھے۔ پہلا حملہ قلعہ ناعم پر ہوا۔ حضرت محمود بن مسلمہؓ اس دستہ کے افسر تھے۔ حضرت محمود بن مسلمہؓ کی مسلسل جدّ و جہد کے باوجود قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ پانچویں روز آپ ذرا استانے کی غرض سے قلعہ کی دیوار کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے۔ کہ ایک یہودی کنانہ بن الرّبیع نے چکّی کا پاٹ گرا کر آپ کو شہید کر دیا۔ حضرت محمود بن مسلمہؓ کی جگہ اُن کے بڑے بھائی حضرت محمّد بن مسلمہؓ نے مجاہدین کی قیادت کی اور قلعہ فتح ہو گیا۔ اس دوران میں قلعہ صعب پر بھی قبضہ ہو گیا جس کا محاصرہ حضرت خباب بن المنذرؓ نے تین

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
دن سے کیا ہوا تھا۔ اس قلعہ سے مسلمانوں کو اتنا مال ملا کہ سامانِ رسد کی کمی پوری ہوگئی۔ اسی قلعہ سے کافی تعداد میں قلعہ شکن آلات بھی مجاہدین کے ہاتھ لگے۔ دوسرے روز قلعہ نطاۃ بھی فتح ہوگیا۔ اس کا ایک حصہ جو پہاڑی پر واقع تھا اور قلعہ الزبیر کے نام سے موسوم تھا۔ اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام فرما دیا کہ ایک یہودی خود بخود لشکرِ اسلام میں آیا اور بتایا کہ قلعہ کے اندر ایک زمین دوز نالے سے پانی جاتا ہے اگر اس کو بند کر دیا جائے۔ تو قلعہ کی فتح ممکن ہے۔ ورنہ مہینوں لگ جائیں گے۔ چنانچہ پانی بند کر دیا گیا۔ پانی کے بند ہوتے ہی یہودی حصار سے باہر نکل آئے اور قلعہ پر اہلِ اسلام کا قبضہ ہوگیا۔ اس کے بعد قلعہ شق کے ایک حصہ اُبَیّ پر حملہ شروع ہوا۔ حضرت خبابؓ نے غزوان نامی ایک یہودی کو قتل کیا اور ابودجانہؓ نے ایک دوسرے یہودی کو۔ پے در پے قتل سے یہودی گھبرا گئے۔ یہودیوں کی اس گھبراہٹ کو دیکھتے ہوئے حضرت ابودجانہؓ نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے اور بفضل تعالیٰ قلعہ فتح ہوگیا۔ اس کی فتح سے بکریوں اور پارچات کے علاوہ بہت سا دیگر سامان بھی مسلمانوں کے ہاتھ لگا۔ قلعہ شق کا دوسرا حصہ البرّ کہلاتا تھا۔ وہاں کے لوگوں نے مسلمانوں پر پتھر اور تیر برسانے شروع کئے بالآخر مجاہدینِ اسلام نے اُن منجنیقوں سے، جو اُنہیں قلعہ صعب سے ملی تھیں، قلعہ کی دیواروں پر اس قدر سنگ باری کی۔ کہ دیواریں شکستہ ہوگئیں اور مسلمان حصنِ البرّ کی فتح پر کامیاب ہوگئے۔ ایک قلعہ جس کا نام قموص تھا۔ کسی طرح فتح نہیں ہو رہا تھا۔		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
صحابہؓ نے اسے فتح کرنے کے لئے بڑی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ محاصرہ کو بیس۲۰ دن گزر گئے۔ بیسویں۲۰ دن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا کہ کل عَلَم اس شخص کو دیا جائے گا۔ جس سے اللہ اور اُس کا نبیؐ محبّت کرتے ہیں۔ یہ خاص عَلَم حضرت عائشہ صدیقہؓ کی چادر سے بنایا گیا تھا۔		
سب صحابہؓ منتظر تھے کہ قرعہ کس خوش قسمت کے نام نکلتا ہے آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا۔ وہ آنکھیں دُکھنے کی وجہ سے سخت تکلیف میں مبتلا تھے۔ آنحضرت صلعم نے اپنا لعابِ دہن حضرت علیؓ کی آنکھوں پر لگایا جس سے آنکھیں کھُل گئیں اور فوری طور پر ٹیسیں جاتی رہیں حضورؐ نے حضرت علیؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-		
"علیؓ جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو۔ پہلے اسلام کی دعوت دو اور پھر لڑو۔ علیؓ! ایک آدمی بھی اس وقت تمہارے ذریعہ ایمان لے آئے تو بے شمار مالِ غنیمت سے افضل ہے۔"		
قلعہ قموص کا سردار مرحب عرب میں ہزار بہادروں پر بھاری مانا جاتا تھا۔ وہ مقابلہ کے لئے بڑھا۔ ادھر سے حضرت عامرؓ نکلے۔ مرحب نے اُن پر وار کیا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ حضرت عامرؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ مقابلہ پر آئے اور تلوار کے ایک ہی وار سے مرحب کے سر کے دو۲ ٹکڑے کر دئے۔ پھر حضرت علیؓ نے عام حملہ کا حکم دیا اور بتائیدِ ایزدی قلعہ قموص پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔		
قلعہ قموص یہودیوں کی آخری اُمید تھی۔ اس کے ختم ہوتے ہی		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
یہودیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور صُلح کی درخواست کی - جسے رحمۃ اللعالمین ﷺ نے منظور فرما لیا - اور خیبر کی زمینیں نصف بٹائی پر اُنہی کے پاس رہنے دیں - فتح خیبر کے بعد قلعہ قموص کے سردار مرحب کی بھاوج اور سلام بن مشکم کی زوجہ زینب نے آنحضرت صلعم اور چند صحابہؓ کی دعوت کی - کھانے میں زہر ملا دیا - حضور ﷺ نے ایک لقمہ کھا کر کھانے سے ہاتھ روک لیا - بجز حضرت بشرؓ بن براء کے دیگر صحابہؓ نے بھی آپ ﷺ کی اتباع کی - حضرت بشرؓ پر زہر کا اثر ہو گیا جس سے وہ انتقال کر گئے - آنحضور صلعم نے زینب سے اپنا انتقام نہیں لیا - مگر جب تیسرے دن حضرت بشرؓ کا انتقال ہوا تو قصاص میں زینب کو قتل کر دیا گیا - کنانہ بن الربیع بھی حضرت محمود بن مسلمہؓ کو شہید کرنے کی پاداش میں قتل ہوا - اربابِ سیر کے مطابق اس موقعہ پر متعدد فقہی احکام نازل ہوئے اور آنحضرت صلعم نے ان کی تبلیغ فرمائی - یعنی پنجہ دار پرند اور درندہ جانور حرام کر دیئے گئے - اسی طرح گدھا اور خچر بھی حرام ہو گئے - لونڈیوں سے متمتع ہونے کے لئے یہ قید لگا دی گئی - کہ اگر وہ حاملہ ہوں تو وضعِ حمل تک بصورت دیگر ایک مہینہ تک متمتع ہونا جائز نہیں - مزید مالِ غنیمت کی تقسیم سے قبل اُس کا بیچنا بھی منع ہو گیا - اس غزوہ میں اٹھارہ (۱۸) مسلمان شہید اور پچاس (۵۰) زخمی ہوئے - جب کہ دشمن کے مقتولین کی تعداد ترانوے (۹۳) تھی -		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
"	"	**مراجعت اہلِ حبشہ** اسی غزوہ میں حضرت جعفر بن ابی طالب معہ اپنے ساتھیوں کے حبشہ سے خیبر آئے جس وقت یہ حضرات خیبر میں آکر حضور پرنور صلعم سے ملے، خیبر فتح ہو چکا تھا۔ حضرت جعفرؓ سے ملتے وقت حضورؐ نے ان کی آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا:۔ "ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہم کو زیادہ خوشی فتح خیبر کی ہے یا جعفرؓ کے آنے کی"۔ اگرچہ یہ صحابہؓ فتح خیبر کے بعد پہنچے تھے۔ تاہم حضورؐ نے مالِ غنیمت میں انہیں حصّہ دیا مگر اور کسی شخص کو جو معرکہ خیبر میں شریک نہ ہوا، حصّہ نہیں دیا گیا۔
"	"	**وفد اشعریین کا قبولِ اسلام** اشعریین یمن کا ایک معزز اور بہت بڑا قبیلہ تھا۔ جو اپنے جدّ امجد اشعر کی طرف منسوب ہے۔ اہلِ سیر کے نزدیک اس قبیلہ کو اشعر اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ جب اشعر پیدا ہوئے تو ان کے جسم پر بکثرت بال تھے جس کے سبب اشعر کے نام سے موسوم ہوئے۔ ابو موسیٰ اشعری اسی قبیلہ سے تھے۔ اور آپ اپنے لوگوں کے ہمراہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ حبشہ سے ایک ہی کشتی میں آئے تھے آنحضرت صلعم نے اپنے اصحابؓ کو خبر دی۔ کہ ایک ایسی جماعت آرہی ہے۔ جو نہایت رقیق القلب اور نرم دل ہے۔ اور جب اشعریین کا وفد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپؐ نے صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:۔

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
"اہلِ یمن آگئے جن کے دِل نہایت رقیق اور نرم ہیں"۔ (یعنی ان کے دل بالکلیہ پاک اور قبولِ حق میں مستعد ہیں) وفد نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا۔ کہ ہم اس لئے آپؐ کی خدمت میں آئے ہیں۔ کہ تفقّہ فی الدّین حاصل کریں اور تکوینِ عالم کی ابتدا کے متعلق دریافت کریں۔ حضورؐ نے یہ سُن فرمایا:۔ "سب سے پہلے خدا تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا۔ خدا کا عرش پانی پر تھا۔ پھر زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ہر چیز کو لوحِ محفوظ میں لکھ دیا"۔ پھر یہ لوگ حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئے۔ یہ اِن لوگوں کی رقیق القلبی اور قبولِ حق کے لئے وافر استعداد کا نتیجہ تھا کہ مسائلِ کلامیہ کی تحقیق و تدقیق خاندان اشعریین میں نسلاً بعد نسل جاری رہی۔		
اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ سے نکاح	"	"
حضرت صفیہؓ بنتِ حیی بن اخطب بن سعید بن عامر بن عبید بن کعب۔ اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ کا اصل نام زینب تھا۔ صفیہؓ مالِ غنیمت کے اُس بہترین حصّہ کو کہتے ہیں۔ جو امام یا بادشاہ کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے۔ چونکہ حضرت صفیہؓ غزوہ خیبر میں اسی طریقہ کے مطابق حضورؐ پُر نور صلعم کے نکاح میں آئی تھیں۔ اس لئے صفیہؓ کے نام سے مشہور ہوگئیں۔ آپ کا والد حیی یہودیوں کے مشہور قبیلہ بنو نضیر کا سردار اور والدہ بنو قریظہ کے سردار کی بیٹی تھی۔ اس بنا پر حضرت صفیہؓ کو دونوں		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		جانب سے سیادت حاصل تھی۔ آپ کا پہلا نکاح سلام بن مشکم القرظی سے ہوا۔ جو ایک مشہور شاعر اور سردار تھا۔ اس سے طلاق ہو جانے کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق سے عقد کیا۔ کنانہ خیبر کے قلعہ قموص کا سردار تھا۔ اور اسی قلعہ میں بال بچوں سمیت رہائش رکھتا تھا جب غزوہ خیبر میں کنانہ مارا گیا۔ تو حضرت صفیہؓ سمیت اس کے تمام اہل و عیال قید ہو گئے۔ غزوہ خیبر کو تاریخ اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس غزوہ کے بعد یہودی ہمیشہ کے لئے سر اٹھانے کے قابل نہ رہے کیونکہ یہود کے تمام نامی گرامی سردار جن میں حضرت صفیہؓ کے باپ اور بھائی بھی تھے، ہلاک ہو گئے تھے۔ غزوہ خیبر میں جو مالِ غنیمت ہاتھ لگا۔ اس کی تقسیم کے وقت حضرت دحیہ کلبیؓ نے آنحضرت صلعم سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ حضورؐ کے حکم کے تحت حضرت دحیہ کلبیؓ نے حضرت صفیہؓ کا انتخاب کیا۔ مگر چونکہ عزت و وقار کے لحاظ سے حضرت صفیہؓ زیادہ ذی وقعت تھیں۔ اس لئے بعض صحابہؓ نے دربارِ رسالتؐ میں عرض کیا۔ کہ حضرت صفیہؓ بنو نضیر اور بنو قریظہ کی رئیسہ ہونے کی بنا پر حضورؐ کے لئے مناسب ہیں۔ حضورؐ نے یہ مشورہ قبول فرماتے ہوئے حضرت دحیہ کلبیؓ کو دوسری لونڈی عنایت فرمائی اور حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے خود نکاح کر لیا۔ حضرت صفیہؓ کی عمر اس وقت سترہ ۱۷ سال تھی۔ نکاح کے بعد خیبر سے روانگی ہوئی۔ مقامِ صہبا میں رسمِ عروسی ادا ہوئی اور اسی مقام پر دعوتِ ولیمہ کا اہتمام کیا

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
گیا۔ یہاں سے چلتے وقت حضورؐ نے حضرت صفیہؓ کو اپنے اُونٹ پر سوار فرمایا اور خُود اپنی عبا سے اُن پر پردہ کیا۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ حضرت صفیہؓ ازواجِ مطہرات میں داخل ہو گئی ہیں۔ حضرت صفیہؓ بڑی حلیم الطبع اور بے انتہا ضابطہ خاتُون تھیں جس وقت قلعہ قموص فتح ہُوا اور خیبر پر پرچم اسلام لہرانے لگا۔ اور حضرت بلالؓ حضرت صفیہؓ کو حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم کی خدمت میں لے چلے تو راستہ میں آپ کا گزر یہودیوں کی لاشوں پر سے ہُوا۔ انہی مقتولین میں حضرت صفیہؓ کے شوہر کی نعش بھی تھی۔ مگر آپ کی جبین پر شکن تک نہ آئی۔ حضرت صفیہؓ آنحضرت صلعم کو بہت محبُوب رکھتی تھیں۔ جب رسول اللہ صلعم علیل ہُوئے اور تمام ازواجِ مطہرات عیادت کے لئے تشریف لائیں۔ تو حضرت صفیہؓ بصد حسرت و یاس فرمانے لگیں کہ اے اللہ کے نبیؐ! کاش کہ آپؐ کی تمام تکالیف مجھے مل جائیں۔ یہ سُن کر دیگر ازواج مطہرات ایک دُوسرے کو دیکھنے لگیں۔ حضورؐ نے فرمایا "واللہ وہ سچّی ہے" حضرت صفیہؓ نہایت سیر چشم اور فیّاض تھیں۔ آپؓ کا ایک ذاتی مکان تھا۔ وہ بھی آپ نے زندگی میں صدقہ کر دیا تھا۔ حضرت صفیہؓ اسلام سے بے پناہ عقیدت رکھتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ کی ایک لونڈی حضرت عُمر فارُوق اعظمؓ کے پاس یہ شکایت لے کر آئی۔ کہ حضرت صفیہؓ "سبت" (ہفتہ، یہودیوں کا متبرک دن) کی		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		عزت کرتیں اور یہودیوں کو عطیات دیتی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اُن سے اس امر کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ خدا نے جب سے "جمعہ" عطا فرمایا ہے۔ "سبت" کو کبھی پسند نہیں کیا۔ رہے یہودی۔ تو اُن سے میرے قرابت کے تعلقات ہیں اور اس بنا پر میں اُن کو ضرور عطیات دیتی رہتی ہوں۔ پھر اُمّ المومنین حضرت صفیہؓ نے لونڈی سے دریافت کیا۔ کہ تم کو ایسی شکایت کرنے کے لئے کس نے کہا۔ اُس نے عرض کیا شیطان نے۔ آپ چُپ ہو گئیں اور لونڈی کو آزاد کر دیا۔
		آپنے بعمر ساٹھ سال رمضان المبارک ۵۰ھ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔
؍؍	؍؍	**غزوہ وادی القریٰ و تیماء**
		جب خیبر سے فراغت ہوئی۔ تو حضور سرور دو عالم صلعم نے وادی القریٰ کا ارادہ فرمایا۔ کیونکہ وہاں مسلمانوں کی مخالف یہودیوں کی ایک جماعت تھی جس نے اپنے ساتھ کچھ عربوں کو بھی آمادہ کر لیا تھا۔ بہرحال مسلمان جب وہاں پہنچے اور ابھی اطمینان سے رُکنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ اُن لوگوں نے تیر برسانے شروع کر دئے۔ نتیجتہً حضورؐ کے ایک غلام جن کا نام مدعمؓ تھا، شہید ہو گئے اس کے بعد حضورؐ نے صفِ قتال دُرست فرمائی۔ پھر آپؐ نے اہل وادی القریٰ کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو اُن کے مال و جان سے کوئی تعرض نہ ہوگا اور اُن کا معاملہ خدا کے ساتھ رہے گا۔ لیکن وہ برسرِ مقابلہ ہوئے اور اُن میں سے ایک شخص دعوتِ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		مبازرت دیتا ہوا باہر نکلا۔ جسے حضرت زبیر بن العوام نے قتل کردیا۔ دوسرا بھی انہی کے ہاتھوں کیفرِ کردار کو پہنچا اور تیسرا حضرت علیؓ کی تلوار سے واصلِ جہنّم ہوا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے اس روز گیارہ آدمی قتل کئے گئے۔ رسول اللہ صلعم ہر آدمی کے قتل کے بعد اُن کو دعوتِ اسلام دیتے۔ جب نماز کا وقت آتا تو رسولِ کریم صلعم معہ صحابہؓ کے نماز ادا فرماتے اور پھر اُن لوگوں کو خدا اور رسولؐ کی طرف بُلاتے۔ مگر جنگ جاری رہی۔ حتّٰی کہ شام ہوگئی۔ دوسرے دن آفتاب ابھی ایک نیزہ کی بلندی تک ہی پہنچا تھا۔ کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا فرمائی۔ اور کافی مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ جسے حضورؐ نے وہیں تقسیم فرمادیا۔ پھر حضورؐ نے ان پر اپنا عامل مقرّر فرما کر زمین اور درخت یہودیوں کے پاس ہی رہنے دئے۔
		اہلِ تیمار بھی یہودی تھے۔ اُنہوں نے خیبر اور وادی القریٰ کا حال جان کر حضور نبیٔ کریم صلعم سے صُلح کرلی۔ چنانچہ وہ اپنے اموال اور زمین پر بدستور قائم رہے اور اُن سے کوئی تعرّض نہ کیا گیا۔ یہاں چار روز قیام کرنے کے بعد حضورؐ مدینہ کی طرف روانہ ہوئے
״		**واقعہ لیلۃ التعریس**
		وادی القریٰ اور تیمار کی فتح کے بعد جب آپؐ مدینہ منوّرہ واپس ہوئے تو مدینہ کے قریب ایک وادی میں آخرِ شب آرام فرمانے کی غرض سے نزول فرمایا۔ اتّفاق سے کسی کو جاگ نہ آئی حتّٰی کہ آفتاب بلند ہوگیا۔ سب سے پہلے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم بیدار ہوئے اور گھبرا کر اُٹھے۔ پھر صحابہؓ کو جگایا اور وادی سے کُوچ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہاں شیطان ہے۔ پھر حضورؐ نے اس وادی سے نکل کر حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ سنتوں کی ادائیگی کے بعد حضورؐ نے جماعت کرائی اور نماز قضا کر کے پڑھی۔
صفر ۷ھ مطابق جون جولائی ۶۲۸ء	۵۸ سال ۱۱ ماہ ۲۲ دن کے مابین	**سریہ کدید:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت غالب بن عبداللہ الکلبیؓ کو ساٹھ سواروں کے ساتھ بنی الملوح کی جانب کدید بھیجا۔ وہاں پہنچ کر مسلمانوں نے حارث بن مالک بن البرضاء اللیثی کو گرفتار کر لیا۔ اُس نے کہا کہ ہم تو مسلمان ہونے کے لئے آئے ہیں۔ حضرت غالبؓ نے کہا۔ ایسا ہی ہے تو ایک دن رات ٹھہرنے میں کیا نقصان ہے۔ چنانچہ اُسے باندھ کر اور چند حبشی اُس کی نگرانی پر مقرر کر کے اُسے وہیں چھوڑ دیا۔ مجاہدینِ اسلام عصر کے وقت کدید میں پہنچے۔ جب رات زیادہ ہو گئی تو مجاہدین نے کفار پر دھاوا بول دیا۔ جو سامنے آیا قتل ہُوا۔ پھر جانوروں کو ہانک کر چل پڑے۔ کفار نے قوم کو آواز دی اور پھر سب نے اکٹھا ہو کر مسلمانوں کا تیزی سے پیچھا کیا۔ جب مسلمانوں اور کفار کے درمیان وادیٔ کدید رہ گئی۔ تو قدرتِ حق سے یکایک وادی میں سیلاب آگیا۔ جس کی وجہ سے دشمن اُس کنارے پر رہ گیا۔ مسلمان حارث بن مالک اور دوسرا تمام مالِ غنیمت لے کر بسلامت مدینہ پہنچ گئے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
جمادی الآخر ۶ھ مطابق اکتوبر نومبر ۶۲۸ء	۵۹ سال اور ۳-۴ ماہ (تقریباً)	**سریہ حسمی** حضور سرورِ دو عالم صلعم کے قاصد حضرت دحیہ الکلبیؓ قیصر کے پاس دعوتِ اسلام کا خط لے کر گئے ہوئے تھے۔ وہ جب قیصر کے تحائف کے ساتھ واپس ہوئے تو حسمی نے راستہ روکا اور تمام تحائف چھین لیے۔ جب انہوں نے مدینہ پہنچ کر حضورؐ کو اس واقعہ کی خبر دی۔ تو آپؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہؓ کو معہ دحیہ الکلبیؓ کے حسمی کی طرف بھیجا۔ حضرت زیدؓ نے جا کر انتقام لیا۔ انہوں نے تحائف بھی چھین لیے اور ہزاروں جانور اور سینکڑوں قیدی گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ اس سریہ میں پانچ سو مجاہدین بھی حضرت زید بن حارثہؓ کے ساتھ تھے۔
〃	〃	**سریہ تربہ** انہی ایّام میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عمر فاروقؓ کو تیس ۳۰ سواروں کے ساتھ بنی ہوازن کی جانب روانہ فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے پہنچنے پر وہ لوگ بھاگ گئے۔ ایک دوسری مخالف جماعت کا پتہ ملا مگر حضرت فاروق اعظمؓ نے کہا کہ ان سے لڑنے کا ہمیں حضورؐ کی طرف سے حکم نہیں ملا۔ اس لئے بغیر جنگ کئے مدینہ لوٹ آئے۔
〃	〃	**سریہ بنو کلاب** انہی دنوں حضرت صدیق اکبرؓ کو حضورؐ نے بنو کلاب کی طرف بھیجا۔ آپ کے ساتھ سلمہ بن الاکوعؓ بھی تھے۔ اس سریہ میں مسلمان کامیاب رہے۔ دشمن کے کچھ لوگ قتل ہوئے اور کچھ گرفتار کر لئے گئے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
رمضان المبارک ۷ھ مطابق جنوری ۶۲۹ء	۵۹ سال ۶-۷ ماہ (تقریباً)	**سریہ خربہ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جُہینہ کی طرف حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی ایک سریہ بھیجا۔ وہ لوگ جمع ہو کر رات کو مقابلہ پر آئے۔ حضرت اُسامہؓ نے انہیں سمجھایا کہ وہ اطاعت اختیار کریں اور مخالفت سے باز رہیں۔ مگر وہ جنگ پر آمادہ ہوئے۔ تب حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے مسلمانوں کو منظّم کر کے اُن پر ایک زبردست حملہ کیا۔ دریں اثنا حضرت اُسامہؓ نے ایک شخص نہیک بن مرداس کا پیچھا کیا۔ اُس کے قریب پہنچ کر جب آپ نے تلوار اُٹھائی تو اُس شخص نے "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کہا۔ مگر حضرت اُسامہؓ نے اُسے قتل کر دیا۔ جب حضورؐ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی۔ تو آپؐ بہت رنجیدہ خاطر ہوئے اور حضرت اسامہؓ سے فرمایا "کیا تُو نے اُسے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہنے کے بعد قتل کر دیا؟" حضرت اُسامہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اُس نے محض جان بچانے کے لئے ایسا کہا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "تُو نے اس کا دل چاک کر کے تو نہیں دیکھا تھا۔ کہ اُس نے دل سے کہا یا نہیں"۔ حضرت اُسامہؓ بن زیدؓ اس بات پر بہت متأسف ہوئے اور عرض کیا۔ "یا رسول اللہؐ! اب کسی ایسے شخص کو قتل نہ کروں گا۔ جو "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه پڑھ لے"۔ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے بعد۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا۔ آپؐ کے بعد بھی۔
شوال ۷ھ مطابق فروری ۶۲۹ء	۵۹ سال ۷-۸ ماہ (تقریباً)	**سریہ بنی مرّہ** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت بشیر بن سعد انصاریؓ کو تیس ۳۰ مجاہدین کے ساتھ بنی مرّہ کی جانب فدک بھیجا۔ مجاہدین

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نے وہاں پہنچتے ہی اُن کے مال پر دھاوا بول دیا اور اُن کے اُونٹ اور بکریاں وغیرہ ہنکا کر لے آئے۔ اُن لوگوں نے مسلمانوں کا پیچھا کیا۔ راستہ میں آمنا سامنا ہو گیا۔ کفّار کچھ بھاگ گئے اور کچھ گرفتار ہوئے۔ مسلمان مالِ غنیمت لے کر مدینہ منوّرہ پہنچ گئے۔ تصادم میں حضرت بشیر بن سعدؓ زخمی ہونے کی وجہ سے واپس فدک چلے گئے۔ وہاں ایک یہودی کے ہاں رہے اور صحتیاب ہو کر مدینہ واپس ہوئے۔
〃	〃	**سریہ بشیر بن سعد انصاریؓ** آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں حسیل بن نویرہ نے حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ غطفان اور حیّان کے لوگ جمع ہیں اور عیینہ نے اُن کو کہلا بھیجا ہے۔ کہ تم آتے ہو کہ ہم آئیں۔ اُن کا ارادہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ہے۔ حضورؐ نے حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ سے مشورہ کے بعد حضرت بشیر بن سعدؓ کو تین صد مجاہدین کے ساتھ روانہ فرمایا۔ مجاہدین نے وہاں پہنچتے ہی غارت ڈالی۔ دشمن اس خبر سے ہی منتشر ہو گیا۔ مجاہدین اُن کے جانوروں کو لے کر چلے۔ راستے میں عیینہ کا جاسوس ملا۔ جسے قتل کر دیا گیا۔ پھر اُس کی جماعت ملی۔ مگر وہ ان حالات سے بے خبر ہونے کے باعث بغیر کسی تصادم کے آگے بڑھ گئی۔ مسلمانوں کو اُس جماعت کے دو آدمی علیحدہ ملے۔ جنہیں پکڑ کر وہ مدینہ لے آئے۔ یہاں پہنچ کر دونوں مسلمان ہو گئے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
ذیقعد ۷ھ مطابق مارچ ۶۲۹ء	۵۹ سال ۸-۹ ماہ (تقریباً)	**حضورؐ کا عمرہ ——— عمرۃ القضا** غزوہ صلح حدیبیہ ۶ھ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ آئندہ سال آنحضرت صلعم معہ اپنے صحابہؓ کے مکہ میں آکر عمرہ کریں گے اور یہاں تین دن قیام کے بعد مدینہ واپس تشریف لے جائیں گے۔ اس معاہدہ کے مطابق حضورؐ نے عمرہ کا ارادہ کیا اور اعلان فرمایا۔ کہ جو صحابہؓ غزوہ حدیبیہ میں شریک تھے۔ اُن میں سے کوئی ادائے عمرہ سے نہ رہ جائے۔ چنانچہ اُن لوگوں کے سوا جو اس دوران انتقال کر چکے تھے۔ سب حضورؐ کے ہم سفر ہوئے۔ معاہدہ کی شرط کے مطابق کہ مسلمان مکہ میں با ہتھیار داخل نہ ہوں گے، اسلحہ جنگ مکہ سے آٹھ میل دور بطنِ یاجج میں دو سو (۲۰۰) سواروں کی نگرانی میں چھوڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معہ اپنے صحابہؓ کے حرم کی طرف بڑھے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اونٹ کی مہار پکڑے آگے آگے یہ رجز پڑھتے جاتے تھے:۔ "کافرو! سامنے سے ہٹ جاؤ۔ آج جو تم نے اُترنے سے روکا تو ہم تلوار کا وار کریں گے۔ وہ وار جو سر کو خوابگاہِ سر سے علیحدہ کر دے اور دوست کے دل سے دوست کی یاد بھلا دے۔" مسلمان فرض کی ادائیگی اور مذہبی جوش میں بھرے ہوئے تھے۔ اہلِ مکہ کا خیال تھا۔ کہ مدینہ کی آب و ہوا نے مسلمانوں کو کمزور کر دیا ہوگا۔ چنانچہ حضورؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ وہ طواف کے پہلے تین پھیروں میں اکڑ کر چلیں۔ اس طرح چلنے کو "رمل" کہتے ہیں اور

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		یہ سُنّت آج تک قائم ہے۔ اہلِ مکّہ نے اگرچہ حسب معاہدہ عمرہ کی اجازت دے دی تھی۔ مگر ان کی آنکھیں یہ پُرشکوہ منظر دیکھنے کی تاب نہ لا سکتی تھیں۔ اس لئے رُؤسائے قُریش نے عموماً شہر خالی کر دیا اور پہاڑوں پر چلے گئے تین دِن گزرنے کے بعد قُریش نے سہیل بن عمرو اور خویطب بن عبدالعزیٰ کو حضورؐ کی خدمت میں بھیجا۔ کہ معاہدہ کی شرط پُوری ہو چکی ہے۔ اب مسلمانوں کو چاہیئے کہ مکّہ سے نکل جائیں۔ حضورؐ نے یہ پیغام ملتے ہی روانگی کا حکم صادر فرمایا اور حسب معاہدہ شہر خالی کر دیا۔ حضورؐ نے اس دفعہ اپنے پیچھے مدینہ میں حضرت عویف بن الاضبط الدیلی یا ابورُہم غفّاری کو خلیفہ مقرّر فرمایا تھا۔ اور آپؐ کے ساتھ قُربانی کے ساٹھ یا اسّی جانور تھے۔
″	″	**اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ سے نکاح** حضرت میمونہؓ بنتِ حارث بن حزن بن بجیر بن محرم بن رُویبہ بن عبداللہ بن بلال اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ کا اصل نام برّہ تھا۔ حضورؐ کے نکاح میں آنے سے پیشتر میمونہؓ نام رکھا گیا۔ آپ کی والدہ کا نام ہند تھا۔ آپ کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہُوا۔ جب مسعود نے طلاق دے دی۔ تو آپ نے ابورہم بن عبدالعزیٰ سے نکاح کر لیا۔ اُن کے انتقال کے بعد آپ حضورؐ کی زوجیت میں آئیں۔ آپ آنحضرت صلعم کی آخری بیوی تھیں۔ آپ کے بعد حضورؐ نے کسی سے نکاح نہیں فرمایا۔

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
جب حضورؐ اَدائے عمرہ کے لئے مکّہ روانہ ہُوئے تو حضرت عباسؓ نے حضورِ پُرنور صلعم کو اِن سے نکاح پر آمادہ کیا۔ حضورؐ نے احرام کی حالت میں بعوض پانچصد درہم اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ سے نکاح کیا۔ جب آپؐ نے عمرہ سے فارغ ہو کر مقام سرف یعنی مکّہ سے مدینہ کے راستے میں دس میل کے فاصلے پر قیام فرمایا تو رسمِ عرُوسی ادا ہُوئی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے خادم ابو رافع حضرت میمونہؓ کو یہاں ہی لے آئے تھے۔		
حضرت میمونہؓ کے اخلاق وعادات کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہؓ کا ارشاد ہے۔ کہ		
"میمونہؓ ہم میں سب سے زیادہ خدا سے ڈرنے والی اَور صلہ رحمی کا خیال رکھنے والی تھیں"۔		
آپ آنحضرت صلعم کی نہایت صحیح العقیدہ اور راسخ الخیال زوجہ تھیں۔ آپ اَوامر ونواہی کا شدید خیال رکھتی تھیں۔ ایک بار آپ کا ایک رشتہ دار آپ کے پاس آیا۔ اُس کے مُنہ سے شراب کی بُو آرہی تھی۔ آپ نے نہایت سختی سے اُسے جھڑک دیا اَور آئندہ آنے سے منع فرما دیا۔		
یہ عجیب اتّفاق ہے کہ جس مقام پر اُمّ المومنین حضرت میمونہؓ کی رسمِ عرُوسی اَدا ہُوئی تھی۔ وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی یعنی سرف میں آپ کا انتقال ہُوا اَور یہیں آپ دفن ہُوئیں۔		
آپ نے ۵۱ھ میں بعمر اسّی سال انتقال فرمایا۔ جب آپ کی میّت اُٹھائی جانے لگی۔ تو حضرت ابنِ عباسؓ نے کہا:۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"یہ رسول اللہ صلعم کی بیوی ہیں۔ جنازہ کو زیادہ حرکت نہ دو۔ باادب آہستہ سے چلو"
ذوالحجہ ۷ھ مطابق اپریل ۶۲۹ء	۵۹ سال ۹ ماہ ۲۲ دن کے مابین	**سریہ اخرم بن ابی العوجا** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اخرمؓ کو پچاس۵۰ آدمیوں کے ہمراہ بنی سلیم کو دعوتِ اسلام دینے کی غرض سے روانہ فرمایا۔ بنی سلیم نے کہا کہ ہمیں اسلام کی ضرورت نہیں اور تیر اندازی کر کے مسلمانوں کی اس مختصر سی جماعت کو شہید کر دیا۔ صرف حضرت اخرمؓ کو مُردہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ آپ زخموں کی وجہ سے نیم جان ہو گئے تھے۔ بعد میں صحت یاب ہو کر یکم صفر کو مدینہ پہنچے۔
		بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

رسالت مآب

حضرت محمّد رسول اللہ

صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

کی

حیاتِ اقدس کا دس ۱۰ سالہ مدنی دور

واقعاتِ عظیمہ

۸ ؁ھ

(یکم محرّم تا آخر ذوالحجہ)

مطابق

یکم مئی ۶۲۹ ؁ء تا ۱۹ اپریل ۶۳۰ ؁ء

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝ (سورۃ النساء۔ آیت ۶۵)

پس (دیکھو) تمہارا پروردگار اس بات پر گواہ ہے۔ کہ یہ لوگ کبھی مومن نہیں ہو سکتے۔ جبتک ایسا نہ کریں کہ اپنے تمام جھگڑوں قضیوں میں تمہیں اپنا حاکم بنائیں اور پھر (صرف اتنا ہی نہیں بلکہ) ان کے دلوں کی بھی حالت ایسی ہو جائے کہ جو کچھ تم فیصلہ کر دو۔ اس کے خلاف اپنے اندر کسی قسم کی کھٹک محسوس نہ کریں، اور وہ جو کسی بات کو پوری طرح مان لینا ہوتا ہے۔ تو ٹھیک اسی طرح مان لیں۔

عنوانات

واقعاتِ عظیمہ

۸ھ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
صفر ۸ھ مطابق جون ۶۲۹ء	۵۹ سال ۱۱ ماہ ۲۲ دن کے مابین	**حضرت خالد بن ولیدؓ کا قبولِ اسلام**

صلح حدیبیہ کے تقریباً چودہ (۱۴) ماہ بعد قریش مکہ کے فوجی معرکوں کے سپہ سالار اعظم نے مکہ معظمہ سے نکل کر مدینہ منورہ کا رخ کیا اور بارگاہِ نبویؐ میں پہنچ کر اسلام قبول کیا۔

فتح مکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو "سیف اللہ" کے لقب سے نوازا۔ قبول اسلام کے بعد حضرت خالدؓ نے بقیہ زندگی اسلام کی خدمت میں گزاری اور کلمۂ حق کی بلندی و برتری کے لئے اپنی تلوار ہمیشہ نیام سے باہر رکھی۔ یہ ان کے اسی قوتِ ایمانی کا نتیجہ تھا کہ ہر معرکہ میں فتح و کامرانی نے ان کے قدم چومے۔

حضرت خالدؓ کے والد ولید بن مغیرہ قریش کے نامی سردار تھے۔ آپ کی والدہ کا نام لبابہ صغریٰؓ بنت الحارث تھا۔ رشتہ میں ابن عباسؓ کی والدہ لبابہ کبریٰؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کی والدہ لبابہ صغریٰؓ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ۔ حضرت یزید الاصمؓ کی والدہ برزہ بنت الحارث سب حقیقی بہنیں تھیں۔

حضرت خالدؓ اسلام لانے سے پہلے شرفاء قریش میں بڑے محترم خیال کئے جاتے تھے۔ جنگ میں قریش کے سامانِ حرب اور مقدمۃ الجیش کا انتظام آپ ہی کی ذمہ داری تھی۔ آپ کا شمار قریش کے جنگجو اور بہادر لوگوں میں ہوتا تھا۔ جب تک آپ قریش کے ساتھ رہے۔ اسلام کے خلاف پوری قوت سے نبرد آزما رہے مگر جب اسلام قبول کیا تو "اللہ کی تلوار" کہلائے۔ آپ کی تلوار کی تیزی

سن	عمر مبارک	واقعات عظیمہ
		نے عرب، شام اور روم میں آپ کی بہادری کی دھاک بٹھا دی تھی۔ سریہ موتہ کے بعد آپ کے جنگی کارناموں کا ایک عظیم الشان سلسلہ شروع ہوتا ہے۔
〃	〃	**حضرت عمرو بن العاصؓ کا اسلام لانا** یہ اسلام کی بے پناہ کشش اور حقانیت کی دلیل ہے کہ قریشِ مکہ کے عظیم سپہ سالار یعنی حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ ایک ہی دن مسلمان ہوئے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ عرب کے چار ذہین ترین اشخاص میں سے ایک تھے۔ آپ عمر میں حضرت عمر فاروق اعظمؓ سے بڑے تھے۔ آپ کہا کرتے کہ جس رات حضرت عمرؓ بن خطاب پیدا ہوئے۔ وہ ہمیں یاد ہے۔ مشرف باسلام ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سریہ ذات السلاسل میں امیر بنا کر بھیجا۔ آپ آنحضرت صلعم کے وقت میں عمان کے حاکم مقرر ہوئے۔ خلافتِ حضرت عمر فاروقؓ میں آپ نے مصر فتح کیا اور مصر کے ہی حاکم مقرر ہوئے۔ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں آپ حضرت علیؓ سے ناراض ہو کر حضرت امیر معاویہؓ سے مل گئے اور جنگ صفین میں آپ کو حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے ثالث مقرر کیا گیا تھا۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ کسی نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے پوچھا۔ کہ اتنا عقلمند ہونے کے باوجود تم نے اسلام کو سمجھنے میں بڑی تاخیر کی۔ آپ نے جواب دیا کہ ہم ایسی قوم میں تھے۔ جن کو ہم پر تقدم حاصل تھا سب کی رسیاں اُن کے ہاتھ میں تھیں جب

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے۔ تو ان لوگوں نے انکار کیا۔ ہم نے اُن کی تقلید کی۔ مگر جب اختیار ہم لوگوں کے ہاتھ میں آیا۔ تو غور و فکر کیا۔ حق بالکل واضح تھا۔ چنانچہ ہم نے اسلام قبول کر لیا۔
جمادی الاولیٰ ۸ھ مطابق اگست ستمبر ۶۲۹ء	۶۰ سال ۲ ماہ ۲۲ دن کے مابین	**سریہ موتہ (غزوہ موتہ)** موتہ شام کے علاقہ میں ارضِ بلقاء کی ابتدا میں واقع ہے۔ اس جنگ کی وجہ یہ ہوئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حارث بن عمیر ازدیؓ کو خط دے کر حاکمِ شام یا بصریٰ کی طرف بھیجا۔ جنہیں شرحبیل بن عمرو الغسانی نے قتل کر دیا۔ حضورؐ کے نزدیک چونکہ قاصد کا قتل ایک ناقابلِ معافی جرم تھا۔ اس لئے شرحبیل کی یہ قبیح حرکت حضورؐ کو بہت شاق گزری۔ یہ مقام اگرچہ مدینہ سے بہت دُور تھا اور فوج کشی آسان نہ تھی۔ تاہم آپؐ نے تین ہزار مجاہدین حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں موتہ کی جانب روانہ فرمائے۔ لشکرِ اسلام کی روانگی کے وقت آپؐ نے فرمایا:۔ "اگر زید بن حارثہؓ شہید ہو جائیں۔ تو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ امیرِ لشکر ہوں گے اور اگر وہ بھی جامِ شہادت نوش کریں تو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ فوج کی قیادت کریں گے۔" جب مجاہدین کی یہ مختصر سی جمعیت مقامِ معان میں پہنچی۔ تو اُنہیں معلوم ہوا کہ ارضِ بلقاء میں خود ہرقل ایک لاکھ فوج کے ساتھ موجود ہے۔ اس کے علاوہ بنی لخم۔ بنی جذام اور بنی بلقین و بہرا

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
کے ایک لاکھ آدمی بھی ہرقل کی امداد کے لئے جمع ہو گئے ہیں۔ اس خبر پر مسلمان متردّد ہُوئے اور اسی مقام پر دو روز تک رُکے رہے۔ آپس میں صلاح و مشورہ کے بعد آخر یہ طے پایا کہ حضور صلعم کو ان حالات سے آگاہ کر کے مزید کمک بھیجنے کی درخواست کی جائے یا جیسا حضور سرورِ دو عالم صلعم فرمائیں اُس پر عمل کیا جائے۔ مجاہدین کے اس تذبذب کو دیکھتے ہوئے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ نے کہا:۔ "اے لوگو! تم تو شہادت کی طلب میں نکلے ہو اور آج اُسی کو مکروہ سمجھتے ہو۔ ہم قوّت اور تعداد کے بھروسے پر نہیں لڑتے۔ دین کے لئے لڑتے ہیں۔ دو نیکیوں میں سے ایک بہرصورت ہمارے لئے ضروری ہے فتح یا شہادت۔" حضرت عبداللہ بن رواحہ رضؓ کے ان الفاظ نے مسلمانوں میں ایک تازہ رُوح پھونک دی۔ حضرت زید بن حارثہ رضؓ ایک ہاتھ میں تلوار اور دُوسرے میں رائتِ اسلام لے کر اُٹھ کھڑے ہُوئے اور فوج کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ جب بلقاء کی سرزمین میں پہنچے۔ تو معلوم ہُوا کہ مخالفین کی ایک جماعت قریہ مشارف کے پاس موجود ہے۔ مسلمان مقام موتہ پر ٹھہر گئے اور ہرقل کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنے لشکر کی صف بندی کی۔ حضرت زید بن حارثہ رضؓ علمِ اسلام لئے لشکر کے آگے تھے۔ میمنہ میں حضرت قطبہ بن قتادہ رضؓ عذری اور میسرہ میں حضرت عبایہ بن مالک انصاری رضؓ تھے۔ حضرت زید بن حارثہ رضؓ جوشِ جہاد اور شوقِ		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
شہادت میں لڑتے لڑتے دشمن کی صفوں میں گھس گئے اور دشمنانِ اسلام کے نرغے میں پھنس گئے۔ چاروں طرف سے تلواروں اور نیزوں میں گھر کر لڑتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔		
اِن کی شہادت کے بعد حضرت جعفر بن ابی طالب نے رائتِ اسلام اُٹھایا اور دادِ شجاعت دینے لگے۔ یہاں تک کہ آپ کا گھوڑا زخمی ہو کر گر گیا۔ پھر آپ پا پیادہ لڑنے لگے۔ اب آپ دشمن کے نرغے میں تھے اور چاروں طرف سے آپ پر تلواریں برس رہی تھیں۔ اسی حالت میں جب آپ کا دایاں بازو کٹ گیا۔ تو آپ نے عَلَم بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا جب یہ بھی کٹ گیا تو آپ نے جھنڈا گود میں لے لیا اور اسی حالت میں شہید ہو گئے۔ آپ کی شہادت کے بعد رائتِ اسلام حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضؓ نے تھام لیا۔ لڑتے لڑتے آپ بھی شہید ہو گئے۔ لڑائی کا رنگ ابتدا سے ہی بگڑتا نظر آ رہا تھا۔ ان کی شہادت سے میدانِ کارزار کے حالات اور زیادہ مسلمانوں کے خلاف ہو گئے۔		
مخالفین نے خیال کیا کہ اب مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے ہیں جب رائتِ اسلام دشمن نے گرتے دیکھا۔ تو فوراً ادھر جھپٹے۔ مگر اُن کے پہنچنے سے پہلے حضرت ثابت بن قرام رضؓ نے اُٹھا لیا اور مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے بولے :-		
"مسلمانو! کسی ایک شخص کے امیر بنانے پر اتفاق کر لو۔"		
لشکریانِ اسلام نے جواب دیا :-		
"ہم تمہاری امارت پر راضی ہو گئے۔"		
حضرت ثابت رضؓ نے کہا :-		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِمبارک	سن
"مَیں اس کام کو کرنے والا نہیں ہوں۔ تم لوگ خالدؓ بن ولیدؓ کی امارت پر اتّفاق کرلو"۔ مسلمانوں نے اس رائے سے فوراً اتّفاق کر لیا اور حضرت خالدؓ نے آگے بڑھ کر رائتِ اسلام اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بتائیدِ ایزدی یکایک میدانِ جنگ کا نقشہ بدل گیا۔ حضرت خالدؓ نہایت بہادری سے لڑے اور دشمن کو پسپا کر دیا۔ اس دن لڑائی میں حضرت خالدؓ کے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ نعشوں میں سے جب حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کو اٹھایا گیا۔ تو اُن کے جسم کے اگلے حصّہ پر نوّے سے زیادہ زخم تھے۔ اِدھر مدینہ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم اپنے صحابہؓ کو لڑائی کے حالات اس شرح وبسط سے بتلا رہے تھے۔ جیسے آپؐ خود میدانِ جنگ میں موجود ہوں۔ حضرت زیدؓ کی شہادت کی خبر سُناتے ہُوئے آپ نے فرمایا "جعفر نے عَلَم لیا اور شہید ہُوئے"۔ پھر فرمایا۔ "ابنِ رواحہؓ نے عَلَم لیا اور شہید ہُوئے"۔ یہ فرماتے وقت حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا "سیف مِن سیوف اللہ نے عَلَم لیا اور خدا نے مسلمانوں کو فتح دی"۔ جب مسلمان سریہ موتہ سے واپس آئے تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مدینہ سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی دائمی جُدائی کا آپؐ کو بہت صدمہ ہُوا۔ حضورؐ نے اُن کی مغفرت کی دُعا کی اور فرمایا:۔ "اللہ تعالیٰ نے انہیں دو بازو عطا فرمائے ہیں جس سے وہ		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		جنّت میں اُڑتے ہیں۔" اُسی روز سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ "ذوالجناحین" کے لقب سے موسوم ہوئے۔ اسی اعتبار سے بعض انہیں "طیّار" بھی کہتے ہیں۔ سریہ موتہ میں بارہ ۱۲ مسلمان شہید ہوئے۔ اس جنگ میں اگرچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم شریک نہ تھے تاہم اصحابِ حدیث اسے غزوہ موتہ لکھتے ہیں۔
جمادی الآخر ۸ھ مطابق ستمبر اکتوبر ۶۲۹ء	۶۰ سال ۳ ماہ ۲۲ دن کے مابین	**سریہ ذات السلاسل** آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خبر ملی۔ کہ بنی قُضاعہ کی ایک جماعت مدینہ کے اطراف پر حملہ کرنے کے لئے جمع ہوئی ہے۔ حضورؐ نے سفید عَلَم دُرست فرما کر حضرت عمرو بن العاصؓ کو تین سو ۳۰۰ مجاہدین اور تیس ۳۰ گھوڑے دے کر روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں بڑے بڑے مہاجرین و انصار صحابہؓ شامل تھے۔ لشکرِ اسلام رات کو منازل طے کرتا اور دن کو چھپ جاتا۔ جب مسلمان قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ دشمن کی تعداد زیادہ ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت رافع بن مکیث الجہنیؓ کو دربارِ رسالتؐ میں بھیج کر امداد کی درخواست کی۔ حضور سرورِ دوعالم صلعم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو علیحدہ عَلَم عنایت فرما کر دو ۲۰۰ سو آدمیوں کے ساتھ امداد کے لئے بھیجا۔ ان صحابہؓ میں دوسرے مہاجرین و انصار صحابہؓ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضورؐ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ عمرو العاصؓ سے مل کر کام کرنا اور آپس میں اختلاف نہ کرنا۔ جب دونوں لشکر ملے اور نماز کا وقت آیا تو امامت پر کچھ اختلاف

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ہُوا۔ آخر حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے امامت کے فرائض انجام دیئے۔ اَور پھر انہی کی اقتداء میں صحابہ رضؓ نمازیں ادا کرتے رہے۔ متحدہ لشکرِ اسلام نے بنی قضاعہ کا سارا علاقہ طے کیا۔ آخری حد پر بنی قضاعہ کی ایک جماعت ملی جس پر مسلمانوں نے حملہ کیا اَور انہیں منتشر کر دیا۔ ان حالات کی خبر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حضرت عوف بن مالک اشجعی کے ذریعہ پہنچائی گئی۔
رجب ۸ھ مطابق اکتوبر نومبر ۶۲۹ء	۶۰ سال ۴ ماہ ۲۲ دن کے مابین	**سریہ سیف البحر**
		آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضؓ کو تین ۳۰۰ سو مہاجرین و انصار کے ساتھ قبیلہ جہینہ پر حملہ کرنے کے لئے سیف البحر (ساحلِ بحر) کی جانب روانہ فرمایا۔ اس لشکر میں حضرت عُمر فارُوق اعظم رضؓ اَور حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ بھی شامل تھے۔ چلتے وقت حضورؐ نے زادِ راہ کے طور پر صحابہ رضؓ کو ایک تھیلہ کھجوروں کا مرحمت فرمایا۔ جب یہ کھجوریں ختم ہو گئیں۔ تو صحابہؓ نے ہر روز دو ۲ تین ۳ اُونٹ ذبح کر کے دو تین روز تک گزارا کیا۔ لیکن جب حضرت ابو عبیدہ رضؓ نے اُونٹ ذبح کرنے سے منع کر دیا اَور خوراک کے لئے کسی کے پاس بھی کچھ نہ رہا تو مجاہدین نے درختوں کے پتے توڑ توڑ کر کھانے شروع کئے۔ مجاہدین نے کچھ دن اس حالت میں گزُارے۔ کہ دریا سے ایک تودہ جتنی بڑی مچھلی کنارے آ لگی۔ پہلے تو اسے مُردہ سمجھ کر مسلمانوں نے کھانے سے گریز کیا۔ مگر جب حالت اَور زیادہ خراب ہو گئی۔ تو پھر اس بات پر سب متفق ہو گئے کہ ایسی حالت میں تو مُردہ بھی جائز ہے۔ مسلمانوں نے اٹھارہ ۱۸ روز اسی کے گوشت

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		پر گزارے۔ روزانہ ایک بیل جتنا ٹکڑا کاٹتے اور کھاتے۔ رات کو اُسی کی چربی جلا کر خیمے روشن کرتے۔ جب مسلمان مدینہ لوٹ کر آئے اور رسولِ کریم صلعم سے تذکرہ کیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ وہ خدا نے تم لوگوں کے لئے رزق بھیجا تھا۔ اگر اُس میں سے کچھ گوشت ہو تو لاؤ۔ چنانچہ حضورؐ پُرنور صلعم کے سامنے گوشت لایا گیا تو آپؐ نے اُس میں سے تناول فرمایا۔
		اس سریہ میں چونکہ مسلمانوں نے درختوں کے پتّے جھاڑ کر اور پانی میں تر کر کے کھائے تھے اس لئے اسے "سریہ خبط" بھی کہتے ہیں۔ "خبط" کے لغوی معانی "پتّے جھاڑنے" کے ہیں۔
		بعض علماء کے نزدیک یہ سریہ صلح حدیبیہ سے پہلے روانہ کیا گیا تھا۔ اس لئے کہ حضورؐ نے معاہدہ حدیبیہ کے بعد قریش پر حملہ کی غرض سے کوئی سریہ نہیں بھیجا۔ مگر بعض کی رائے میں قریش کی عہد شکنی کے بعد اور فتح مکّہ سے تھوڑا پہلے حضورؐ نے یہ سریہ روانہ فرمایا تھا۔ واللہ اعلم۔
۱۰ رمضان المبارک ۸ھ مطابق یکم جنوری ۶۳۰ء	۶۰ سال ۹ ماہ ۲ دن	**غزوہ فتح مکّہ ــــــ غزوۃ الفتح الاعظم**
		معاہدہ حدیبیہ میں جہاں اور باتیں طے پائی تھیں۔ وہاں ایک یہ بھی تھی۔ کہ جو قبیلہ فریقین میں سے جس سے ملنا چاہے اُسے ملنے کی اجازت ہوگی اور دوسرا فریق مسلمانوں یا قریش مکّہ کے حلیف قبائل سے نہیں اُلجھے گا اور دس سال تک فریقین میں جنگ نہیں ہوگی۔ دو۲ سال تک تو اس معاہدہ کے مطابق عمل ہوتا رہا۔ مگر ۸ھ میں عکرمہ بن ابوجہل نے قبیلہ بنو بکر کو مسلمانوں کے

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
حلیف قبیلہ بنو خزاعہ کے خلاف جنگ پر اُبھارا۔ اس پر بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کر دیا اور مشرکینِ مکّہ نے معاہدہ کو پسِ پُشت ڈالتے ہُوئے اپنے چہروں پر نقابیں ڈال کر بنو خزاعہ کے خلاف جنگ میں بنو بکر کی امداد کی۔ قبیلہ بنو بکر کے چالیس آدمی کسی طرح دربارِ رسالت ﷺ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ اُنہوں نے آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ کہ قُریش نے معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ہمیں خشک گھاس کی طرح روند ڈالا ہے۔ حضورؐ پُرنور صلعم نے یہ حالات سُن کر فرمایا کہ معاہدہ کی پابندی کرانا میرا فرض ہے اور یقیناً مَیں تمہاری دادرسی کروں گا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے قُریش کو پیغام بھیجا کہ بنو خزاعہ کے مقتولین کا خُون بہا ادا کراؤ یا بنو بکر کی امداد سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اگر یہ باتیں منظور نہ ہوں۔ تو پھر معاہدہ کی تنسیخ کا اعلان کر دو۔ مشرکینِ مکّہ نے جواب میں کہلا بھیجا۔ کہ معاہدہ حدیبیہ منسُوخ ہو گیا ہے۔ قُریش نے تاؤ میں آکر یہ جواب تو بھیج دیا۔ مگر جلد ہی اُنہیں اس بات کا احساس ہو گیا کہ اُنہوں نے معاہدہ منسُوخ کر کے غلطی کی ہے۔ چنانچہ قُریش نے ابوسفیان بن حرب کو معاہدہ کی تجدید کے لئے مدینہ روانہ کیا۔ ابوسفیان بن حرب نے مدینہ پہنچ کر معاہدہ کی تجدید کی ہر ممکن کوشش کی مگر حضور سرورِ دوعالم صلعم خاموش رہے۔ دُوسرے کسی کی جُرأت نہ تھی کہ حضورؐ کی مرضی کے بغیر ابوسفیان کی درخواست پر غور کرے۔		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
ابوسفیان پہلے اپنی بیٹی اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہؓ کے پاس گیا اور جب رسول کریم صلعم کے بستر پر بیٹھنے لگا۔ تو اُمّ المومنینؓ نے آنحضرت صلعم کا بچھونا لپیٹ دیا۔ ابوسفیان کو یہ بات ناگوار گزری۔ اُس نے بیٹی سے اس کی وجہ پوچھی۔ انہوں نے فرمایا:۔ "یہ رسول اللہؐ کا بستر ہے اور تم مشرک اور نجس ہو۔ میں نے پسند نہیں کیا۔ کہ تم رسول اللہؐ کے بستر پر بیٹھو۔" یہ سُن کر ابوسفیان وہاں سے چلا آیا۔ ابوسفیان تجدیدِ عہد کے لئے اتنا پریشان تھا کہ اس نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ پیش کش کی کہ اگر امام حسنؓ (جو اس وقت تقریباً پانچ سال کے تھے) صرف اتنا کہہ دیں کہ میں فریقین میں بیچ بچاؤ کراتا ہوں تو آج ہی ہم انہیں عرب کا سردار تسلیم کرلیں گے۔ مگر حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ بچّے ان معاملات میں کیسے بول سکتے ہیں۔ دریں اثنا حضور پرنور صلعم ابوسفیان کی کوششوں کو خاموشی سے دیکھتے رہے۔ آخر ابوسفیان بن حرب خود ہی معاہدہ حدیبیہ کی تجدید کا اعلان کرکے مکّہ لوٹ آیا۔ مکّہ پہنچ کر جب ابوسفیان نے قریش کو تمام حالات سے آگاہ کیا۔ تو مشرکین مکّہ اس تذبذب میں پڑ گئے۔ کہ ابوسفیان کے اس یک طرفہ اعلان کو صلح سمجھیں یا جنگ۔ ادھر مکّہ میں گو مگو کی حالت تھی۔ اور اُدھر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو دس ہزار صحابہؓ کے ساتھ مکّہ کی طرف کوچ فرمایا۔ جب حضورؐ		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		مقام ابواء میں پہنچے۔ تو حضورؐ کے چچا کے لڑکے ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور آپؐ کی پھوپھی عاتکہ کے لڑکے عبداللہ بن ابوامیہ دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے جب ان دونوں کو دیکھا تو منہ پھیر لیا۔
		اُم المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ نے سفارش کی کہ ابوسفیان آپؐ کے چچازاد اور عبداللہ آپؐ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ ان کے قصور سے درگزر فرمائیے۔ لیکن آنحضرت صلعم پر اس سفارش کا کچھ اثر نہ ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا "مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ چچیرے بھائی نے میری ہتک کی۔ رہ گیا میرے پھپھیرے بھائی کا معاملہ تو یہ وہی ہیں جنہوں نے مکہ میں مجھ سے وہ باتیں کہیں جو کسی طرح مناسب نہ تھیں"۔ حضورؐ کی ان باتوں کی خبر جب ابوسفیان اور عبداللہ کو ہوئی۔ تو ابوسفیان نے، جن کے ساتھ ایک چھوٹا سا بچہ بھی تھا، کہا "خدا کی قسم! یا تو رسول اللہ صلعم مجھے اجازت دیں گے یا میں اپنے اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں چلا جاؤں گا اور وہیں بھوکا پیاسا مر جاؤں گا"۔ رسولِ خدا صلعم کو جب ان باتوں کا علم ہوا۔ تو آپؐ کے دل میں دونوں کے لئے رقت پیدا ہوئی اور آپؐ نے انہیں اندر آنے کی اجازت بخشی۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دونوں نے اسلام قبول کیا۔ قبول اسلام کے فوراً بعد ابوسفیان نے فی البدیہہ کہا:۔
		تیری جان کی قسم! جس وقت میں کفر کا جھنڈا لئے ہوئے اس بات کے لئے کوشاں تھا کہ لات و منات اور کفر و شرک کے سوار محمد (صلعم) کے سواروں پر غالب آ جائیں۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تو اُس وقت مَیں قطعی طور پر اُس شخص کی مانند تھا۔ جو گھپ اندھیری رات میں اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار رہا ہو۔ مگر اب میرا وہ وقت ہے کہ ہاتھ پکڑ کر مجھے سیدھے راستے پر لگا دیا گیا اور مَیں اس میں لگ گیا ہوں"۔
		مقام الواء سے چل کر حضورؐ جحفہ پہنچے۔ تو یہاں آپ کے چچا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب معہ اہل وعیال کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت عباسؓ مسلمان ہو کر اور مکّہ سے ہجرت کر کے آئے تھے۔
		حضور سرور دو عالم صلعم چاہتے تھے کہ مکّہ مَیں اس خاموشی سے داخل ہوں کہ اہل مکّہ کو خبر تک نہ ہو۔ سو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ایسا ہی انتظام فرما دیا کہ قریش مکّہ بالکل بے خبر رہے۔ حتیٰ کہ مسلمان مکّہ معظمہ کی سرحد پر پہنچ گئے۔ حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ سے البتہ یہ غلطی ہوئی کہ اُنہوں نے اہلِ مکّہ پر احسان دھرنے اور اپنے عزیز واقارب کو بچانے کے خیال سے ایک خط کے ذریعہ آنحضرت صلعم کی تیاری کی اطلاع اہل مکّہ کو دے دی تھی۔ حضورؐ کو جب بذریعہ وحی اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے فوراً حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ کو قاصدہ مزینہ کنود کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ چنانچہ خط راستے میں ہی قاصدہ سے چھین لیا گیا۔ یہ اگرچہ حضرت حاطبؓ کی شدید غلطی تھی تاہم رحمۃ اللعالمینؐ نے انہیں معاف فرما دیا۔
		حضورؐ معہ صحابہؓ کے جب مر الظہران میں پہنچے تو حکم دیا کہ

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
ہر شخص اپنی علیحدہ آگ روشن کرے۔ اس سے تمام صحرا چمک اُٹھا۔ اسلامی لشکر کی آمد کی خبر قریش تک پہنچ چکی تھی تحقیق کے لئے انہوں نے ابوسفیان بن حرب۔ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ کو بھیجا۔ جب یہ لوگ مقام مرالظہران کے قریب پہنچے تو لشکر دیکھ کر گھبرا گئے۔ حقیقتِ حال کی ٹوہ لگا ہی رہے تھے کہ خیمہ نبویؐ کے دربانوں کی نظر ان پر پڑ گئی۔ جنہوں نے ان کو گرفتار کر لیا۔ حضرت عباسؓ جو گشت پر تھے انہوں نے ابوسفیان اور دربانوں کے درمیان سوال و جواب میں ابوسفیان کی آواز پہچان لی اور اپنے ساتھ خچر پر بٹھا کر رسول کریم صلعم کی طرف امان حاصل کرنے کی غرض سے چل پڑے۔ حضرت عمرؓ کو بھی ابوسفیان کی خبر ہوگئی۔ وہ بھی دربار رسالتؐ میں پہنچ گئے اور ابوسفیان کے قتل کی اجازت چاہی رسولِ کریم صلعم نے ابوسفیان کو صبح کے وقت حاضر کرنے کے لئے فرمایا دوسرے دن جب ابوسفیان کو دربار رسالت مآبؐ میں پیش کیا گیا تو وہ حضور سرورِ دو عالم صلعم کے خُلقِ عظیم سے متاثر ہو کر مسلمان ہوگئے۔ پھر حضورؐ نے حضرت عباسؓ کو حکم دیا کہ ابوسفیان کو کسی ایسی جگہ کھڑا کرو۔ جہاں سے وہ افواج الٰہی کے جلال کا نظارہ کر سکے مجاہدینِ اسلام کے دستے گزرنے لگے۔ جب قبیلہ خضراء میں مہاجرین و انصار کے ساتھ حضورؐ تشریف لائے۔ تو ابوسفیان کی زبان سے بے اختیار سبحان اللہ نکلا۔ یہ دستہ سرتاپا اسلحہ میں غرق تھا۔ ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے کہا کہ اے عباسؓ تمہارے بھتیجے کی		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سلطنت بہت زبردست ہوگئی۔ حضرت عباسؓ نے جواب دیا۔ کہ اے ابوسفیان! یہ سب نبوتؐ کی طاقت ہے۔ انصار کا عَلم حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا وہ جب ابوسفیان کے سامنے آئے تو کہا کہ آج جنگ کا دن ہے۔ آج کعبہ میں خونریزی ہوگی۔ حضورؐ کو جب اس بات کی خبر ہوئی تو فرمایا کہ عبادہ نے غلط کہا آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے۔ اس ارشاد کے بعد حضورؐ نے عَلم حضرت سعدؓ سے لے کر اُن کے بیٹے کو دے دیا۔ مکہ پہنچ کر حضورؐ سرور دو عالم صلعم نے حکم دیا کہ عَلم نبویؐ مقام حجون پر نصب کیا جائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو ارشاد فرمایا۔ کہ فوجوں کے ساتھ وہ بالائی حصّہ کی طرف آئیں اور باقی دستے مختلف اطراف سے مکہ میں داخل ہوں۔ حضورؐ کے اس حکم کی منادی کر دی گئی کہ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا، ابوسفیان کے ہاں پناہ لے گا یا دروازہ بند کر دے گا اُسے امان دی جائے گی۔ تاہم قریش کے ایک گروہ نے حضرت خالدؓ کے دستہ کی مزاحمت کا قصد کیا اور دستہ پر تیر برسائے جس سے دو۲ اصحاب شہید ہوگئے (کرز بن جابر الفہریؓ اور خنیس بن خالدؓ) حضرت خالدؓ نے بھی اپنے دفاع کے لئے مجبور ہو کر حملہ کیا۔ قریش تیرہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ یہ جھڑپ آنحضورؐ کی منشاء کے خلاف تھی۔ مگر جب آپؐ کو معلوم ہوا کہ پہل مشرکین کی طرف سے ہوئی تھی۔ تو حضورؐ نے فرمایا "قضائے الٰہی یہی تھی"۔ حقیقت یہ ہے کہ دفاعی سیاست کی اس سے بہتر اور پاکیزہ تر مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔ مکہ میں فاتحانہ داخلہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
اُونٹ پر سوار تھے۔ آپؐ کے ساتھ آپؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ کے فرزند حضرت اسامہؓ بیٹھے تھے۔ آپؐ اس وقت سُورۂ فتح تلاوت فرما رہے تھے۔ آپؐ اسی شانِ عبُودیت کے ساتھ سیدھے خانہ کعبہ پہنچے اور بیت اللہ کو تین صد ساٹھ ۳۶۰ بُتوں سے پاک کیا۔ حضورؐ خُود چھڑی سے بُت توڑتے جاتے اور ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے :۔ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ — حق آیا اور باطل چلا گیا۔ بے شک باطل اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا۔ — جانے کے لیے تھا۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۸۱) پھر کعبہ کی دیواروں پر جس قدر تصویریں بنی تھیں وہ بھی مٹا دیں۔ طواف کعبہ کے بعد حضورؐ نے کلید بردارِ کعبہ عثمان بن طلحہ سے کلید کعبہ لے کر دروازہ کھلوایا۔ حضورؐ حضرت بلالؓ اور حضرت طلحہؓ کے ساتھ اندر داخل ہوئے۔ کونہ کونہ میں اللہ اکبر کہا اور نماز ادا کی۔ پھر آپؐ نے کلیدِ کعبہ واپس عثمان کے حوالے کر دی اور فرمایا :۔ "تم سے کلید کعبہ وہ لے گا جو ظالم ہوگا" اس دوران میں عمائدینِ مکہ جو مسلسل اکیس ۲۱ برس تک حضورؐ پر نور صلعم اور اہلِ اسلام کو ایذائیں دیتے رہے تھے۔ کعبہ کے باہر جمع ہو چکے تھے۔ حضورؐ نے بظاہر اہلِ مکہ سے مگر درحقیقت تمام عالم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا :۔ "ایک خدا کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اُس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اُس نے اپنے بندہ کی مدد کی اور تمام جتھوں کو تنہا توڑ دیا۔ ہاں تمام مفاخر، تمام انتقاماتِ خُون بہائے قدیم، تمام		

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
خُوں بہا، سب میرے قدموں کے نیچے ہیں۔ صرف حرم کعبہ کی تولیت اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنےٰ ہیں۔"		
"اے قومِ قریش! اب جاہلیت کا غُرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔"		
پھر قرآنِ حکیم کی یہ آیت پڑھی:۔		
يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ۝ (پارہ ۲۶ سورہ الحجرات۔ آیت ۱۳) — لوگو! ہم نے تم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے کہ آپس میں ایک دوسرے سے پہچان لئے جاؤ۔ لیکن خُدا کے نزدیک شریف وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہو۔ خُدا دانا اور واقف کار ہے۔		
خُطبہ کے بعد حضورؐ نے مجمع کی طرف دیکھا اور پُوچھا:۔		
"تُم کو کچھ معلوم ہے؟ مَیں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں"۔		
مشرکین نے جواب دیا:۔		
"تُو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہے"۔		
ارشادِ نبوّت ہُوا:۔		
"تم پر کچھ الزام نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو"۔		
جب ظہر کی اذان کا وقت آیا۔ تو حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ بامِ کعبہ پر چڑھ کر اذان دیں۔ کچھ قریشِ مکّہ دینِ حق کی فتح مبین کا یہ عجیب و غریب منظر پہاڑوں کی چوٹیوں سے دیکھ رہے		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تھے اور زیادہ سردارانِ قریش حرم کے اندر بیٹھے حضور ﷺ کے ارشادات سن رہے تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر حضور ﷺ مقام صفا میں ایک بلند مقام پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ دیا۔ لوگ اسلام قبول کرنے کے لئے آتے اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کرتے۔ مردوں کے بعد مستورات نے بیعت کی۔ ان عورتوں میں ہند بھی تھی جس نے غزوہ اُحد میں حضرت امیر حمزہ رضی کا کلیجہ چبایا تھا۔ اربابِ سیر کا بیان ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اگرچہ اہلِ مکہ کو امان بخش دی تھی۔ تاہم دس اشخاص کے متعلق حکم تھا کہ جہاں ملیں قتل کر دئے جائیں۔ ان میں سات تو خلوص سے ایمان لائے اور اُن کو معافی دے دی گئی۔ باقی تین قتل ہوئے۔ جن میں دو مرد اور ایک عورت تھی۔ ابنِ اسحاق کے مطابق مکہ ۲۰ رمضان المبارک ۸ھ کو فتح ہوا تھا۔ واللہ اعلم۔
۲۵ رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۱۶ جنوری ۶۳۰ء	۶۰ سال ۶ ماہ ۱۷ دن	**سریہ خالد رضی بن ولید** فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ سے باہر کے بتوں کے انہدام کا اہتمام فرمایا۔ چنانچہ لات، منات اور عزیٰ وغیرہ کو منہدم کرنے کے لئے حضور ﷺ نے آدمی بھیجے۔ حضور ﷺ کے حکم سے مکہ کے گلی کوچوں میں یہ منادی کر دی گئی۔ کہ جو شخص خدا اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے۔ وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ رہنے دے۔ نخلہ میں عرب کی نامی اور مشہور دیوی عزیٰ کا صنم خانہ تھا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضورؐ نے حضرت خالدؓ کو تیس۳۰ سواروں کے ساتھ عُزّیٰ کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا۔ حضرت خالدؓ جب یہ کام پورا کرکے واپس آئے۔ تو حضورؐ نے پوچھا کہ تم نے وہاں کچھ دیکھا۔ حضرت خالدؓ نے عرض کیا، نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تب تو صنم خانہ ابھی منہدم نہیں ہوا ہے۔ جاؤ اس کو پھر منہدم کرو۔ حضرت خالدؓ غصے میں ننگی تلوار لئے وہاں پہنچے۔ تو ایک منتشر بالوں والی سیاہ فام برہنہ عورت نکلی اور صنم خانہ کا خادم شور مچانے لگا۔ حضرت خالدؓ نے عورت کو قتل کر دیا۔ اس کے بعد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی۔ حضورؐ نے فرمایا:-
		"ہاں یہ عُزّیٰ تھی اور اب تمہارے ملک میں اس کی پرستش نہ ہوگی"
"	"	سریہ عمرو بن العاصؓ
		آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو قبیلہ ہذیل کا مشہور بُت سواع منہدم کرنے کے لئے بھیجا جب یہ وہاں پہنچے۔ تو صنم خانہ کے خادم نے کہا کہ اگر اسے منہدم کیا گیا۔ تو یہ مدافعت کریگا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے خادم کی اس بات پر بڑا افسوس کیا اور پھر بُت کے قریب جا کر اُسے پاش پاش کر دیا۔ آپ کے ساتھیوں نے بیتِ خزانہ کو گرایا مگر وہاں سے کچھ نہ ملا حضرت عمرو بن العاصؓ نے خادم سے کہا کہ کیا تم نے بُت کا ٹکڑے ٹکڑے ہونا دیکھ لیا؟ اُس نے کہا بے شک! اور پھر کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
سریہ سعد بن زید اشہلیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن زید اشہلیؓ کو قبائل اوس، خزرج اور غسان کا مشہور بُت منات منہدم کرنے کے لئے بھیجا۔ اس بُت کا صنم خانہ مشلل میں قدید کے قریب تھا۔ حضرت سعدؓ کے ساتھ بیس ۲۰ سوار تھے۔ جب آپ وہاں پہنچے۔ تو صنم خانہ کے خادم نے آنے کی وجہ پوچھی۔ آپ نے کہا کہ میں منات کو منہدم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ خادم نے کہا "تم جانو اور وہ"۔ حضرت سعدؓ منات کو گرانے کے لئے بڑھے تو ایک ننگی عورت، جس کے بال منتشر تھے، سینہ کوبی کرتی ہوئی نکلی۔ خادم نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا "منات یہ تیرے نافرمان بندے ہیں"۔ حضرت سعدؓ نے آگے بڑھ کر عورت کو قتل اور منات کو منہدم کر دیا۔	۶۰ سال ۶ ماہ ۱۸ دن	۲۶ر رمضان المبارک ۸ھ مطابق ۱۷ر جنوری ۶۳۰ء
سریہ خالد بن ولیدؓ عزیٰ کے انہدام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو تین سو پچاس ۳۵۰ مہاجر وانصار اور بنی سلیم کے ساتھ دعوتِ اسلام کے لئے بنی جذیمہ کی طرف بھیجا۔ مقاتلہ کا اُن کو حکم نہ تھا۔ وہاں پہنچ کر اُن لوگوں سے حضرت خالدؓ نے پوچھا کہ تم لوگ کیا ہو؟ وہ لوگ صاف طور پر یہ بیان نہ کر سکے کہ وہ مسلمان ہیں۔ بلکہ یہ کہا کہ وہ صابی ہیں۔ یہ اس لئے کہ جو شخص مسلمان ہوتا قریش اُسے صابی کہتے تھے۔ بہر کیف حضرت خالدؓ نے انہیں قتل کیا اور جو باقی رہے انہیں گرفتار کر کے اپنے	۶۰ سال ۶ ماہ ۲۳-۲۴ر دن تقریباً	شوال (ابتدا) ۸ھ مطابق تقریباً ۲۲-۲۳ر جنوری ۶۳۰ء

سن	عمر مبارک	واقعات عظیمہ
		لوگوں میں حفاظت کے لئے بانٹ دیا۔ دوسرے دن آپ نے قیدیوں کے قتل کا حکم دیا۔ انصار و مہاجرین نے تو قیدیوں کو قتل نہ کیا۔ بلکہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں لے آئے۔ مگر بنی سلیم نے حضرت خالدؓ کے حکم کی تعمیل میں اپنی نگرانی میں دئے گئے قیدیوں کو قتل کر دیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو جب حقیقتِ حال کا علم ہُوا۔ تو بیچین ہو گئے اور فرمایا:۔ "خداوندا! مَیں اس سے بری ہوں جو خالدؓ نے کیا۔ خداوندا! مَیں اس سے بری ہوں جو خالدؓ نے کیا"۔ اس کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت علیؓ کو بھیج کر بنی جذیمہ کے مقتولوں کی دِیَت ادا کی اور جن کا مال ضائع ہُوا تھا۔ اُن کے نقصان کی تلافی کی۔ اس واقعہ کی وجہ سے آنحضرت صلعم کچھ روز تک حضرت خالدؓ سے ناراض بھی رہے۔
شوال ۸ھ مطابق جنوری فروری ۶۳۰ء	۶۰ سال ۷ ماہ (تقریباً)	**غزوہ حنین (یا اوطاس یا ہوازن)** حنین مکّہ اور طائف کے درمیان ایک وادی کا نام ہے۔ عرب کا مشہور بازار ذوالمجاز، جو عرفہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ اسی کے دامن میں ہے۔ اس مقام کو اوطاس بھی کہتے ہیں یہاں قبائل ہوازن و ثقیف آباد تھے جو عرب میں نہایت جنگجو اور قادر تیر انداز سمجھے جاتے تھے۔ مؤرخین کے مطابق فتح مکّہ کے بعد جہاں دیگر قبائل کو اسلام کی حقانیت کا یقین ہو گیا اور وہ اس کے دامنِ حفظ و امان میں پناہ ڈھونڈھنے لگے وہاں قبائل ہوازن و ثقیف کا حسد اور بڑھ

سن	عمر مبارک	واقعات عظیمہ
		گیا اور وہ اپنی مشترکہ طاقت سے اسلام کو مٹانے کی فکر کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ سے روانگی کی انہیں خبر ملی۔ تو انہوں نے سمجھا کہ حملہ کا رُخ اُن کی طرف ہے چنانچہ وہ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔ مگر جب مکہ فتح ہوا اور اُن کا اندازہ غلط ثابت ہوا تو اُنہوں سے اس تیاری کو کارآمد بنانے اور مسلمانوں کے متوقع حملہ کے تدارک کے لئے آگے بڑھ کر مسلمانوں پر خود حملہ آور ہونے کا منصوبہ بنایا۔ قبیلہ ہوازن کا سردار مالک بن عوف نصری تھا۔ اُس کی آواز پر قبیلہ ہوازن و ثقیف کی تمام شاخوں کے لوگ جمع ہو گئے۔ البتہ بنی کعب اور بنی کلاب نے شرکت نہ کی۔ مالک بن عوف نصری لشکرِ کفار کا سپہ سالارِ اعظم تھا۔ اس نے رسول خدا صلعم کے خلاف پیشقدمی سے پیشتر لوگوں کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے اہل و عیال اور دیگر مال و متاع اپنے ساتھ لیتے چلیں لوگوں نے اس حکم کی تعمیل کی اور اپنی بستیوں کو خالی چھوڑ کر آگے بڑھنے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان میں ایک عمر رسیدہ اور صاحب تجربہ بزرگ دُرید بن صمّہ بھی تھا۔ جو اگرچہ اپنی پیرانہ سالی کے باعث حس و حرکت تک نہ کر سکتا تھا۔ تاہم لوگوں کو اُس کی رائے اور مشورہ پر بے حد یقین تھا۔ چنانچہ وہ بھی ہودج میں بیٹھا ہوا کفار کے ساتھ تھا۔ جب مشرکین کا لشکر طائف کے شمال مشرق میں کوئی تیس ۳۰ چالیس ۴۰ میل پر مشہور مقام وادی اوطاس میں اُترا۔ تو درید بن صمّہ

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
نے لشکر کے ٹھہرنے کا مقام پُوچھا۔ لوگوں نے وادئ اوطاس بتلایا۔ یہ سُن کر اُس نے کہا۔ کہ یہ زمین گھوڑوں کے لئے اچھی جولانگاہ ہے زمین نہ بہت سخت ہے کہ پاؤں کو کاٹے اور نہ ہی بہت نرم ہے۔ کہ پاؤں دھنس دھنس جائیں۔ پھر اس نے کہا کہ یہ آوازیں کہاں سے آرہی ہیں۔ اُونٹ چلّا رہے ہیں۔ گدھے شور کر رہے ہیں۔ لڑکے رو رہے ہیں اور بکریاں ممیا رہی ہیں۔ لوگوں نے جواب دیا کہ امیرِ لشکر مالک بن عوف نے لوگوں کے ساتھ اُن کے مال و متاع اور اہل و اعیال کو بھی لے لیا ہے۔ درید نے کہا کہ مالک کہاں ہے؟ لوگوں نے مالک کو بُلایا۔ درید بن صمّہ نے مالک سے پُوچھا کہ تُو رئیسِ قوم ہے تمہیں لوگوں کے اہل و اعیال ساتھ لانے کی کیا ضرورت تھی۔ مالک نے جواب دیا۔ کہ ان کو بچانے کی خاطر کوئی شخص میدانِ جنگ سے بھاگ نہ سکے گا۔ درید نے کہا کہ شکست خوردہ بھی کہیں یہ دیکھتا ہے۔ یاد رکھو کہ اگر تم کو فتح ہوئی تو صرف مرد اور ہتھیار کام آئیں گے۔ بصورت دیگر یہ مال و عیال تم کو مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔ پھر درید نے بنی کعب اور بنی کلاب کے متعلق دریافت کیا۔ جب اُسے یہ معلوم ہُوا کہ اُن میں سے کسی نے بھی شرکت نہیں کی تو درید نے کہا۔ کہ جدّ و جہد کی بُنیاد ہی غائب ہوگئی۔ اس نے مالک کو مشورہ دیا کہ تم سب کو وُہی کرنا چاہیئے تھا۔ جو کعب و کلاب نے کیا۔ کیونکہ آج اگر غلبہ اور فتح ہونی ہوتی تو کعب و کلاب کبھی شرکت سے انکار نہ کرتے۔ پھر درید نے مالک سے پُوچھا کہ تم لوگوں کے ساتھ کو ان		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
کون ہے؟ مالک نے کہا۔ عمرو بن عامر اور عوف بن عامر۔ یہ سُن کر درید نے کہا۔ کہ یہ تو نہ نفع پہنچائیں گے نہ نقصان۔ پھر درید نے کہا کہ اے مالک اپنے اہل و عیال کو کسی محفوظ مقام پر رکھ اور آزاد ہو کر دشمن کا مقابلہ کر۔ مگر مالک بن عوف نے اُسے بڑھاپے اور بوڑھی عقل کا طعنہ دے کر خاموش کر دیا۔ عورتوں اور بچوں کی معیت چونکہ درید کی مرضی کے خلاف تھی۔ اس لئے اُس نے کہا۔ "یہ وہ جنگ ہے جس میں نہ میں شریک ہوا اور نہ اس سے بچ سکا"۔		
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب قبائل ہوازن و ثقیف کی یہ خبریں ملیں۔ تو حضورؐ نے حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کو تحقیق حال کے لئے روانہ کیا اور ہدایت فرمائی کہ وہ لشکر کفار میں جا کر رہیں اور اُس وقت تک وہاں ہی رُکے رہیں۔ جب تک کہ انہیں دشمن کے جنگی منصوبوں کا علم نہیں ہو جاتا۔ حضرت عبداللہ رضؓ نے حسب ہدایت عمل کیا اور واپس آ کر دربارِ رسالت مآب ﷺ میں اپنے مشاہدہ کی تفصیل پیش کی۔		
دشمن کی جنگی تیاریوں کا حال سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکرِ کفار کے مقابلہ کا ارادہ فرمایا۔ رسد اور سامانِ جنگ کی فراہمی کے لئے تیس ۳۰ ہزار درہم عبداللہ بن ربیعہ سے قرض اور مکہ کے رئیس اعظم صفوان بن اُمیہ سے سَو زرہیں اور دیگر آلاتِ حرب مستعار لئے۔ اس سامانِ جنگ کے ساتھ حضورؐ نے بارہ ۱۲۰۰۰ ہزار مجاہدین کو حنین کی طرف بڑھنے کا حکم دیا۔ صحابہ رضؓ کرام کو اسلامی فوج کی کثرت پر کچھ فخر محسوس ہوا اور یہ الفاظ بے اختیار		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ان کی زبان سے نکلے "آج کون ہم پر غالب آسکتا ہے"۔ لیکن یہ بات بارگاہِ ربّ العزّت میں پسند نہ ہوئی۔
		الغرض جب اسلامی لشکر حنین پہنچا — اور صبح کی تاریکی ختم ہونے سے پہلے ایک وسیع وادی کے ڈھلوان میں اُترنا شروع کیا تو دشمن جو اسلامی فوج کے پہنچنے سے پہلے وادی کے ہر مخفی گوشے، راستے اور گھاٹی میں بڑھ چکا تھا۔ اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوا۔ دشمن چونکہ ہر قسم کے جنگی سامان سے لیس اور حملہ کے لئے تیار تھا۔ اس لئے اسلامی لشکر اس حملہ کی تاب نہ لاسکا اور مجاہدین شکست کھا کر پیچھے پلٹنے لگے۔ اس اچانک اور غیر متوقع حملہ سے اسلامی فوج میں کچھ ایسی اَبتری پھیلی کہ ایک دُوسرے کو مُڑ کر دیکھنے کی بھی کسی میں ہمّت نہ رہی۔
		اس افراتفری کے عالم میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم ایک جانب ہٹ کر کھڑے ہوگئے اور لوگوں کو آوازیں دے دے کر بلانے لگے۔ "لوگو! کدھر جاتے ہو؟ ادھر میرے پاس آؤ۔ میں اللہ کا رسولؐ اور محمدؐ ابنِ عبداللہ ہوں"۔ مگر لوگ بھاگے چلے جا رہے تھے۔ اور حضورؐ کے ساتھ چند مہاجرین وانصار اور اہلِ بیت کے علاوہ کوئی نہیں رہ گیا تھا۔
		حضرت عباسؓ بن عبدالمطّلب نے، جو آنحضرت صلعم کے ساتھ معہ دیگر صحابہؓ کے موجود تھے، بلند آواز سے حضورؐ کے الفاظ بھاگتے لشکریوں کے کانوں تک پہنچائے۔ آواز سُنتے ہی لشکریوں نے اپنے اپنے اُونٹوں کی باگیں اِدھر موڑ دیں اور تمام فوج دفعتہً پلٹ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		آئی۔ حضور ﷺ اپنی سواری سے اُترے۔ زمین سے ایک مُٹھی مٹّی لی اور کفّار کی طرف پھینکی۔ اللہ کی قدرت کہ دشمن کا کوئی شخص ایسا نہ بچا۔ جس کی آنکھ میں یہ خاک نہ پڑی ہو۔ ادھر اسلامی لشکر نے پلٹتے ہی کفّار پر دھاوا بول دیا۔ کفّار اس حملہ کی تاب نہ لاکر میدانِ جنگ سے بھاگ کھڑے ہُوئے۔ صرف بنو مالک مسلمانوں کے مقابلہ پر جمے رہے۔ جس کے نتیجہ میں اُن کے سّتر آدمی مارے گئے۔ آخر جب اُن کا علمبردار عثمان بن عبداللہ ہلاک ہُوا تو ان کے بھی پاؤں اُکھڑ گئے اور اللہ تعالیٰ کی امداد سے میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔ اس غزوہ کے متعلق قرآن حکیم کا ارشاد ہے :۔ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ۝ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ (پارہ ۱۰۔ سورہ التوبہ۔ آیات ۲۶-۲۷) اور حنین کے دن جبکہ تمہاری کثرت نے تم کو خود پسندی میں ڈال دیا پس وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود وسیع ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی۔ پھر تم پُشت پھیر کر بھاگے اس کے بعد اللہ نے اپنی خاص تسکین اُتاری اپنے رسول ﷺ پر اور اہل ایمان کے قلوب پر اور ایسے لشکر اُتارے جن کو تُم نے نہیں دیکھا اور کافروں کو سزا دی اور یہی سزا کافروں کے لئے ہے۔

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
تمام صحابہؓ کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ اسلامی فوج کے انتشار کے باوجود رسولِ کریم صلعم پیچھے نہ ہٹے اور نہ کوئی ایسی روایت موجود ہے۔ کہ حضورؐ کسی جنگ میں کبھی پیچھے ہٹے ہوں اور نہ ایسا ممکن تھا۔ شانِ نبوّت یہ تھی کہ عین اُس وقت جب کہ لوگ گھبرا کر پیچھے بھاگ رہے تھے رسول اللہ صلعم آگے بڑھنا چاہتے تھے اور اسی لئے حضرت عباسؓ اور ابوسفیانؓ آپؐ کی سواری کی باگ پکڑے ہوئے تھے۔ تاکہ حضورؐ تنہا آگے نہ جائیں۔		
شکست کے بعد ہوازن و ثقیف کا سردار اور سپہ سالار مالک بن عوف نصری ایک جماعت کے ساتھ بھاگ کر طائف چلا گیا۔		
درید بن صمّہ نے کئی ہزار جمیعت کے ساتھ مقامِ اوطاس میں پناہ لی۔ آنحضرت صلعم نے حضرت ابو عامرؓ اشعری کو تھوڑی سی فوج کے ساتھ کفّار کے استیصال کے لئے اوطاس روانہ فرمایا۔ لڑائی میں ابو عامر اشعریؓ درید کے بیٹے کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ ان کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے آگے بڑھ کر حملہ کیا اور دشمن کو قتل کیا۔ درید ایک شتر پر ہودج میں سوار حضرت ربیعہ بن رفیع رضؓ کی تلوار سے اپنے انجام کو پہنچا۔		
اسیرانِ جنگ کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی۔ انہی میں آنحضرت صلعم کی رضاعی بہن حضرت شیماؓ بھی تھیں۔ اُنہوں نے مجاہدین سے کہا۔ کہ مَیں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں۔ لوگ تصدیق کے لئے اُنہیں آنحضرت صلعم کے پاس لائے۔ حضرت شیماؓ نے اپنے شانہ پر ایک نشان دکھایا۔ کہ ایک دفعہ بچپن میں حضورؐ نے اسے		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		دانت سے کاٹا تھا۔ فرطِ محبّت سے حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ حضورؐ نے حضرت شیماؓ کی بے حد عزّت کی اور اُن کی خواہش پر چند شتر اور بکریاں عنایت فرما کر انہیں نہایت احترام و حفاظت کے ساتھ اپنے وطن پہنچا دیا۔
		آنحضرت صلعم نے حنین کے مالِ غنیمت اور اسیرانِ جنگ کے متعلق حکم دیا۔ کہ جعرانہ میں محفوظ رکھے جائیں اور خود طائف کا عزم فرمایا۔
〃	〃	**غزوہ طائف**
		غزوہ حنین کی شکست خوردہ فوج نے طائف میں جا کر پناہ لی اور دوبارہ جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ طائف جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ اپنے دفاع کے لحاظ سے ایک مضبوط قلعے کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی۔ یہاں ثقیف کا جو قبیلہ آباد تھا اُس کی شجاعت و دلاوری کی شہرت تمام عرب میں پھیلی ہوئی تھی۔ پورے عرب میں یہ واحد قبیلہ تھا جو قریش کی ہمسری کا دم بھرتا تھا۔ اس کا سردار ابوسفیانؓ کا داماد عروہ بن مسعود تھا۔
		طائف میں ایک قلعہ تھا۔ اہلِ شہر اور حنین کی شکست خوردہ فوج نے اس کی مرمت کر کے اس کے چاروں طرف منجنیقیں نصب کر دیں اور خود اس میں پناہ گزیں ہو گئے۔
		آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہاں پہنچ کر قلعہ کا محاصرہ فرما لیا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ لشکرِ اسلام نے قلعہ شکن آلات استعمال

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کئے۔ اہل قلعہ نے شدید مدافعت کی اور مجاہدین اسلام پر لوہے کی گرم سلاخیں اور پتھر اس شدت سے برسائے کہ اسلامی لشکر کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ بیس۲۰ دن تک محاصرہ جاری رہا۔ لیکن شہر فتح نہ ہوسکا۔ حضورؐ نے نوفل بن معاویہ دیلمی کو بُلا کر اُن کی رائے پوچھی اُنہوں نے عرض کیا "لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے۔ اگر کوشش جاری رہی۔ تو پکڑ لی جائے گی اور اگر چھوڑ دی جائے تب بھی کچھ اندیشہ نہیں۔" آنحضرت صلعم نے محاصرہ اُٹھا لینے کا حکم دیا۔ صحابہؓ نے دربارِ رسالتؐ میں بنو ثقیف کو بددُعا دینے کے متعلق عرض کیا۔ مگر رحمۃ اللعالمینؐ نے فرمایا:- "اے خدا! ثقیف کو ہدایت کر اور توفیق دے کہ میرے پاس حاضر ہو جائیں۔"
۵ ذیقعد ۸ھ مطابق ۲۴ فروری ۶۳۰ء	۶۰ سال ۷ ماہ ۲۷ دن	**جعرانہ میں آمد** محاصرہ چھوڑ کر حضورؐ جعرانہ تشریف لائے۔ جہاں غزوہ حنین کا بے شمار مالِ غنیمت جمع کیا گیا تھا۔ مورخین کے مطابق مالِ غنیمت چھ۶ ہزار اسیرانِ جنگ، چوبیس۲۴ ہزار اُونٹوں، چالیس۴۰ ہزار بکریوں اور چار ہزار اوقیہ چاندی پر مشتمل تھا۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق حضور سرورِ دو عالم صلعم نے تقریباً دس۱۰ دن تک بنو ہوازن کا انتظار کیا کہ شاید وہ اپنے اہل و عیال اور عزیز و اقارب کو چھڑانے کے لئے آئیں۔ لیکن جب کوئی نہ آیا تو حضورؐ نے مالِ غنیمت تقسیم فرما دیا۔

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
وفد ہوازن کا قبولِ اسلام تقسیمِ غنائم کے بعد ہوازن کا وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جس میں ۹ نو آدمی تھے۔ اراکینِ وفد نے قبولِ اسلام اور آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد اپنے اموال اور اہل و عیال کی واپسی کی درخواست کی۔ حضورؐ نے اِن لوگوں سے فرمایا کہ ہم نے تمہارا بہت انتظار کیا اور اب تو مالِ غنیمت تقسیم ہو چکا ہے ہاں ۲ دو چیزوں میں سے ایک کو اختیار کر لو یعنی مال یا قیدی۔ لوگوں نے قیدیوں کی رہائی کے متعلق درخواست کی۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ خاندانِ بنی ہاشم و بنی المطلب کے حصّے میں جو کچھ آیا ہے۔ وہ سب تمہارا ہے۔ باقی مسلمانوں میں جو کچھ تقسیم ہو چکا ہے۔ اس کے متعلق نمازِ ظہر کے وقت میں تمہارے لئے سفارش کروں گا چنانچہ نمازِ ظہر کے بعد بنی ہوازن کے خطباء نے فصیح و بلیغ تقاریر کے بعد قیدیوں کی رہائی کے لئے مسلمانوں سے عرض کیا۔ حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم نے خطبہ کے بعد ارشاد فرمایا:۔ "تمہارے یہ بھائی ہوازن مسلمان ہو کر آئے ہیں۔ میں نے اپنا اور اپنے خاندان کا حصّہ ان کو دے دیا ہے۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ لوگ بھی ان کے قیدی واپس کر دیں۔ جو شخص خوشی سے ایسا کر دے تو بہتر ہے۔ ورنہ میں بعد میں اس کا معاوضہ دینے کے لئے تیار ہوں"۔ سب مسلمانوں نے عرض کیا کہ ہم بخوشی اس پر راضی ہیں۔ چنانچہ سارے قیدی رہا کر دئے گئے۔	”	”

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
تقسیمِ غنائم میں "تالیفِ القلوب" کے لئے رؤساءِ قریش کو جنہوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا اور ابھی تک تذبذب الاعتقاد تھے، نہایت فیاضانہ انعامات دیئے گئے۔ اس پر انصارِ مدینہ کو رنج ہُوا، اور انصار کے نوجوانوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو جب اِن حالات کا علم ہُوا۔ تو آپؐ نے انصار کو طلب فرمایا اور پُوچھا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ انصار کے سربرآوردہ لوگوں نے تمام حالات لفظ بلفظ حضورؐ کی خدمت میں پیش کر دیئے۔ حضورؐ نے انصار کو مخاطب کر کے بے نظیر خُطبہ ارشاد فرمایا۔ جب حضورؐ اپنے خطاب میں ان الفاظ پر پہنچے:۔		
"اے انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ لوگ اُونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو لے کر اپنے گھر آؤ"۔		
تو انصارِ مدینہ بے اختیار چیخ اُٹھے کہ "ہم کو صرف محمد صلعم درکار ہیں"۔ اکثر انصار اس قدر روئے کہ اُن کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں حضورؐ نے انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے جدید الاسلام لوگوں کو یہ انعام و اکرام اُن کے حق کی بنا پر نہیں بلکہ تالیفِ قلب کے لئے دیا گیا ہے۔		
عمرہ جعرانہ	۶۰ سال	۱۸ ذیقعد
نمازِ عشاء جعرانہ میں ادا کرنے کے بعد حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم عمرہ	۸ ماہ	۸ھ
کرنے کے لئے مکہ روانہ ہوئے اور نمازِ فجر کے وقت بیت اللہ پہنچے۔	۱۰ دن	مطابق
مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ روانہ ہونے سے پیشتر حضورؐ نے حضرت		۹ مارچ
عتاب بن اُسیدؓ کو مکہ کا والی مقرر فرمایا اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو تعلیم		۶۳۰ء

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		دین کے لئے ان کے پاس چھوڑا۔ ان انتظامات سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ معہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ سے روانہ ہوئے اور ۲۷ ذیقعد کو مدینہ منورہ پہنچے۔ حضور ﷺ معہ صحابہ رضؓ کے ۱۰ رمضان المبارک ۸ھ کو مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تھے۔ اس حساب سے آنحضرت صلعم تقریباً دو ماہ اور سترہ دن مدینہ منورہ سے باہر رہے۔
ذیقعد ۸ھ مطابق فروری مارچ ۶۳۰ء	۶۰ سال ۹ ماہ (تقریباً)	**وفد صداء کا قبولِ اسلام** جعرانہ سے واپسی کے بعد حضور سرورِ دو عالم صلعم نے حضرت مہاجر بن ابی امیہ رضؓ کو صنعاء کی طرف حضرت زیاد بن ولید رضؓ کو حضر موت اور حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضؓ خزرجی کو چار سو سواروں کے ہمراہ قناۃ کی جانب روانہ فرماتے وقت حضرت قیس بن سعد کو یہ حکم بھی دیا تھا کہ وہ قبیلہ صداء کے علاقہ سے بھی گزریں۔ سردارِ قبیلہ زیاد بن حارث صدائی کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے دربارِ رسالت ﷺ میں آکر عرض کیا کہ حضور ﷺ اپنے لشکر کو واپس بلالیں۔ میں اپنی قوم کے قبولِ اسلام کا کفیل اور ذمہ دار ہوں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت قیس بن سعد رضؓ کو واپس بلالیا۔ ازاں بعد زیاد بن حارث صدائی پندرہ آدمیوں کا وفد لے کر آنحضرت صلعم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور معہ وفد کے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ پھر آنحضور ﷺ نے زیاد کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا "اے زیاد، تیری قوم تیری بہت زیادہ مطیع و فرمانبردار ہے۔ زیاد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا احسان ہے۔ چنانچہ یہ لوگ دولتِ ایمان سے بہرہ ور ہو کر واپس قبیلہ میں گئے اور بفضلِ ایزدی ان لوگوں کی تبلیغ سے تمام قبیلے میں اسلام پھیل گیا۔ دو سال بعد اسی قبیلہ کے سو آدمی حجۃ الوداع میں شریک ہوئے۔ (وما توفیقی الا باللہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ

رسالت مآبؐ

حضرت محمدؐ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
کی

حیاتِ اقدس کا دس۱۰ سالہ مدنی دور
واقعاتِ عظیمہ

۹ ھ
(عام الوفود)

(محرم تا ذوالحجہ)

مطابق

۲۰؍اپریل ۶۳۰ء تا ۸؍اپریل ۶۳۱ء

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (سورہ التوبہ - آیت ۱۰۳)

(اے پیغمبر) ان لوگوں کے مال سے صدقات قبول کر لو۔ تم قبول کر کے انہیں (بخل و طمع کی برائیوں سے) پاک اور (دل کی نیکیوں کی ترقی سے) تربیت یافتہ کر دوگے۔ نیز ان کے لئے دعائے خیر کرو۔ بلاشبہ تمہاری دعا ان کے دلوں کے لئے راحت و سکون ہے۔ اور اللہ (دعائیں) سننے والا اور (سب کچھ) جاننے والا ہے ؎

عنوانات

واقعاتِ عظیمہ سنہ ۹ھ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
محرّم ۹ھ مطابق اپریل مئی ۶۳۰ء	۶۰ سال ۱۰ ماہ (تقریباً)	**تنظیم زکوٰۃ ـــــــ عاملینِ صدقہ کا تقرّر** فتح مکّہ کے بعد تقریباً تمام جزیرۃ العرب اسلام کے زیرِ نگیں ہو گیا تھا۔ اب حالات کا تقاضا تھا کہ اسلامی قلمرو کے نظم و نسق کی طرف توجّہ کی جائے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے مکّہ مکرمہ سے واپس مدینہ منوّرہ پہنچتے ہی ادھر توجّہ فرمائی اور ۹ھ کے شروع ہوتے ہی اعراب سے صدقات و زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے آپؐ نے آدمی بھیجے۔ ابنِ سعد کہتے ہیں کہ محرم ۹ھ کا چاند دیکھا گیا تو حضورؐ نے قبائل میں عاملینِ صدقہ و زکوٰۃ کو روانہ فرمایا۔ مورخین کے مطابق عاملین و مصدقین زکوٰۃ و صدقات کے نام یہ ہیں:- حضرت عُیَینہ بن حصنؓ فزاری قبیلہ بنی تمیم کی طرف بھیجے گئے۔ اسی طرح حضرت یزید بن الحصینؓ کو اسلم اور غفار کی طرف، حضرت عباد بن بشر الاشہلیؓ کو سلیم و مزینہ کی طرف، حضرت رافع بن مکیثؓ کو جہینہ کی طرف، حضرت عمرو بن العاصؓ کو بنی فزارہ کی طرف، حضرت ضحاک ابن سفیانؓ کو بنی کلاب کی طرف، حضرت بشیر بن سفیانؓ کو بنی کعب کی طرف اور حضرت ابن اللتبۃ الازدیؓ کو بنی ذبیان کی طرف بھیجا گیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے سب کو تاکید کر دی تھی۔ کہ لوگوں کے بہترین اور مرغوب اموال صدقہ میں نہ لئے جائیں۔ ابن اسحاق کے مطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت مہاجر بن ابی اُمیّہؓ کو صنعاء بھیجا۔ حضرت زیاد بن لبید انصاریؓ کو حضرموت کی طرف، حضرت عدی بن حاتمؓ کو قبیلۂ طیئی اور بنی اسد کی طرف، حضرت مالک بن نویرۃؓ کو بنی حنظلہ کی طرف،

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضرت علاءؓ بن الحضرمیؓ کو بحرین اور حضرت علیؓ کو نجران کی طرف بھیجا۔ تاکہ صدقہ جمع کریں اور زکوٰۃ وصول کریں۔
؍؍	؍؍	**سریہ عُیَینہ بن حِصن**
		آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت بشر بن سفیان عدویؓ کو تحصیلِ صدقات کے لئے روانہ فرمایا۔ لوگ زکوٰۃ دینے کے لئے تیار ہو گئے مگر بنو تمیم مزاحم ہوئے اور کہا "خُدا کی قسم یہاں سے ایک اُونٹ بھی نہ جائے گا۔" پھر تلواریں سونت کر لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ حضرت بشرؓ یہ حال دیکھ کر واپس آگئے۔ اس پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت عیینہ بن حصنؓ فزاری کو پچاس سواروں کے ساتھ بنو تمیم کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ لوگ جحفہ سے سترہ(۱۷) میل کے فاصلے پر مقام سقیا میں رہتے تھے۔ حضرت عیینہؓ نے رات کو وہاں پہنچ کر اُن لوگوں پر چھاپہ مارا۔ گیارہ(۱۱) مرد، اکیس(۲۱) عورتیں اور تیس(۳۰) بچے گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ آخر بنی تمیم نے مجبور ہو کر دس(۱۰) آدمیوں پر مشتمل ایک وفد حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم کی خدمت میں روانہ کیا جس میں عطارد بن حاجب، زبرقان بن بدر، قیس بن عاصم اور اقرع بن حابس بھی تھے۔ جب یہ لوگ مدینہ پہنچے۔ تو حضورؐ کے حجرہ مُبارک کے پیچھے کھڑے ہو کر آپؐ کو آوازیں دینے لگے:۔
		"اے محمدؐ، باہر آؤ تاکہ ہم آپؐ سے مفاخرہ اور شاعری میں مقابلہ کریں۔ ہماری مدح زینت ہے اور ہماری مذمّت عیب ہے۔"
		ان لوگوں کا ایسی بے عقلی سے پکارنا اور آواز دینا اللہ تعالےٰ

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
کو ناپسند ہوا۔ چنانچہ اس طرح پکارنے کے امتناع میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (پارہ ۲۶۔ سورہ الحجرات۔ آیات ۴۔۵) تحقیق جو لوگ آپؐ کو حجروں کے پیچھے سے آواز دیتے ہیں۔ اکثر بے عقل ہیں۔ اور اگر یہ صبر کرتے یہاں تک آپؐ ان کی طرف برآمد ہوتے تو اُن کے لئے بہتر ہوتا۔ اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ بہرکیف آنحضرت صلعم حجرہ سے باہر تشریف لائے اور اُسی وقت حضرت بلالؓ نے ظہر کی اذان دی۔ حضورؐ مسجد میں تشریف لے گئے۔ نمازِ ظہر پڑھنے کے بعد حضورؐ مسجد کے صحن میں تشریف فرما ہوئے۔ اِن لوگوں نے کہا کہ ہم مفاخرت کے لئے آئے ہیں۔ آپؐ ہمارے شاعر اور خطیب کو کچھ کہنے کی اجازت دیجئے۔ حضورؐ نے اجازت فرمائی۔ وفد بنو تمیم کے عطارد بن حاجب نے خُطبہ پڑھا اور کہا:۔ الحمد للہ الذی لہ علینا الفضل وھو اھلہ الذی جعلنا ملوکا ووھب لنا اموالا عظاما نفعل فیھا المعروف وجعلنا اعزا اھل المشرق واکثرہ عددا وعدۃ فمن مثلنا فی الناس۔ السنا برؤس الناس وافضلھم حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے ہم کو فضیلت دی۔ اور بادشاہ بنایا اور مال و دولت دی جسے ہم نیک کاموں میں صرف کرتے ہیں اور ہم کو اہلِ مشرق میں سے سب سے زیادہ عزت والا اور کثرت والا اور قوت و شوکت والا بنایا پس لوگوں میں ہم جیسا کون ہے		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		فمن فاخرنا فليعد مثل ما عددنا وانا لو شئنا لاكثرنا الكلام ولكنا نستحي من الاكثار وانا نعرف بذلك اقول هذا لان تأتوا بمثل قولنا و امرا افضل من امرنا۔ کیا ہم لوگوں کے سردار اور اُن سے بالاتر نہیں پس جو ہم سے فخر میں مقابلہ کرنا چاہے تو اس کو چاہیئے کہ ہمارے جیسے مفاخر اور مناقب شمار کرے جیسے ہم نے اپنی مفاخر بیان کئے ہیں اور اگر ہم چاہیں تو اپنے مفاخر کے بارہ میں طویل تقریر کر سکتے ہیں لیکن ہمیں اپنے مفاخر بیان کرنے سے شرم آتی ہے مَیں نے یہ اس لئے کہا ہے کہ اگر کوئی اس کے مثل یا اس سے بہتر لا سکے تو لائے۔ جب عطارد بن حاجب خطبہ دے کر بیٹھ گیا۔ تو آنحضرت صلعم کے حکم سے حضرت ثابت بن قیس بن شماسؓ انصاری کھڑے ہوئے اور فرمایا: الحمد لله الذي السمٰوٰت والارض خلقه قضى فيهن امره ووسع كرسيه علمه ولم يكن شيئ قط الا من فضله ثم كان من قدرته ان جعلنا ملوكا واصطفى خير خلقه رسولا اكرمه نسبا واصدقه حديثا وافضله حسبا وانزل عليه كتابا وائتمنه على خلقه فكان خيرة الله في العالمين ثم دعا الناس الى الايمان حمد ہے اس ذات پاک کی جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور اپنا حکم اس میں جاری کیا اس کا علم تمام کائنات کو محیط ہے جو کچھ بھی ہے وہ اس کے فضل سے ہے پھر اس کی قدرت نے ہم کو بادشاہ بنا دیا اور بہترین خلائق کو رسول بنا کر بھیجا جو تمام مخلوق میں حسب و نسب میں سب سے بڑھ کر ہے اور خدا نے اُن پر ایک کتاب نازل کی اور ان کو تمام مخلوق پر امین بنایا پس وہ تمام جہان میں سب سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ بندہ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		به فآمن بر سول الله صلى الله عليه وسلم المهاجرون المهاجرون من قومه وذوي رحمه اكرم الناس فعالاً ثم كنا اول الخلق اجابة واستجابة لله حين دعا رسول الله فنحن انصار الله ووزراء رسول الله صلّى الله عليه وسلم نقاتل الناس حتى يؤمنوا بالله فمن آمن بالله ورسوله منع ماله ودمه ومن كفر جاهدناه في الله ابدا وكان قتله علينا يسيرا اقول قولي هذا واستغفر الله لي و للمؤمنين والمؤمنات والسلام عليكم۔ ہیں پھر اُس اللہ کے رسولؐ نے تمام لوگوں کو ایمان کی دعوت دی پس اس رسولؐ پر سب سے پہلے مہاجرین ایمان لائے جو آپ کے قوم کے لوگ ہیں اور آپ کے رشتہ دار ہیں اور حسب و نسب اور وجاہت میں سب سے بڑھ کر ہیں اور باعتبار افعال و اعمال کے بھی سب سے بہتر ہیں پھر مہاجرین کے بعد ہم انصار نبیؐ کی دعوت قبول کرنے میں اور لوگوں سے مقدم ہیں ہم انصار اللہ کے دین کے مددگار ہیں اور رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے وزیر ہیں ہم لوگوں سے اس وقت تک جہاد و قتال کرتے ہیں کہ جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں لیکن جو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئے اُس نے اپنی جان و مال کو محفوظ کر لیا۔ اور جس نے کفر کیا اس سے ہم خدا کی راہ میں جہاد و قتال کریں گے اور اس کا قتل ہم پر آسان ہے یہ ہے جو مجھے کہنا تھا اور میں خدا تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمام مؤمنین اور مؤمنات کے لئے مغفرت کی دعا کرتا ہوں والسلام۔ جب حضرت ثابت بن قیس انصاریؓ خطبہ سے فارغ ہو کر بیٹھے تو بنو تمیم کا شاعر زبرقان بن بدر کھڑا ہوا اور اپنی قومی مفاخر

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کا قصیدہ پڑھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت حسّان بن ثابتؓ کو جواب دینے کا حکم دیا۔ حضرت حسّان نے فی البدیہہ ایک زبردست قصیدہ جواب میں پڑھا۔ وفد تمیم کے ایک رُکن اقرع بن حابس نے کہا۔ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کا خطیب ہمارے خطیب سے اور حضور ﷺ کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے۔ پھر سب مسلمان ہو گئے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ان کو انعام دیا اور سب قیدی واپس کر دیے۔
صفر سنہ ۹ھ مطابق مئی۔ جون سنہ ۶۳۰ء	۶۰ سال ۱۱ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	**سریہ قطبہ بن عامرؓ** ابنِ سعدؒ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت قطبہ بن عامرؓ کو بیس ۲۰ آدمیوں کے ساتھ مقام تبالہ کی طرف بھیجا۔ جہاں خثعم کا ایک قبیلہ رہتا تھا۔ مجاہدین نے وہاں پہنچ کر ایک شخص کو پکڑا اور اُس سے کچھ باتیں دریافت کیں۔ وہ شخص پہلے تو گونگا بن گیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد چیخ چیخ کر اپنے لوگوں کو متنبہ کرنے لگا۔ مجاہدین اُسے قتل کر کے وہیں ٹھہرے رہے۔ جب قبیلہ کے لوگ سو گئے تو مسلمانوں نے حملہ کر دیا۔ بڑی خُونریز لڑائی ہُوئی۔ فریقین کے کافی لوگ زخمی و قتل ہُوئے۔ مسلمانوں کے امیر حضرت قطبہ بن عامرؓ نے بھی جامِ شہادت نوش کیا۔ آخر مجاہدین نے دشمن پر غلبہ حاصل کر لیا اور اُن کی عورتیں، اُونٹ اور بکریاں پکڑ کر مدینہ لے آئے۔ ابنِ قیمؒ کے مطابق جب مسلمان جانور اور قیدی عورتیں لے کر وہاں سے روانہ ہُوئے۔ تو خثعم کے لوگوں نے اُن کا تعاقب کیا۔ مگر قُدرتِ حق سے اُسی وقت فریقین کے درمیان ایک سیلابِ عظیم حائل ہو گیا۔ جس کو دشمن عبُور نہ کر سکا۔ اس طرح مسلمان معہ قیدیوں کے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
"	"	بسلامت مدینہ پہنچ گئے۔ **وفد عذرہ کا اسلام قبول کرنا** انہی دنوں یمن کے قبیلہ عذرہ کے بارہ ۱۲ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اس میں حضرت حمزہ بن النعمانؓ بھی تھے۔ رسول اللہ صلعم نے وفد سے دریافت فرمایا کہ آپ لوگ کس قوم کے ہیں۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ بنی عذرہ ہیں۔ جو ماں کی طرف سے قصیّ کے بھائی تھے۔ ہم ہی نے قصیّ کا ساتھ دیا اور بنو خزاعہ اور بنی بکر کو بطنِ مکّہ سے نکالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا "مرحبا اَہلاً وسَہلاً"۔ وفد کے تمام اراکین نے اسلام قبول کیا۔ رسولؐ اللہ نے ان کو فتحِ شام کی بشارت دی۔ اور اس ملک سے ہرقل کے بھاگ جانے کی خبر دی۔ پھر آنحضرت صلعم نے اُنہیں کاہنوں سے سوال کرنے اور اُن کا ذبیحہ کھانے سے منع فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ تم پر فقط قربانی ہے۔ یہ لوگ چند روز رملہ کے مکان میں ٹھہرنے کے بعد وطن واپس ہوئے۔ آنحضرت صلعم نے روانگی کے وقت ان لوگوں کو ہدایا اور تحفے تحائف عطا فرمائے۔
ربیع الاوّل ۹ھ مطابق جون جولائی ۶۳۰ء	۶۱ سال تقریباً	**وفد بَلی کا قبولِ اسلام** اس ماہ میں وفد بَلی آنحضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ آنحضور صلعم نے فرمایا:۔ الحمد للہ الذی ھدٰی اکم ‖ تمام تعریف خدا کے لئے ہے جس نے

واقعات عظیمہ	عمر مبارک	سن
للاسلام فکل من مات علی ۔ تم کو اسلام کی ہدایت دی۔ جو شخص اسلام غیر الاسلام فھو فی النّار ۔ کے سوا اور کسی دین پر مرا وہ جہنمی ہے۔ وفد کے رئیس ابو الضبیب نے رسولِ خدا صلعم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ مجھے ضیافت کھلانے کی بڑی رغبت ہے۔ تو کیا اس میں میرے لئے کوئی اجر ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ہاں ہر اچھا کام جو تم غنی کے لئے کرو یا فقیر کے لئے صدقہ ہے۔ پھر انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! مہمانی کی مدّت کتنی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا "تین دن، اس کے بعد صدقہ ہے۔ مہمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ میزبان کو تنگی میں ڈالے"۔ وفد کے لوگ تین دن ٹھہر کر واپس ہوئے۔ حضورؐ نے چلتے وقت وفد کو زادِ راہ عطا فرمایا۔		
سریہ ضحاک بن سفیانؓ کلابی	؍؍	؍؍
آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے حضرت ضحاک بن سفیانؓ بن عوف کی قیادت میں مسلمانوں کی ایک جماعت بنی کلاب کی طرف بھیجی۔ اس جماعت میں حضرت اُصیدؓ بن سلمہ بھی شامل تھے۔ زج کے مقام پر فریقین کے درمیان جنگ میں کفّار کو شکست ہوئی۔ اس مقام پر ایک کنوآں تھا۔ اس پر حضرت اُصید بن سلمہؓ اپنے باپ سلمہ سے ملے۔ حضرت اُصیدؓ نے سلمہ کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر سلمہ نے اس کے جواب میں حضرت اُصیدؓ اور اُن کے دین کو گالی دی۔ اس پر حضرت اُصیدؓ نے سلمہ کے گھوڑے پر تلوار سے وار کیا۔ گھوڑا گر گیا اور خود سلمہ نیزے کے بل پانی میں جا پڑا۔ حضرت		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیم
		اُصیدؓ نے اپنے باپ کو وہیں روکے رکھا۔ حتیٰ کہ ایک دوسرے مسلمان نے آگے بڑھ کر اُسے قتل کر دیا۔
"	"	سریہ علقمہ بن مُجزز مدلجیؓ
		آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو خبر ملی کہ جدّہ میں کچھ حبشی آئے ہیں۔ جو بحری ڈکیت ہیں اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتے ہیں حضورؐ نے تین سَو آدمیوں کے ساتھ حضرت علقمہ بن مُجززؓ کو ان حبشیوں کے تعاقب میں روانہ فرمایا۔ حبشیوں کو جب مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ہوئی تو بھاگ گئے اور جزیرہ میں جاکر کہیں رُوپوش ہوگئے۔
		مسلمان جب وہاں سے لوٹے تو فوج کے کچھ لوگوں نے واپسی میں عجلت کی۔ حضرت علقمہؓ کو جب یہ بات معلوم ہوئی۔ تو آپ نے آگ جلا کر عجلت کرنے والے مسلمانوں کو اُس میں کُود جانے کا حکم دیا۔ بعض اصحاب جب تعمیلِ حکم پر آمادہ ہوگئے۔ تو حضرت علقمہؓ نے اسے محض مذاق کہہ کر اُنہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ اِن لوگوں میں حضرت عبداللہ بن حُذافہ القرشیؓ بھی تھے۔ مدینہ منوّرہ واپس پہنچ کر جب مسلمانوں نے اس بات کا ذکر دربارِ رسالتمآب ؐ میں کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو تمہیں معصیّت کا حکم دے۔ اُس کا حکم نہ مانو۔
		بعض سیرت نگاروں کے نزدیک اس سریہ کے امیر حضرت عبداللہ بن حُذافہؓ تھے اور اُنہوں نے ہی آگ میں کُود جانے کا حکم دیا تھا۔ واللہ اعلم۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
ربیع الآخر ۹ھ مطابق جولائی اگست ۶۳۰ء	۶۱ سال ایک ماہ (تقریباً)	**سریہ بنو طئی** اس ماہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت علیؓ کو ڈیڑھ سو ۱۵۰ مجاہدین کے ساتھ قبیلہ طےؔ کا مشہور بُت قلس منہدم کرنے کے لئے روانہ فرمایا۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر فجر کے وقت قبیلہ طئی پر حملہ کیا اور بُت خانہ منہدم کرکے عورتیں، اونٹ اور بکریاں گرفتار کرلیں۔ قیدی عورتوں میں مشہور سخی حاتم طائی کی لڑکی سفّانہ بھی تھیں۔ ان کے بھائی عدی بن حاتم لشکر اسلام کی خبر سنتے ہی شام بھاگ گئے تھے۔ قیدی گرفتار کرکے جب مدینہ لائے گئے۔ تو مسجد کے قریب خطیرہ میں اُتارے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب اِدھر سے گزرے۔ تو حاتم طائی کی بیٹی نے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ "یارسول اللہ! میرے باپ کا انتقال ہوگیا اور خبر گیر چھوڑ کر غائب ہوگیا۔ میں ضعیفہ ہوں اور کسی خدمت کے لائق نہیں۔ مجھ پر احسان فرمائیے خدا آپ پر احسان کرے گا۔" حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تیرا خبر گیر اور سرپرست کون تھا؟ سفّانہ نے عرض کیا۔ میرا بھائی عدی بن حاتم۔ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ "وہی جو اللہ اور اُس کے رسولؐ سے بھاگا ہے۔ بہتر ہے مَیں تجھ پر احسان کرتا ہوں۔ مگر جانے میں جلدی نہ کرو۔ مَیں چاہتا ہوں کہ تمہاری قوم کا کوئی قابلِ اطمینان شخص مل جائے تو اُس کے ہمراہ تم کو بھیج دوں۔" چنانچہ دو تین ہی روز کے بعد قبیلہ طئی کے کچھ آدمی مل گئے جو شام جا رہے تھے۔ حضورؐ نے ازراہِ لطف وکرم زادِ سفر، سواری اور کچھ جوڑے دے کر ان کو رخصت فرمایا۔ سفّانہ بنتِ حاتم مشرف باسلام ہوگئیں

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ

اور حضورؐ کی عنایات کا شکریہ ادا کرتے ہوئے عرض کرنے لگیں۔

شکرتك يد افتقرت بعد غنى ولا ملكتك يد استغنت بعد فقر واصاب الله بمعروفك مواضعه ولا جعل لك الى لئيم حاجة ولا سلب نعمة عن كريم الا وجعلك سببا لردها عليه۔

خدا کرے وہ ہاتھ تیرا ہمیشہ شکر گزار رہے جو خوشحالی کے بعد فقیر اور خالی ہوا ہو اور وہ ہاتھ آپؐ پر کبھی قابو نہ پائے جو فقر کے بعد امیر ہوا ہو اور خدا کرے آپؐ کو کبھی کسی کمینہ سے کوئی ضرورت نہ پیش آئے اور خدا کسی شریف کی نعمت سلب کرے مگر آپؐ کو اس کی واپسی کا وسیلہ اور ذریعہ بنائے۔

سفانہ جب شام پہنچ کر اپنے بھائی سے ملی اور تمام حالات بیان کئے۔ تو عدیؔ بن حاتم نے اپنے متعلق بہن کی رائے پوچھی۔ سفانہ نے جواب دیا:۔

ارى والله ان تلحق به سريعا فان يك نبيا فللسابق اليه فضيلة وان يك ملكا فلن تزال فی عز وانت انت۔

خدا کی قسم میں یہ مناسب سمجھتی ہوں کہ تم جلد از جلد جا کر اُن سے ملو اگر وہ نبیؐ ہیں تو اُن کی طرف دوڑنا اور سبقت کرنا باعث فضیلت ہے اور اگر بادشاہ ہیں تو ہمیشہ کے لئے باعثِ عزت ہے اور تُو تو، تُو ہی ہے۔

عدیؔ نے یہ سُن کر کہا "خدا کی قسم رائے تو یہ ہے"

بعد ازاں عدیؔ بن حاتم آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
جمادی الاول ۹ھ مطابق اگست ستمبر ۶۳۰ء	۶۱ سال ۲ ماہ (تقریباً)	**سیّدنا ابراہیمؑ بن رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پیدائش** سیّدنا ابراہیمؑ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حضرت ماریہ قبطیہؓ کو آنحضرت صلعم کے ہمعصر شاہِ مصر مقوقس نے خدمتِ نبویؐ میں بھیجا تھا حضرت ماریہ قبطیہؓ قبطی نسل سے تھیں۔ سیّدنا ابراہیمؑ کی ولادت کی اطلاع جب حضرت سلمٰی دایہ کے شوہر حضرت ابو رافعؓ نے دربارِ رسالت مآبؐ میں پہنچائی تو حضورؐ نے اس خوشخبری پر انہیں ایک غلام عطا فرمایا اور بچہ کا نام اپنے جدِ بزرگوار حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ کے نام پر "ابراہیمؑ" رکھا۔ حضرت اُمِ بردہ بنت المنذرؓ نے اِن کو دودھ پلایا۔ جس کے صلہ میں آنحضرت صلعم نے انہیں ایک قطعہ نخلستان عنایت فرمایا۔ سیّدنا ابراہیمؑ ابھی ایامِ رضاعت میں تھے کہ حورانِ خُلد کی آغوش میں آرام کرنے کے لئے جنّت کو سدھارے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے جب آخری وقت میں سیّدنا ابراہیمؑ کو دیکھا تو وُہ چند لمحوں کے مہمان تھے۔ حضورؐ نے ان کو گود میں اُٹھایا اور زبانِ مُبارک سے فرمایا:۔ "ابراہیمؑ! حکمِ الٰہی کے سامنے ہم تیرے کس کام آسکتے ہیں؟" پھر ارشاد فرمایا:۔ "ہم جانتے ہیں کہ موت تو امرِ حق ہے اور وعدہ صدق ہے ہم جانتے ہیں کہ پیچھے رہ جانے والے بھی پہلے جانے والوں کے ساتھ جا ملیں گے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تب ہم ابراہیمؑ

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کا اَلم اس سے بھی زیادہ کرتے۔ آنکھ میں نم ہے۔ دِل میں غم ہے۔ مگر ہم کوئی بات ایسی نہ کہیں گے جو اللہ کو ناپسند ہو۔"
		اتّفاق سے جس روز سیّدنا ابراہیمؑ کا انتقال ہُوا۔ اُسی روز سُورج گرہن بھی ہُوا۔ زمانۂ جاہلیت میں اہلِ عرب کا اعتقاد تھا کہ کسوف و خسوف کسی بڑے آدمی کی موت سے ہُوا کرتا ہے۔ اس واقعہ پر مسلمان بھی دبی زبان سے کہنے لگے کہ سُورج سیّدنا ابراہیمؑ کی موت سے گہنایا گیا۔ آنحضرت صلعم نے جب یہ سُنا۔ تو یہ خُطبہ دیا:۔
		"سُورج اَور چاند کسی بھی انسان کی موت سے نہیں گہناتے۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں۔ جب تم گہن دیکھو تو نماز پڑھا کرو۔"
		اکثر سیرت نگاروں نے سیّدنا ابراہیمؑ کی ولادت کا ذکر ذوالحجہ ۸ھ کے واقعاتِ عظیمہ میں کیا ہے۔ مگر مؤلف رحمۃ اللعالمینؒ نے ٹھوس دلائل کے ساتھ ان کی ولادت جمادی الاوّل ۹ھ، وفات ۲۹ شوال ۱۰ھ اَور عُمر پُورے اٹھارہ ۱۸ ماہ لکھی ہے۔ واللہ اعلم۔
رجب ۹ھ مطابق اکتوبر اور نومبر ۶۳۰ء	۶۱ سال ۴ ماہ ۲۲ دن کے مابین	**غزوہ تبوک** (حضورؐ کا آخری اَور عظیم الشّان غزوہ)
		جنگ موتہ کے بعد رُومیوں نے عرب پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ غسّانی خاندان جو مذہبًا عیسائی اَور رُومی سلطنت کے زیرِ اثر تھا۔ قیصر رُوم کی طرف سے اس مہم پر متعیّن ہُوا۔ شام کے نبطی سوداگر جو روغن زیتون وغیرہ فروخت کرنے کے لئے مدینہ منوّرہ آیا

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
کرتے تھے۔ اُنہوں نے شام میں رُومیوں کے ایک لشکرِ جرّار کے جمع ہونے اور کیل کانٹے سے لیس بلقاء تک پہنچ جانے کی خبر دی۔ مزید بتایا کہ اس فوج میں قبائل لخم، جذام اور غسّان بھی شریک ہو گئے ہیں۔ اس پر مستزاد عرب کے عیسائیوں نے ہرقل کو لکھ بھیجا تھا۔ کہ محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) انتقال کر گئے ہیں اور عرب قحط کی شدّت کے باعث بھوکوں مر رہے ہیں۔ چنانچہ ہرقل نے اِن حالات کے پیشِ نظر عرب پر حملہ کرنے کے لئے چالیس ہزار فوجیوں پر مشتمل ایک لشکر روانہ کیا۔ یہ خبریں عرب کے طول و عرض میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئیں۔ اس پر آنحضرت صلعم نے حکم دیا کہ فوراً سفر کی تیاری شروع کی جائے۔ تاکہ دشمن کی سرحد (تبوک) پر پہنچ کر اُس کا مقابلہ کیا جائے۔ اِن دنوں عرب میں شدید گرمی پڑ رہی تھی اور قحط کا زمانہ تھا چنانچہ اس بے سرو سامانی اور فقر و فاقہ کے دنوں میں جہاد کا حکم سنتے ہی منافقین گھبرا اُٹھے۔ کہ اَب اُن کے دل کا چور اُن کی زبان تک آ جائے گا۔ چنانچہ وہ خود بھی گریز کرنے لگے اور دُوسروں کو بھی یہ کہہ کر بہکانے لگے۔ کہ ایسی گرمی میں مت نکلو۔ مگر مخلص مسلمانوں کی جماعت رسولِ خدا کا حکم ملتے ہی دل و جان سے تیاری میں مصروف ہو گئی۔ جنگی مصارف برداشت کرنے کے لئے صحابہؓ کرام نے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے اپنا تمام اثاثہ جس کی مقدار چار ہزار درہم تک تھی، لا کر حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؐ نے اپنے رفیقِ غار سے پُوچھا۔ کہ صدیقؓ کیا اپنے اہل و عیال کے لئے بھی کچھ چھوڑا ہے؟ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		عرض کیا "صرف اللہ اور اُس کے رسول ؐ کی محبّت۔ اسی طرح حضرت عمرؓ نے اپنے کُل مال کا نصف، حضرت عبدالرحمٰن ؓ بن عوف نے دو سو۲۰۰ اوقیہ چاندی اور حضرت عاصم بن عدیؓ نے ستّر وسق کھجور پیش کیں۔ حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار اشرفی، نو سو پچاس ۹۵۰ اونٹ، اور پچاس ۵۰ گھوڑے رسول اللہ ؐ کی نذر کئے۔ عورتوں نے اپنے اپنے زیورات اور نادار صحابہؓ نے مزدوری کر کے جو کچھ کمایا، حاضر کیا۔ الغرض جس قدر مال جمع ہُوا۔ آنحضرت صلعم نے اس کو فوج پر تقسیم کیا اور تاکید فرمائی کہ نعلین زیادہ رکھو۔ تاہم فوج چونکہ بڑی تھی اس لئے سواری اور نفقہ میں تنگی ہُوئی۔
		ابنِ سعد کے مطابق سات ۷ آدمی، جو بکّاؤن کے نام سے موسوم ہُوئے۔ رسولِ خُدا صلعم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوئے اور آپ ؐ سے سواری کی درخواست کی۔ حضورؐ سرورِ دو عالم نے فرمایا کہ ہمارے پاس سواری نہیں ہے کہ تم کو دے سکیں۔ یہ لوگ جب مایوس ہو کر پلٹے تو ان کے جسم غم سے نڈھال اور آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ قرآنِ کریم میں انہی لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل ہُوئی:
		وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ (التوبۃ آیت ۹۲)
		اور نہ ان لوگوں پر کوئی گناہ ہے کہ جب وہ آپ ؐ کے پاس آئے کہ آپ اُن کو جہاد میں جانے کے لئے کوئی سواری عطا فرمائیں تو آپ ؐ نے یہ فرمایا کہ اس وقت کوئی چیز نہیں پاتا کہ جس پر تم کو سوار کر دوں تو وہ لوگ اس حال میں واپس ہوئے

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ اس غم میں کہ اُن کو کوئی چیز میسّر نہیں کہ جسے خرچ کر سکیں ؛ مورّخین کے مطابق بیاسی[۸۲] اعراب نے جنگ میں شرکت سے معذوری ظاہر کی اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے غزوہ میں شریک نہ ہونے کی اجازت چاہی۔ حضور سرورِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے نہ اُن کی معذوری کو قبول کیا اور نہ ہی اپنی طرف سے اجازت بخشی۔ بہرحال اس تیاری کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم حضرت محمّد بن مسلمہ رضؓ انصاری کو خلیفہ اور حضرت علی رضؓ کو اہلِ بیت کی نگرانی کے لئے مدینہ منوّرہ میں چھوڑ کر سفر پر روانہ ہوئے۔ حضورؐ کے ساتھ تیس[۳۰] ہزار صحابہ رضؓ اور دس[۱۰۰۰۰] ہزار گھوڑے تھے۔ آنحضرت صلعم نے مدینہ منوّرہ سے چل کر ثنیۃ الوداع میں مقام کیا اور فوج کا مقدّمہ، میمنہ اور میسرہ مُرتّب اور عَلَم تقسیم فرمائے۔ مخلص مسلمانوں میں سے بھی چند صحابہ رضؓ اس غزوہ میں شرکت سے رہ گئے تھے۔ سیرت نگاروں اور مورّخین کے مطابق ایسے صحابہ رضؓ کی تعداد پانچ[۵] اور نام یہ ہیں۔ حضرت کعب بن مالک رضؓ، حضرت ہلال ابن اُمیّہ رضؓ، حضرت مرارہ ابن الرّبیع، حضرت ابوخیثمہ رضؓ اور حضرت ابوذر غفاری رضؓ ان صحابہ رضؓ میں سے حضرت ابوخیثمہ رضؓ اور حضرت ابُوذر غفاری رضؓ بعد میں جاکر شریک ہوگئے۔ لیکن تین[۳] صحابہ رضؓ نہ گئے۔ اِن حضرات کی عدم شرکت ان کے لئے کس قدر پریشانی کا سبب بنی۔ اس کا ذکر بعد میں کیا جائے گا۔		

سن	عمرمبارک	واقعاتِ عظیمہ
		مورخین کی تصریح کے مطابق منافقین حسبِ عادت سازشوں میں لگے ہُوئے تھے اور ہر چند یہ کوشش کر رہے تھے۔ کہ کسی نہ کسی وجہ سے مسلمان اس غزوہ میں شرکت سے گُریز کریں۔ ابنِ ہشام کی روایت کے مطابق آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کو خبر ملی کہ کچھ منافقین سویلم یہودی کے مکان میں جمع ہوئے ہیں اور لوگوں کو رسول اللہ صلعم کے ساتھ غزوہ تبوک میں جانے سے بہکاتے ہیں۔ سویلم یہودی کا مکان جاسوم کے پاس تھا۔ آنحضرت صلعم نے اس اطلاع پر حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کو چند آدمیوں کے ساتھ بھیجا کہ وہ بیتِ سویلم کو آگ لگا دیں۔ صحابہؓ نے وہاں پہنچ کر جب اُس مکان کو نذرِ آتش کیا تو ضحاک بن خلیفہ نے دیوار پھاند کر بھاگنے کی کوشش کی۔ جس سے اُس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ مگر اُس کے دُوسرے ساتھی کُود کر بھاگ گئے۔ الغرض لشکرِ اسلام منافقین کی اِن ریشہ دوانیوں کے باوجود تبوک کے لئے روانہ ہوگیا۔ اور اگرچہ منافقین اپنا سا مُنہ لے کر رہ گئے تھے۔ تاہم اُنہیں اپنے کئے پر کوئی ندامت نہ ہوئی اور حضرت علیؓ (جو اہلِ بیت کی نگرانی کے لئے پیچھے چھوڑ دئے گئے تھے) کے متعلق کہنا شروع کیا کہ رسولِ خُدا صلعم کی طبیعت میں حضرت علیؓ کی طرف سے کچھ گرانی تھی اس لئے اُنہیں یہاں ہی چھوڑ دیا۔ حضرت علیؓ کو جب منافقین کے اس پروپیگنڈے کا علم ہُوا تو آپ فوراً مسلّح ہو کر مقام جرف پہنچے اور رسالتمآب ؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر منافقین کے پروپیگنڈے کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ منافقین جھوٹ کہتے ہیں۔ مَیں نے تم کو اس لئے چھوڑا تھا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کہ میرے اہل اور اپنے اہل میں میرے قائم مقام رہو۔ پھر حضورؐ نے ارشاد فرمایا "اے علیؓ! کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لئے ایسے بنو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے لئے۔ البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے"۔ یہ ارشادِ نبوت سننے کے بعد حضرت علیؓ مطمئن ہوکر اسی مقام سے مدینہ لوٹ آئے۔
		لشکرِ اسلام کو مدینہ سے تبوک جاتے ہوئے راستے میں بڑے بڑے عبرتناک مقامات سے گزرنا پڑا۔ جب مجاہدینِ اسلام قوم ثمود کے علاقہ مقام حجر میں پہنچے۔ تو حضورؐ سرورِ دوعالم صلعم نے فرمایا کہ یہاں کوئی شخص پانی نہ پیئے اور نہ ہی اس پانی سے وضو کرے۔ اور نہ ہی کوئی شخص تنہا باہر نکلے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو لوگ اس پانی سے آٹا گوندھ چکے ہوں وہ آٹا اونٹوں کو کھلادیں مگر خود نہ کھائیں۔
		جب آنحضرت صلعم معہ لشکرِ اسلام کے تبوک کے قریب پہنچے تو آپؐ نے لشکریوں کو ہدایت فرمائی کہ اگر کوئی شخص چشمہ تبوک پر پہلے پہنچ جائے تو وہ میرے پہنچنے تک پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ اتفاق سے وہاں ۲ دو شخص پہلے پہنچ گئے۔ رسولِ خدا صلعم جب وہاں پہنچے تو دیکھا کہ چشمہ سے پانی کی ایک پتلی سی دھار بہہ رہی ہے۔ حضورؐ نے ان ۲ دو اشخاص سے پوچھا کہ کیا تم نے پانی کو ہاتھ لگایا ہے؟ دونوں نے اثبات میں جواب دیا۔ یہ سن کر آنحضرت صلعم ان سے ناراض ہوئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کو تھوڑا تھوڑا کر کے جمع کیا اور اس سے ہاتھ منہ دھو کر پھر اسے واپس چشمہ میں پھینک دیا۔ قدرتِ حق سے چشمہ میں پانی اس قدر زور

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سے بہنے لگا کہ سب لوگوں نے اُس سے پیاس بُجھائی اور اپنی ضروریات پوری کیں۔ حضورؐ سرورِ دو عالمؐ نے حضرت معاذؓ سے فرمایا۔ کہ اے معاذؓ! اگر تمہاری عُمر زیادہ ہُوئی تو دیکھو گے کہ اس کے پانی سے یہاں تمام باغات بھر جائیں گے۔ مقام تبوک پر پہنچ کر آنحضرت صلعم کو معلوم ہُوا کہ رُومی فوج کے اجتماع کی خبر غلط تھی۔ آپؐ نے یہاں چند روز قیام فرمایا اور اگرچہ کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ تاہم آپؐ کی تشریف آوری رائیگاں نہ گئی۔ دُشمن مرعُوب ہوگیا اور آس پاس کے قبائل نے حاضر ہو کر سرِ تسلیم خم کیا۔ اہلِ جربا، اہلِ ایلہ اور اہلِ اذرح کے فرمانرواؤں نے حاضر خدمت ہو کر صُلح کی درخواست کی اور جزیہ دینا قبول کیا۔ حضورؐ نے ان کو صلحنامہ لکھوا کر عطا فرمایا۔
″	″	**جزیہ لینے کا حکم** عُلماء کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ جزیہ سے متعلق آیاتِ کریمہ کا نزول اسی غزوہ میں ہُوا۔ اگرچہ بعض راویوں کے نزدیک جزیہ کا حکم ۸ھ میں نازل ہُوا اور بعض نے اس حکم کا نزول غزوہ بنی قریظہ اور غزوہ بنی نضیر کے وقت لکھا ہے۔ مگر کسی راوی نے بھی ایسی روایت کا حوالہ نہیں دیا جس سے یہ ثابت ہو سکے کہ غزوہ تبوک سے پہلے آنحضرت صلعم نے کسی سے جزیہ لیا ہو۔ اس واسطے سیرت نگاروں اور مؤرخین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ اُس وقت جب حضورؐ نے تبوک پر حملہ کا ارادہ کیا یا تبوک ہی میں اس حکم کا نزول ہُوا۔ (واللہ اعلم)

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		جزیہ سے متعلق قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:-
		قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ پارہ ۱۰ سورۃ التوبۃ - آیت ۲۹)
		جنگ کرو اُن اہلِ کتاب سے جو خدا پر ایمان نہیں لاتے اور نہ روزِ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو خدا اور اُس کے رسولؐ نے حرام کی ہیں اور نہ دینِ حق کو قبول کرتے ہیں ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں۔
		جیسا کہ تاریخ اسلام سے ظاہر ہے کہ فتح مکّہ کے بعد عرب جوق در جوق اور فوج در فوج مسلمان ہونے لگے اور تقریباً عرب کے تمام قبائل میں اسلام پھیل گیا۔ اس لئے عربوں سے مقاتلہ کی ضرورت باقی نہ رہی۔ فتح مکّہ کے بعد پہلا حملہ تبوک پر ہوا اور وہیں اکیدر صاحبِ دومۃ الجندل، اہلِ جربا، اہل اذرح کے فرمانرواؤں نے جزیہ دینا قبول کیا۔ اور اس کے بعد نصارائے نجران نے۔
		جزیہ کی تعریف میں فقہا نے لکھا ہے۔ کہ جزیہ اُس مال کو کہتے ہیں۔ جو مقہور کفّار سے اُن کے نفوس کے بدلے میں وصول کیا جائے۔ جب جہاد کا حکم ہوا۔ تو اُس وقت صرف ۲ دو صورتیں تھیں۔ یا تو کفّار دائرہ اسلام میں داخل ہوں یا مقاتلہ کریں۔ اِلّا اہلِ خیبر کے جن کو مقہور ہونے کے باوجود اپنی جگہ رہنے کی اجازت دی گئی اور زمین کے متعلّق اُنہی سے بٹائی کا معاملہ طے ہو گیا۔ لیکن اس کے

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
بعد کفّار کو اختیار دیا گیا کہ وہ یا تو اسلام قبول کریں یا تحفّظِ ذات کے لیے مُعیّنہ مقدارِ مال دینا منظور کریں۔		
سریہ خالد بن ولید رضؓ	//	//
مقامِ تبوک پر قیام کے دوران میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت خالد بن ولید رضؓ کو چار سَو بیس ۴۲۰ سواروں کے ساتھ اکیدر کی طرف روانہ فرمایا۔ اکیدر شاہِ ہرقل کی طرف سے دومتہ الجندل کا حاکم اور فرمانروا تھا۔ آنحضرت صلعم نے روانگی کے وقت حضرت خالد بن ولید رضؓ سے فرمایا کہ اکیدر تم کو شکار کرتا ہُوا ملے گا۔ اُس کو قتل نہ کرنا بلکہ گرفتار کر کے میرے پاس لانا۔ البتّہ وہ اگر انکار کرے تو قتل کر دینا۔ گرمی کا موسم تھا۔ حضرت خالد رضؓ رات کے وقت وہاں پہنچے۔ اکیدر اپنی بیوی کے ساتھ چاندنی رات میں قلعہ کی فصیل پر بیٹھا گانا سُن رہا تھا کہ اچانک ایک نیل گائے نے قلعہ کے دروازے کے ساتھ آکر ٹکّر ماری۔ اکیدر فوراً نیچے اُترا اور اپنے بھائی اور چند دیگر رشتہ داروں کے ساتھ گھوڑوں پر سوار ہو کر نیل گائے کے شکار کو نکلا۔ یہ لوگ ابھی تھوڑی ہی دُور گئے تھے کہ حضرت خالد رضؓ بن ولید آن پہنچے۔ اکیدر کے بھائی حسّان نے مقابلہ کیا مگر قتل ہو گیا اور اکیدر جو شکار کو نکلا تھا خود حضرت خالد رضؓ بن ولید کا شکار ہو گیا۔		
حضرت خالد رضؓ بن ولید نے اکیدر کو اس شرط پر قتل سے پناہ دی کہ وہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہونا قبول کرے۔ اکیدر حضرت خالد بن ولید رضؓ کے ہمراہ دربار		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		رسالت ؐمیں حاضر ہوا اور آنحضرت صلعم کی خدمت میں دو ہزار [۲۰۰۰] اونٹ، آٹھ سو [۸۰۰] گھوڑے، چار سو [۴۰۰] زرہیں اور چار سو [۴۰۰] نیزے پیش کرکے صلح کی۔
(آخر) شعبان یا (اوائل) رمضان ۹ھ مطابق نومبر دسمبر ۶۳۰ء	۶۱ سال ۶ ماہ (تقریباً)	مسجدِ ضرار (جو جلادی گئی) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جب غزوہ تبوک کے لئے روانہ ہونے لگے۔ تو چند اشخاص نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ ہم نے ضعیف و معذور لوگوں کی سہولت نیز بارش وغیرہ کے دنوں میں نماز ادا کرنے کے لئے مسجد قبا کے نزدیک ایک مسجد تعمیر کی ہے۔ حضورؐ چل کر اُس میں نماز پڑھائیں تاکہ افتتاح ہوجائے آنحضورؐ اُس وقت چونکہ غزوہ پر جانے کے لئے تیار تھے اس لئے ارشاد فرمایا کہ تبوک سے واپسی کے بعد دیکھا جائے گا۔ یہ مسجد دراصل بارہ [۱۲] منافقین نے ابو عامر فاسق کے کہنے پر بنائی تھی۔ ابو عامر نے ان منافقین سے کہا تھا۔ کہ جہاں تک ممکن ہوسکے قوت اور اسلحہ جمع کرو۔ مَیں قیصر کے پاس جاتا ہوں اور وہاں سے ایک فوج لاکر آنحضرت صلعم کو معہ اُن کے صحابہؓ کے مدینہ سے نکال دُوں گا۔ اُس نے یہ بھی منافقین کو بتایا کہ مَیں اپنی تیاری کی خبر وقتاً فوقتاً کسی ایلچی کے ذریعہ تم لوگوں تک پہنچاتا رہوں گا۔ مگر اُس ایلچی کے رہنے کے لئے ایک مسجد تعمیر کرو جہاں وہ ایک مسافر کی حیثیت سے قیام کرسکے اور کسی کو اُس پر شبہ نہ ہو۔ چنانچہ اس سازش کی تکمیل کے لئے منافقین نے یہ مسجد تعمیر کی تھی جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم تبوک سے واپسی کے بعد

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		مقامِ ذی اوان پر پہنچے جو مدینہ سے ایک گھنٹہ کی مسافت پر تھا، تو حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی مسجد کے بانیوں کی نیت سے مطلع فرما دیا۔ چنانچہ حضورؐ نے حضرت مالک بن الدخشم رضؓ (جو بنی سلمہ بن عوف کے ایک بزرگ تھے) اور حضرت معن بن عدی رضؓ عجلانی کو بلا کر حکم دیا کہ جاؤ اور منافقین کی تعمیر کردہ مسجد منہدم کر کے تمام سامان کو آگ لگا دو۔ یہ حضرات حکم ملتے ہی بعجلت محلہ بنی سالم بن عوف میں آئے اور مسجد کو گرا کر آگ لگا دی۔ اس مسجد کے متعلق قرآنِ حکیم کا ارشاد ہے:۔
		وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ (پارہ ۱۱ سُورۃ التوبۃ آیات ۱۰۷-۱۰۸)
		جنہوں نے مسجد ضرار بنائی اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے اور کفر پھیلانے کے متعلق سوچا اور چاہا کہ جو لوگ اللہ اور اُس کے رسولؐ سے لڑتے رہتے ہیں اُن کے لئے ایک کمین گاہ حاصل ہو جائے۔ وہ قسمیں کھاتے ہیں کہ ہمارا ارادہ بھلائی کا تھا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یقیناً یہ جھوٹے ہیں۔ تم اس مسجد میں جا کر کھڑے بھی نہ ہونا جس مسجد کی بنیاد روزِ اول سے ہی تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم وہاں نماز پڑھو۔ اس میں ایسے لوگ ہیں جو صفائی اور پاکی سے محبت رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف رہنے والوں کو بہت زیادہ چاہتا ہے۔

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
متخلّفین کی معذرت تبوک میں بیس۲۰ دن قیام فرمانے کے بعد جب آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم مدینہ واپس پھرے۔ تو مدینہ کے لوگوں نے جن میں پردہ نشیں عورتیں بھی شامل تھیں۔ مدینہ سے باہر نکل کر حضورؐ کا استقبال کیا۔ حضورؐ کا استقبال کرنے والوں میں بچیاں بھی تھیں۔ جو بڑے ذوق و شوق سے یہ گیت گا رہی تھیں:۔ طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ وداع کی گھاٹیوں سے ہم پر چاند طلوع ہوا وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعِ جب تک خدا کا پکارنے والا دنیا میں کوئی باقی ہے، ہم پر خدا کا شکر فرض ہے۔ حضورؐ نے مدینہ منوّرہ میں داخل ہوتے وقت فرمایا۔ "یہ طابہ ہے اور جبلِ اُحد کو میں پیارا ہوں اور جبلِ اُحد مجھ کو پیارا ہے۔" پھر حضرت عباسؓ نے آپؐ کی مدح میں آپؐ کی اجازت سے ایک قصیدہ پڑھا۔ مدینہ میں داخلہ کے بعد آنحضورؐ پہلے مسجد میں تشریف لائے اور دو۲ رکعت نماز ادا فرمائی۔ ازاں بعد وہ لوگ حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے جو غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ ان لوگوں کی تعداد اسّی۸۰ سے زیادہ تھی۔ حضورؐ نے سب کے عذراتِ ظاہری کو قبول فرمایا اور ان کا باطن خدا کے سپرد کیا۔ جیسا کہ گذشتہ سطور میں لکھا جا چکا ہے کہ مخلص مومنین میں سے بھی تین۳ صحابہؓ یعنی حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت ہلال بن اُمیّہؓ اور حضرت مرارہ ابن الربیعؓ کسی عذر کی بنا پر غزوہ میں شرکت	"	"

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
سے رہ گئے تھے۔ اِن صحابہؓ کی توبہ کا قصّہ، خلوص، صداقت اور استقلال و صبر کا ایک نادر نمونہ ہے۔ کیونکہ ان حضرات نے جھوٹا عذر بنانا پسند نہ کیا اور اپنی صداقتِ بیان کی وجہ سے سخت تکلیف برداشت کی مگر ثابت قدم رہے۔ آخر بڑی اِبتلاء و آزمائش کے بعد یہ حضرات مقبولِ بارگاہِ ذوالجلال اور مقبولِ بارگاہِ نبوّت ہوئے۔ اپنی اِبتلاء کا قصّہ بیان کرتے ہوئے حضرت کعب بن مالکؓ فرماتے ہیں۔ کہ تبوک سے حضورؐ کی واپسی کے بعد میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ حضورؐ نے مجھے دیکھ کر تبسّم فرمایا مگر یہ تبسّم غضب آلود تھا۔ پھر فرمایا نزدیک آؤ اور کہو کہ کیوں رہ گئے؟ مَیں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! مَیں اس وقت اگر کسی دُنیا دار کے سامنے ہوتا تو لاکھ بہانے تراشتا۔ مگر آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اگر مَیں جھوٹی بات کہہ کر آپؐ کو راضی کر لوں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ صحیح بات ظاہر کرکے آپؐ کو مجھ سے ناراض کر دے۔ حق یہ ہے کہ کسی قسم کی رکاوٹ نہ ہونے پر بھی مَیں شرکت سے پیچھے رہ گیا۔ یہ سُن کر حضورؐ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے کہا وہ صحیح ہے، اُٹھو اور جب تک خدا تمہارے حق میں کوئی فیصلہ نہ فرما دے، ٹھہرو۔ اس ارشاد کے بعد مَیں پیچھے ہٹ آیا۔ لوگوں نے مجھ سے کہنا شروع کیا کہ تم بھی دُوسرے لوگوں کی طرح کوئی نہ کوئی عُذر پیش کرکے اپنے لئے حضورؐ سے استغفار کرا لو۔ مَیں نے ایسا کرنے کا ارادہ کیا۔ مگر مَیں نے لوگوں سے دریافت کیا کہ کسی اور نے بھی میری طرح کا بیان دیا ہے۔ لوگوں نے بتایا کہ ہاں۔ حضرت مرارہ ابن الرّبیع العامریؓ اور حضرت ہلال ابن اُمیّۃ الواقفیؓ نے بھی ایسا ہی بیان کیا ہے۔ یہ حضرات چُونکہ نہایت صالح، سچّے مسلمان اور شرکاءِ بدر میں		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سے تھے اس لیئے مَیں ان کی تقلید میں اپنے پہلے قول پر ثابت قدم رہا ہمارے اِس جُرم کی بنا پر آنحضرت صلعم نے لوگوں کو ہم تینوں سے گفتگو کرنے سے منع فرما دیا تھا۔ چنانچہ لوگ ہم سے بچنے لگے اور سب کی حالت بدل گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہمیں کوئی جانتا ہی نہیں ہے۔ مَیں روز مسجد میں حاضر ہو کر آنحضورؐ کی خدمت میں سلام پیش کرتا اور دیکھتا رہتا کہ جواب میں آنحضرت صلعم کے لبوں کو حرکت ہوتی ہے یا نہیں اور اسی حالت میں پچّاس دن گزر گئے۔ زمین ہم پر تنگ ہو گئی اور ہم اپنی بیویوں سے علیٰحدہ رہنے لگے۔ کہ اسی حالت میں پچاسویں۵۰ دن جب کہ مَیں صبح کے وقت اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا ہُوا تھا کسی شخص نے جبلِ سلع سے پکار کر کہا۔ "اے کعب بن مالک رضؓ بشارت ہو" مَیں یہ آواز سنتے ہی سجدہ میں گر گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گناہ سے درگزر فرمایا ہے۔ پھر مَیں مسجد کی طرف چل پڑا۔ جو شخص بھی راستے میں مجھے ملتا میری توبہ قبول ہونے پر مجھے مبارک دیتا جب مسجد میں پہنچا تو سب سے پہلے حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضؓ نے دوڑ کر مصافحہ کیا اور مبارک باد کہا۔ پھر مَیں نے آنحضورؐ کی خدمت میں پہنچ کر سلام پیش کیا۔ اس وقت حضورؐ کا چہرہ مبارک خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔ "مُبارک ہو تجھ کو وہ دن جو تمام دنوں سے بہتر ہے جب سے تیری ماں نے تجھ کو جنا" اللہ تعالےٰ نے ذیل کی آیات نازل فرما کر ان تینوں حضرات کے ایمان و اخلاص پر ہمیشہ کے لئے مُہر لگا دی۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		وَّعَلَی الثَّلٰثَۃِ الَّذِیْنَ خُلِّفُوْاؕ حَتّٰٓی اِذَا ضَاقَتْ عَلَیْھِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَیْھِمْ اَنْفُسُھُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰہِ اِلَّآ اِلَیْہِؕ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ لِیَتُوْبُوْاؕ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ه یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ ه (پارہ عـ۱۱ سُورۃ التَّوبَۃ - آیات عـ ۱۱۸-۱۱۹) اور توجہ فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان تین شخصوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی اور موقوف تھا۔ یہانتک کہ جب زمین باوجود کشادہ ہونے کے اُن پر تنگ ہوگئی اور اُن کی جانیں بھی اُن پر تنگ ہوگئیں اور اُنہوں نے یہ سمجھ لیا کہ اللہ کی گرفت سے کہیں پناہ نہیں سوائے اُس کے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ نے اُن پر توجہ فرمائی اور اُن کا قصور معاف کیا تاکہ وہ اللہ کی طرف رُجوع کریں۔ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔ اَے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو؛
		حضرت کعبؓ فرماتے ہیں۔ کہ پھر مَیں نے دربارِ رسالتمآبؐ میں عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ! میری خواہش ہے کہ قبولیتِ دُعا کے شکریہ میں اپنا سارا مال صدقہ کردُوں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ کچھ مال اپنے لئے رکھ لو۔ چنانچہ مَیں نے خیبر کا حصّہ رکھ کر باقی مال صدقہ کردیا اور رسول اللہ صلعم سے عہد کیا کہ چونکہ صداقت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی ہے اس لئے اَب میری توبہ یہ ہے کہ سوائے سچ کے کبھی کوئی بات نہ کروں گا۔ (وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ)

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
رمضان المبارک ۹ھ مطابق دسمبر جنوری ۶۳۰-۶۳۱ء	۶۱ سال ۶-۷ ماہ (تقریباً)	**وفدِ ثقیف کا قبولِ اسلام** آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم جب عمرۂ جعرانہ ادا کر کے مکہ سے مدینہ لوٹ رہے تھے۔ تو راستے ہی میں عروہؓ بن مسعود ثقفی نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ حضرت عروہؓ قبیلہ ثقیف کے بڑے معزز شخص تھے۔ انہوں نے اپنے وطن واپس لوٹتے وقت حضورؐ سے تبلیغ اسلام کی اجازت چاہی۔ آنحضورؐ کو چونکہ ثقیف کے غرور کا علم تھا۔ اس لئے آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ تیری قوم تجھ کو قتل نہ کر دے۔ حضرت عروہؓ نے لوگوں کی محبت و عزت کا ذکر کیا اور عرض کیا کہ وہ لوگ میرے مطیع و فرمانبردار ہیں اور مجھے امید ہے کہ کوئی شخص بھی میری مخالفت نہیں کرے گا۔ مگر جب لوٹ کر اپنی قوم میں گئے اور اپنے مکان کی چھت پر کھڑے ہو کر سب کو اسلام کی دعوت دی تو لوگوں نے ان پر تیر چلائے اور آپ ایک تیر لگنے سے شہید ہو گئے۔ حضرت عروہ بن مسعودؓ کی شہادت کے بعد لوگ ایک ماہ تک اپنی حالت پر غور کرتے رہے۔ پھر انہوں نے ایک جلسہ کیا اور اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت کو دیکھتے ہوئے آخر یہ طے پایا کہ کسی شخص کو آنحضورؐ کی خدمت اقدس میں بھیجا جائے۔ حضرت عروہؓ کے بعد عبد یا لیل بن عمرو بن عمیر ان کا ہمعمر اور ہم رتبہ تھا۔ ان کی قیادت میں پانچ رکنی وفد مدینہ پہنچا۔ حضورؐ انہی دنوں غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے۔ وفد ثقیف دربارِ رسالت میں باریاب ہوا۔ رسول خدا صلعم اور وفد ثقیف کے درمیان بات چیت

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
حضرت خالدؓ بن سعید بن العاص کی وساطت سے شروع ہوئی وفد نے تین عجیب شرائط پیش کیں۔ یعنی یہ کہ:۔ ● — نماز معاف کردی جائے۔ ● — ہمارے بُت لات کو تین ۳ سال تک منہدم نہ کیا جائے۔ ● — ہمارے بُت ہمارے ہاتھوں سے نہ تڑوائے جائیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے پہلی دو ۲ شرائط قبول فرمانے سے قطعی انکار کر دیا۔ البتّہ تیسری کے متعلّق فرمایا "یہ ہوسکتا ہے"۔ پھر سب نے اسلام قبول کیا اور وطن واپس ہوئے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حضرت عثمان بن ابی العاصؓ کو جو اِن میں سب سے کم عُمر تھے۔ امیر مقرّر فرمایا اور حضرت ابوسفیانؓ بن حرب اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کو لات منہدم کرنے کے لئے ان کے ساتھ روانہ فرمایا۔ ان حضرات نے وہاں پہنچ کر لات کو توڑا اور جو مال بُت سے برآمد ہُوا اُس سے پہلے حضرت عروہ بن مسعودؓ کے بیٹے ابو فلیح اور بھتیجے قارب بن اسود کا قرضہ ادا کیا اور جو باقی بچا وہ لاکر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔		
وفد بنی عامر بن صعصعہ کا قبولِ اسلام انہی دنوں بنو عامر بن صعصعہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وفد میں عامر بن طفیل اور اربد بن قیس بھی تھے۔ باتوں باتوں میں عامر بن طفیل نے حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم کو مدینہ پر چڑھائی کی دھمکی دی۔ حضورؐ نے فرمایا "اللہ تجھ کو قدرت نہیں دے گا"۔ اس شقی نے اربد بن قیس کو تیار کیا تھا کہ اثنائے گفتگو	"	"

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		میں وہ حضورؐ کو قتل کر دے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی حفاظت فرمائی اور جب کبھی اُس نے دل میں حضورؐ کے قتل کا ارادہ کیا۔ کوئی نہ کوئی چیز اُسے حائل نظر آئی۔ اُس کے اپنے بیان کے مطابق ایک دفعہ آہنی دیوار اور دُوسری دفعہ اُونٹ جو اس کے سر کو نگلنا چاہتا تھا۔ بہرحال گفتگو ختم کر کے جب یہ لوگ اُٹھے تو حضورؐ نے دُعا فرمائی "اے اللہ! مجھے عامر بن طفیل کی شر سے محفوظ رکھ۔" الغرض جب یہ وفد واپس ہُوا تو عامر بن طفیل بعارضہ طاعون راستے میں ہی فوت ہو گیا اور اَربد بن قیس پر بجلی گری جو اُس کی ہلاکت کا باعث بنی۔ باقی اراکینِ وفد نے باخلوصِ نیت اسلام قبول کیا اور دولتِ ایمان سے بہرہ وَر ہو کر اپنے لوگوں میں پہنچے۔ (وما توفیقی الا باللہ)
″	″	**وفد بنی فزارہ کا حلقہ بگوشِ اسلام ہونا** انہی ایّام میں بنی فزارہ کے چودہ ۱۴ اشخاص بارگاہِ نبوّت میں حاضر ہو کر اسلام لائے۔ حضورؐ نے اُن کے علاقہ کا حال دریافت فرمایا۔ اراکینِ وفد نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! قحط کی وجہ سے تباہ ہیں۔" حضورؐ نے یہ سُن کر بارانِ رحمت کے لئے دُعا فرمائی۔
″	″	**وفد عبدالقیس کا اسلام لانا** مؤرخین کے نزدیک قبیلہ عبد القیس کے لوگ دو دفعہ حاضر ہُوئے تھے۔ پہلی دفعہ ایک وفد جو چودہ ۱۴ افراد پر مشتمل تھا ۵ھ یا اس سے پیشتر آیا تھا۔ دُوسری بار ۸ھ یا ۹ھ میں۔ ابنِ اسحاقؒ کے قول کے مطابق دُوسری بار یہ وفد غزوہ تبوک کے بعد

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		رمضان المبارک ۹ھ میں آیا تھا۔ (واللہ اعلم) اس دفعہ اس وفد میں چالیس۴۰ افراد تھے۔ پہلی بار آمد کے متعلق مورّخین نے لکھا ہے۔ کہ جب چودہ۱۴ افراد دربار رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ "مرحبا ہے اُس قوم کو جو نہ رُسوا ہوئی اور نہ شرمندہ" اراکین وفد نے قبول اسلام کے بعد عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! ہمارے اور آپؐ کے درمیان قبیلہ مُضر کے مشرکین حائل ہیں۔ ہم صرف اُن مہینوں میں ہی حاضرِ خدمت ہو سکتے ہیں جن میں جنگ وجدال حرام ہے اس لئے کوئی ایسا مختصر مگر جامع عمل بتلا دیجئے۔ جس پر ہم عمل کر کے جنّت میں داخل ہو سکیں اور اہلِ شہر کو بھی اسی کی دعوت دیں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا:۔ "خدائے واحد پر ایمان لاؤ اور گواہی دو کہ اللہ ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمّد (صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم) اللہ کے رسولؐ ہیں۔ نماز قائم کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو اور مالِ غنیمت کا خمس اللہ کے لئے ادا کرو۔ پھر حضورؐ نے فرمایا:۔ "اور چار برتنوں میں نبیذ بھگونے سے منع کرتے ہیں۔ یعنی دباء (کدّو کا تُونبا) نقیر (کھُدی ہوئی لکڑی کا برتن) حنتم (سبز لاکھی گھڑیا) اور مزفت (روغنی برتن) اِن باتوں کو یاد کر لو اور انہی کی طرف اُن لوگوں کو بھی بلاؤ جو تمہارے پیچھے رہ گئے ہیں۔"

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سیرت نگاروں نے اسلام کی تعلیم میں حج کے عدم ذکر پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ یہ وفد فرضیت حج سے پہلے آیا تھا۔ (واللہ اعلم) مورخین و سیرت نگاروں کے نزدیک پہلے وفد کے رئیس حضرت الاشج العصری رضؓ تھے۔ جو اگرچہ اراکین وفد میں سب سے کم عمر تھے مگر عقل اور تحمل میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اشج رضؓ کی ان دو جبلی خصلتوں کو بہت پسند کیا اور اُن کے حق میں دُعا فرمائی۔
″	″	**وفد بنی مُرّہ کا قبولِ اسلام**
		غزوہ تبوک کے بعد بنی مُرّہ کے تیرہ ۱۳ آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حارث بن عوف سردارِ وفد تھے۔ ان لوگوں نے دربارِ رسالت مآب میں عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! ہم حضورؐ کی قوم اور لوئی بن غالب کی اولاد سے ہیں۔ یہ سُن کر حضورؐ مسکرائے اور اُن کے ملک کا حال دریافت فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! قحط سالی کی وجہ سے تباہ حال ہیں۔ حضورؐ نے اسی وقت بارش کے لئے دُعا فرمائی۔ اراکینِ وفد قبولِ اسلام کے بعد جب وطن واپس پہنچے تو معلوم ہوا کہ جس روز آنحضور صلعم نے بارش کے لئے دُعا فرمائی تھی۔ اُسی روز پانی برسا اور تمام علاقے سرسبز و شاداب ہو گئے۔ وفد کی روانگی کے وقت حضورؐ نے ہر رُکن کو دس دس اوقیہ چاندی اور حارث بن عوف کو بارہ ۱۲ اوقیہ چاندی عطا فرمائی۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
ذیقعد ۹ھ مطابق فروری مارچ ۶۳۱ء	۶۱ سال ۸ ماہ اور ۲۲ دن کے درمیان	**حضرت صدیق اکبرؓ کا حج —— حج اکبر** مورخین کا اس پر اتفاق ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس آئے۔ تو بقیہ رمضان المبارک، شوال اور ذیقعد مدینہ میں ہی مقیم رہے۔ انہی ایام میں حضرت صدیق اکبرؓ کو امیر بنا کر تین سو صحابہؓ کے ساتھ حج کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی روانگی کے بعد سورہ برآت کی آیتیں نقضِ عہد کے بارے میں نازل ہوئیں۔ اس پر حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے ناقہ پر مکہ معظمہ روانہ فرما کر حکم دیا کہ سورۂ برآت کو کفار کے سامنے پڑھ دیں۔ جب حضرت صدیقِ اکبرؓ مقام العرج یا مقام ضجنان میں پہنچے تو حضرت علیؓ بھی اُن سے جا ملے۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ وہ امیر ہو کر آئے ہیں یا مامور ہو کر۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ مامور ہو کر۔ اس کے بعد دونوں حضرات دیگر صحابہؓ کے ساتھ مل کر روانہ ہوئے۔ حج کے دنوں میں حضرت صدیقِ اکبرؓ نے مسلمانوں کو حج کرایا اور حضرت علیؓ نے سورہ برآت کا اعلان کیا اور حضرت صدیقِ اکبرؓ کی طرح آپ نے بھی یہ اعلان فرمایا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے۔ سیرت نگاروں کے نزدیک حج سے واپسی پر حضرت صدیق اکبرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہ!

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کیا میرے خلاف کوئی حکم نازل ہُوا۔ حضورؐ نے فرمایا "نہیں۔ مگر یہ مناسب نہ تھا کہ میرے اہل کے سوا کوئی اور شخص معاہدہ کے متعلق اعلان کرے"۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔ کہ یہ حج ذوالحجہ میں ہُوا یا ذی قعدہ میں۔ مگر راجح قول یہ ہے کہ یہ حج ذی قعدہ میں ہُوا۔ واللہ اعلم۔
ذوالحجہ سنہ ۹ھ مطابق مارچ اپریل سنہ ۶۳۱ء	۶۱ سال ۹ ماہ (تقریباً)	**فرضیتِ حج** اس میں اختلاف ہے۔ کہ صدیقِ اکبرؓ کا حج، فرضیتِ حج سے پہلے تھا یا بعد۔ لیکن اس پر سب سیرت نگار متفق ہیں کہ حج آخر سنہ ۹ھ میں فرض ہُوا اور حج کی فرضیت کے بعد حضورؐ نے حج فرمایا۔ اس لئے ظاہر ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کا حج فرضیت سے پہلے تھا۔ واللہ اعلم۔ اس پر بھی تمام سیرت نگار، مورخین اور مفسرین متفق ہیں کہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد حج فرض ہُوا:۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا (آل عمران آیت ۹۷) (یعنی) خدا کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج لازم ہے۔ جس کو راستے کی استطاعت ہے۔ اور یہ آیت سنۃ الوفود یعنی آخر ۹ھ میں نازل ہُوئی جب کہ حضرت صدیق اکبرؓ حج سے فارغ ہو چکے تھے۔ اس ضمن میں وزنی دلیل یہ دی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ اقدس احکام الٰہی کے متعلق یہ ہے کہ جو چیز فرض ہوتی تھی۔ اس میں حضورؐ تاخیر نہ فرماتے تھے۔ اس لئے فرضیتِ حج کے بعد بلا تاخیر حضورؐ نے حج ادا کیا۔ یہ دلیل اُن تمام اقوال کی نفی کرتی ہے۔ جن

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن

میں حج کی فرضیت سنہ ۶ھ اور سنہ ۸ھ میں بیان کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔

حج عباداتِ اسلامی کا چوتھا اہم رُکن اور انسان کی خدا پرستی کا پہلا اور قدیم طریقہ ہے۔ حج کے لفظی معنی قصد اور ارادہ کے ہیں۔ ایسا ارادہ جس کا مقصد کسی مقدس مقام کا سفر ہو۔ لیکن اسلام میں حج کا مطلب عرب کے مشہور شہر مکہ میں جا کر حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کی بنائی ہوئی مسجد خانہ کعبہ کے گرد طواف کرنے اور مکہ کے دیگر مقدس مقامات میں حاضر ہو کر کچھ آداب و اعمال بجالانے کا نام ہے۔

حج دراصل حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہے۔ اسلام سے صدیوں پہلے حضرت ابراہیمؑ نے اللہ کے حکم سے کعبہ کی تعمیر کی اور اس مقدس گھر کا طواف کیا۔ پھر ارشادِ ربانی ہوا:۔

وَأَذِّن فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ	اور لوگوں میں حج کی عام منادی
يَأْتُوكَ رِجَالًا وَّعَلَىٰ كُلِّ	کر دو۔ کہ تمہارے پاس آئیں۔
ضَامِرٍ يَّأْتِينَ مِن كُلِّ	خواہ پیدل آئیں یا دُور دراز
فَجٍّ عَمِيقٍ ۝	مقامات سے دُبلی اُونٹنیوں
(پارہ ۱۷ سورۃ الحج آیت ۲۷)	پر آئیں۔

بحکم تعالےٰ جس دل لہیت و محویت سے یہ آواز ایک مسلم اور مجاہد دل سے بلند ہوئی تھی۔ اسی طرح نہ صرف اُس وقت کی موجودہ دُنیا کے کونے کونے میں پہنچ گئی۔ بلکہ آئندہ آنے والی نسلِ انسانی کی ارواح نے بھی اس آواز کو سُنا اور لبیک کہا۔ پھر دُنیا کے بُتکدے میں خدا کے اس پہلے گھر کی زیارت کے لئے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		لوگ آنے لگے ۔ ابتدا میں لوگوں نے اس ضمن میں وُہی طریقہ اختیار کیا جو اسلام کے داعیِ اوّل نے اختیار کیا تھا ۔ مگر زیارت اور طوافِ کعبہ کی یہ سادگی زیادہ عرصہ برقرار نہ رہی ۔ بلکہ ایک خدا کی جگہ کعبہ میں بے شمار بُتوں کی پُوجا شروع ہو گئی ۔ اِس مذمُوم رسم کو رواج دینے کے لیئے ہر قبیلہ نے اپنی پرستش کے لئے علیحدہ علیحدہ بُت تراشے اور کعبہ میں سجائے ۔ حج کا سالانہ اجتماع جس کی بُنیادیں سادگی اور تقویٰ پر اُستوار کی گئی تھیں ۔ ایک ٹھاٹھ دار میلے کی شکل اختیار کر گیا ۔ سرزمین کعبہ پہلوانوں کا اکھاڑہ اور شُعراء کی قصیدہ خوانی کی جگہ بن گئی ۔ مذہب کے ٹھیکیدار اور پروہت لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے شرک و بُت پرستی میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لینے لگے ۔ مرد اور عورتیں مادرزاد ننگے ہو کر کعبہ کا طواف کرتے اور مسجد میں تالیاں پیٹ کر، سیٹیاں بجا کر اور نرسنگھے پھُونک کر عبادت کرتے ۔ قُربانی کا گوشت کعبہ کی دیواروں کے ساتھ لتھیڑا جاتا اور گوشت دروازوں پر ڈال دیا جاتا کہ ——— خُداوندِ عالم نے حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اسی سرزمین سے اُٹھایا اور شرفِ نبوّت سے سرفراز فرمایا ۔ آنحضرت صلعم نے بُتوں کے گڑھ مکّہ میں اللہ کے وحدہٗ لاشریک ہونے کا اعلان کیا اور پھر اللہ کے حکم سے زمانہ جاہلیت کی تمام بُری رسموں کی بیخ کنی فرمائی ۔ کعبہ کو خُدائے واحد کی پرستش کے لئے بُتوں سے پاک کیا اور حجِ بیت اللہ کے لئے نئے احکامات صادر فرمائے ۔ فتح مکّہ (۸ھ) کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
حضرت عتاب بن اُسیدؓ کو مکّہ معظّمہ کا حاکم بنا کر واپس مدینہ منوّرہ تشریف لے گئے تھے۔ اس لئے جب ۸ھ میں حج کا زمانہ آیا۔ تو حضرت عتاب بن اُسیدؓ نے قدیم دستور کے مطابق مسلمانوں کو حج کرایا۔ ۹ھ کا حج حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زیرِ امارت ہُوا۔ اس میں حضرت علیؓ نقیب اسلام تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ رسمِ حج اصل ابراہیمی سُنّت میں جلوہ گر ہُوئی اور کعبہ کفر و شرک کی ظلمت سے پاک ہو کر عبادتِ ابراہیمیؑ کا مرکز قرار پایا۔ قُرآنِ حکیم نے حج کے ضمن میں جو اصلاحات فرمائیں وہ مختصراً یہ ہیں:۔ میلے ٹھیلے حکماً بند کر دئے گئے اور عبادت کے صحیح طریقہ کی طرف رہنمائی فرمائی گئی۔ ارشادِ ربّانی ہُوا:۔ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰىكُمْ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ (البقرہ آیت ۱۹۸) — اللہ کو یاد کرو۔ اس طرح جیسی اللہ نے تمہیں ہدایت کی ہے ورنہ اس سے پہلے تم گمراہ تھے۔ دَورانِ حج میں فسق و فجور کی باتوں اور جھگڑوں سے روک دیا گیا:۔ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ؕ (سورہ البقرہ آیت ۱۹۷) — حج میں نہ شہوانی افعال کئے جائیں نہ فسق و فجور ہوں اور نہ لڑائی جھگڑے ہوں۔ مزید قصیدہ خوانی اور باپ دادا کے کارناموں کے فخریہ بیان سے روک دیا گیا:۔ فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ — اور پھر جب مناسک حج ادا		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا ؕ (سورۃ البقر۔ آیت ۲۰۰) — کر چکو۔ تو جس طرح تم اپنے باپ دادا کا ذکر کیا کرتے تھے۔ اب اللہ کو یاد کرو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔
		پھر حکم ہُوا کہ قربانی محض اللہ کے نام پر کی جائے تاکہ غریب اور نادار حاجیوں کو گوشت کھانے کا موقع ملے :۔
		فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ؕ (سورۃ الحج آیت ۳۶) — ان جانوروں کو خالص اللہ کے نام پر قربانی کرو۔ ان کی پیٹھیں زمین پر ٹھہر جائیں تو خود ان میں سے کھاؤ اور قانع کو بھی کھلاؤ اور حاجتمند سائل کو بھی۔
		قربانی کا گوشت کعبہ سے لٹکانا اور خون کو دیواروں سے لتھیڑنا حکماً بند کر دیا گیا۔ ارشاد ہوتا ہے :۔
		لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ (سورۃ الحج ۔ آیت ۳۷) — اللہ کو ان جانوروں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔ بلکہ تمہاری پرہیزگاری اور خدا ترسی پہنچتی ہے۔
		ننگا ہو کر حج کرنے کی قطعی ممانعت کر دی گئی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہُوا :۔
		قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ (سورۃ الاعراف۔ آیت ۲۸) — اے نبیؐ! ان سے کہو کہ اللہ تو ہرگز بے حیائی کا حکم نہیں دیتا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		مزید فرمایا:-
		یٰبَنِیٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ (پارہ ۸ سورۃ الاعراف آیت ۳۱) — اے آدم زادو- ہر عبادت کے وقت اپنی زینت (لباس) پہنے رہا کرو-
		اسی طرح شہر الحرام میں جنگ و جدال اور حج کے مہینوں کا الٹنا پلٹنا شدت سے روک دیا گیا- حکم ہوا کہ:-
		اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْکُفْرِ یُضَلُّ بِہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یُحِلُّوْنَہٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَہٗ عَامًا لِّیُوَاطِئُوْا عِدَّۃَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰہُ ط (پارہ ۱۰ سورہ التوبہ- آیت ۳۷) — نسی تو کفر میں اور زیادتی ہے- کافر لوگ اس طریقہ سے اور گمراہی میں پڑتے ہیں- ایک سال ایک مہینہ کو حلال کرتے ہیں اور دوسرے سال اس کو حرام- تاکہ جتنے مہینے اللہ نے حرام ٹھہرائے ان کی تعداد پوری کر دی جائے- مگر اس بہانے سے دراصل اس چیز کو حلال کر لیا جائے جس کو اللہ نے حرام کیا ہے:
"	"	**سُود کی حرمت**
		سیرت نگار اور مفسرین اس پر متفق ہیں- کہ حرمتِ سُود کا حکم اسی سال کے آخر میں نازل ہوا- مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حرمت کا عام اعلان ایک سال بعد حجۃ الوداع کے موقعہ پر فرمایا- واللہ اعلم-
		مفسرین کی رائے کے مطابق اگرچہ سُورۃ بقرہ کے بیشتر حصّہ کا نزول ہجرت کے پہلے اور دُوسرے سال ہوا- تاہم کچھ آیات

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ایسی بھی ہیں جو آنحضرت صلعم کی مقدس زندگی کے آخری ایام میں نازل ہوئیں۔ اس ضمن میں عام اندازہ یہی ہے کہ جو آیات آخر میں نازل ہوئیں اُن میں حرمتِ سُود سے متعلق آیات بھی شامل ہیں۔ واللہ اعلم۔ بہرحال حرمتِ سُود کے متعلق جو آیات نازل ہوئیں۔ وہ یہ ہیں:۔ اَلَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا یَقُوْمُوْنَ اِلَّا کَمَا یَقُوْمُ الَّذِیْ یَتَخَبَّطُہُ الشَّیْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِکَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَیْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَہٗ مَوْعِظَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ فَانْتَھٰی فَلَہٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُہٗٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِکَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ۝ یَمْحَقُ اللّٰہُ الرِّبٰوا وَیُرْبِی الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ کُلَّ کَفَّارٍ اَثِیْمٍ ۝ (پارہ ۳۔ سُورۃ البقرہ۔ آیات ۲۷۵، ۲۷۶) جو لوگ سُود کھاتے ہیں وہ (قبروں سے) اس طرح (حواس باختہ) اُٹھیں گے جیسے کسی کو جن نے لپیٹ کر دیوانہ بنا دیا ہو۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ سودا بیچنا بھی تو (نفع کے لحاظ سے) ویسا ہی جیسے سُود (لینا) حالانکہ سودے کو خدا نے حلال کیا ہے اور سُود کو حرام تو جس شخص کے پاس خُدا کی نصیحت پہنچی اور وہ (سُود لینے سے) باز آگیا تو جو پہلے ہوچکا وہ اس کا۔ اور (قیامت میں) اُس کا معاملہ خدا کے سپرد اور جو پھر لینے لگا تو ایسے لوگ دوزخی ہیں کہ ہمیشہ دوزخ میں (جلتے) رہیں گے۔ خدا سُود کو نابود (یعنی بے برکت) کرتا اور خیرات (کی برکت) کو بڑھاتا ہے اور خدا کسی ناشکرے گنہگار کو دوست نہیں رکھتا۔

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
وفدِ بنی حنیفہ کی آمد صحیحین کی روایات کے مطابق بنی حنیفہ کا ایک وفد آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اس وفد کے ساتھ مشہور چالاک اَور فتنہ پرداز شخص مسیلمہ کذّاب بھی تھا۔ جو اپنے غرور و تکبّر کی بنا پر دربارِ رسالتؐ میں حاضر نہ ہُوا۔ آنحضرت صلعم بہ نفسِ نفیس معہ ثابت بن قیس بن شماس کے اُس کے پاس تشریف لے گئے۔ مسیلمہ نے یہ شرط پیش کی کہ اگر حضورؐ اپنی خلافت مجھے عطا فرمائیں اَور اپنے بعد مجھ کو اپنا قائم مقام مُقرّر کریں تو مَیں بیعت کروں۔ اُس وقت حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم کے دستِ مبارک میں کھجُور کی ایک چھڑی تھی۔ حضورؐ نے اُس کی شرائط سُن کر فرمایا۔ کہ اگر تُو یہ چھڑی بھی مانگے تو نہ دُوں گا اَور اللہ تعالےٰ نے تیرے لئے جو مُقدّر فرما دیا ہے۔ تُو اس سے سرِ مُو تجاوز نہ کر سکے گا اَور غالباً تو وُہی ہے جو مجھے خُواب میں دکھلایا گیا ہے۔ یہ کہہ کر حضورؐ واپس تشریف لے آئے۔ ابنِ عباسؓ کی روایت کے مطابق آنحضورؐ نے فرمایا۔ کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن لاکر رکھے گئے جس سے مَیں گھبرا گیا۔ خواب میں ہی مجھ سے کہا گیا۔ کہ اسے پھُونک مارو۔ مَیں نے پھُونک ماری جس سے وہ اُڑ گئے۔ جس کی تعبیر یہ ہے۔ کہ دو۲ کذّاب ظاہر ہوں گے۔ چنانچہ ان دو۲ میں سے ایک کذّاب مسیلمہ ہُوا اَور دُوسرا اسود عنسی دونوں نے نبوّت کا دعویٰ کیا۔ اسود عنسی حضورؐ کے زمانہ میں	″	″

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
قتل ہُوا اور مسیلمہ حضرت صدیق اکبرؓ کے عہدِ خلافت میں تہہ تیغ ہُوا۔ مورّخین نے لکھا ہے کہ مسیلمہ کذّاب نے سنہ ۱۰ھ میں اس مضمون کا ایک خط حضورؐ کو بھیجا تھا:۔ "مسیلمہ خدا کے رسول کی طرف سے محمّد رسول اللہ کی طرف۔ پس میں تیرے ساتھ شریک کرایا گیا ہوں۔ نصف زمین ہمارے لئے اور نصف قریش کے لئے۔ مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ والسّلام"۔ حضورِ پُرنور صلعم نے اس کا یہ جواب لکھوایا:۔ "بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ محمّد رسول اللہ کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف۔ سلام ہو جو ہدایت کا اتّباع کرے۔ تحقیق زمین اللہ کی ہے جس کو وہ چاہے اپنے بندوں میں سے عطا فرمائے اور اچھا انجام خدا سے ڈرنے والوں کا ہے"۔		
وفدِ طےؔ کا قبولِ اسلام وفدِ طےؔ کے پندرہ ۱۵ آدمی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہُوئے۔ ان کا سردار زید الخیلؓ تھا۔ حضورؐ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ جسے سب نے بصد خلوصِ نیّت قبول کیا۔ پھر حضورؐ نے حضرت زید الخیلؓ کا نام بدل کر زید الخیرؓ رکھا اور فرمایا "عرب میں جس شخص کی میں نے تعریف سُنی۔ اِس کو اُس سے کم ہی پایا سوائے تیرے"۔	"	"

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
〃	〃	**وفد ہمدان کا حلقہ بگوشِ اسلام ہونا**
		غزوہ تبوک کے بعد یمن کے مشہور قبیلہ ہمدان کے ایک سو بیس (۱۲۰) آدمی آنحضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اراکینِ وفد یمن کی منقش چادریں اوڑھے ہوئے اور عدن کے عمامے باندھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں نے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ حضورؐ سے گفتگو کی اور جو درخواست بھی دربارِ رسالت مآبؐ میں گزاری، منظور ہوئی۔ حضورؐ نے ان لوگوں کو ایک تحریر لکھوا کر دی اور وفد کے ایک رُکن مالک بن النمط کو ان لوگوں اور یمن کے مسلمانوں پر امیر مقرر فرمایا۔
		مورخین کی تصریح کے مطابق اس وفد کی آمد سے ایک سال پہلے حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو دعوتِ اسلام کے لئے ان لوگوں کی طرف بھیجا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے وہاں چھ (۶) ماہ تک قیام کیا۔ مگر کسی نے بھی اسلام قبول نہ کیا۔ پھر آنحضرت صلعم نے حضرت علیؓ کو والا نامہ دے کر روانہ کیا اور فرمایا کہ خالدؓ کو واپس بھیج دینا۔ حضرت علیؓ نے وہاں پہنچ کر سب لوگوں کو جمع کیا اور حضورؐ کا والا نامہ سنایا اور دعوتِ اسلام دی۔ ایک ہی دن میں سب لوگ مسلمان ہو گئے۔ حضرت علیؓ نے بذریعہ تحریر آنحضرت صلعم کو ان حالات کی خبر دی۔ حضورؐ نے یہ سُن کر سجدۂ شکر ادا کیا اور جوشِ مسرت میں کئی بار فرمایا:۔
		"السلام علیٰ ھمدان"

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
"	"	**وفد بنی اسد کی آمد اور قبولِ اسلام** قبیلہ بنی اسد کے دسؔ آدمی حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ اُس وقت مسجد میں تشریف فرما تھے۔ وفد کے آدمیوں نے اوّل آپؐ کو سلام کیا۔ پھر ان میں سے ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ یا رسول اللہ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ ایک ہے۔ کوئی اُس کا شریک نہیں اور آپؐ اللہ کے بندے اور اُس کے رسولؐ ہیں۔ ہم آپؐ کے بلائے بغیر خود بخود حاضر ہو گئے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:- يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۲۷) آپؐ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتلاتے ہیں۔ آپؐ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اسلام کا احسان مت جتلاؤ۔ بلکہ اللہ تعالےٰ تم پر احسان رکھتا ہے کہ تم کو ایمان کی توفیق دی اگر تم سچے ہو۔ بعد ازاں اِن لوگوں نے کہانت اور رمل کے متعلق آنحضورؐ سے دریافت کیا۔ حضورؐ نے اس بات سے اُن کو منع فرما دیا۔ پھر اُن لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! ایامِ جاہلیت میں ہم لوگ یہ سب کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے آنحضورؐ سے خط یعنی تحریر کے متعلق دریافت کیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ یہ تو کسی نبی کی تعلیم ہے۔ اس سے بہتر علم اور کیا ہو گا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
"	"	**وفدِ بنی عبس کا اسلام لانا** بنی عبس کے تین آدمی آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ! ہم کو یہ معلوم ہے کہ اسلام ہجرت کے بغیر مقبول و معتبر نہیں۔ ہمارے پاس کچھ مال مویشی ہیں جن پر ہمارا گزارا ہے۔ اگر اسلام بغیر ہجرت کے مقبول نہیں تو ظاہر ہے کہ ایسے مال میں کیا خیر و برکت ہو سکتی ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ سب مال فروخت کر کے اور ہجرت کر کے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں۔ رسول اللہ صلعم نے ارشاد فرمایا:۔ اتقوا اللہ حیث کنتم — اللہ سے ڈرو جہاں کہیں بھی رہو فلن یلتکم اللہ من اعمالکم شیئا۔ — اللہ تمہارے اعمال کے اجر میں کمی نہ کرے گا۔
"	"	**وفدِ بنی المُنتَفِق کا مسلمان ہونا** یہ وفد صبح کی نماز کے بعد بارگاہِ نبویؐ میں حاضر ہوا۔ اتفاق سے اُس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صحابہؓ کو جمع کر کے حشر و نشر اور جنت و دوزخ کے احوال پر ایک طویل خُطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ جب حضورؐ خُطبہ سے فارغ ہوئے تو ان لوگوں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور واپس وطن لوٹے۔ **وفدِ اَزْد کا قبولِ اسلام** قبیلہ اَزْد کے سات آدمی بارگاہِ رسالت مآبؐ میں حاضر

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ہوئے۔ حضورؐ کو ان لوگوں کی وضع، ہیئت اور سکون ووقار بہت پسند آیا۔ حضورؐ نے اراکین وفد سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ اُنہوں نے عرض کیا کہ ہم مومن ہیں۔ آنحضرت صلعم مُسکرائے اور فرمایا کہ ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ وفد نے عرض کیا۔ وہ پندرہ ۱۵ خصلتیں ہیں جن میں سے پانچ ۵ وہ ہیں۔ جن پر حضورؐ کے قاصدوں نے ایمان لانے اور اعتقاد رکھنے کا حکم دیا ہے اور پانچ ۵ وہ ہیں جن پر آپؐ کے قاصدوں نے ہم کو عمل کرنے کا حکم دیا اور پانچ ۵ وہ ہیں جن پر ہم زمانہ جاہلیت سے کاربند ہیں۔ آنحضرت صلعم نے پہلی پانچ ۵ کے متعلق سوال کیا۔ وفد نے عرض کیا۔ (۱) اللہ پر ایمان (۲) اُس کے تمام فرشتوں پر (۳) اُس کی طرف سے اُتاری ہوئی کتابوں پر (۴) اس کے تمام پیغمبروں پر (۵) اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔ پھر وفد نے حضورؐ کے پوچھنے پر دُوسری پانچ ۵ خصلتیں عرض کیں۔ جن پر قاصدوں نے عمل کرنے کا حکم دیا تھا۔ یعنی:۔ (۱) لا الٰہ الا اللہ کہتے رہیں (۲) نماز کو قائم رکھیں (۳) زکوٰۃ ادا کریں (۴) رمضان المبارک کے روزے رکھیں (۵) اور بشرطِ استطاعت حج بیت اللہ کریں۔ پھر حضورؐ نے زمانہ جاہلیت کی پانچ خصلتوں کے متعلق دریافت فرمایا۔ وفد نے عرض کیا:۔ (۱) راحت اور فراخی کے وقت شکر (۲) مصیبت کے وقت صبر (۳) تلخ قضاء پر راضی رہنا (۴) مقابلہ کے وقت ثابت قدمی

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
(۵) اور دشمنوں کی مصیبت پر خوش نہ ہونا۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔ "میں تم کو پانچ خصلتیں اور بتاتا ہوں تاکہ بیس[۲۰] پوری ہو جائیں:۔ (۱) جس چیز کو کھانا نہ ہو اُس کو جمع نہ کرو (۲) جس میں رہنا نہ ہو اُسے بناؤ نہیں (۳) جس چیز کو کل چھوڑ کر جانا ہے اس میں ایک دوسرے پر حسد نہ کرو (۴) اُس خدا سے ڈرو جس کی طرف لوٹنا اور جس کے سامنے پیش ہونا ہے (۵) اور اس چیز میں رغبت کرو جس میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے یعنی آخرت۔ آنحضرت صلعم کی یہ ارشاداتِ عالیہ سن کر اراکین وفد واپس ہوئے اور ان تمام باتوں کو خوب یاد رکھا اور ان پر عمل کیا۔		
وفد نصارائے نجران نجران، مکہ مکرمہ سے سات منزل دور، یمن کا ایک بہت بڑا شہر تھا۔ اس شہر کے مضافات میں تہتر[۷۳] گاؤں تھے جو اس کے تابع اور اس سے ملحق تھے۔ یہ شہر نجران بن زید بن یشجب بن یعرب بن قحطان نے آباد کیا تھا جو انہیں کے نام سے موسوم ہوا۔ عبدالمسیح عاقب کی قیادت میں نصارائے نجران کا ساٹھ[۶۰] افراد پر مشتمل ایک وفد بارگاہِ رسالت مآبؐ میں آیا۔ ان میں دیگر چودہ[۱۴] اشخاص ایسے تھے جو اس شہر کے اشراف اور	"	"

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
سربرآوردہ لوگوں میں سے تھے۔ وفد کے سردار کا مشیر سید ایہم اور نجران کا لاٹ پادری ابوحارثہ بن علقمہ، جو عرب کے قبیلہ بکر بن وائل سے تھا اور عیسائی ہو گیا تھا، بھی وفد کے ہمراہ تھے۔ اراکینِ وفد بڑی شان سے مدینہ منوّرہ پہنچے۔ وفد کی آمد سے قبل نمازِ عصر پڑھی جا چکی تھی۔ جب ان لوگوں کی نماز کا وقت آیا۔ تو انہوں نے بھی نماز پڑھنی چاہی۔ مگر صحابہؓ نے روکا۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا کہ پڑھنے دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے مشرق کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھی۔ جب تک وفد مدینہ میں قیام پذیر رہا۔ مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی۔ سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت اور ابنیت پر مباحثہ شروع ہوا۔ (نصارائے نجران) ۔ اگر حضرت مسیحؑ ابن اللہ نہیں تو ان کا باپ کون ہے؟ (آنحضرت صلعم) تم کو خوب معلوم ہے کہ بیٹا باپ کے مشابہ ہوتا ہے۔ (نصارائے نجران) ۔ بے شک ایسا ہوتا ہے۔ اس گفتگو کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ اگر عیسیٰؑ خدا کے بیٹے ہیں۔ تو خدا کے مماثل اور مشابہ ہونے چاہئیں۔ حالانکہ سب کو معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ بے مثل اور بے چون و چگون ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے ارشاد فرمایا۔ "کیا تم کو معلوم نہیں کہ ہمارا پروردگار "حَیٌّ لَا یَمُوْتُ" ہے۔ یعنی		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
زندہ ہے اَور کبھی اس پر موت نہیں آسکتی۔ جب کہ حضرت عیسیٰ ؑ پر موت اَور فنا آنے والی ہے۔ (نصارائے نجران)۔ بے شک صحیح ہے۔ (آنحضرت صلعم)۔ تم کو معلوم ہے۔ کہ ہمارا ربّ ہر چیز کو قائم رکھنے والا، تمام عالم کا محافظ و نگہبان اَور سب کا رازق ہے۔ کیا عیسیٰ ؑ بھی ان چیزوں میں سے کسی کے مالک ہیں؟ (نصارائے نجران)۔ نہیں۔ (آنحضرت صلعم) تم کو معلوم ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ پر زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ کیا عیسیٰ ؑ کو اس سے کچھ زائد معلوم ہے جو خدا تعالیٰ نے ان کو بتلا دیا ہو۔ (نصارائے نجران)۔ نہیں۔ (آنحضرت صلعم)۔ تم کو خوب معلوم ہے۔ کہ حضرت عیسیٰ ؑ کو رحمِ مادر میں جس طرح چاہا بنایا اور تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے اَور نہ اسے بول و براز کی حاجت ہوتی ہے۔ نصارائے نجران۔ بے شک۔ (آنحضرت صلعم)، تم کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت مریم ؑ اَور عورتوں کی طرح حضرت عیسیٰ ؑ سے حاملہ ہوئیں اَور پھر مریم ؑ صادقہ نے اُن کو جنا۔ جس طرح عورتیں بچّوں کو جنتی ہیں اَور پھر بچوں کی طرح حضرت عیسیٰ ؑ کو غذا بھی دی گئی۔ وہ کھاتے پیتے اَور بول و براز کرتے تھے۔		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
(نصارائے نجران) - بے شک ایسا ہی ہے۔ (آنحضرت صلعم) - پھر خدا کیسے ہوئے؟ نصارائے نجران پر حق واضح ہو گیا - مگر جان بوجھ کر اتباع حق سے انکار کیا - اس بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں :- ٢ الٓمّٓ ۙ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ ؕ نَزَّلَ عَلَیۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیۡنَ یَدَیۡهِ وَاَنۡزَلَ التَّوۡرٰىةَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ ۙ مِنۡ قَبۡلُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَاَنۡزَلَ الۡفُرۡقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیۡزٌ ذُو انۡتِقَامٍ ۝ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡهِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ؕ هُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُكُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ كَیۡفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَكِیۡمُ ۝ (سورہ آل عمران آیات ۱ تا ۶) الم - خدا (جو معبود برحق ہے) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا - اُس نے (اے محمد) تم پر سچی کتاب نازل کی جو پہلی (آسمانی) کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اُسی نے تورات اور انجیل نازل کی - (یعنی) لوگوں کی ہدایت کے لئے (تورات اور انجیل اُتاری) اور (پھر قرآن جو حق اور باطل کو) الگ الگ کر دینے والا ہے نازل کیا جو لوگ خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اُن کو سخت عذاب ہوگا اور خدا زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے - خدا (ایسا خبیر و بصیر ہے کہ) کوئی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں وہی تو ہے جو (ماں کے) پیٹ میں جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے - اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ؞		

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصارائے نجران کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں حضورؐ نے فرمایا کہ تمہارا اسلام کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔ جب کہ تم خدا کے لئے بیٹا تجویز کرتے ہو، صلیب کی پرستش کرتے اور خنزیر کھاتے ہو۔ نصارائے نجران نے کہا۔ کہ آپؐ حضرت مسیحؑ کو اللہ کا بندہ بتلاتے ہیں۔ کیا آپؐ نے حضرت مسیحؑ جیسا کسی کو دیکھا یا سُنا بھی ہے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی :- اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ○ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ ○ فَمَنْ حَآجَّکَ فِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَکَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ ۟ ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ○ (پارہ ۳ آل عمران آیات ۵۹ تا ۶۱) عیسیٰ کا حال خدا کے نزدیک آدم کا سا ہے کہ اُس نے (پہلے) مٹی سے ان کا قالب بنایا پھر فرمایا کہ (انسان) ہو جا تو وہ (انسان) ہو گئے۔ (یہ بات) تمہارے پروردگار کی طرف سے حق ہے تو تم ہرگز شک کرنے والوں میں نہ ہونا پھر اگر یہ لوگ عیسیٰ کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت الحال تو معلوم ہو ہی چلی ہے تو اُن سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو بلاؤ اور ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ پھر دونوں فریق (خدا سے) دعا و التجا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت بھیجیں ؏		

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اِن آیاتِ بیّنات میں چونکہ اللہ تعالےٰ نے مباہلہ کا حکم دیا تھا اس لئے حضورؐ مباہلہ کے لئے تیار ہوگئے۔ دُوسرے روز حضورؐ حضرت امام حسنؓ، حضرت امام حسینؓ، حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور حضرت علیؓ کو ہمراہ لے کر باہر تشریف لائے۔ نصارائے نجران اِن حضرات کے نورانی چہروں کو دیکھ کر مرعوب ہوگئے اَور حضورؐ سے مہلت مانگی کہ ہم لوگ آپس میں صلاح مشورہ کرلیں۔ جب یہ لوگ مشورہ کے لئے علیحدہ ہوئے تو آپس میں اُنہوں نے کہا کہ خدا کی قسم ایسے مبارک چہرے اگر پہاڑ کے ٹلنے کی دُعا بھی مانگیں۔ تو مستجاب ہوگی۔ خدا کی قسم یہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ اس لئے ہم کو مباہلہ سے گریز کرنا چاہیئے۔ بالآخر اُن لوگوں نے سالانہ جزیہ دینا قبول کیا۔ آنحضورؐ نے فرمایا کہ عذاب اہلِ نجران کے سروں پر آگیا تھا۔ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو بندر اَور سُؤر بنادیئے جاتے۔ تمام وادی اُن پر آگ بن کر برستی اَور تمام اہلِ نجران ہلاک ہوجاتے۔ دُوسرے روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ایک عہدنامہ تحریر کرایا جس کا حاصل یہ تھا: ● — اہلِ نجران کو سالانہ دوؔ ہزار حلہ ادا کرنے ہوں گے۔ ایک ہزار ماہ رجب میں اور ایک ہزار ماہ صفر میں دینا اَور ہر حلہ کی قیمت چالیس درہم ہوگی۔ ● — اہلِ نجران پر آپؐ کے قاصد کی ایک ماہ تک مہمانی لازمی ہوگی۔ ● — یمن میں اگر کوئی شورش یا فتنہ بپا ہوجائے۔ تو اہلِ نجران

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		پر لازم ہوگا کہ وہ تیس ۳۰ زرہیں، تیس ۳۰ گھوڑے اور تیس ۳۰ اونٹ عاریتاً دیں گے۔ جو بعد میں واپس دئے جائیں گے۔ کسی چیز کے گم یا ضائع ہو جانے کی قیمت ہمارے ذمّہ ہوگی۔ ● — اللہ اور اُس کا رسولؐ اہلِ نجران کی حفاظت کے ذمّہ دار ہیں۔ اُن کے اموال و املاک، زمین و جائیداد اُن کے حقوق، اُن کا مذہب و ملّت، اُن کے قسیس و راہب اور اُن کے خاندان اور اُن کے متبّعین میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ زمانہ جاہلیت کے کسی خون کا مطالبہ ان سے نہ ہوگا۔ اور ان کی سرزمین میں کوئی لشکر داخل نہ ہوگا۔ ● — جو شخص ان سے حق کا مطالبہ کرے گا۔ تو ظالم و مظلوم کے درمیان انصاف کیا جائے گا۔ ● — جو شخص سُود کھائے گا۔ اُس کی ذمّہ داری رسولِ خداؐ پر نہ ہوگی۔ ● — اگر کوئی شخص ظلم و زیادتی کرے گا تو اُس کے بدلہ میں دُوسرا شخص ماخوذ نہ ہوگا — یہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کا ذمّہ ہے جب تک اہلِ نجران اس پر قائم رہیں۔ نصارائے نجران یہ عہد نامہ لے کر واپس ہوئے۔ چلتے وقت حضورؐ سے درخواست کی کہ کسی امانت دار شخص کو ہمارے ساتھ کر دیجیے جو مالِ صلح لے کر واپس آجائے۔ آنحضورؐ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ کو اُن کے ساتھ جانے کا حکم دیا اور اہلِ نجران سے فرمایا کہ یہ اِس اُمّت کا امین ہے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		یہ لوگ جب فرمانِ نبویؐ لے کر نجران کے قریب پہنچے۔ تو پادری اور معززین شہر نے ان کا استقبال کیا۔ وفد نے حضورؐ کی تحریر پادری کے حوالے کی۔ پادری تحریر پڑھنے میں مشغول ہو گیا۔ اسی اثنا میں ابو حارثہ کے خچر نے، جس پر وہ سوار تھا۔ ٹھوکر کھائی اس کے چچازاد بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے آنحضورؐ صلعم کی شان میں گستاخی کے الفاظ نکلے۔ جس پر ابو حارثہ برہم ہو گیا اور کرز بن علقمہ سے کہا "تُو ہی کمبخت ہے۔ خدا کی قسم وہ نبیؐ مرسل ہیں۔ یہ وُہی نبیؐ ہیں جن کی بشارت توریت اور انجیل میں دی گئی ہے۔ کرز نے کہا تو پھر تم ایمان کیوں نہیں لے آتے۔ ابو حارثہ نے ایمان نہ لانے کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہا۔ کہ بادشاہوں نے جو کچھ مال و دولت دے رکھا ہے۔ وہ ایمان لانے کی صورت میں سب واپس لے لیں گے۔ کرز نے کہا "خدا کی قسم مَیں تو اپنی سواری کو مدینہ ہی جا کر کھولوں گا" اور پھر نہایت ذوق و شوق کے ساتھ مدینہ پہنچ کر مسلمان ہُوا اور وہیں رہ پڑا۔ ان کے چند روز بعد سید ایہم اور عبدالمسیح عاقب بھی مدینہ پہنچے اور حلقہ بگوشِ اسلام ہُوئے۔
		مورخین کے نزدیک نجران میں دو فریق تھے۔ یعنی ایک اُمییّن کا اور دُوسرا انصاریٰ کا۔ فریق اوّل نے اسلام قبول کر لیا تھا اور فریقِ ثانی سے آنحضرت صلعم نے جزیہ پر صُلح فرمائی۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فریق اوّل کی طرف حضرت علیؓ کو صدقات اور فریق ثانی کی طرف جزیہ وصول کرنے کے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		لئے روانہ فرمایا تھا۔ یہ وضاحت اس لئے کر دی گئی ہے کہ کہیں یہ اُلجھن پیدا نہ ہو جائے کہ ایک ہی فریق سے صدقہ اور جزیہ وُصول کئے گئے۔ (فریقِ اوّل یعنی وفد بنی الحارث کے اسلام لانے کا ذکر اپنے مناسب مقام یعنی ۱۰ھ کے واقعاتِ عظیمہ میں کیا جائے گا)
″	″	**قدومِ ضمام بن ثعلبہ** بنو سعد کی طرف سے ضمام بن ثعلبہ مدینہ پہنچے اور اُونٹ کو مسجد کے دروازے کے ساتھ باندھ کر خود مسجد میں داخل ہوئے۔ اُس وقت حضور پُرنور صلعم تکیہ لگائے مجلس میں رونق افروز تھے۔ ضمام نے جاتے ہی پُوچھا کہ تم میں ابنِ عبدالمطلب کون ہیں؟ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ابنِ عبدالمطلب مَیں ہُوں۔ ضمام نے عرض کیا۔ کہ اَے ابنِ عبدالمطلب میں آپؐ سے کچھ پُوچھنا چاہتا ہُوں اور اگر سوال میں ذرا سختی ہو تو آپؐ ناراض نہ ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ مَیں ناراض نہیں ہوں گا جو کچھ تم پُوچھنا چاہتے ہو پُوچھو۔ ضمام نے عرض کیا ”مَیں آپؐ کو خدا کی قسم دے کر پُوچھتا ہُوں کہ کیا اللہ نے آپؐ کو تمام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ”ہاں، اَے اللہ! تُو گواہ ہے“۔ پھر اُس نے پُوچھا کہ کیا پانچ نمازوں، سال بھر میں ایک ماہ کے روزوں، حج اور مالداروں سے زکوٰۃ اور صدقہ لے کر فقراء پر تقسیم کرنے کے لئے آپؐ کو اللہ نے حکم دیا ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا ”ہاں، اَے اللہ! تُو گواہ رہنا۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اس پر ضمام نے کہا کہ آپ ؐ جو کچھ اللہ کی طرف سے لائے ہیں۔ میں اُن سب پر ایمان لایا اور قسم ہے اُس ذاتِ پاک کی جس نے آپ ؐ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ مَیں اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہ کروں گا۔ پھر ضمام نے آنحضور ؐ سے عرض کیا کہ میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے اور مَیں اپنی قوم کا قاصد اور فرستادہ ہُوں یہ کہہ کر ضمام ؓ رخصت ہو گئے۔ ان کے جانے کے بعد حضور ؐ نے فرمایا۔ "اگر اس نے سچ کہا، تو ضرور جنّت میں داخل ہو گا"۔
		حضرت ضمام ؓ نے قوم میں پہنچ کر سب کو جمع کیا اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے سب سے پہلے یہ کہا۔ کہ لات اور عزّیٰ بہت بُرے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ اَے ضمام ایسے الفاظ مُنہ سے نہ نکالو۔ کہیں تم برص، جنون یا جذام میں مبتلا نہ ہو جاؤ۔ اُنہوں نے کہا کہ تمہارا بُرا ہو۔ یہ سب تو نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ؐ بھیجا ہے۔ اپنی کتاب بھیجی ہے تاکہ رسول ؐ اللہ تم کو اُن تمام بُرائیوں سے پاک کر دیں۔ جن میں تم مبتلا ہو۔ پھر اُنہوں نے کہا:۔
		"مَیں شہادت دیتا ہُوں کہ خدا کے سوا کوئی معبُود نہیں اور محمد ؐ اُس کے بندے اور رسول ؐ ہیں۔ مَیں اُن کے پاس سے تمہارے پاس اُن احکام کے ساتھ آیا ہُوں جن کا وہ حکم دیتے ہیں یا جن سے وہ منع فرماتے ہیں"۔
		اس کے بعد شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ قبیلہ کے تمام مرد و زن

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		مسلمان ہوگئے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے کسی کے وفد اور قاصد کو ضمام بن ثعلبہؓ سے افضل اور بہتر نہیں پایا۔ بعض سیرت نگاروں کی رائے میں حضرت ضمامؓ نے احکام الٰہی میں حج کا ذکر نہیں کیا تھا۔ کیونکہ جن دنوں وہ دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے تھے۔ اُس وقت تک حج فرض نہیں ہُوا تھا۔ واللہ اعلم۔
"	"	**وفد اَزد کا مسلمان ہونا** قبیلہ اَزد کے ۱۵ پندرہ آدمی معہ صردؓ بن عبداللہ اَزدی کے بارگاہِ رسالت مآبؐ میں حاضر ہُوئے اور اسلام قبول کیا۔ حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم نے حضرت صرد بن عبداللہؓ کو اُن پر امیر مقرر فرما کر انہیں گرد و نواح کے مشرکین سے جہاد کا حکم فرمایا۔ حضرت صردؓ نے مسلمانوں کی ایک جماعت لے کر شہر جرشؔ کا محاصرہ کیا اور اسی حالت میں ایک ماہ گزر گیا۔ حضرت صردؓ محاصرہ اُٹھا کر جب واپس ہُوئے تو اہلِ جرش نے اس واپسی کو ہزیمت و شکست خیال کرتے ہوئے ان کا تعاقب کیا۔ جب مقام شُکر پر پہنچے تو مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا۔ جس سے اہل جرش کو شکست ہُوئی۔ اہلِ جرش اس سے پیشتر ۲ دو آدمیوں کو تحقیق حال کے لئے مدینہ بھیج چکے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اِن لوگوں کو جبلِ شُکر کے واقعہ کی اسی روز اطلاع

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
بخشی - جس روز یہ واقعہ پیش آرہا تھا - جب یہ لوگ واپس ہوئے - تو اپنی قوم سے تمام واقعہ بیان کیا - اس پر قومِ جرشؔ کے ایک وفد نے دربارِ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا - وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرْ مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ لَا یُمْکِنُ الثَّنَا کَمَا کَانَ حَقُّہٗ بَعْد از خُدا بُزرگ تُوئی قِصّہ مُختصر		

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رسالت مآبؐ

حضرت محمدؐ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی

حیاتِ اقدس کا دس سالہ مدنی دور

واقعاتِ عظیمہ

سنہ ۱۰ھ

(عام الوفود)

محرم تا ذوالحجہ

مطابق

۹ اپریل سنہ ۶۳۱ء تا ۲۷ مارچ سنہ ۶۳۲ء

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ ۙ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ

اَفۡوَاجًا ۙ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ ؕ اِنَّہٗ کَانَ تَوَّابًا ۚ

جب اللہ کی نصرت اور فتح آجائے اور آپؐ لوگوں کو دیکھیں کہ اللہ کے دین میں جوق در جوق داخل ہو رہے ہیں۔ تو آپ اللہ کی تسبیح و تحمید اور استغفار میں مشغول ہو جائیے۔ تحقیق اللہ تعالیٰ بڑا توجہ فرمانے والا ہے۔

(پارہ ۳۰ سورۃ النصر آیات ۱ تا ۳)

عنوانات

واقعاتِ عظیمہ سنہ ۱۰ھ

- —— وفد بنی الحارث کا قبول اسلام (سریہ خالد بن ولیدؓ)
- —— وفد خولان کی آمد اور قبول اسلام
- —— وفد غسان کا اسلام قبول کرنا
- —— سریہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بسوئے یمن
- —— وفد سلامان کا قبولِ اسلام
- —— وفد تُجیب کی آمد
- —— حجۃ الوداع

(ا) مدینہ منورہ سے روانگی

(ب) مکہ معظمہ میں داخلہ

(ج) عرفات کو روانگی

(د) منیٰ سے واپسی

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سَن
وفد بنی الحارث کا قبولِ اسلام (سریہ خالد بن ولیدؓ) بنی الحارث نجران کا ایک معزز خاندان تھا۔ آنحضرت صلعم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان لوگوں کی طرف بھیجا اور ہدایت فرمائی کہ تین روز تک دعوت اسلام دیں۔ اس کے بعد اگر وہ نہ مانیں تو مقابلہ کریں۔ ان لوگوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ نے اطراف و جوانب میں مبلّغینِ اسلام بھیجے۔ ہر جگہ لوگوں نے بغیر کسی مزاحمت کے دعوتِ اسلام قبول کی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے یہ خوشخبری لکھ کر بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں بھیجی۔ حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھوا کر بھیجا۔ کہ وہ ایک وفد لے کر دربارِ رسالت ﷺ میں حاضر ہوں۔ حضرت خالدؓ ایک وفد لے کر خدمتِ نبوی ﷺ میں پہنچے۔ وفد میں قیس بن حصین، یزید بن محجل اور شداد بن عبداللہ بھی تھے۔ جب یہ لوگ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:- "یہ کون لوگ ہیں۔ گویا کہ ہندوستان کے آدمی ہیں"۔ وفد نے عرض کیا کہ ہم بنو الحرث ہیں اور ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ چونکہ یہ لوگ بڑے بہادر اور مقابل پر ہمیشہ غالب رہتے تھے۔ اس لئے حضور ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم لوگ کس بناء پر لوگوں پر غالب رہتے ہو۔ اُنہوں نے عرض کیا۔ کہ ہم ہمیشہ متفق رہتے، آپس میں اختلاف و حسد سے بچتے اور تنگی کے وقت صبر کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "سچ کہتے ہو"۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت قیس بن حصینؓ کو ان پر امیر مقرر	۶۲ سال اور مابین ۲-۳ ماہ	ربیع الآخر تا جمادی الاوّل سنہ ۱۰ھ مطابق جولائی اگست سنہ ۶۳۱ء

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
فرما کر اُنہیں رُخصت کیا۔ اِن کے جانے کے بعد آنحضرت صلعم نے حضرت عمروؓ بن حزم کو تعلیمِ دین اور صدقات وصُول کرنے کے لئے اُن کی طرف روانہ فرمایا اور ایک تحریر جس میں صدقات وزکوٰۃ کے احکام تھے، لکھوا کر مرحمت فرمائی۔ ابنِ ہشام کے نزدیک یہ وفد شوال یا ذیقعد سنہ ۱۰ھ یعنی حضورؐ کے رحلت سے چار مہینے پہلے واپس اپنی قوم میں گیا تھا۔ واللہ اعلم حضورِ سرورِ دو عالم صلعم نے صدقات وزکوٰۃ کے جو احکامات لکھوا کر مرحمت فرمائے تھے۔ وہ یہ ہیں:۔		
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — بسم اللہ الرحمن الرحیم ھذا بیان من اللہ ورسولہ — یہ اللہ اور اس کے رسول کا فرمان ہے یا ایھا الذین امنوا اوفوا — اے ایمان والو اپنے عہدوں کو پُورا کرو بالعقود عہد من محمد النبی — یہ عہد نامہ ہے محمدؐ رسول اللہ کا عمرو بن حزم رسول اللہ لعمرو بن حزم — کے لئے جب ان کو یمن کی طرف عامل مقرر حین بعثہ الی الیمن امرہ — کرکے بھیجا ان کو حکم دیا کہ تمام اُمور میں بتقوی اللہ فی امرہ کلہ فان — تقویٰ اور پرہیزگاری کو ملحوظ رکھیں اللہ مع الذین اتقوا والذین — تحقیق اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور ھم محسنون وامرہ ان یاخذ — نیکوکاروں کے ساتھ ہے اور اُن کو حکم دیا کہ بالحق کما امرہ اللہ وان — حق کو مضبوط پکڑیں جیسا کہ اللہ کا حکم ہے یبشر الناس بالخیر ویامرھم — اور لوگوں کو خیر کا حکم دیں اور خیر کی بشارت بہ ویعلم الناس القرآن و — سنائیں اور لوگوں کو قرآن کی تعلیم دین		

سن	عمر مبارک	واقعات عظیمہ
		يفقههم فيه وينهى الناس — اور اس کے معانی سمجھنے کا طریقہ بتلائیں
		فلا يمس القرآن انسان — اور لوگوں کو منع کر دیں کہ کوئی شخص
		الا وهو طاهر ويخبر الناس — قُرآن کو بغیر طہارت کے ہاتھ نہ لگائے
		بالذی لهم والذی علیهم — اور لوگوں کو ان کے منافع اور مضار سے
		ويلين للناس فی الحق و — باخبر کریں حق اور راہ راست پر چلنے
		یشتد علیهم فی الظلم — میں لوگوں پر نرمی کرنا اور ظلم کرنے کی
		فان الله کرہ الظلم و نهى عنه — حالت میں ان پر سختی کرنا تحقیق اللہ جل
		فقال الا لعنة الله على — شانہ نے ظلم کو حرام کیا ہے اور اس سے
		الظالمين ويبشر الناس — منع کیا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے کہ
		بالجنة وبعملها وینذر الناس — لعنت ہو اللہ کی ظالموں پر اور لوگوں
		النار و عملها ويستألف — کو جنّت کی بشارت دینا اور اعمال جنّت
		الناس حتى يفقهوا فی الدین — سے خبر دینا اور جہنم سے ڈرانا اور اعمال
		ويعلم الناس معالم الحج — جہنّم سے آگاہ کرنا اور لوگوں کو اپنے سے
		وسنة وفريضة وما امر الله — مانوس بنانا تاکہ لوگ تم سے دین سمجھ سکیں
		به والحج الاكبر الحج الاكبر — اور لوگوں کو فرائض اور سنن اور احکام
		والحج الاصغر هو العمرة و — حج اور احکام عمرہ کی تعلیم دینا اور نماز
		ينهى الناس ان يصلى احد — کے متعلق لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ کوئی شخص
		فی ثوب صغير الا ان يكون — چھوٹے کپڑے میں اس کو پشت پر ڈال
		ثوبا يثنى طرفيه على عاتقيه — کر نماز نہ پڑھے مگر یہ کہ وہ اس قدر کشادہ
		وينهى الناس ان يحتبى احد — ہو کہ اس کے دونوں کنارے اس کے
		فی ثوب واحد يفضى بفرجه — دونوں مونڈھوں کو ڈھانک لیں اور

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		الی السماء وینھی ان یعقص احد شعر رأسہ فی قفاہ و ینھی اذا کان بین الناس ھیج عن الدعاء الی القبائل والعشائر ولیکن دعوھم الی اللہ عزوجل وحدہ لا شریک لہ فمن لم یدع الی اللہ ودعا الی القبائل والعشائر فلیقطفوا بالسیف حتی تکون دعواھم الی اللہ وحدہ لاشریک لہ ویأمر الناس باسباغ الوضوء وجوھھم وایدیھم الی المرافق وارجلھم الی الکعبین ویمسحون برؤسھم کما امرھم وامر بالصلاۃ بوقتھا واتمام الرکوع والسجود والخشوع ویغلّس بالصبح ویھجّر بالھاجرۃ حین تمیل الشمس وصلاۃ العصر والشمس فی الارض مدبرۃ والمغرب حین یقبل اللیل لوگوں کو اس طرح کپڑا پہننے سے منع کردیں کہ آسمان کے نیچے اس کی شرمگاہ کھلی رہے اور اس سے منع کردیں کہ کوئی شخص گردن کی جانب میں بالوں کا جوڑا نہ باندھے اور اس سے منع کردیں کہ جب آپس میں لڑائی ہو تو قبیلہ اور خاندان قوم اور وطن کے نام پر نصرت اور حمایت کے لئے کوئی نعرہ نہ لگائیں بلکہ ایک خدا کی طرف اور اس کے حکم کی طرف آنے کی لوگوں کو دعوت دیں اور جو شخص اللہ کی طرف نہ بلائے بلکہ قبیلہ اور خاندان یعنی قوم اور وطن کی طرف بلائے تو ان کی گردنوں کو تلوار سے سہلایا جائے۔ یہانتک کہ ان کا نعرہ اور آوازہ اللہ وحدہٗ لاشریک کے دین کی طرف ہوجائے یعنی قبیلہ اور خاندان اور قوم اور وطن کے نعرہ سے باہر آجائیں اور لوگوں کو وضو کو پورا کرنے کا اور نماز کو اپنے وقت میں ادا کرنے کا حکم دیں اور نماز میں رکوع وسجود پوری طرح کریں اور خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا کریں اور صبح کی نماز غلس (تاریکی) میں پڑھیں اور

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ	
		لا یؤخر حتی تبد والنجوم فی السماء والعشاء اول اللیل وامر بالسعی الی الجمعۃ اذا نودی لہا والغسل عند الرواح الیہا وامرہ ان یاخذ من المغانم خمس اللہ وما علی المؤمنین فی الصدقۃ من العقار عشر ما سقت العین وسقت السماء وعلی ما سقی الغرب نصف العشر وفی کل عشر من الابل شاتان وفی کل عشرین اربع شیاہ و فی کل ثلاثین من البقر تبیع جذع او جذعۃ وفی کل اربعین من الغنم سائمۃ وحدھا شاۃ فانہا فریضۃ اللہ التی افترض علی المؤمنین فی الصدقۃ فمن زاد خیرا فہو خیر لہ وانہ من اسلم من یہودی او	ظہر کی نماز زوال کے بعد پڑھیں یعنی زوال سے پہلے نہ پڑھیں اور عصر کی نماز اس وقت پڑھیں کہ جب آفتاب زمین پر اپنی دھوپ ڈال رہا ہو اور غروب کی طرف جا رہا ہو اور مغرب کی نماز رات کے آتے ہی پڑھیں اس قدر تاخیر نہ کریں کہ ستارے نکل آئیں اور عشاء کی نماز رات کے اوّل ثلث میں پڑھیں اور جب جمعہ کی اذان ہو جائے تو دوڑ کر مسجد پہنچیں اور جمعہ میں جانے سے پہلے غسل کریں اور یہ حکم دیا کہ مالِ غنیمت میں سے اللہ کا حق خمس نکال لیں اور مسلمانوں کی زمین کی پیداوار میں سے صدقہ وصول کریں جس زمین کو چشمہ کے پانی یا بارش کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں عشر (پیداوار کا دسواں حصہ) واجب ہے اور جس زمین کو کنوئیں کے پانی سے سیراب کیا گیا ہو اس میں نصف العشر ہے یعنی پیداوار کا بیسواں حصہ واجب ہے، اور دس اونٹوں میں دو بکریاں واجب ہیں اور بیس اونٹوں میں چار بکریاں واجب ہیں اور تیس گائیوں میں ایک گائے اور

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نصرانی اسلاما خالصا من نفسه ودان بدین الاسلام فانه من المؤمنین له مثل ما لهم وعلیه مثل ما علیهم ومن کان علی نصرانیة او یهودیة فانه لا یرد عنها وعلی کل حالم ذکر او انثی حر او عبد دینار واف او عوضه ثیابا فمن ادی ذلك فان له ذمة الله وذمة رسوله ومن منع ذلك فانه عدو لله ولرسوله وللمؤمنین جمیعا صلوات الله علی محمد والسلام علیه ورحمة الله وبرکاته۔ (سیرت ابن هشام) صفحہ ۲۴۱/ج ۴ وصفحہ ۲۴۲/ج ۴ طبع جدید چالیس بکریوں میں ایک بکری زکوٰۃ واجب ہے یہ اللہ کا فریضہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان پر فرض کیا ہے اور جو فریضہ سے زیادہ دیدے تو وہ اُس کے لئے اور بہتر ہے اور جو یہودی یا نصرانی سچے دل سے دینِ اسلام کو قبول کرے تو وہ اہل ایمان میں سے ہے اور اس کے حقوق اور احکام وُہی ہیں جو مسلمانوں کے ہیں اور جو اپنی یہودیت یا نصرانیت پر قائم رہے اور اسلامی حکومت کا رعایا بن کر رہنا منظور ہو مرد ہو یا عورت آزاد ہو یا غلام ہو ہر بالغ پر جزیہ کا دینا یا اس کے عوض کپڑے دینا اس پر لازم ہوگا پس جو شخص جزیہ ادا کردے وہ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی ذمّہ داری میں رہے گا۔ یعنی اس کی جان اور مال اور آبرو سب محفوظ رہے گی اور جو شخص جزیہ دینے سے انکار کرے وہ اللہ اور اُس کے رسول اور تمام مؤمنین کا دشمن ہے اللہ کی صلاۃ وسلام اور رحمتیں اور برکتیں ہوں محمد رسول اللہ پر صلی اللہ علیہ وسلم۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
شعبان سنہ ۱۰ھ مطابق نومبر سنہ ۶۳۱ء	۶۲ سال ۵ ماہ اور ۲۲ دن کے درمیان	**وفد خولان کی آمد اور قبولِ اسلام** اس ماہ میں یمن کے قبیلہ خولان کے دس آدمی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! ہم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کا ہم پر احسان ہے کہ ہمیں حضورؐ کی زیارت کا شوق بخشا جس کو پُورا کرنے کے لئے ہم دُور دراز سے سفر طے کر کے حاضر ہوتے ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا "تمہارا یہ سفر ضائع نہیں ہُوا۔ ہر قدم پر تمہارے لئے نیکی ہے۔ جو شخص میری زیارت کے لئے مدینہ حاضر ہُوا۔ وہ قیامت کے دن میری پناہ اور امان میں ہوگا"۔ بعد ازاں حضورؐ نے اُن سے خولان کے بُت "عم انس" کے متعلق دریافت فرمایا۔ وفد نے عرض کیا کہ الحمدللہ! حضورؐ کی تعلیم اور ہدایت اُس بُت کی پرستش کا نعم البدل ہو گئی ہے۔ ہمارے چند بُوڑھوں کے علاوہ کوئی اُس کا پرستار نہیں رہا اور انشاءاللہ اب واپسی کے بعد اس کا نام و نشان ہی باقی نہ چھوڑیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان لوگوں کو دین کے فرائض کی تعلیم دی اور عہد کو پُورا کرنے، امانت کو ادا کرنے، پڑوسیوں کا خیال رکھنے اور کسی پر ظلم نہ کرنے کی نصیحت فرمائی۔ جب وفد لوٹ کر واپس اپنے وطن جانے لگا تو حضورؐ نے انہیں بارہ ۱۲ اوقیہ چاندی عنائت فرمائی۔ وفد نے واپسی کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ بُت کو منہدم کر دیا۔

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
وفدِ غسّان کا اسلام قبول کرنا اِن دنوں غسّان کے تینؔ آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر مشرف با سلام ہوئے۔ پھر ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم کو معلوم نہیں کہ ہماری قوم اسلام قبول کرے گی یا نہیں بہرحال حضورؐ سرورِ دوعالم نے انہیں زادِ سفر دے کر رخصت کیا۔ چونکہ ان کی قوم نے اسلام قبول نہ کیا تھا۔ اس لئے ان تینوں نے اپنا اسلام پوشیدہ رکھا۔ یہاں تک کہ دوؔ آدمی اسی حالت میں انتقال کر گئے۔ تیسرے صاحب جنگ یرموک میں حضرت ابوعبیدہؓ سے جاملے اور ان کو اپنے مسلمان ہونے کے متعلق بتایا۔ اس بناء پر حضرت ابوعبیدہؓ ان کی بہت عزّت کرتے تھے۔	۶۲ سال ۶ ماہ اور ۲۲ دن کے مابین	رمضان المبارک سنہ ۱۰ھ مطابق دسمبر سنہ ۶۳۱ء
سریہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بسوئے یمن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حجۃ الوداع سے پہلے حضرت علیؓ کو تینؔ سوؔ آدمیوں کے ساتھ یمن کی طرف روانہ فرمایا۔ حضورؐ نے خود اپنے دستِ مبارک سے حضرت علیؓ کے سر پر عمامہ باندھا جس کے تین پیچ تھے۔ عمامہ کا ایک کنارہ بقدر ایک ہاتھ سامنے لٹکایا اور ایک بالشت کے برابر دوسرا کنارہ پیچھے چھوڑا۔ حضرت علیؓ کو روانہ کرتے وقت حضورؐ نے اُن سے فرمایا کہ کسی اور طرف دھیان دئے بغیر سیدھے چلے جاؤ اور وہاں پہنچ کر جنگ سے ابتداء نہ کرنا بلکہ پہلے دعوتِ اسلام دینا۔ اگر وہ لوگ اسلام قبول کرلیں تو پھر اُن سے کسی قسم کا تعرّض نہ کرنا۔ خدا کی قسم اگر تیری تبلیغ سے ایک شخص بھی ہدایت پا جائے تو دُنیا ومافیہا	؍؍	؍؍

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سے بہتر ہے۔
		حضرت علیؓ نے تین ۳۰۰ صد آدمیوں کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہو کر مقامِ قناۃ میں جا کر پڑاؤ ڈالا اور اس جگہ سے صحابہؓ کی مختلف ٹولیاں مختلف اطراف کو روانہ کیں۔ لشکرِ اسلام کے سوار سب سے پہلے علاقہ مذحج میں داخل ہوئے۔ جہاں سے بہت سے بچے، عورتیں، اونٹ اور بکریاں پکڑ لائے اور ان تمام غنائم کو ایک جگہ اکٹھا کیا۔ بعد ازاں ایک دوسری جماعت سے ان کا مقابلہ ہوا۔ حضرت علیؓ نے حسبِ ہدایت ان لوگوں کو دعوتِ اسلام دی۔ مگر اُن لوگوں نے قبولِ اسلام سے انکار کر دیا اور دعوت کے جواب میں مسلمانوں پر تیر اور پتھر برسائے۔ پھر حضرت علیؓ نے ان لوگوں پر حملہ کر کے ان کے بیس ۲۰ آدمی قتل کر دیئے۔ باقی لوگ منتشر ہو گئے حضرت علیؓ نے کچھ وقفہ کے بعد ان لوگوں کا تعاقب کر کے پھر انہیں اسلام کی دعوت دی۔ جسے اُنہوں نے اپنی اور اپنی قوم کی طرف سے قبول کر لیا اور وعدہ کیا کہ وہ صدقات، جو اللہ کا حق ہے، ادا کرتے رہیں گے۔
		بعد ازاں حضرت علیؓ نے مالِ غنیمت کو جمع کیا اور خمس نکال کر باقی مال مجاہدین پر تقسیم کر دیا۔ پھر اپنی جگہ کسی اور کو امیرِ لشکر مقرر کر کے بعجلت مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ حضرت علیؓ کو یہ خبر مل چکی تھی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے حج کے لئے روانہ ہو چکے ہیں۔ اس لئے حضرت علیؓ یمن سے سیدھے مکہ معظمہ پہنچ کر حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم کے ساتھ شریک ہوئے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
شوال سنہ ۱۰ھ مطابق جنوری سنہ ۶۳۲ء	۶۲ سال ۷ ماہ اور ۲۲ دن کے درمیان	**وفد سلامان کا قبولِ اسلام** ماہِ شوال میں قبیلہ سلامان کا سات افراد پر مشتمل ایک وفد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوا۔ قبولِ اسلام کے بعد وفد نے اپنے علاقہ کی خشک سالی کا ذکر کیا۔ حضورؐ پرنور صلعم نے بارش کے لئے دُعا فرمائی اور پھر وفد کو زادِ راہ دے کر رخصت فرمایا۔ وفد جب اپنے علاقہ میں لوٹ کر آیا۔ تو اُسے معلوم ہُوا کہ جس وقت حضورؐ نے بارش کے لئے دُعا فرمائی تھی۔ اُسی وقت پانی برساتھا۔
″	″	**وفد تجیب کی آمد** یمن کے قبیلہ کندہ کی ایک شاخ قبیلہ تجیب کے تیرہ ۱۳ آدمی صدقات کا مال لے کر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت اقدس میں حاضر ہُوئے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ اس مال کو واپس لے جاؤ اور وہیں کے فقراء پر تقسیم کرو۔ وفد نے عرض کیا۔ کہ ہم وہی مال لائے ہیں جو فقراء پر تقسیم کے بعد بچ رہا ہے۔ حضرت صدیقِ اکبرؓ نے وفد کی یہ بات سُن کر آنحضرت صلعم سے عرض کیا۔ "کہ یا رسول اللہ! تجیب جیسا وفد آج تک نہیں آیا"۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "بے شک! ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جس کے لئے اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرماتا ہے۔ اس کا سینہ ایمان کے لئے کھول دیتا ہے"۔ اِن لوگوں نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے متعدد مسائل دریافت کئے۔ حضورؐ نے ان کے جوابات لکھوا دیئے۔ پھر حضرت بلالؓ کو بُلا کر فرمایا کہ ان لوگوں کی اچھی طرح مہمانی کی جائے۔ وفد

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نے چند روز قیام کے بعد اجازت چاہی۔ حضورؐ نے جلدی جانے کا سبب پوچھا۔ وفد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! دل یہ چاہتا ہے کہ جو فیوض اور برکات آپؐ کے دیدارِ پُرانوار اور صحبت سے حاصل ہوئے ہیں۔ اُن کی اطلاع اپنی قوم کو جا کر دیں۔ یہ سُن کر حضورؐ نے بہت سا انعام واکرام دے کر اُنہیں رخصت کیا۔ چلتے وقت حضورؐ نے اُن سے پوچھا۔ کہ تم میں سے کوئی باقی تو نہیں رہ گیا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ ایک نوجوان رہ گیا ہے۔ جسے ہم نے سامان کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ حضورؐ نے اسے بھی بُلانے کا حکم دیا۔ جب وہ حاضر ہُوا تو اُس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپؐ نے میرے قبیلہ کے لوگوں کی حاجتیں پُوری فرمائیں۔ میری بھی ایک حاجت ہے۔ حضورؐ نے پوچھا کہ وہ کیا ہے؟ نوجوان نے عرض کیا کہ مَیں فقط اس لئے گھر سے نکلا ہوں کہ حضورؐ میرے لئے خدا تعالیٰ سے مغفرت کی دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر رحم فرمائے اور میرے دل کو غنی کر دے۔ حضورؐ نے دُعا فرمائی:۔
		"اے اللہ! اس کو بخشش دے اور اس پر رحم فرما اور اس کے دل کو غنی بنا۔"
		اس کے بعد نوجوان کے لئے بھی انعام واکرام کا حکم دیا۔
		۱۰ھ میں جب اس قبیلہ کے لوگ حج کے لئے آئے۔ تو منیٰ میں آنحضرت صلعم سے ملے۔ حضورؐ نے اُس نوجوان کا حال دریافت فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اس نوجوان کے زُہد اور

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		قناعت کا عجب حال ہے۔ ہم نے اُس سے بڑھ کر زاہد اور قانع نہیں پایا۔ جتنا بھی مال اس کے سامنے تقسیم ہو۔ اُس نے کبھی آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ آنحضرت صلعم کی رحلت کے بعد جب اہلِ یمن اسلام سے پھرنے لگے۔ تو اس نوجوان نے لوگوں میں وعظ کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ ایک شخص بھی اسلام سے نہ پھرا۔ حضرت صدیق اکبرؓ آنے جانے والے لوگوں سے اس کا حال دریافت کرتے رہتے تھے۔ جب آپ کو اس واقعہ کی اطلاع ہُوئی۔ تو آپ نے حضرت زیاد بن ولیدؓ کو لکھ کر بھیجا کہ اس نوجوان کا خاص طور پر خیال رکھیں (وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ)
۲۵؍ ذیقعد سنہ ۱۰ھ مطابق ۲۲؍ فروری ۶۳۲ء	۶۲ سال ۸ ماہ اور ۱۷ دن	**حجۃ الوداع** (ا) ——— مدینہ منوّرہ سے روانگی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے ہجرت کے بعد صرف ایک ہی حج کیا۔ جو عُرفِ عام میں حجۃ الوداع کے نام سے موسوم ہے۔ حج آخر سنہ ۹ھ میں فرض ہُوا تھا۔ اس سال (فرضیّتِ حج سے پیشتر) حضورؐ نے تین صد صحابہؓ کی ایک جماعت حضرت صدیق اکبرؓ کی قیادت میں حج کے لئے روانہ فرمائی تھی۔ سنہ ۱۰ھ میں حضورؐ نے خود حج کا ارادہ فرمایا اور یہ حج کی فرضیّت کے بعد اہلِ اسلام کا پہلا حج تھا۔ جونہی حضورؐ کے اس مبارک ارادہ کی خبر صحابہؓ کو پہنچی۔ صحابہؓ نے بھی آپؐ کی قیادت میں حج کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ پھر جب یہ خبر اطرافِ مدینہ میں مشہور ہوئی۔ تو ہر طرف سے لوگ حج کی نیّت سے چل پڑے۔

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
مدینہ منورہ سے روانگی سے پیشتر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں احرام کا قاعدہ بیان فرمایا اور لوگوں کو حج کے واجبات و سُنن کی تعلیم دی۔ روانگی کے روز حضورؐ نے چار رکعت نمازِ ظہر مسجد میں ادا کی۔ ازاں بعد سر میں تیل ڈالا۔ بالوں میں کنگھی کی اور ظہر و عصر کے درمیانی وقت میں مدینہ سے روانہ ہوئے۔ جب مدینہ سے چند میل باہر ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے (جو اس دن کے بعد سے اہلِ مدینہ کے لئے میقات مقرر رہا) تو قیام فرمایا اور عصر کی نماز قصر کر کے پڑھی۔ حضورؐ نے رات یہیں بسر فرمائی۔		
دوسرے دن حضورؐ پُرنور صلعم نے نمازِ فجر اور ظہر ذوالحلیفہ میں ہی ادا فرمائیں۔ نمازِ ظہر سے فارغ ہونے کے بعد آپؐ نے غسل فرمایا، بالوں میں خوشبو لگائی، عُمرہ اور حج کی نیت کر کے احرام باندھا اور صحابہؓ کو روانگی کا حکم دیا۔ تلبیہ کہنے کے بعد حضورؐ اپنی اُونٹنی قصوئی پر سوار ہوئے۔ اُونٹنی جب بیداء کی بلندی پر چلنے لگی تو حضورؐ نے پھر تلبیہ کہی۔ تلبیہ کے الفاظ یہ ہیں:۔		
لَبَّیْکَ، اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ۔ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَتَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ ٥ — تیرے سامنے حاضر ہیں اے خدا! ہم تیرے سامنے حاضر ہیں اے خدا! تیرا کوئی شریک نہیں۔ سب تعریف تیرے لیے ہے نعمت تیری ہے، ملک تیرا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں		
آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود بلند آواز سے تلبیہ کہتے جاتے تھے اور صحابہؓ کو بھی بلند آواز سے تلبیہ پکارنے کا حکم دیتے تھے جس اُونٹنی پر حضورؐ سوار تھے۔ اس پر کوئی محمل یا ہودج نہیں تھا جس		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		راستے سے بھی یہ مقدس قافلہ گزرتا۔ لوگ جوق در جوق اس میں شامل ہوتے جاتے۔ حضورؐ کے چاروں طرف لوگوں کا اس قدر ہجوم ہوگیا تھا۔ کہ حدِ نگاہ تک آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ فتح مکہ سے واپسی پر جس جس مقام پر حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم نے نماز ادا فرمائی تھی۔ وہاں لوگوں نے برکت کے خیال سے مسجدیں تعمیر کر لی تھیں۔ آنحضرت صلعم دورانِ سفر میں ان مساجد میں نمازیں ادا فرماتے جاتے تھے۔ اس سفرِ حج میں شمعِ نبوت کے گرد نوّے ہزار یا ایک لاکھ چودہ ہزار یا اس سے بھی زائد پروانوں کا اجتماع تھا۔ تمام ازواجِ مطہرات، حضرت فاطمۃ الزہراؓ اور دیگر خواص اور خدامِ خاص بھی ہمرکاب تھے۔
۴ ذوالحجہ سنہ ۱۰ھ یکم مارچ سنہ ۶۳۲ء	۶۲ سال ۹ ماہ ۲۶ دن	(ب) — مکہ معظمہ میں داخلہ سفر کے نویں دن یعنی ۴ ذوالحجہ کو صبح کے وقت حضورؐ ذی طویٰ میں تھوڑی دیر ٹھہرنے کے بعد مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ خاندانِ بنو ہاشم کے لڑکوں نے جب حضورؐ کی مبارک آمد کی خبر سنی۔ تو خوشی سے باہر نکل آئے۔ حضورؐ نے فرطِ مسرت سے کسی بچے کو اپنی ناقہ کے آگے اور کسی کو پیچھے سوار فرما لیا۔ جب حضورؐ کی نظر کعبہ پر پڑی۔ تو فرمایا:۔ "اے خدا! اس گھر کو اور زیادہ عزت اور شرف دے۔" پھر آپؐ نے کعبہ کا طواف کیا۔ طواف سے فارغ ہو کر مقامِ ابراہیم پر دوگانہ ادا کیا۔ اور یہ آیت پڑھی:۔ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ — اور مقامِ ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ (البقرہ۔ آیت ۱۲۵)

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		پھر حضورؐ حجرِ اسود کی طرف لوٹے اور اُسے بوسہ دیا۔ اس کے بعد مسجد کے دروازے باب الصّفا سے باہر تشریف لائے۔ جب کوہِ صفا کے قریب پہنچے تو یہ آیت تلاوت فرمائی:۔ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ؕ صفا اور مروہ خدا کی نشانیاں ہیں (البقرہ۔ آیت ۱۵۸) صفا سے جب کعبہ پر نظر پڑی۔ تو فرمایا:۔ لا الٰه الا الله وحده لاشريك له له الملك وله الحمد يحيي ويميت وهو على كل شئي قدير لا الٰه الا الله وحده انجز وعده ونصر عبده وهزم الاحزاب وحده، اللہ کے علاوہ اور کوئی معبود اور آقا نہیں ہے۔ عبادت اور بندگی کی مستحق وہی ایک ذات ہے۔ عبادت اور بندگی میں کوئی اس کا حصہ دار نہیں فرمانروائی صرف اسے سزاوار ہے اور حمد و ستائش صرف اسے ہی زیبا ہے۔ وہی ہمیں حیات بخشتا اور موت دیتا ہے۔ وہ ہر کام کی طاقت اور قدرت رکھتا ہے۔ کوئی معبود نہیں ہے سوا اس تنہا ذات کے۔ اُس نے اپنا وعدہ پُورا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور اُس کی مخالف طاقتوں کو تنہا شکست دی ؏ پھر آپؐ نے فرمایا:۔ اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهٖ۔ مَیں بھی اسی چیز سے ابتدا کرتا ہوں جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتدا فرمائی ہے۔ پھر حضورؐ سرورِ دو عالم صفا سے اُترے اور مروہ کی طرف چلے جب حضورؐ بطنِ وادی میں پہنچے تو دوڑنا شروع کیا اور جب وادی کی چڑھائی پر چڑھنا شروع کیا تو حضورؐ نے رفتار سست کر دی۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حتیٰ کہ آپؐ مروہ پر پہنچ گئے۔ مروہ پر آپؐ نے وہی عمل کیا۔ جو صفا پر کیا تھا۔ یہانتک کہ حضورؐ آخری سعی ختم کر کے مروہ پر پہنچے۔ مروہ پر کھڑے ہو کر آپؐ نے لوگوں سے خطاب فرمایا۔ اس وقت لوگوں کا ایک انبوہِ کثیر مروہ کے نیچے کھڑا آپؐ کا خطاب سُن رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر یہ بات جو مجھے اب معلوم ہوئی ہے، پہلے معلوم ہوتی تو مَیں قُربانی کے جانور ساتھ نہ لاتا اور اپنے حج کو عمرہ میں تبدیل کر دیتا۔ حضورؐ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ تم لوگوں میں سے جو لوگ قُربانی کے جانور ساتھ نہیں لائے ہیں۔ وہ حج کو عُمرہ میں تبدیل کر کے احرام کھول سکتے ہیں۔ یہ سُن کر حضرت سراقہ بن جعثمؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! یہ حکم اس سال کے لئے ہے یا ہمیشہ کے لئے"۔ حضورؐ سرورِ دو عالم نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دُوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر فرمایا۔ "عُمرہ حج میں داخل ہُوا"۔ حضورؐ نے یہ الفاظ دو بار دُہرائے پھر فرمایا"۔ یہ حکم صرف اس سال کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ حضرت علیؓ قُربانی کے جانور ساتھ لے کر یمن سے سیدھے مکہ معظمہ تشریف لائے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے پُوچھا۔ کہ تم نے احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ کہ مَیں نے اس طرح نیت کی تھی:۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُھِلُّ بِمَا اَھَلَّ بِہٖ رَسُوْلُکَ — اے اللہ! مَیں بھی اسی چیز کا احرام باندھتا ہوں جس کا احرام رسولؐ نے باندھا ہے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضورؐ نے یہ سن کر حضرت علیؓ سے فرمایا۔ "پس تم بھی میری طرح حلال ہو"۔ یعنی حج سے فراغت تک احرام باندھے رہو۔ دیگر لوگوں نے، جو قربانی کے جانور ساتھ نہیں لائے تھے، احرام کھول دئے۔ یوم ترویہ یعنی ۸ ر ذوالحجہ کو حضورؐ نے منیٰ کی طرف جانے کا قصد فرمایا۔ جن صحابہؓ نے احرام کھول دئے تھے۔ انہوں نے حج کا احرام باندھا اور حضورؐ کے ساتھ منیٰ کو روانہ ہوئے۔ آپؐ اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار منیٰ پہنچے اور رات کو یہیں مقام فرمایا۔
جمعۃ المبارک ۹ ر ذوالحجہ ۱۰ھ مطابق ۶ ر مارچ ۶۳۲ء	۶۲ سال ۹ ماہ ایک دن	**(ج) —— عرفات کو روانگی** ۹ ر ذوالحجہ کی صبح تک حضورؐ منیٰ میں ہی قیام پذیر رہے آپؐ نے ۹ ر ذوالحجہ کی نمازِ فجر تک منیٰ میں پانچ نمازیں ادا فرمائیں۔ جب سورج نکل آیا۔ تو حضورؐ نے وادئ نمرہ میں خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ حضورؐ کے لئے جو خیمہ نصب کیا گیا۔ وہ ایک کمبل کا تھا۔ پھر حضورؐ منیٰ سے روانہ ہوئے۔ قریش کا خیال تھا کہ آنحضرتؐ عرفات میں پہنچنے سے پہلے مزدلفہ میں مشعر الحرام کے قریب قیام فرمائیں گے۔ کیونکہ زمانہ جاہلیت میں قریش کا یہی دستور تھا۔ مگر حضورؐ اس دستور کے برعکس وادئ نمرہ میں تشریف لائے اور فرمایا:- قفوا علی مشاعرکم فانکم علی ارثٍ من ارث ابیکم ابراھیم — اپنے مقدس مقامات میں ٹھہرو کیونکہ تم اپنے باپ ابراہیم کی میراث پر ہو۔ اس وادی کے ایک جانب عرفات اور دوسری جانب مزدلفہ ہے۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حضورؐ نے دن ڈھلے تک خیمہ میں قیام فرمایا۔ پھر قصویٰ پر سوار ہو کر عرفات میں تشریف لائے۔ آج ذوالحجہ کی ۹ تاریخ اور جُمعہ کا دن تھا۔ تمام میدان سرتاسر لوگوں سے بھرا ہوا تھا اور ہر شخص خداوند عالم کی حمد و ثنا میں مصروف تھا۔ اس وقت لاکھ سوا لاکھ بلکہ اس سے بھی زائد لوگوں کا اجتماع احکامِ الٰہی کی تعمیل کے لئے ہمہ تن حاضر تھا۔ آنحضرت صلعم نے پہاڑی پر چڑھ کر خطبہ کا آغاز فرمایا۔ اس وقت آپؐ قصویٰ پر سوار تھے۔ چاروں طرف مکبّر کھڑے تھے جو ایک ایک جُملہ کو دُہراتے جاتے۔ اس تدبیر سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس "بین الانسانی منشور" کا ایک ایک لفظ اس عظیم اجتماع میں موجود ہر شخص کے کانوں تک پہنچ رہا تھا۔
		آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے زمانۂ جاہلیت کی تمام بیہودہ رُسومات اور تکمیل انسانی میں امتیازِ مراتب اور تمام تفرقات مٹاتے ہُوئے فرمایا:۔
		الا کل شئی من امر الجاھلیۃ تحت قدمی موضوعٌ۔ — ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں۔
		ایھا الناس! الا ان ربکم واحد، وان اباکم واحد، لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود، ولا لاسود علی احمر الا بالتقویٰ — لوگو! ہاں بیشک تمہارا رب ایک ہے اور بیشک تمہارا باپ ایک ہے ہاں عربی کو عجمی پر، عجمی کو عربی پر، سُرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سُرخ پر کوئی فضیلت نہیں۔ مگر تقویٰ کے سبب سے۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ	
		ان کل مسلم اخو المسلم وان المسلمین اخوۃ۔	اور مسلمان مسلمان باہم بھائی بھائی ہیں۔
		ارقاءکم ارقاءکم اطعموھم مما تاکلون واکسوھم مما تلبسون۔	تمہارے غلام! تمہارے غلام! جو خود کھاؤ، وہی ان کو کھلاؤ، جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ
		ودماء الجاھلیۃ موضوعۃ وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربیعۃ بن الحرث۔	جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقامِ خون) باطل کردیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون) ربیعۃ بن الحرث کے بیٹے کا خون باطل کردیتا ہوں
		وربا الجاھلیۃ موضوع واول ربا اضع ربانا ربا عباس بن عبد المطلب	جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کردیئے گئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود (عباس رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب کا سود) باطل کرتا ہوں
		فاتقوا اللہ فی النساء	(عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو)
		ان لکم علی نسائکم حقا ولھن علیکم حقا	تمہارا عورتوں پر، اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔
		ان دمائکم واموالکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی بلدکم ھذا الی یوم تلقون ربکم	تمہارا خون، تمہارا مال تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں حرام ہے۔
		وانی قد ترکت فیکم ما لن تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ	میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں، اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے وہ کیا چیز ہے؟ کتاب اللہ!

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ان اللہ عزّوجل قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارثٍ — خدا نے ہر حقدار کو (از روئے وراثت) اس کا حق دیدیا۔ اب کسی کو وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں۔
		الولد للفراش وللعاھر الحجر وحسابہم علی اللہ — لڑکا اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا۔ زنا کار کے لئے پتھر ہے، اور اُن کا حساب خدا کے ذمہ ہے
		من ادّعی الی غیر ابیہ وانتمی الی غیر موالیہ فعلیہ لعنۃ اللہ — جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے مولیٰ کے سوا کسی اور طرف اپنی نسبت کرے اس پر خدا کی لعنت ہے۔
		الا لا یحلّ لامرءۃٍ ان تعطی من مال زوجہا شیئًا الا باذنہ الدین مقضیٌّ والعاریۃ مؤدّاۃ والمنحۃ مردودۃ والزعیم غارم — ہاں عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں قرض ادا کیا جائے، عاریت واپس کی جائے، عطیہ لوٹایا جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے۔
		یہ فرما کر حضورؐ نے مجمع عام کی طرف خطاب کیا:-
		انتم مسئولون عنی فما انتم قائلون — تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا۔ تم کیا جواب دو گے؟
		اس پر حاضرینِ مجمع نے عرض کیا "یا رسولؐ اللہ! ہم کہیں گے کہ آپؐ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا" آپؐ نے آسمان کی طرف انگلی اُٹھائی اور تین بار فرمایا:-
		اللّٰھم اشھد — اے خدا گواہ رہنا۔
		جب خُطبہ تمام ہُوا۔ تو حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		حکم دیا اور دو۲ رکعت نماز آہستہ قرأت کے ساتھ پڑھی۔ اگرچہ اس دِن جُمعہ تھا مگر حضورؐ نے جُمعہ نہ پڑھا۔ پھر دُوسری اقامت کے ساتھ آپؐ نے عصر کی بھی دو۲ رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضورؐ موقّف میں تشریف لائے پہاڑ کے نیچے صخرات کے پاس قبلہ رُو ہو کر کھڑے ہوئے جبلِ مشاۃ آپؐ کے سامنے تھا۔ حضورؐ اُونٹ پر سوار تھے اور نہایت گریہ وزاری کے ساتھ غُروبِ آفتاب تک دُعا کرتے رہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ہم نے اس جگہ وقوف کیا۔ مگر تمام عرفہ موقّف ہے اور فرمایا۔ "حج یومِ عرفہ ہے اور بہترین دُعا یومِ عرفہ کی دُعا ہے"۔ اسی مقام پر یہ آیت کریمہ نازل ہُوئی۔ یہ آیت بالاتفاق قرآن حکیم کا آخری نزول تھا:۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (سُورۃ مائدہ آیت ۳) آج ہم نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا۔ تمہارے اُوپر اپنی نعمت پُوری کی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کیا۔ اس آیتِ کریمہ کا نزول اس بات کی طرف اشارہ تھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو جس مقصد کے لئے دُنیا میں بھیجا تھا وہ پُورا ہو چکا، اور جو احکام خُداوندی آپؐ کے ذریعہ آنے تھے، وہ آگئے۔ اس لئے دُنیا میں آپؐ کے رہنے کی ضرورت باقی نہ رہی۔ یہیں ایک صحابیؓ نے بحالتِ احرام سواری سے گِر کر انتقال کیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ اُن کو غسل دیا جائے اور احرام ہی

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کے کپڑے کو کفن بنایا جائے۔ خوشبو نہ لگائی جائے اور سر و چہرہ نہ ڈھانپا جائے۔ مزید فرمایا کہ یہ قیامت کے روز تلبیہ کہتے اٹھیں گے غروبِ آفتاب کے بعد جب شفق کی زردی ختم ہوگئی تو آپؐ عرفہ سے روانہ ہوئے۔ حضرت اسامہؓ بن زید آپؐ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے۔ حضورؐ وہاں سے آہستہ آہستہ چلے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ تیزی میں بھلائی نہیں ہے۔ حضورؐ ضب کے راستے عرفہ میں گئے تھے اور مازمین کے راستہ واپس ہوئے۔ راستے میں آپؐ کے اونٹ کی رفتار نہ بہت تیز تھی نہ سست جب کسی بلندی پر چڑھنا ہوتا تو آپؐ اپنے ناقہ کی باگ ڈھیلی فرما دیتے۔ آپؐ سارے راستہ میں برابر تلبیہ کہتے رہے۔ مگر کسی وقت بھی بلند آواز سے تلبیہ نہیں کہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمزوروں کو رات ہی کے وقت منیٰ روانہ فرما دیا تھا۔ مگر تاکید کر دی تھی کہ طلوعِ آفتاب سے پہلے رمی جمار نہ کی جائے۔ رات کے وقت جانے والوں میں اُم المومنین حضرت سودہؓ بھی تھیں۔ باقی ازواجِ مطہرات آنحضرت صلعم کے ساتھ روانہ ہوئیں۔ اس وقت حضرت فضل بن عباسؓ حضورؐ کے ساتھ سواری پر تھے اور حضرت اسامہؓ بن زید پیدل، راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلبیہ کہتے رہے۔ جب حضورؐ بطنِ محسّر میں پہنچے۔ تو اونٹ کو تیز کر دیا۔ آپؐ کا قاعدہ تھا کہ جب کبھی ایسے مقام پر پہنچتے۔ جہاں کسی قوم پر عذابِ الٰہی نازل ہوا ہو۔ تو وہاں سے گزرتے وقت جلدی فرماتے۔ وادیٔ محسّر منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان برزخ کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
وادی نہ منیٰ کا جزو ہے اور نہ مزدلفہ کا۔ یہاں اصحابِ فیل پر عذابِ الٰہی نازل ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہاں سے درمیانی راستے سے چلے۔ جو جمرہ کبریٰ کے پاس پہنچتا تھا۔ جب حضورؐ منیٰ میں تشریف لائے تو اسفل وادی میں ٹھہرے۔ منیٰ کو آپؐ نے اپنے داہنے کیا، اور بیت کو بائیں اور جمرہ کی طرف رُخ کیا۔ پھر اونٹ کے اوپر سے ہی آپؐ نے کنکریاں ماریں۔ حضورؐ ایک ایک کنکری مارتے اور ہر دفعہ تکبیر کہتے۔ یہ رمیِ جمار آپؐ نے طلوعِ آفتاب کے بعد کی اور یہیں سے تلبیہ موقوف فرمائی۔ اس وقت نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لاکھ سوا لاکھ سے زائد مسلمانوں کا مجمع تھا۔ یہ اجتماعِ عظیم رسولِ خدا صلعم کی تئیس ۲۳ سالہ فرائضِ نبوت کا ثمرہ تھا۔ اب ایک نئی شریعت، ایک نئے نظام اور ایک نئے عالم کا آغاز ہو رہا تھا۔ اسی بنا پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا:۔ ان الزمان قد استدار کھیئتہ یوم خلق اللہ السمٰوٰت والارض — ابتدا میں خدا نے جب آسمان و زمین کو پیدا کیا تھا، زمانہ پھر پھرا کے آج پھر اسی نقطہ پر آگیا۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اجتماعِ عظیم کے سامنے اشہرِ حرام کا تعیین کرتے ہوئے فرمایا:۔ السنۃ اثنا عشر شہراً منہا اربعۃ حرم ثلاثۃ متوالیات — سال کے بارہ ۱۲ مہینے ہیں۔ جن میں چار ۴ مہینے قابلِ احترام ہیں، تین تو متواتر		

واقعات عظیمہ	عمر مبارک	سن
ذوالقعدۃ و ذوالحجۃ ومحرم — مہینے ہیں۔ ذوقعدہ، ذوالحجہ اور ورجب شھر مضر الذی — محرم اور چوتھا رجب مضر کا مہینہ جو بین جمادی وشعبان — جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ میں ہے ازاں بعد لوگوں سے مخاطب ہو کر پوچھا: آج کونسا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ "اللہ اور اُس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں"۔ کیا آج قُربانی کا دن ہے؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ "بے شک اے اللہ کے رسولؐ"۔ پھر ارشادِ نبوّتؐ ہُوا۔ یہ کونسا مہینہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ "اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں"۔ "کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے"؟ حضورؐ نے لوگوں سے پُوچھا۔ "ہاں بلبشک اے اللہ کے رسولؐ"۔ حاضرین نے جواب دیا۔ "یہ کونسا شہر ہے"؟ نبیٔ آخرالزّماںؐ نے ارشاد فرمایا۔ لوگ خاموش رہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں؟" "بے شک" لوگوں نے جواب دیا۔ جب سامعین کے دل پر آج کے دن، اس مہینہ اور خُود اس شہر کے احترام کا خیال پُوری طرح جاگزیں ہو گیا اور یہ بات ہر شک وشُبہ سے بالاتر ہو گی۔ کہ اس دن اور اس مقام میں جنگ وخُونریزی جائز نہیں تو آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ	
		فان دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا فی شھرکم ھذا فی بلدکم ھذا	تو تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو (تا قیامت) اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہے۔
		پھر ارشاد فرمایا:۔	
		الا لا ترجعوا بعدی ضلالا یضرب بعضکم رقاب بعضٍ وستلقون ربکم فیسئلکم عن اعمالکم۔	ہاں میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ خود ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو تم کو خدا کے سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی باز پرس کرے گا
		الا لا یجنی جانٍ الا علی نفسہ، الا لا یجنی جانٍ علی ولدہ ولا مولود علی والدہ۔	ہاں! مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے۔ ہاں، باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں اور بیٹے کے جرم کا جواب دہ باپ نہیں۔
		پھر ارشادِ نبوت ہوا:۔	
		ان امر علیکم عبد مجدع اسود یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا	اگر کوئی حبشی بینی بریدہ غلام بھی تمہارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو
		الا ان الشیطان قد ایس ان یعبد فی بلدکم ھذا ابدًا ولکن ستکون لہ طاعۃ فیما تحقرون من	ہاں، شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش قیامت تک نہ کی جائے گی لیکن البتہ چھوٹی چھوٹی

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ

اعمالکم فسیرضی بہ — باتوں میں اس کی پیروی کرو گے وہ اس پر خوش ہوگا۔

خُطبہ کے آخر میں حضورؐ نے اسلام کے اوّلین فرائض لوگوں کو یاد دلاتے ہُوئے فرمایا:۔

اعبدوا ربکم وصلّوا خمسکم وصوموا شھرکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنۃ ربکم — اپنے پروردگار کو پُوجو، پانچوں وقت کی نماز پڑھو، مہینہ کا روزہ رکھو اور میرے احکام کی اطاعت کرو، خدا کی جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔

یہ یاد دلانے کے بعد حضورؐ نے مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا

الاھل بلّغت، — کیوں، مَیں نے پیغام خُداوندی سُنا دیا۔

تمام مجمع بیک زبان بول اُٹھا "ہاں"! پھر ارشادِ نبوّت ہُوا:۔

اللّٰھم اشھد — اَے خدا تو گواہ رہنا

لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر حضورؐ نے پھر فرمایا:۔

فلیبلّغ الشاھد الغائب — جو لوگ اس وقت موجود ہیں وہ اُن کو سُنا دیں جو موجود نہیں۔

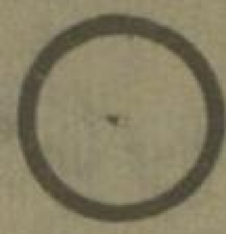
خُطبہ کے آخر میں حضورؐ نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا۔ مورّخین کے نزدیک اسی وجہ سے صحابہؓ اسے حجۃ الوداع کہنے لگے۔

خُطبہ کے بعد حضورؐ قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ "قربانی کے لئے منیٰ کی کوئی تخصیص نہیں۔ بلکہ منیٰ اور مکّہ کی ایک ایک گلی میں قربانی جائز اور دُرست ہے۔ قربانی کے لئے حضرت علیؓ یمن سے سَو اونٹ آپؐ کے لئے لائے تھے۔ حضورؐ نے

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		قربان گاہ میں ترسیٹھ ۶۳ اونٹ اپنے دستِ مبارک سے ذبح کئے۔ باقی کے لئے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ وہ ذبح کریں۔ قربانی سے فارغ ہو کر حضورؐ نے حضرت معمرؓ بن عبداللہ سے سر کے بال منڈوائے۔ لوگوں نے فرطِ عقیدت اور جوشِ محبت میں موئے مبارک چن لئے۔ حضورؐ نے خود بھی اپنے دستِ مبارک سے کچھ بال حضرت ابوطلحہؓ انصاری اور اُن کی زوجہ اُمِّ سلیمؓ کو عطا کئے۔ باقی جو لوگ آپؐ کے پاس بیٹھے تھے۔ اُن میں تقسیم فرمائے۔ اس کے بعد حضورؐ مکّہ معظّمہ تشریف لائے اور طوافِ زیارت کیا۔ طوافِ کعبہ کے بعد آپؐ زمزم کے پاس آئے۔ سقایہ پر خاندانِ عبدالمطّلب کے لوگ پانی نکال نکال کر پلا رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا "یا بنی المطّلب! اگر یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ میرے اتّباع میں لوگ سقایہ پر ہجوم کر دیں گے۔ تو مَیں خود اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پیتا"۔ حضرت عباسؓ نے ایک ڈول پانی نکال کر حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ جسے آپؐ نے قبلہ رُخ کھڑے کھڑے پیا۔ اسی روز آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم منیٰ واپس تشریف لے آئے۔ رات بھر ٹھہرے۔ دُوسرے دن زوال تک انتظار فرمایا۔ زوال کے بعد پیادہ پا جمرۂ اولیٰ کے پاس تشریف لے گئے۔ جو مسجد خیف کی طرف ہے۔ کھڑے ہو کر حضورؐ نے یکے بعد دیگرے سات کنکریاں ماریں اور ہر دفعہ اللہ اکبر کہا۔ اس کے بعد جمرہ کی طرف آگے بڑھے اور ہاتھ اُٹھا کر طویل دُعا کی۔ جس کی مقدار سُورۂ بقر کے برابر تھی۔ پھر جمرہ وسطیٰ کے پاس تشریف لے گئے

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
اور وہاں بھی یہی عمل فرمایا۔ پھر جمرۂ عقبہ کے پاس گئے۔ وہاں بھی آپؐ نے سات کنکریاں ماریں۔ مگر دُعا نہیں کی۔ بلکہ رمی کے بعد آپؐ فوراً واپس ہوگئے۔ ۱۲ ذالحجہ تک آپؐ منیٰ میں ہی مقیم رہے۔ اور ہر روز زوال کے بعد رمی جمار کے لئے تشریف لے جاتے رہے حجۃ الوداع میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے چھ مقامات پر دُعا کرنا ثابت ہے۔ اوّل صفا پر، دوئم مروہ پر، سوئم عرفہ میں، چہارم مزدلفہ میں، پنجم جمرہ اُولیٰ اور ششم جمرہ وسطیٰ پر۔		
(د) ——— منیٰ سے واپسی اس روز ظہر کے بعد آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم منیٰ سے روانہ ہوکر محصّب میں آئے۔ جس کو ابطح اور خیف کنانہ بھی کہتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے۔ جہاں ابتداءِ بعثت کے وقت قریش اور بنی کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی المطّلب کے خلاف قطع تعلّق کا معاہدہ کیا تھا۔ حضرت ابو رافع رضؓ نے محصّب میں پہلے پہنچ کر اپنی مرضی سے قبہّ نصب کر دیا تھا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم جب تشریف لائے تو وہاں ٹھہرے اور ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں وہیں ادا فرما کر محوِ استراحت ہوئے۔ پچھلے پہر اُٹھ کر مکّہ معظمہ تشریف لائے اور طوافِ وداع کیا۔ مکّہ میں نمازِ فجر ادا فرمانے کے بعد مع مہاجرین و انصار مدینہ منوّرہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ راستے میں حجفہ سے تین۳ میل پر واقع مقام غدیر خم پر پہنچے۔ تو آپؐ نے تمام صحابہؓ کو جمع فرما کر ایک مختصر سا خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد آپؐ نے صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔ "اے لوگو! مَیں بھی بشر ہوں۔ ممکن ہے کہ خدا کا فرشتہ	۶۲ سال ۹ ماہ ۵ دن	منگلوار ۱۳ ذوالحجہ سنہ ۱۰ھ مطابق ۱۰ مارچ سنہ ۶۳۲ء

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		جلد آجائے اور مجھے قبول کرنا پڑے (یعنی وصالِ حق) میں تمہارے درمیان دو بھاری چیزیں چھوڑتا ہوں ایک خدا کی کتاب جس کے اندر ہدایت اور روشنی ہے۔ خدا کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور دوسری چیز میرے اہلِ بیت ہیں۔ مَیں اپنے اہلِ بیت کے بارہ میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں۔"
		اِس مقام سے چل کر آنحضرت صلّی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلّم ذوالحلیفہ میں پہنچے اور یہیں رات بسر فرمائی۔ صبح کے وقت ایک طرف سے آفتاب طلوع ہوا اور دُوسری طرف سے آفتابِ نبوّت و رسالت ؐ مدینہ منوّرہ میں داخل ہُوئے۔ جب مدینۃ النبی ؐ پر رحمۃ اللعالمین ؐ کی نگاہِ کرم پڑی تو فرمایا:۔
		"خدا بزرگ و برتر ہے۔ اس کے سوا کوئی خدا نہیں کوئی اُس کا شریک نہیں۔ بس اسی کی سلطنت ہے۔ اسی کے لئے حمد و ستائش ہے۔ وہ ہر بات پر قادر ہے لَوٹے آرہے ہیں توبہ کرتے ہُوئے، فرمانبردانہ، زمین پر پیشانی رکھ کر اور اپنے پروردگار کی مدح و ستائش میں مصروف ہو کر۔ خدا نے اپنا وعدہ سچّا کر دکھایا۔ اپنے بندے کی نُصرت کی اور تمام قبائل کو تنہا شکست دی۔"
		شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمالِ بے نقاب (اقبالؒ)



وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝

(آلِ عمران - آیت ۱۴۴)

اور محمدؐ اس کے سوا کیا ہیں - کہ اللہ کے رسولؐ ہیں اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسولؑ گزر چکے ہیں - پھر اگر ایسا ہو - کہ وہ وفات پا جائیں یا ایسا ہو کہ لڑائی میں قتل ہو جائیں - تو کیا تم اُلٹے پاؤں راہِ حق سے پھر جاؤ گے اور جو کوئی راہِ حق سے اُلٹے پاؤں پھر جائے گا - تو وہ خدا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا - جو لوگ شکر گزار ہیں - وہ وقت دُور نہیں کہ خدا انہیں ان کا اجر عطا فرمائے ؎

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ
وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ
نَبِيُّنَا الْاٰمِرُ النَّاهِيْ فَلَآ اَحَدٌ
اَبَرَّ فِيْ قَوْلِ لَا مِنْهُ وَلَا نَعَمِ

(بوصیریؒ)

محمدؐ دنیا اور آخرت کے سردار اور عرب و عجم کے آقا ہیں - ہمارے نبیؐ نیکی کا حکم کرنے والے اور بُرائیوں سے روکنے والے ہیں وہ ہاں کہیں یا نہ کہیں - ان سے بڑھ کر کوئی سچا نہیں ؎

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسالت مآبؐ

حضرت محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی

حیات اقدس کا دس سالہ مدنی دور

عام الوصال

واقعاتِ عظیمہ

۱۱ھ

یکم محرم تا ۱۲ ربیع الاول

مطابق

۲۸ مارچ ۶۳۲ء تا ۸ جون ۶۳۲ء (بروز سوموار)

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (سورۃ آلِ عمران - آیت ۳۱)

(اے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے کہہ دو، اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو تو تمہیں چاہیئے کہ میری پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا، تو اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا، اور تمہاری خطائیں بخش دے گا۔ وہ بڑا ہی بخشنے والا، رحمت کرنے والا ہے۔)

عنوانات

واقعاتِ عظیمہ ۱۱ھ

- وفد نخع کی آمد
- سریہ اُسامہ بن زیدؓ
- وفاتِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ا — آغازِ مرض ب — رحلت سے پانچ یوم قبل

ج — رحلت سے چار یوم قبل د — رحلت سے دو یا ایک دن قبل

ر — حیاتِ اقدس کے آخری لمحات س — تجہیز و تکفین

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخِ وصال کے متعلق مختلف آراء

سیرۃ النبیؐ	علامہ شبلیؒ	۱ر ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز سوموار
ابنِ خلدون		۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز سوموار
رحمۃ للعالمینؐ	قاضی سلمان منصورپوری	۱۳ر ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز سوموار
سیرۃ المصطفویؐ	مولانا ادریس کاندھلوی	۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز سوموار
محسنِ انسانیتؐ	نعیم صدیقی	۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز سوموار
حیاتِ سرورِ کائناتؐ	مُلّا واحدی	۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز سوموار
مشہور عام قول		۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ بروز سوموار
قولِ راجح		واللہ اعلم

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ایک ضروری تشریح

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رحلت کے متعلق دو۲ باتوں پر سب محدثین و مورخین متفق ہیں۔ اوّل یہ کہ انتقالِ پُر ملال ربیع الاوّل ۱۱ھ میں ہُوا اور دوم یہ کہ اُس دن دوشنبہ تھا اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ حجۃ الوداع میں وقوفِ عرفہ جُمعہ کے دن بتاریخ ۹ ذوالحجہ ۱۰ھ کو ہُوا۔

وفات کے متعلق مشہورِ عام قول ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ ہے۔ اور اگر اس قول کو صحیح تسلیم کر لیا جائے۔ تو کسی صُورت میں بھی اس تاریخ کو دوشنبہ کا روز نہیں بنتا۔ خواہ ذوالحجہ ۱۰ھ تا صفر ۱۱ھ سب مہینے تیس ۳۰ تیس ۳۰ دن کے تسلیم کیئے جائیں۔ یا دو ۲ تیس ۳۰ تیس ۳۰ کے اور ایک ۱ اُنتیس ۲۹ دن کا یا ایک ۱ تیس ۳۰ دن کا اور دو ۲ اُنتیس ۲۹ اُنتیس ۲۹ کے یا تینوں ۳ مہینے اُنتیس ۲۹ اُنتیس ۲۹ دن کے۔

پہلی صُورت میں ربیع الاوّل کی ۶ اور ۱۳ تاریخ۔ دُوسری صُورت میں ربیع الاوّل کی ۷ اور ۱۴ تاریخ، تیسری صُورت میں ربیع الاوّل کی یکم، ۸ اور ۱۵ تاریخ اور چوتھی صُورت میں ربیع الاوّل کی ۲، ۹ اور ۱۶ تاریخ کو سوموار کا دن بنتا ہے۔ ان میں سوائے پہلی صُورت کے کوئی تاریخ بھی مشہورِ عام قول سے متصل نہیں۔

اکثر سیرت نگاروں نے اس امر پر بحث کی ہے۔ کہ اگرچہ تین مہینوں کا اکٹھا تیس ۳۰ تیس ۳۰ دن کا ہونا نادر الوقوع ہے تاہم ناممکن نہیں۔ دیگر اس بنا پر کہ ایک دن کا اختلاف طلوعِ قمر کی وجہ سے بھی ہو سکتا ہے۔ ۱۳ ربیع الاوّل کو یہاں تاریخِ وفات کے ضمن میں درج کیا گیا ہے۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ صحیح تاریخِ وفات کا عِلم تو صرف اُسی بزرگ و برتر ذات کو ہے جس کا عِلم ہر انسانی بحث سے بلند و بالا اور کامل و اکمل ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ؕ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:۔

بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ لَقَدِ انْقَطَعَ بِمَوْتِكَ مَالَمْ يَنْقَطِعْ بِمَوْتِ غَيْرِكَ مِنَ النُّبُوَّةِ وَالْاَنْبَاءِ وَالْاَخْبَارِ السَّمَاءِ خَصَصْتَ حَتّٰى صِرْتَ مُسَلِّيًا عَمَّنْ سِوَاكَ وَعَمَمْتَ حتى صار الناس فِيكَ سَوَآءً۔ وَلَوْلَا اِنَّكَ اَمَرْتَ بِالصَّبْرِ وَنَهَيْتَ عَنِ الْجَزَعِ لَاَنْفَدْنَا عَلَيْكَ مَاءَ الشيون ولكان الداء مماطلا۔ والكبد محالفا۔ وقلا لك۔ ولكنه مايملك رَدَّهُ ولا يستطيع دفعه۔ بابی انت وامی اذکرنا عند ربك واجعلنا من بالك۔

(حضورؐ کو غسل دیتے وقت)

میرے مادر و پدر آپ پر قربان آپ کی موت سے وہ چیز جاتی رہی جو کسی دوسرے کی موت سے نہ گئی تھی یعنی نبوّت اور غیب کی خبروں اور وحی آسمانی کا انقطاع ہوگیا، آپ کی موت خاص صدمہ عظیم ہے کہ اب سب مصیبتوں سے دل سرد ہوگیا اور ایسا عام حادثہ ہے کہ سب لوگ اسمیں یکساں ہیں اگر آپ نے صبر کا حکم نہ دیا ہوتا اور آہ زاری سے منع نہ فرمایا ہوتا تو ہم آنسوؤں کو آپ پر بہا دیتے پھر بھی یہ درد لا علاج اور یہ غم لازوال ہی ہوتا اور ہماری یہ حالت بھی اس مصیبت کے مقابلہ میں کم ہوتی۔ اس مصیبت کا تو علاج ہی نہیں اور یہ غم تو جانے والا ہی نہیں میرے والدین حضورؐ پر نثار پروردگار کے ہاں ہمارا ذکر فرمانا اور ہم کو اپنے دل سے بھول نہ جانا۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
بروز شنبہ ۱۵ محرم ۱۱ھ مطابق ۱۱ اپریل ۶۳۲ء	۶۲ سال ۱۰ ماہ ۷ دن	**وفد نخع کی آمد** (حیاتِ مبارکہ کا آخری وفد) یمن کے ایک قبیلہ نخع کے دو صد آدمی نصف محرم الحرام ۱۱ھ میں مدینہ منورہ آئے۔ یہ آخری وفد تھا جو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ وفد کے تمام اراکین کو مہمان خانہ میں ٹھہرایا گیا۔ یہ لوگ حضرت معاذ بن جبلؓ کی تبلیغ سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے۔ اس آمد سے ان کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اسلام کا اقرار کرنا تھا۔ ان لوگوں میں ایک صاحب زرارہ بن عمروؓ بھی تھے۔ انہوں نے دورانِ سفر کئی خواب دیکھے جو انہوں نے حضورؐ پُر نور صلعم کی خدمتِ اقدس میں بیان کئے۔ ایک خواب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ زمین سے ایک آگ نکلی۔ جو میرے اور میرے لڑکے کے درمیان حائل ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ یہ فتنہ ہے۔ جو آخر میں ظاہر ہوگا۔ حضرت زرارہؓ نے عرض کیا۔ فتنہ کیا یا رسولؐ اللہ؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا۔ کہ لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے اور مسلمان آپس میں خونریزی کریں گے۔ ایک مسلمان کا قتل دوسرے مسلمان کو پانی پینے سے زیادہ مرغوب ہوگا۔ اگر تمہارا لڑکا پہلے فوت ہو گیا۔ تو تم اُس فتنہ کو دیکھو گے اور اگر تم پہلے مر گئے، تو تمہارا لڑکا فتنہ دیکھے گا۔ حضرت زرارہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! آپؐ دُعا فرمائیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھے یہ فتنہ نہ دکھائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		نے دُعا فرمائی کہ اَے اللہ! ان کو فتنہ نہ دِکھا۔ اس دُعا کا یہ اثر ہُوا۔ کہ کچھ روز بعد حضرت زرارہؓ کا انتقال ہوگیا۔ لیکن ان کا لڑکا حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے فتنہ میں باغیوں کے ساتھ تھا۔ (واللہ اعلم)
یکشنبہ ۲۸ صفر سنہ ۱۱ھ مطابق ۲۴ مئی سنہ ۶۳۲ء	۶۲ سال ۱۱ ماہ ۲۰ دن	**سریہ اسامہ بن زیدؓ** (آخری فوجِ ظفر موج) آغازِ مرض سے ایک روز قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ایک لشکر کو حضرت اُسامہ بن زیدؓ کی زیرِ قیادت مقامِ اُبنیٰ کی طرف جانے کا حکم دیا۔ اُبنیٰ ارضِ بلقاء کی اطراف میں ایک مقام ہے۔ جہاں غزوہ موتہ واقعہ ہوا اور جس میں حضرت اُسامہؓ کے والد حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت جعفر طیارؓ وغیرہم شہید ہوئے تھے۔ یہ سریہ حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم کا آخری سریہ اور آخری فرستادہ فوج تھی۔ اس میں مہاجرینِ اوّلین اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ شامل تھے۔ آغازِ مرض کے دُوسرے دن حضورؐ نے باوجود علالت کے اپنے دستِ مبارک سے حضرت اُسامہؓ کو نشان بنا کر دیا اور فرمایا:۔ اغز باسم اللہ وفی سبیل اللہ فقاتل من کفر باللہ — اللہ کے نام پر اللہ کی راہ میں جہاد کرو اور اللہ سے کفر کرنے والوں سے مقابلہ اور مقاتلہ کرو۔ حضرت اُسامہؓ نشان لے کر باہر آئے اور اُسے حضرت بریدہ اسلمیؓ کے سپرد کیا۔ پھر فوج کو مقام جُرف میں جمع ہونے کے متعلق کہا جہاں

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تمام جلیل القدر مہاجرین و انصار صحابہ رضؓ آکر جمع ہوئے۔ بعد ازاں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیمارداری کے لئے واپس آگئے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر خطابؓ بھی حضرت اُسامہؓ کی اجازت سے آنحضرت صلعم کو دیکھنے کے لئے آتے رہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اُس لشکر میں شامل نہ تھے۔ واللہ اعلم۔ رحلت سے چند دن قبل جب مرض کی شدّت ہوئی اور حضورؐ سرورِ دوعالم نمازِ عشاء کے لئے تشریف نہ لا سکے تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا اور اُنہیں اپنی جگہ امام مقرّر فرمایا۔ اس وقت اسلامی لشکر مدینہ سے ایک کوس دُور مقام جُرف پر روانگی کے حکم کا منتظر تھا۔ ۱۳ ربیع الاوّل بروز دوشنبہ جب صبح کے وقت حضورؐ کو قدرے سکون ہوا اور صحابہؓ سمجھے کہ اب حضورؐ اچھے ہو گئے ہیں۔ تو حضرت اُسامہؓ نے لشکر سمیت روانگی کا قصد کیا۔ ابھی اس تیاری میں ہی تھے کہ حضرت اُسامہؓ کی والدہ اُمِّ ایمنؓ نے بذریعہ قاصد یہ خبر دی کہ حضورؐ پر عالمِ نزع طاری ہے۔ یہ سُنتے ہی حضرت اُسامہؓ، حضرت عُمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ فوراً مدینہ آئے۔ اُسی دن چاشت کے وقت حضورؐ نے انتقال فرمایا۔ اس قیامت اثر واقعہ کی وجہ سے حضرت اُسامہؓ کی فوج رُک گئی۔ پھر جب حضرت صدیق اکبرؓ خلیفہ ہوئے تو اُنہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ باوجود مخالفت کے جیشِ اُسامہؓ کو روانہ کیا اور مقامِ جرف تک خود مشایعت کے لئے گئے۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
دوشنبہ ۲۹ صفر سنہ ۱۱ھ مطابق ۲۵ مئی سنہ ۶۳۲ء	۶۲ سال ۱۱ ماہ ۲۱ دن	**وفاتِ رسول کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم** **۱۔ آغازِ مرض** مؤرخین و سیرت نگاروں کے قول کے مطابق آنحضرت صلعم نے ۱۱ھ کے آغاز سے ہی سفرِ آخرت کی تیاری شروع فرما دی تھی۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ رحلت سے چھ۶ ماہ قبل سورۃ "اِذَا جَاءَ" کے نزول سے ہی آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سمجھ گئے تھے کہ دُنیا سے سفر کے دن قریب آ گئے ہیں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ ۱۰ھ کے رمضان المبارک میں، جو آپؐ کی حیاتِ طیبہ کا آخر رمضان المبارک تھا، حضورؐ نے بیس۲۰ یوم کا اعتکاف فرمایا۔ حالانکہ اس سے قبل حضورؐ دس۱۰ دن کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضورؐ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے فرمایا تھا۔ کہ مجھے اپنی موت قریب معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا تھا۔ کہ جبریلِ امینؑ ہر رمضان المبارک میں میرے ساتھ قرآن حکیم کا صرف ایک مرتبہ دَور فرمایا کرتے تھے۔ لیکن اس رمضان المبارک میں دو۲ مرتبہ دَور فرمایا۔ جس سے مَیں گمان کرتا ہُوں کہ میری روانگی کا وقت قریب آگیا ہے۔ اسی طرح حجۃ الوداع میں وقوفِ عرفہ کے دن قُرآنِ حکیم کے آخری نزول "الیوم اکملت لکم دینکم" میں بھی یہ اشارہ موجُود تھا۔ کہ آپؐ بہت جلد اپنے مالکِ حقیقی سے ملنے والے ہیں۔ اسی بنا پر آپؐ نے اس موقعہ پر تمام مسلمانوں کو اپنے فیضِ دیدار

سن	عمر مبارک	واقعات عظیمہ
		سے مشرف فرمایا اور اُن کو حسرت کے ساتھ وداع کیا تھا۔ یہی وہ قرائن و آثار تھے۔ جن کی وجہ سے آپؐ شروع ماہ صفر ۱۱ھ میں ایک روز اُحد تشریف لے گئے۔ شہدائے اُحد کے گنجِ شہیداں پر نماز پڑھی اور آٹھ برس کے بعد شہدائے اُحد کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا اور اُن کے لئے دُعائے خیر کی۔ مورخین و سیرت نگاروں کے نزدیک حضورؐ نے اس رِقت انگیز طریقہ سے شہدائے اُحد کو وداع کیا کہ "جس طرح ایک مرنے والا اپنے زندہ اعزّہ کو وداع کرتا ہے"۔ وہاں سے واپس آکر حضورؐ نے سرِ منبر فرمایا:۔ "مَیں تم سے پہلے حوض پر جا رہا ہُوں۔ اس کی وسعت اتنی ہے۔ جتنی ایلہ سے حجفہ تک۔ مجھ کو تمام دُنیا کے خزانوں کی کُنجی دی گئی ہے۔ مجھے خوف نہیں کہ میرے بعد تم شرک کرو گے۔ لیکن اس سے ڈرتا ہُوں۔ کہ دُنیا میں مبتلا نہ ہو جاؤ اور اس کے لئے آپس میں کشت و خُون نہ کرو۔ تو پھر اسی طرح ہلاک ہو جاؤ۔ جس طرح تُم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں"۔ پھر ایک شب حضورؐ جنّت البقیع میں تشریف لے گئے اور آسودگانِ بقیع کے لئے دُعا فرمائی۔ اُحد کے گنج شہیداں اور بقیع یعنی ہر دو جگہ "اِنَّا بِکُمْ لَاحِقُوْنَ" کا جملہ پڑھا۔ گویا شہیدانِ اُحد اور آسودگانِ بقیع کو اپنی تشریف آوری کا مژدہ سُنایا۔ پھر ایک روز مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا:۔

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"مرحبا، مسلمانو! اللہ تم کو اپنی رحمت میں رکھے۔ تمہاری شکستہ دلی کو دُور فرمائے۔ تم کو رزق دے۔ تمہاری مدد کرے۔ تم کو رفعت دے۔ تمہیں با امن و امان رکھے۔ مَیں تم کو اللہ کے تقویٰ کی وصیّت کرتا ہُوں۔ اور اللہ ہی کو تمہارا خلیفہ بناتا ہُوں اور تم کو اُسی سے ڈراتا ہُوں۔ کیونکہ مَیں نذیرِ مُبین ہوں، دیکھنا، اللہ کی بستیوں میں اور اُس کے بندوں میں تکبّر اور برتری کو اختیار نہ کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے اور تمہیں فرمایا ہے:۔ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (القصص - آیت ۸۳) یہ آخرت کا گھر ہے، ہم اُن لوگوں کو دیتے ہیں۔ جو زمین میں برتری اور فساد کا ارادہ نہیں کرتے اور بہترین انجام تو پرہیزگاروں کے لئے ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ ۝ (الزمر آیت ۶۰) کیا تکبّر کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنّم نہیں؟ آخر میں فرمایا:۔ "سلام تم سب پر اور اُن پر جو بذریعہ اسلام میری بیعت میں داخل ہوں گے"۔ بعض روایات کے مطابق جنّت البقیع اور بعض کے مطابق

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
ایک جنازہ سے واپسی کے وقت راستے میں ہی آپؐ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ سر میں درد اور بخار کی شکایت پیدا ہوئی۔ بعض مورّخین نے مرض کے آغاز کی تاریخ ۱۸، ۱۹ صفر اور بعض نے ۲۹ صفر بروز دوشنبہ لکھی ہے۔ واللہ اعلم۔ حضورؐ کے ابتدائے مرض کے متعلق حضرت ابو سعیدؓ خدری کا بیان ہے کہ بخار اس قدر شدید تھا کہ جو رومال حضورؐ نے سرِ مبارک پر باندھ رکھا تھا۔ اُسے ہاتھ لگانے سے سینک آتا تھا حضورؐ کا بدن ایسا گرم تھا کہ میرے ہاتھ کو برداشت نہ ہوئی۔ میں نے تعجب کیا۔ اس پر حضورؐ سرورِ دو عالم صلعم نے فرمایا:۔ "انبیاء سے بڑھ کر کسی کو تکلیف نہیں ہوتی۔ اسی لئے ان کا اجر سب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے"۔ مورّخین کے مطابق جس دن آنحضرت صلعم کی طبیعت ناساز ہوئی۔ اُس دن آپؐ نے اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ کے ہاں قیام فرمانا تھا۔ مرض کے ابتدائی پانچ ایام میں حضورؐ ازراہِ عدل و کرم باری باری ایک ایک زوجۂ محترمہ کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے۔ جب مرض نے شدّت اختیار کی۔ تو حضورؐ نے ازواجِ مطہرات سے پُوچھا۔ کہ کل میں کس کے گھر رہوں گا؟ دُوسرا دن چونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کی باری کا تھا۔ اس لئے ازواجِ مطہرات نے حضورؐ کی منشائے اقدس کو سمجھ کر اور شدّتِ مرض کے پیشِ نظر عرض کیا۔ کہ حضورؐ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ ان پانچ دنوں میں حضورؐ کو اس قدر ضعف		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		ہو گیا تھا۔ کہ آپؐ بمشکل حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کی مدد سے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ تک تشریف لائے۔ مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بیماری کا آخری ہفتہ آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہؓ کے گھر میں پورا فرمایا۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ جب حضورؐ بیمار ہُوا کرتے۔ تو یہ دُعا پڑھ کر ہاتھ اپنے جسم پر پھیر لیا کرتے:۔ اِذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا، اے نسلِ انسانی کے پالنے والے، خطر کو دُور فرمادے اور صحت عطا کر۔ شفا دینے والا تو ہی ہے اور اُسی شفا کا نام شفا ہے جو تو عنایت کرتا ہے ایسی صحت دے کہ کوئی تکلیف باقی نہ چھوڑے: مَیں نے بیماری کے اِن دنوں میں یہ دُعا پڑھی۔ اور چاہا کہ آنحضورؐ کے ہاتھوں پر دَم کر کے جسمِ اطہر پر آپؐ کے مبارک ہاتھ پھیر دُوں۔ مگر حضورؐ نے ہاتھ اُٹھا لیے اور فرمایا:۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی۔
چہار شنبہ ۸ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مطابق ۳ جون سنہ ۶۳۲ء	۶۳ سال	ب ـــــ رحلت سے پانچ یوم قبل چہار شنبہ (بدھوار) کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مغضب (پتھر کا تغار یا تانبے کا ٹب) میں بیٹھ کر سات کنوؤں سے سات مشکیں منگوا کر ان کا پانی سر پر ڈلوایا جس سے طبیعت میں کچھ سکون ہُوا۔ اس تدبیر سے جونہی حضورؐ کی طبیعت ذرا سنبھلی تو آپؐ مسجد میں رونق افروز ہُوئے۔ (فرمایا):۔

سن	عمرِ مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		"تم سے پہلے ایک قوم ہوئی ہے۔ جو انبیاء اور صُلحاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بناتی تھی۔ تم ایسا نہ کرنا (فرمایا) اُن یہودیوں، اُن نصرانیوں پر اللہ تعالیٰ لعنت کرے جنہوں نے انبیاء کی قبوُر کو سجدہ گاہ بنایا (فرمایا) میری قبر کو میرے بعد (ایسی) قبر نہ بنا دیجو۔ کہ اُس کی پرستش ہُوا کرے۔ (فرمایا) اُس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہے۔ جنہوں نے قبوُرِ انبیاء کو مساجد بنایا۔ دیکھو مَیں تمہیں اس سے منع کرتا ہُوں۔ دیکھو مَیں تبلیغ کر چکا۔ الٰہی تُو اس کا گواہ رہنا۔ الٰہی تُو اس پر گواہ رہنا۔"
		پھر حضورؐ نے نماز پڑھائی اور نماز کے بعد منبر پر اجلاس فرمایا۔ منبر پر یہ حضورؐ کی آخری نشست تھی۔ پھر حمد و ثنا کے بعد فرمایا:۔
		"مَیں تم کو انصار کے حق میں وصیّت کرتا ہوں۔ یہ لوگ میرے جسم کے پیرہن اور میرے زادِ راہ رہے ہیں انہوں نے اپنے واجبات کو پُورا کر دیا ہے اور اب ان کے حقوق باقی رہ گئے ہیں۔ ان میں سے اچھا کام کرنے والوں کی قدر کرنا اور لغزش کرنے والوں سے درگزر کرنا۔"

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
پنجشنبہ ۹ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مطابق ۴ جون سنہ ۶۳۲ء	۶۳ سال ایک دن	ج ـــــ رحلت سے چار یوم قبل بروز جمعرات جب مرض کی شدت بڑھ گئی۔ تو حضورؐ نے حاضرین مجلس سے فرمایا" دوات کاغذ لاؤ۔ میں تمہارے لئے ایک تحریر لکھ دُوں۔ جس کے بعد تم گمراہ نہ ہوگے"۔ حاضرین میں سے بعض نے کہا۔ کہ نبی کریم صلعم پر شدتِ درد غالب ہے۔ قرآن ہمارے پاس موجود ہے اور ہم کو کافی ہے۔ اس پر حاضرین میں اختلاف پیدا ہُوا۔ بعض کہتے تھے کہ تعمیل ارشاد کی جائے۔ بعض کچھ اور کہتے جب شور و شغب بڑھا۔ تو حضورؐ نے فرمایا۔ "مجھے چھوڑ دو۔ میں جس مقام میں ہُوں۔ وہ اس سے بہتر ہے۔ جس کی طرف تم مجھے بلاتے ہو"۔ (اس واقع کو تاریخ اسلام میں واقعۂ قرطاس کے نام سے موسُوم کیا جاتا ہے) اس کے بعد اُسی روز تین وصیّتیں فرمائیں۔ اُن میں ایک یہ تھی کہ کوئی مشرک عرب میں رہنے نہ پائے۔ دُوسری یہ کہ سفراء کا اسی طرح احترام کیا جائے۔ جیسا کہ معمولِ نبویؐ تھا۔ تیسری وصیت راوی کو یاد نہیں رہی۔ اس روز مغرب تک کی سب نمازیں حضورؐ نے پڑھائیں۔ نماز مغرب میں "سُورہ والمرسلات" قرأت فرمائی۔ نمازِ عشاء کے لئے آپؐ نے مسجد میں تین بار جانے کا عزم فرمایا۔ ہر دفعہ جب وضو کے لئے بیٹھے، غش آگیا۔ تیسری بار جب افاقہ ہُوا۔ تو ارشاد ہُوا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔ اس حکم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپؐ کی مبارک زندگی میں سترہ ۱۷ نمازوں کی امامت فرمائی۔

سن	عمر مبارک	واقعات عظیمہ
شنبہ یا یکشنبہ ۱۱،۱۲، ربیع الاوّل ۱۱ھ مطابق ۶-۷، جون ۶۳۲ء	۶۳ سال تین ۳ یا چار ۴ دن	د ـــــ رحلت سے دو۲ یا ایک۱ دن قبل ہفتہ یا اتوار کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں نمازِ ظہر قائم ہو چکی تھی۔ کہ حضورؐ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ کے سہارے شرف افزائے جماعت ہوئے۔ آپؐ کی مبارک آمد پر حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹنے لگے۔ مگر آپؐ نے پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ فرمایا پھر حضرت ابوبکرؓ کے برابر بیٹھ کر داخلِ نماز ہوگئے۔ یعنی آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ کر اور لوگ ارکان ادا کرتے جاتے تھے۔ نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ جو آپؐ کی زندگی کا آخری خطبہ تھا: ”خدا نے اپنے بندے کو اختیار عطا فرمایا۔ کہ وہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا خدا کے پاس (آخرت میں) جو کچھ ہے۔ اس کو قبول کرے۔ لیکن اُس نے خدا ہی کے پاس کی چیزیں قبول کیں۔“ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے۔ لوگوں نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا۔ کہ حضورؐ تو ایک شخص کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ لیکن رازدارِ نبوتؐ اور غارِ ثور کا رفیقؓ سمجھ چکا تھا کہ وہ بندہ خود محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ حضورؐ نے اپنے ارشادات کا سلسلہ آگے بڑھایا اور فرمایا:۔ ”سب سے زیادہ مَیں جس کی دولت اور رفاقت کا ممنون ہوں۔ وہ ابوبکرؓ ہیں۔ اگر مَیں دنیا میں کسی کو اپنی

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
اُمّت میں اپنا دوست بنا سکتا۔ تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کے لئے کافی ہے۔ مسجد کے رُخ کوئی دریچہ ابوبکرؓ کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔" "ہاں تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اَور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا ہے۔ دیکھو تم ایسا نہ کرنا۔ مَیں منع کر جاتا ہُوں۔" اُوپر گزر چکا ہے کہ علالت سے ایک دن قبل حضورؐ نے حضرت اُسامہؓ بن زید کو رُومیوں کی سرکوبی کے لئے امیرِ عسکر مقرر فرمایا تھا۔ چونکہ اس لشکر میں جلیل القدر صحابہؓ بھی شامل تھے۔ اس لئے منافقین کو شرارت کا موقع ملا اور کہنا شروع کیا۔ کہ بڑے بُوڑھوں کے ہوتے ہُوئے نوجوانوں کو یہ منصب کیوں عطا ہُوا۔ آنحضورؐ نے خُطبہ میں اس مسئلہ کی نسبت ارشاد فرمایا "اگر اُسامہؓ کی سرداری پر تم کو اعتراض ہے تو اس کے باپ (زیدؓ) کی سرداری پر بھی تم معترض تھے۔ خدا کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا اور وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب اس کے بعد یہ سب سے زیادہ محبوب ہے۔" پھر ارشادِ نبوّت ہُوا:۔ "حلال وحرام کی نسبت میری طرف نہ کی جائے۔ میں نے وُہی چیز حلال کی ہے۔ جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		کی ہے اور وہی چیز حرام کی ہے۔ جو خدا نے حرام کی ہے"۔ پھر فرمایا:۔ "اے پیغمبرِ خدا کی بیٹی فاطمہؓ! اور اے پیغمبرِ خدا کی پھوپھی صفیہؓ! خدا کے ہاں کے لئے کچھ کر لو۔ میں تمہیں خدا سے نہیں بچا سکتا" رحلت سے ایک دن قبل سب غلاموں کو آزاد فرمایا۔ جن کی تعداد بعض روایات میں چالیس ۴۰ بیان ہوئی ہے۔ اسی روز عین کرب کی شدت میں جبکہ حضورؐ کبھی چادر منہ پر ڈال لیتے تھے اور کبھی گرمی سے گھبرا کر اُلٹ دیتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یہ الفاظ زبان مبارک سے سُنے:۔ لعنۃ اللہ علی الیھود — یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو، والنصاری اتخذوا — اُنہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں قبور انبیائھم مساجد — کو عبادت گاہ بنا لیا۔ اسی کرب و بیچینی کی حالت میں یاد آیا۔ کہ کچھ اشرفیاں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس رکھوائی تھیں۔ وہ اشرفیاں لانے کا حکم دیا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا:۔ "محمدؐ خدا سے بدگمان ہو کر ملے گا؟ جاؤ اُن کو خدا کی راہ میں خیرات کر دو"۔ اسی دن لوگوں نے حضورؐ کو دوا پلانی چاہی۔ چونکہ آپؐ کو گوارا نہ تھی۔ اس لئے انکار فرما دیا۔ مگر جب آپؐ پر غشی طاری ہو گئی۔ تو لوگوں نے آپؐ کا منہ کھول کر دوا پلا دی۔ جب حضورؐ

واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
کو غشی سے افاقہ ہوا اور دوا پینے کا احساس ہوا۔ تو آپؐ نے لطفِ طبع کی بنا پر فرمایا۔ کہ سب کو دوا پلائی جائے۔ جن لوگوں نے آپؐ کی مرضی کے خلاف دوا پلائی تھی۔ اُن میں چونکہ حضرت عباسؓ شامل نہ تھے۔ اس لئے وہ اس حکم سے مستثنیٰ رہے۔		
۱۳ ـــــ حیاتِ اقدس کے آخری لمحات سوموار کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے وہ پردہ اُٹھایا۔ جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حجرہ اور مسجدِ طیبہ کے درمیان پڑا ہوا تھا۔ اُس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ کی امامت میں نمازِ فجر ادا ہو رہی تھی۔ حضورؐ اس مقدس نظارہ کو، جو آپؐ کی پاک تعلیم کا حاصل تھا، ملاحظہ فرماتے رہے۔ صحیح روایات کے مطابق اس رُوح پرور نظارہ سے رُخِ انور پر شگفتگی اور ہونٹوں پر تبسم تھا۔ جب صحابہؓ نے آہٹ سُنی۔ تو اس خیال سے کہ حضورؐ باہر تشریف لانا چاہتے ہیں۔ فرطِ مسرت سے بے چین اور بے قابو ہو گئے اور قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جائیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں۔ مگر حضورؐ نے اشارہ سے روکا اور حجرہ شریف کے پردے چھوڑ دئے۔ ضعف اس قدر تھا۔ کہ حضورؐ پردے بھی اچھی طرح نہ ڈال سکے۔ یہ آخری موقع تھا کہ صحابہؓ نے جمالِ اقدس کی زیارت کی حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ کا چہرہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کا کوئی ورق ہے۔	۶۳ سال ۴ دن اور تقریباً پانچ یا چھ گھنٹے	بوقتِ چاشت دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مطابق ۸ جون سنہ ۶۳۲ء

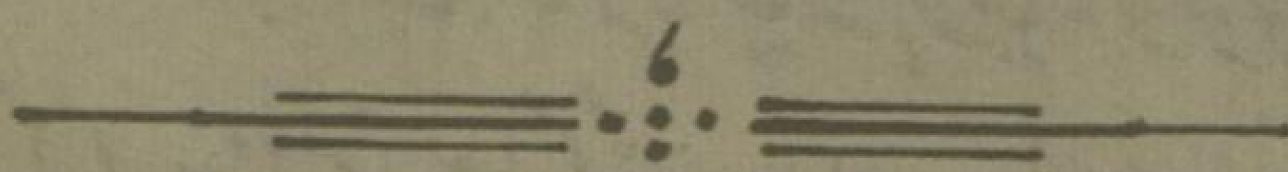
سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		اس نماز کے بعد کسی دوسری نماز کا وقت حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ اقدس میں نہیں آیا۔ اور یہ آخری نماز تھی جس کا حضورؐ نے نظارہ فرمایا۔ سورج کے طلوع کے بعد حضورؐ نے اپنی بیٹی حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو اپنے قریب بلایا اور اُن سے کچھ کان میں باتیں کیں۔ وہ رونے لگیں۔ پھر بلا کر کچھ کان میں کہا۔ تو وہ ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے دریافت کیا۔ تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے کہا:۔ "پہلی دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ مَیں اسی مرض میں انتقال کروں گا۔ جب مَیں رونے لگی۔ تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملو گی۔ تو ہنسنے لگی" اسی روز حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو سیّدہ نساء العالمین ہونے کی بشارت ارزانی فرمائی۔ دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی اور پھر افاقہ ہو جاتا تھا حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے جب حضورؐ کو ایسی حالت میں دیکھا تو بولیں۔ "ہائے میرے باپ کی بےچینی" یہ سُن کر آپؐ نے فرمایا "تمہارا باپ آج کے بعد بےچین نہ ہوگا"۔ پھر حضورؐ نے حسن و حسین علیہما السلام کو بلایا۔ دونوں کو چوما اور اُن کے احترام کی وصیّت فرمائی۔ پھر ازواجِ مطہرات کو بلا کر نصیحتیں فرمائیں۔ ازاں بعد حضرت علیؓ مرتضیٰ کو بُلایا۔ اُنہوں نے حضورؐ کا سرِ مبارک اپنی گود میں رکھ لیا۔ اُن کو بھی نصیحت

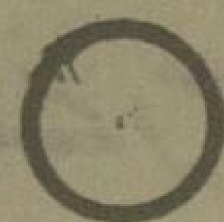
واقعاتِ عظیمہ	عمر مبارک	سن
فرمائی۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری وصیت الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم — نماز اور غلام تھی حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں۔ کہ حضورؐ اسی ارشاد کو کئی بار دہراتے رہے۔ جب حضورؐ پر حالتِ نزع طاری ہوئی۔ اُس وقت سرورِ کونین صلعم کو حضرت عائشہ صدیقہؓ سہارا دئے ہوئے پسِ پشت بیٹھی تھیں پانی کا پیالہ حضورؐ کے سرہانے رکھا تھا۔ حضورؐ ہاتھ پیالہ میں ڈالتے اور چہرہ مبارک پر پھیر لیتے۔ رُخِ انور کبھی سُرخ ہو جاتا اور کبھی زرد پڑ جاتا تھا۔ حضورؐ زبان مبارک سے فرماتے تھے:۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٌ۔ — اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں بیشک موت کی بڑی سختیاں ہیں۔ اسی اثنا میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابو بکر صدیقؓ خدمتِ اقدس میں آئے۔ اُن کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ حضورؐ نے مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے مسواک لی اور دانتوں سے نرم کر کے خدمت اقدس میں پیش کی۔ حضورؐ نے بالکل تندرستوں کی طرح مسواک کی۔ پھر ہاتھ کو بلند کر کے زبانِ قدسی سے تین بار فرمایا:۔ بل الرفیق الاعلیٰ — اب اور کوئی نہیں، بلکہ وہ بڑا رفیق درکار ہے یہی کہتے کہتے ہاتھ لٹک آئے۔ پتلی اُوپر کو اُٹھ گئی اور جسمِ اطہر سے رُوحِ انور عالمِ قدس میں پہنچ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَھُمُ الْخَالِدُوْنَ		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
درمیانی شب سہ شنبہ چہار شنبہ ۱۴، ۱۵ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ مطابق ۹، ۱۰ جون سنہ ۶۳۲ء	—	س —— **تجہیز و تکفین** (وفات سے ۳۲ بتیس گھنٹہ بعد) تجہیز و تکفین کا کام سہ شنبہ کو شروع ہوا۔ اس تاخیر کی متعدد وجوہ مورخین نے بیان کی ہیں۔ سب سے اہم یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی رحلت کی روح فرسا خبر سے گویا تمام مسلمانوں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ مسلمانوں کو آنحضرت صلعم سے بے پناہ محبت و عقیدت کی بنا پر یقین نہیں آتا تھا کہ حضور پُرنور صلعم نے فی الواقع دنیائے فانی کو الوداع کہا ہے۔ حضرت عمرؓ اس قدر بے حال تھے۔ کہ آپ نے تلوار کھینچ کر اعلان کیا۔ کہ جس کسی نے بھی کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے وفات پائی۔ اس کا سر اُڑا دوں گا۔ صحابہؓ کرام میں حضرت ابوبکر صدیقؓ ہی ایسے تھے۔ جنہوں نے اتنے بڑے سانحہ کو نہایت ضبط و تحمل سے برداشت کیا اور صبر و استقامت کا دامن نہ چھوڑا۔ آپ نے مشیتِ ایزدی کے سامنے نہایت عاجزی سے سرِ تسلیم خم کیا اور تمام صحابہؓ کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ کا اس دنیا سے تشریف لے جانا یقینی تھا۔ پھر جب قرآن حکیم کی آیات پڑھ کر سنائیں تو مسلمانوں کی آنکھیں کھلیں اور انہیں اس ناگزیر واقعہ کا یقین آیا۔ اس صورت حال سے نمٹنے تک اتنا وقت نہیں رہا تھا کہ غروب آفتاب سے پہلے تجہیز و تکفین سے فراغت ہو سکتی۔ اسی طرح قبر کنی کا کام غسل و کفن کے بعد شروع ہوا جس کے

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		سبب کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ پھر نمازِ جنازہ بیک وقت پڑھنے میں بھی دشواری پیش آئی۔ حضورؐ جس حجرہ میں واصل بالحق ہوئے تھے۔ اُس میں اتنی گنجائش نہ تھی کہ تمام مسلمان اکٹھے نمازِ جنازہ ادا کر سکتے۔ اس لئے تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے اور نمازِ جنازہ ادا کرتے یہاں تک کہ سہ شنبہ کا پورا دن گزر گیا اور رات کو کہیں جا کر مسلمان اس کام سے فارغ ہوئے۔ تجہیز و تکفین کی خدمت خاص عزیز و اقارب نے انجام دی۔ حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت اُسامہ بن زیدؓ نے پردہ کیا، اور حضرت علیؓ نے غسل دیا۔ تمام صحابہؓ اس کام میں شرکت کے خواہش مند تھے۔ مگر جگہ کی قلت کے باعث چونکہ ہر آدمی کی خواہش کو پورا کرنا ممکن نہ تھا۔ اس لئے حضرت علیؓ نے کواڑ بند کر لئے۔ البتہ انصار کے اصرار پر حضرت اوس بن خولیؓ انصاری کو، جو اصحاب بدر میں تھے، اندر بُلا لیا۔ وہ پانی کے گھڑے بھر بھر کر لاتے۔ حضرت علیؓ نے جسمِ اطہر کو سینہ سے لگایا ہوا تھا حضرت عباسؓ اور اُن کے صاحبزادے حضرت قثمؓ اور حضرت فضلؓ جسمِ مبارک کی کروٹیں بدلتے اور حضرت اُسامہ بن زیدؓ اور حضرت شقرانؓ پانی ڈالتے تھے۔ جس پیرہن میں حضورؐ کو غسل دیا گیا وہ اُتار لیا گیا۔ غسل کے بعد سحول کے بنے ہوئے تین سُوتی کپڑوں کا کفن دیا گیا۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہ تھا۔ غسل و کفن کے بعد دفن کرنے کی جگہ کا سوال پیدا ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا۔ کہ نبی جس مقام پر وفات پاتا ہے وہیں دفن

واقعاتِ عظیمہ	عمرِ مبارک	سن
ہوتا ہے۔ اس رائے کے تحت حجرۂ عائشہ صدیقہ میں ہی قبر کھودنا تجویز ہُوا۔ مورخین کے قول کے مطابق مدینہ میں حضرت ابو عبیدہ جراحؓ اور حضرت ابو طلحہؓ بالترتیب اہلِ مکہ اور مدینہ کے دستور کے مطابق قبر کھودنے میں ماہر تھے۔ لوگوں میں اختلاف ہُوا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے یعنی صندوقی یا بغلی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اختلاف مناسب نہیں۔ دونوں اصحاب کے پاس آدمی بھیجا جائے جو پہلے آجائے۔ لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا۔ چنانچہ آدمی بھیجا گیا۔ اتفاق سے حضرت ابو عبیدہؓ گھر پر موجود نہ تھے۔ ابو طلحہؓ آئے اور مدینہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر کھودی۔ زمین چونکہ نم تھی۔ اس لئے جس بستر پر حضورؐ نے انتقال فرمایا تھا۔ وہی قبر میں بچھا دیا گیا۔ جب جنازہ تیار ہوگیا۔ تو لوگوں نے نمازِ جنازہ کے لئے ہجوم کیا۔ چنانچہ پہلے کنبہ والوں نے، پھر مہاجرین پھر انصار نے مردوں نے اور عورتوں نے، پھر بچوں نے نمازِ جنازہ ادا کی۔ اس نماز میں کوئی امام نہ تھا۔ حجرہ مبارک تنگ تھا۔ اس لئے دس۱۰ دس۱۰ شخص اندر جاتے تھے۔ جب وہ فارغ ہو کر باہر آتے تب اور دس۱۰ اندر جاتے۔ جسم مبارک کو حضرت علیؓ، حضرت عباسؓ، حضرت فضل بن عباسؓ، حضرت قثم بن عباسؓ، حضرت اُسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے قبر میں اُتارا۔ جب دفن سے فارغ ہُوئے		

سن	عمر مبارک	واقعاتِ عظیمہ
		تو کوہان کی شکل آپ ﷺ کی تربت تیار کی اور پانی چھڑکا ۔
		ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیما۔ اللّٰھم ربنا لبیک وسعدیک صلوٰۃ اللہ البر الرّحیم والملائکۃ المقربین والنبیین والصدّیقین والصّالحین وما سبح لک من شیئٍ یا ربّ العالمین علیٰ محمّد بن عبداللہ خاتم النّبین وسید المرسلین وامام المتّقین ورسول ربّ العالمین الشاھد المبشر الداعی باذنک السراج المنیر وبارک علیہ وسلّم ۔
		
		وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝
		



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است

صلّی اللہ علیہ وسلّم

بارگاہِ رسالتمآبؐ میں

عقیدت کے چند پھول

بعنوان

میرے رسولؐ



میرے رسولؐ چرخِ نبوت کے آفتاب
میرے رسولؐ کنزِ مخفی کے اضطراب
میرے رسولؐ فکرِ انسانی کے انقلاب
میرے رسولؐ شمعِ ہدایت کی آب و تاب
میرے رسولؐ سرورِ کون و مکان ہیں
میرے رسولؐ منزلِ حق کا نشان ہیں

میرے رسولؐ قدرتِ حق کے ہیں شاہکار
میرے رسولؐ خوبیاں ہیں جنکی بے شمار
میرے رسولؐ باعثِ تکوینِ روزگار
میرے رسولؐ گلشنِ ہستی کے ہیں نکھار
میرے رسولؐ رحمتِ پروردگار ہیں
میرے رسولؐ باعثِ صبر و قرار ہیں

میرے رسولؐ ہر دلِ مومن میں ہیں مکیں
میرے رسولؐ شمس و قمر سے بھی ہیں حسیں
میرے رسولؐ در پہ جھکے جن کے ہر جبیں
میرے رسولؐ حق کی ہیں اِک آیۂ مبیں
میرے رسولؐ منبعِ لطفِ عمیم ہیں
میرے رسولؐ پیکرِ خُلقِ عظیم ہیں

میرے رسولؐ رحمتِ یزداں کے ہیں نزول
میرے رسولؐ باغِ جہاں کے حسین پھول
میرے رسولؐ کہکشاں جنکے قدم کی دھول
میرے رسولؐ بالیقین ہیں آخری رسولؐ
میرے رسولؐ رحمۃ اللعالمین ہیں
میرے رسولؐ حکمِ خدا کے امین ہیں

میرے رسول ﷺ جن کے دم سے رونقِ حیات — میرے رسول ﷺ زندہ و پائندہ جنکی ذات
میرے رسول ﷺ روحِ جہاں روحِ کائنات — میرے رسول ﷺ واللہ ہیں مجموعۂ صفات

میرے رسول ﷺ شافعِ روزِ حساب ہیں
میرے رسول ﷺ حاملِ اُم الکتاب ہیں

میرے رسول ﷺ قدسیوں کے لب پہ جنکا نام — میرے رسول ﷺ جن پہ نبوت ہوئی تمام
میرے رسول ﷺ جنکے لئے عرش ایک گام — میرے رسول ﷺ بندوں کو اللہ کا اِک انعام

میرے رسول ﷺ قدرتِ حق کا ظہور ہیں
میرے رسول ﷺ قلبِ حزیں کا سرور ہیں

میرے رسول ﷺ عظمتِ آدم کے پاسباں — میرے رسول ﷺ سرِ الٰہی کے راز داں
میرے رسول ﷺ عزت و توقیرِ دو جہاں — میرے رسول ﷺ عرشِ بریں پہ ہیں ضو فشاں

میرے رسول ﷺ دین کے بدرِ منیر ہیں
میرے رسول ﷺ نائبِ ربِ قدیر ہیں

میرے رسول ﷺ منشائے یزداں کے ہیں نقیب — میرے رسول ﷺ مردہ دلوں کیلئے طبیب
میرے رسول ﷺ قلب کی دھڑکن سے بھی قریب — میرے رسول ﷺ والئ اُمت زہے نصیب

میرے رسول ﷺ خود آگاہ خود شناس ہیں
میرے رسول ﷺ خود ہی گُل ہیں خود ہی باغباں ہیں

میرے رسول ﷺ انبیاء کے سر کا تاج ہیں — میرے رسول ﷺ نقشِ رسالت کی لاج ہیں
میرے رسول ﷺ ظلمتِ شب کے سراج ہیں — میرے رسول ﷺ پاکیٔ نبوت مزاج ہیں

میرے رسول ﷺ فکر جن کی آسماں نورد
میرے رسول ﷺ شمس جن کے نقشِ پا کی گرد

میرے رسول ﷺ عاصی و زاہد کی قبلہ گاہ — میرے رسول ﷺ ادنیٰ و اعلیٰ کی بارگاہ
میرے رسول ﷺ شاہ و گدا کے ہیں پادشاہ — میرے رسول ﷺ ذکر جن کا بے وضو گناہ

میرے رسولؐ مرجعِ ہر خاص و عام ہیں
میرے رسولؐ بے شُبہ خیرالانام ہیں

میرے رسولؐ نُورِ خدا و مرکزِ ہُدیٰ
میرے رسولؐ جادۂ حق کے ہیں رہنما

میرے رسولؐ قافلہ سالارِ انبیاء
میرے رسولؐ دیدۂ مومن کی ہیں ضیا

میرے رسولؐ شارعِ دینِ مبین ہیں
میرے رسولؐ حاشرؐ و عاقبؐ متینؐ ہیں

میرے رسولؐ والئ والاجہاں پناہ
میرے رسولؐ جلوۂ قُدرت کی جلوہ گاہ

میرے رسولؐ احمدؐ و قاسمؐ و مصطفیٰؐ
میرے رسولؐ حامدؐ و محمودؐ و مجتبیٰؐ

میرے رسولؐ بے مثیل و بے عدیل ہیں
میرے رسولؐ قُدرتِ حق کی دلیل ہیں

میرے رسولؐ اکمل و کامل و حق شناس
میرے رسولؐ سُورۂ والنجم کی اساس

میرے رسولؐ حُسنِ خدا کا ہیں انعکاس
میرے رسولؐ معنئ قُرآن کا اقتباس

میرے رسولؐ عبد بھی ہیں اور عبدہٗ
میرے رسولؐ نسلِ انسانی کی آبرو

میرے رسولؐ جن کے کمالاتِ مقدّسہ
میرے رسولؐ جن کے معجزاتِ مقدّسہ

میرے رسولؐ جن کے واقعاتِ مقدّسہ
حالاتِ مُبارکہ اور حیاتِ مقدّسہ

لکھی ہے مَیں نے اے میرے اللہ! میرے رسولؐ
یہ برقؔ[1] کی ناچیز سی کوشش کریں قبول

---

[1] تخلّص مؤلف